بکتے نہیں دل

ر عقیل گیلانی

ہستی کو محبت میں فنا کون کرے گا
یہ قرض ادا میرے سوا کون کرے گا

ایک شاعر

یہ سانپ کی اولاد ہیں سیوک رام جی..... ڈسنا اس کی عادت ہے..... چتا میں پھنکوا دیجئے اس کو..... میں اس اچھوت کو اپنی حویلی میں ایک پل رکھنے کو تیار نہیں ہوں.....

قہر و جلال کی تصویر لکشمی دیوی ہانپتی ہوئی لال حویلی کے وسیع و عریض کشادہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔یوں جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

دیوی جی..... آپ کو معلوم ہے..... یہ کون ہے..... یہ بلند خان کا بچہ ہے جو ہمارا جگری یار تھا.....دوست تھا ہمارا.....

سیوک رام خاصے مضطرب نظر آرہے تھے۔ چہرے پر جذباتیت عیاں تھی۔ نہیں..... کشمیری کسی کے دوست نہیں ہوتے..... پھر مسلمان..... یہ آستین کا سانپ لکشمی دیوی نے نفرت ور قابت سے آنکھیں پھاڑیں اور لالو ناتھ کو گھورا..... یہ آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں.....بلند خان نے ہر اچھے بُرے دِن میں میرا ساتھ دیا ہے۔ آخر وہ مسلمان ہی تو تھا۔

سیوک رام نے اپنی چہیتی پتنی کو مطمئن کرنا چاہا..... لیکن مسلمانوں کی نفرت لکشمی دیوی کے دِل میں گھر کر چکی تھی۔

سب لوگ اکھٹے رہتے تھے.....پاکستان کیا بنا کہ تمام مسلمانوں نے آنکھیں پھیر لیں۔ کتنے دُکھ بانٹے ہم نے مسلمانوں کے ساتھ..... تقسیم ہند کے وقت سب ہی بیگانے ہو گئے.....ہند.....اور آپ ایک بلند خان کے بچے کی خاطر... بنہ......

لکشمی دیوی رکیک انداز میں کہہ کر خاموش ہو گئی اور لالو ناتھ کی طرف دیکھا۔ لالو ناتھ ابھی تک سفید کپڑے میں لپٹا بچہ لئے کھڑا تھا۔

لکشمی دیوی سے نگاہیں ملتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔

دیوی جی..... میں تو صرف بلند خان کی بات کر رہا ہوں... وہ ہمارا ہمدرد تھا۔ اس

کے بڑے احسانات ہیں ہم پر..... آج جو کچھ بھی میں ہوں.....

بس بس..... اس کے احسانات کا بوجھ مجھ پر مت ڈالیئے..... میرے پتاجی کوئی معمولی آدمی نہ تھے..... دہلی کے ٹھاکر تھے..... وہ خود ایسے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بلند خان کس کھیت کی مولی ہے.....

لکشمی دیوی کے انداز میں رعونیت اور تفاخر جھلک رہا تھا..... شاہانہ مزاج تو تھا ہی۔ او ہو..... میں سب جانتا ہوں..... بات صرف یہ ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں..... بلند خان کی وجہ سے ہوں.....

سیوک رام کو ماضی کے آیئنے میں بلند خان کی محبت اور ہمدردی نظر آنے لگی کس طرح ہر بُرے وقت میں بلند خان کاروبار میں سیوک رام کی مدد کرتا تھا۔ سیوک رام احسان فراموش لوگوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ بلند خان جانتا تھا کہ ملٹری اُس کو جینے نہیں دے گی..... اس لئے وہ زندگی میں ہی ساری جائیداد سیوک رام کے نام لگا چکا تھا۔ تمام عمر وہ اولاد کو ترستا رہا..... اور جب خدا نے اُسے چاند سا بیٹا عطا کیا تو فوج نے اُس کے گھر کو تہس نہس کر دیا۔ بلند خان کشمیر کا ایک رئیس آدمی تھا۔ ہندو ملٹری کا دشمن تھا..... اور نتیجہ یہ نکلا کہ بھارتیوں نے اسے قتل کر کے دم لیا۔

وہ سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئے۔

خیر چھوڑیئے..... اتنے احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں..... اگر کاروبار میں رقم وہ لگاتا تھا تو محنت تو آپ کرتے تھے..... اُسے تو عبادت سے ہی فرصت نہ ملی تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ مسجد جاتا تھا۔ کام کا اس کے پاس وقت ہی کہاں تھا۔ پلٹ کر سیوک رام نے اپنی ظالم حسین ناگن جیسی پتنی کو دیکھا..... جس کے ایک اشارے سے لال محل کی دیواریں لرز جاتی تھیں..... لکشمی دیوی کی آنکھوں میں جیسی چمک تھی..... انہوں نے آج تک کسی عورت میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ لکشمی کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگے۔

لالو ناتھ نے پہلو بدلا اور دوسری طرف ہو گیا..... شاید وہ دیوار کا سہارا لینا چاہتا تھا..... پچھلے چند گھنٹوں سے وہ یوں ہی کھڑا تھا.....

سیوک رام جی..... اس کاروبار اور عیش و آرام میں لاکھوں روپیہ میں پتاجی سے لائی تھی۔

لکشمی دیوی نے شانے اچکائے۔

معاوضہ لینا چاہتی ہو۔

سیوک رام نے دفعتاً کہا۔ شاید لہجے میں خفگی کا بھی کوئی شائبہ ہو۔

ارے نہیں نہیں..... میں نے تو یونہی کہہ دیا..... رہی معاوضے کی بات تو آپ سے اچھا معاوضہ کیا ہو گا۔ رام جی.........

سارے جہاں کی چاہت لکشمی دیوی نے نگاہوں میں سمیٹ کر سیوک رام کی طرف دیکھا..... موقعہ شناس حسینہ تھی..... ان کو ناراض نہ کرنا چاہتی تھی۔

سیوک رام ساری جان سے فریفتہ ہو گیا.....

لکشمی دیوی نے سیوک رام کو کبھی جیتنے نہیں دیا تھا۔ بے شک سیوک رام سخت طبیعت کے مالک تھے..... لیکن بیوی کے سامنے ہمیشہ بھیگی بلی ہی بنے رہتے۔ سیوک رام کو اپنی پتنی لکشمی دیوی سے شدید محبت تھی۔

رام سرکار..... میرے لئے کیا حکم ہے۔

لالو ناتھ کھڑے کھڑے اکتا سا گیا تھا۔

دھنی رام سے کہو..... گندے نالے میں پھینک دے..... اماں باوا کے ساتھ یہ بھی جہنم رسید ہو جائے گا.....

لکشمی دیوی کے حسین چہرے پر فرعونیت جھلک آئی۔

دیوی جی..... نہ..... نہ..... اتنا بڑا پاپ..... نہ خود کروں گا..... اور نہ کسی اور کو کرنے دوں گا..... آپ کو بھی نہیں.....

سیوک رام نے لکشمی دیوی کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

اس کے لئے آپ کو رنجیدہ خاطر ہونے کی کیا ضرورت ہے..... گندی نالی کا کیڑا ہے..... اگر مسلا بھی جائے تو ہندوستان میں انسانوں کا کال نہیں پڑ جائے گا۔

لکشمی دیوی پھر جابر حاکم کی طرح چہرے پر سختی لا کر بولیں۔

سیوک رام خاموش رہے..... ان کے چہرے پر یوں تھا جیسے ایک سمندر موجزن تھا..... وہ خیالات کے مدوجذر میں ڈوب کر ابھر رہے تھے.........

بلند خان سے وہ کسی قیمت پر بھی دھوکہ فریب یا بے وفائی نہیں کر سکتے تھے لیکن لکشمی دیوی نہیں جانتی تھی کہ وہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے بلند خان کے ساتھ کتنے کرب سے گزرے ہیں..... بلند خان نے دوستی کا اعلیٰ بھرم رکھتے ہوئے ساری جائیداد اس

کے نام لگا دی ہے.....وہ پہلے بھی مالک تھے اور اب..... اب تو ساری جائیداد کے حقیقی وارث بن گئے.....وہ بلند خان کے بیٹے کو گزند نہیں پہنچا سکتے تھے..... لکشمی دیوی انہیں لاکھ عزیز سہی..... لیکن بلند خان کا احترام اپنی جگہ مقدم ہے۔ ان کے اندر ایک طلاطم موجزن تھا۔

آپ کیا سوچنے لگے۔

لکشمی دیوی نے اٹھ کر سیوک رام کا شانہ ہلایا۔

وہ ایک دم چونکے۔ نگاہیں اٹھائیں.....اور کہا.....

گھر آئے ناگ نہ پوجے بانبی پوجن جائے..........

رام جی..... کیا مطلب ہے آپ کا.....

لکشمی دیوی کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہو گیا۔

یہی..... دیوی جی..... آپ اس بچے کے ساتھ آنے والی خوش بختی کو نہیں جانتیں..... یہ بڑا بھاگوان ہے۔

دیکھیں..... آپ افسردہ مت ہوں..... لالو ناتھ..... تم اس بچے کو لے جاؤ..... خرچ کی کمی نہیں ہو گی..... تم رکھ لو۔

ایک دم لکشمی دیوی نے سیوک رام کی مشکل حل کرنا چاہی۔

رام جی.......... دیوی جی کیا کہہ رہی ہیں۔

لالو ناتھ جوں تڑپا جیسے اس کے پاؤں پر زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا ہو۔

سیوک رام صرف دیکھ کر رہ گئے۔

ہم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے..... لالو ناتھ لے جاؤ اس مسلم بچے کو تمہیں ماہوار رقم مل جایا کرے گی..... لکشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... بھگوان قسم مجھے بچے کو پالنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا..... ویسے بھی میں بلند خان کا پرانا نمک خوار ہوں.....وہ بہت اچھا مالک تھا.....

لالو ناتھ کی آواز بھرا گئی..... پھر وہ خاموش ہو گیا۔

پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ اس کی پرورش کر کے تم وفاداری کا ثبوت پیش کر سکتے ہو..... لکشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... میں ہندو ہوں..... مسلمان بچہ نہیں رکھ سکتا..... رام جی بڑے آدمی

ہیں..... کسی کو خبر بھی نہ ہو گی..... ملٹری تو مسلمانوں کو تہس نہس کر رہی ہے۔ ٹھیک..... لالو ناتھ..... بلند خان کا بچہ ہمارے پاس رہے گا..... تمہیں بچے کے ساتھ کسی نے دیکھا تو نہیں۔

سیوک رام نے کہا۔ ان کا لہجہ مستحکم تھا۔

نہیں رام جی..... ملٹری نے بلند خان اور ان کی چہیتی کو اسی وقت گولی مار دی تھی..... ایک بھگدڑ سی مچ گئی..... میں بچے کو ایک آیا کی گود سے چھین کر لے آیا..... وہ حشر مجھ سے دیکھا نہیں گیا..... کیا قیامت تھی..... لالو ناتھ بڑا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

تمہیں ادھر آتے تو نہیں کسی نے دیکھا۔

لکشمی دیوی نے لالو ناتھ کے قریب آ کر کہا۔

نہیں دیوی جی سرکار.....

وہ آہستہ سے بولا۔

اب حویلی میں کون ہے۔

سیوک رام نے کہا۔

کوئی بھی نہیں..... ملازم سب بھاگ گئے..... جو مسلمان تھے..... ان کو ملٹری فوج نے قتل کر دیا تھا۔

لالو ناتھ دلگیر آواز میں بولا۔

چچ چچ..... یہ کشمیری مارے ضد کے آزادی کا نعرہ نہیں چھوڑتے خون پہ خون ہوا جا رہا ہے..... کیا کریں گے یہ کشمیر لے کر..... لکشمی دیوی نے اپنے یاقوتی ہونٹ بھینچے.....یا وہ کشمیریوں پر ترس کھا رہی تھیں۔

یہاں لٹا دو بچے کو.....

سیوک رام نے کہا۔

لالو ناتھ قریبی صوفے پر بچے کو لٹانے لگا۔

لالو ناتھ..... کیا کر رہے ہو..... یہاں رکھو..... تمہیں معلوم ہونا چاہئے..... یہ اچھوت ہے..... گوشت خور انسان کا خون ہے..... یہاں رکھوائیے۔

لکشمی دیوی نے بڑی کراہت سے قالین کی طرف اشارہ کیا۔

دیوی جی .... یہ معصوم ہے..... اس کو اچھوت مت سمجھیے..... انسان
اچھوت نہیں ہوتا..... ہم اس کو ربیب بنالیں گے۔ ہمارا بیٹا بنے گا۔ سیوک رام نے کپڑے
میں لپٹا ہوا معصوم بچہ اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا۔

بیٹا..........

لکشمی دیوی کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔

ہاں جی..... اپنا بیٹا..... ہم اسے اپنے مذہب میں ڈھال سکتے ہیں۔

سیوک رام نے بڑے وثوق سے کہا۔

کیا آپ اس کو ہندو بنادیں گے؟

لکشمی دیوی کی آنکھوں کی چمک اور تیز ہوگئی۔

کیوں نہیں..... میں اس کا باپ ہوں..... اور میں ہی وارث..... اس کی میں ہی
پہچان ہوں..... ہندو کیوں نہ بنے گا؟.....

سیوک رام نے بڑی محبت سے بچے کو صوفے پر لٹادیا۔

لکشمی دیوی دیکھتی رہ گئی۔

سیوک رام دوسری طرف بڑھے..... اور بھاری نوٹوں کی گڈی لالو ناتھ کی طرف
اچھال دی۔

دور سے ہی لالو ناتھ نے گڈی کو اچک لیا اور احسان مند نگاہیں سیوک رام پر ڈالیں۔ اب
جاؤ..... حویلی کو تالا لگا کر چابی میرے حوالے کر دینا۔

سیوک رام نے کہا۔

بہت بہتر رام سرکار

لالو ناتھ مودب جھکا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

یہ لیجئے..... یہ بچہ آپ کا ہے..... دیوی جی آپ کا بیٹا.....

سیوک رام نے بچہ لکشمی دیوی کی گود میں رکھ دیا۔

رام جی..... آپ کیا کرتے ہیں..... ہم آداب پرورش سے نا آشنا ہیں۔

لکشمی دیوی بچے کو اپنی گود میں دیکھ کر کسمسا اٹھی۔

ہم جانتے ہیں..... آپ کی نازک مزاجی اس اذیت سے دوچار نہیں ہو سکتی۔ اس بچے
کے لئے کسی ملازمہ کا اہتمام کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی سیوک رام نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

رام سرکار۔

سر ندر سنگھ ہاتھ جوڑے انتہائی مودب انداز میں اندر آ کر جھکا۔

سر ندر سنگھ..........

اپنی گھمبیر آواز میں سیوک رام بولے۔

غلام حاضر ہے۔ رام سرکار.....

سر ندر سنگھ حسب عادت بولا.....

کسی ملازمہ کا بندوبست کرو..... جو اس بچے کی صحیح نگہداشت کر سکے۔

سیوک رام نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

حویلی مین بہت ملازم ہیں رام جی.....

سر ندر سنگھ نے یاد دلایا۔

سر ندر سنگھ..... پرکاش کیسی رہے گی۔

لکشمی دیوی کو یاد آیا۔

پرکاش بوڑھی ہو چکی ہے دیوی جی.....

سر ندر سنگھ نے لکشمی دیوی کو پرکاش کے بڑھاپے کا احساس دلایا جو سیوک رام کی بھی آیا
رہی تھی۔ کاشی ماں..... ہمارے لئے بہت مقدس ہے۔

سیوک رام کو اپنا بچپن یاد آیا..... کس طرح ان کے پیچھے بھاگ بھاگ کر انہیں گرنے
سے بچایا کرتی تھی۔

صرف چند دنوں کے لئے..... بعد میں کوئی اور بندوبست کر لیا جائے گا۔

لکشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... کاشی ماں کو بلاؤ.....

سیوک رام نے کہا۔

بہتر رام سرکار.....

سرہندر سنگھ باہر نکل گیا۔

اور چند لمحوں کے بعد پرکاش اپنی سفید ساڑھی سنبھالتی اندر آ گئی۔

اسے دیکھتے ہی سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

مجھے بلایا آپ نے چھوٹی سرکار.....

وہ آہستہ آہستہ چلتی سیوک رام کے پاس آگئی۔

یہاں بیٹھ جائیے.....

سیوک رام نے بڑے ادب سے پرکاش کو صوفے پر بٹھایا..... جس کے ایک طرف لکشمی دیوی براجمان تھی۔

آپ کو ایک کام سونپنا چاہتا ہوں۔ انکار نہ کیجئے گا۔

سیوک رام نے سامنے گہری نیند سوئے بچے کی طرف دیکھا۔ بالکل معصوم فرشتہ.....

میرے اختیار میں ہوا تو میں ضرور کروں گی۔

پرکاش ہنس دی۔

اس بچے کی پرورش آپ کے ذمے ہے۔

لکشمی دیوی نے کہا۔

بچے کی پرورش..... دیوی جی..... میں تو عمر رسیدہ ہوں..... اعصاب بھی کمزور ہو چکے ہیں..... کہیں کوتاہی نہ ہو جائے۔

وہ کانپ گئی۔

مت گھبرائیے کاشی ماں..... ہمیشہ کے لئے نہیں..... چند دنوں کے لئے۔

جوں ہی کوئی اور بندوبست ہوا..... آپ کی ذمہ داری ختم.....

سیوک رام نے پرکاش کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھا۔

بس چند دنوں کی دیر ہے..... ہم تلاش کر رہے ہیں..... کسی آیا کا بندوبست ہو جائے گا لکشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے دیوی جی.....

پرکاش نے سر خم کر لیا۔ وہ انکار بھی کیسے کر سکتی تھی۔

اور درپن کے روپ میں بچہ چندن پرکاش کی بوڑھی ٹھٹھری ہوئی گود میں پرورش پانے لگا۔ اخبارات رسائل میں بڑی مقدار میں اشتہارات دیئے گئے تھے۔ خاصی معقول تنخواہ تھی۔ ہر غریب ضرورت مند ہندو عورت اتنے بڑے گھر میں بطور آیا کام کرنے کو تیار تھی۔ لیکن کوئی بھی سیوک رام اور لکشمی دیوی کے معیار پر پوری نہ اتری۔ پھر بھی چند دن اور اشتہارات کا انتظار کرنا پڑا۔

موسم قدرے خوشگوار تھا۔ سرما کی رنگین دلکش شام تھی۔ سورج کا سنہری تھال کائنات پر آخری دم توڑتی سسکتی کرنیں بکھیر کر مغرب کی گود میں پناہ لینے کی تیاری کر رہا تھا..... لال محل کے درودیوار پر خون آشام ملگجی سی روشنی پھیل چکی تھی۔ ماحول انگارہ ہوا چاہتا تھا۔ بلکہ سب مادی اشیاء سرخ رنگ میں رنگی نظر آ رہی تھیں۔ یوں تھرکتی لرزتی کرنوں نے کائنات کو احمریں رنگ میں ڈبو دیا تھا۔ حویلی پر سکون تھی۔ آج کشمیر میں کہیں بھی قتل و غارت کی آواز نہیں آئی تھی..... اور نہ ہی سڑکوں پر آہ و بقا کی دردناک آواز نے دھرتی کا سینہ پاش پاش کیا تھا۔ کشمیری مجاہدین اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے..... ملٹری بدستور مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی..... بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ مجاہدین ملٹری کو ناکوں چنے چبوا رہے تھے۔ آزادی و حریت کے متوالے چین سے یہاں بیٹھ جاتے۔

کنٹرول لائن پہ بھی مسلسل جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ مجاہدین نت نئی کارروائیاں کر رہے تھے..... کشمیر ہمارا ہے..... پاکستان کی شہ رگ ہے..... اس جذبے کو صادق رکھنے والے کہاں چین سے بیٹھ سکتے تھے اگر سکون تباہ تھا تو صرف کشمیریوں کا۔ ہندو آبادی اپنے اپنے گھروں میں پرسکون تھی اور پھر سیوک رام کی لال حویلی..... اتنا بڑا ٹھاکر۔ کون اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا تھا۔ دولت اس کے گھر کی لونڈی۔ کارخانوں اور ملوں کا مالک۔ شادی کو چھ سات برس ہو چلے تھے لیکن ابھی تک لاڈلی پتنی کی خالی گود لئے بیٹھی تھی۔ سیوک رام اپنی کم عمر لکشمی دیوی سے خاصے بڑے تھے لیکن باکمال صحت نے ان کو نوجوان رکھا ہوا تھا۔ انہیں اپنی پتنی لکشمی دیوی سے شدید محبت تھی۔ سیوک رام نے کبھی اپنی بیوی کے سامنے اس محرومی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ چاہتے تھے کہ ان کے ہاں ایک بیٹا ضرور ہو..... ان کو بیٹے کی شدید طلب محسوس ہوتی تاکہ دکھ درد کا ساتھی تو ہو..... ان کا بازو تو ہو اور ان کی جائیداد کا وارث تو ہو..... کہاں جائے گی؟ دولت..... وہ ہمیشہ کڑھتے رہتے..... بظاہر ہشاش بشاش رہتے، لکشمی دیوی ناز و نعم میں پلی بڑھی تھی۔ کم سنی میں ہی اس کی شادی سیوک رام سے ہو چکی تھی۔ سیوک رام نے بھی لکشمی دیوی کے ناز نخرے اٹھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ہوا انتقال لکشمی دیوی کے والد پنڈت جواہر لعل دہلی کے ...س آدمی تھے۔ کچھ عرصہ ہوا انتقال کر چکے تھے۔ لکشمی دیوی کی والدہ مسز جواہر یا لعل بڑے جاہ و جلال کے ساتھ زندہ تھیں۔ شوہر کی ارتھی اٹھ جانے کے بعد خود کو آنے والی ہر ...ل کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اور شوہر کے وسیع ترین کاروبار کو احسن طریقے سے سنبھال لیا

تھا۔ اولاد کے معاملے میں وہ بڑی فراخ دل واقع ہوئی تھیں۔ لاڈلی بیٹی اور داماد سیوک رام کے معاملے میں کبھی مداخلت نہیں کی تھی اور ایک بیٹا سنتوش جہاں شادی کا خواہاں تھا..... وہیں اس کی شادی کر دی۔ اب وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی کا باپ تھا..... بڑی اچھی زندگی گزار رہا تھا۔ سنتوش اپنے پتا جی کی طرح تحمل مزاج اور فہیم نوجوان تھا۔ اس بات سے اس کے ادراک کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ شادی سے پہلے بہن کے حصے کی تمام جائیداد اس کے نام کر دی تھی..... بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ اراضی تحفے میں نام کر دی۔ سنتوش اعلیٰ ظرف نوجوان تھا۔ اس نے یہ اس لئے کیا کہ آئندہ کے لئے کسی رنجش کا احتمال نہ رہے۔

حویلی کے بڑے لان میں سنگ مرمر کی دلکش آرائشی آرام دہ کرسیاں بچھی تھیں۔ شام کا سہانا سماں تھا۔ ٹھنڈی کشمیری ہوا مست کئے دے رہی تھی۔ قریبی جھرنوں سے بہنے والا پانی ہوا کے ساتھ مل کر ایک ارگن کی طرح بج رہا تھا۔ لکشمی دیوی اور سیوک رام آمنے سامنے کرسیوں پر براجمان کسی خاص موضوع کے ساتھ کشمیری قہوے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

نمستے رام سرکار۔

سرہندر سنگھ حاضر ہوا۔

سیوم رام نے ہاتھ باندھے اور مسکرا دیے۔ نمستے.....

لکشمی دیوی صرف دیکھتی رہی گئی۔

کیسے آئے ہو؟

سیوک رام نے پوچھا۔

ہری داس ایک عورت لایا ہے رام سرکار.....

سرہندر سنگھ نے مودب کہا۔

لے آؤ..... دیر کیوں کر رہے ہو..... بھگوان نے چاہا تو کام بن جائے گا۔ لکشمی دیوی نے آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں۔

سرہندر سنگھ فوراً پلٹا اور کچھ لمحوں بعد سفید ساڑھی میں ملبوس نوجوان لڑکی کو لے آیا۔

نمستے رام سرکار۔

لڑکی نے کہا۔

لکشمی دیوی اور سیوک رام نے ایک ساتھ نمستے کیا۔

نمستے..........

ہندو ہو۔

لکشمی دیوی ذات پات کا خاص خیال رکھتی تھیں۔

برہمن ہوں..... دیوی جی..... مجھے نوکری کی ضرورت ہے..... مجبور ہوں۔

سیوک رام بغور اس کے قد و قامت کو دیکھتے رہے۔

ہمیں بچے کے لئے آیا کی ضرورت ہے..... کیا خیال ہے۔

لکشمی دیوی نے کہا۔

لڑکی چال ڈھال سے پڑھی لکھی اور سلجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ سرخ و سپید رنگت، مجھے منظور ہے دیوی جی۔

لڑکی نے کہا۔

پڑھی لکھی ہو۔

سیوک رام نے کہا۔

ہاں جی..... میٹرک پاس ہوں رام سرکار.....

لڑکی نے ملتجی نگاہیں لکشمی دیوی کے چہرے پر ڈالیں۔

کیا نام ہے

پوجا۔

اچھا نام ہے۔

نام تو کوئی اور تھا دیوی جی..... ہمارے پتی اسی نام سے پکارتے تھے۔ تم بیاہی ہوئی ہو۔

لکشمی دیوی ورطہ حیرت میں اتر گئی۔

ہاں جی..... میرے پتی کا انتقال ایک حادثے میں ہو گیا تھا۔

پوجا بڑی پژمردہ سی لگنے لگی۔

اور کوئی رشتہ دار۔

سیوک رام بولے۔

اس بھری سنسار میں ہمارا کوئی نہیں..... ہم اکیلے ہیں دیوی جی۔ لڑکی کے چہرے پر ایک کرب امڈ آیا۔

اس سے پہلے کوئی اور کام کرتی تھی..... لکشمی دیوی نے سوال کیا۔

ملازم تھی رام سرکار..... لیکن کیا بتاؤں..... عزت کی خاطر نکل آئے وہاں سے۔

اوہو.......... لکشمی دیوی اور سیوک رام ازراہ افسوس بولے۔

چند لمحے سب خاموش رہے..... سیوک رام اور لکشمی دیوی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.....

لڑکی پوجا نے ادھر ادھر دیکھا.....اس کی نگاہیں متلاشی تھیں۔

ہری داس۔ کاشی ماں سے درپن کو لے آؤ۔

بہت بہتر رام سرکار۔

سیوک رام کا حکم ملتے ہی ہری داس لان سے نکل گیا۔

چند منٹ نہ گزرے تھے کہ ہری داس سفید بچھونے میں لپٹا بچہ لکشمی دیوی کے پاس لے آیا۔

لکشمی دیوی نے درپن کو اپنی بانہوں میں تھام لیا، اس وقت بچپنے کی پرسکون نیند سو رہا تھا..... چہرے پر فرشتوں جیسا تقدس سرخ رخسار..... اس وقت تو لکشمی دیوی نے بھی درپن کو ساتھ لگا لیا۔

(کاش ایسا ہی بیٹا ان کا بھی ہوتا)

لکشمی دیوی سوچ میں کھو گئی۔

سیوک رام نے مخصوص نگاہیں لکشمی دیوی کی طرف ڈالیں۔ پھر ہری داس اور دوسرے ملازمین کی طرف دیکھا۔

سیوک رام کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہی سب لان سے نکل گئے۔

پوجا نے خالی خالی نگاہوں سے سب کی طرف دیکھا۔ وہ منتظر تھی کہ کب بچہ اسے دیا جائے.....

لے لو بچہ..........

لکشمی دیوی نے درپن پوجا کی طرف بڑھایا۔

بچے کی پرورش کا معاملہ ہے..... بھاگنے کی کوشش مت کرنا..... سیوک رام نے ترش لہجے میں کہا۔

ہم بھاگ کر کہاں جائیں گے رام سرکار..... ہمیں دوسری شادی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس بچے پر جیون کاٹ دیں گے سرکار.....

پوجا نے لکشمی دیوی سے بچے کو لے کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ اور اس کی سفید پیشانی کو بوسہ دیا۔

تمہیں یہاں عزت بھی ملے گی اور تحفظ بھی۔

سیوک رام نے اس کی آنکھوں میں ممتا کی سچی لگن دیکھ لی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ درپن کے لئے ہی یہاں آئی تھی۔

چند دنوں کا درپن پوجا کی گود میں پرورش پانے لگا۔ دو ماہ کا ہو چکا تھا..... وہ پوجا کے ہاتھ کو پہچاننے لگا۔ پوجا محبت کی ماری محبت و شفقت سے درپن کی شخصیت کا نکھار چاہتی تھی۔ درپن اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ اپنی انمول جوانی کو اس بچے کے لئے وقف کر دینا چاہتی تھی۔ لال حویلی میں پوجا کو پورا تحفظ اور عزت نفس ملی تھی۔ اس کو پوری آزادی تھی..... درپن اور اس کی ضروریات کے لئے اچھی خاصی ماہوار رقم اسے مل جاتی تھی..... وہ جب چاہے لال حویلی کے وسیع و عریض کچن میں اپنی پسند کا کھانا پکا سکتی تھی..... اگر ضرورت پڑے تو وہیں سے کھا سکتی تھی..... پوجا اچھی زندگی گزار رہی تھی۔

اس کے لئے وہ لکشمی دیوی اور سیوک رام کی ممنون تھی۔ درپن اور پوجا کے لئے لال حویلی کا ایک علاقہ مخصوص کر دیا گیا تھا..... جہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ یہاں پوجا اور درپن کی ہر ضرورت کا خیال رکھا گیا تھا۔ ایک مسلمان کی اولاد ہوتے لکشمی دیوی درپن کو پسند تو نہیں کرتی تھیں لیکن سیوک رام کے سامنے اپنی نفرت کا اظہار بھی نہ کیا تھا۔ سیوک رام ایسے بھی نا سمجھ نہ تھے کہ درپن اور پوجا کو علیحدہ رکھنا کس بات کی دلیل تھی۔ کہ وہ شروع سے ہی درپن کا اپنے طرز تمدن میں مخل ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ درپن علیحدہ ہی پوجا کے پاس رہنے لگا۔ وہ کبھی پسند نہ کرتی تھی کہ مسلم اور ہندو دو مذاہب کے لوگ ایک ساتھ زندگی گزاریں..... لیکن سیوک رام کی سوچ الگ تھی۔ وہ اگر لکشمی دیوی سے کہتے کہ دیکھو تم ایسا خیال ہرگز دل میں نہ لاؤ۔ درپن اب مسلمان نہیں..... ہندو ہے۔ پوجا کی گود میں پل رہا ہے..... کیا اب وہ مسلمان رہے گا..... پوجا برہمن ہے.....

آپ کی بات بھی درست ہے رام جی..... مگر کتنے مسلمان ہندوؤں کی گود میں پلنے والے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور ہمارے ہی خلاف نعرے لگانے لگے۔

لکشمی دیوی ہمیشہ خطرات میں گھری رہتی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... میرا مطلب آپ نہیں سمجھ رہیں.....

سیوک رام نے بڑے خلوص سے کہا۔
سمجھایئے..... کیا سمجھانا چاہتے ہیں آپ۔
لکشمی دیوی نے اپنے خوبصورت ہاتھوں کو گول کر کے اپنی تھوڑی کے نیچے رکھا اور غزالی آنکھوں کو دو مرتبہ جھپکا۔
کس کس ادا پر جان دیں..... ظالم تیری ہر ادا قاتلانہ ہے۔
وہ بڑی محبت سے بولے۔
جانے بھی دیں..... اصل موضوع کی طرف آیئے۔
میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں لکشمی دیوی جی..... کہ درپن ہندو عورت کی گود میں پرورش پا رہا ہے..... وہی طور طریقے سیکھے گا جو پوجا اسے سکھائے گی..... پھر وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔
سیوک رام نے اپنے الفاظ میں وزن پیدا کیا۔
پھر وہ دو قومی نظریہ کیا ہے..... اس میں یہی کہا گیا ہے ناکہ ہندو و مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں..... ان کے نظریات اور خیالات ایک نہیں ہو سکتے..... بلکہ ان کا رہن سہن بھی مختلف ہے۔
لکشمی دیوی نے بحث کو طویل کر دیا۔
دیوی جی..... بھگوان قسم..... درپن آپ کا بیٹا ہے..... وہ ہندو ہے اور ہندو مذہب ہی اختیار کرے گا۔
سیوک رام نے بڑی چاہت سے دیوی کی طرف دیکھا۔
کاش..... ہماری گود بچے سے محروم نہ رہتی..... ہمیں اس کا بڑا دکھ ہے رام جی..... درپن کو دیکھ کر ہمارے احساس کی قندیل روشن ہو جاتی ہے۔
لکشمی دیوی کو آج پہلی مرتبہ احساس ہوا تھا کہ مرد کے لئے اولاد کتنی ضروری ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ساری آس نیراش میں بدل گئی ہے۔
سیوک رام نے دیکھا لکشمی دیوی بڑی دکھی لگ رہی تھی۔
ارے..... یہ آج چاند گرہن لگ گیا..... کیسے ہو سکتا ہے..... ہم آپ کو اس طرح بجھے بجھے نہیں دیکھ سکتے۔

سیوک رام نے لکشمی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کے لازوال جذبے کے تحت دیکھا۔ ہمیں نہ سہی..... رام جی آپ کو اولاد کی ضرورت ہے..... ہم محبت کی تقسیم بھی نہیں چاہتے..... بلکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔
لکشمی دیوی حد درجہ ملول و پریشان نظر آ رہی تھی۔
خوش رہا کریں..... ہم اپنی محبت کی تقسیم خود نہیں چاہتے..... اولاد کی ضرورت اپنی جگہ..... لیکن آپ کی محبت ایک مستحکم چٹان کی طرح ہے..... جو ہل نہیں سکتی۔
سیوک رام نے آسمان کی طرف دیکھا۔
چلیں اندر..... موسم کی نیت بگڑی ہوئی ہے..... لال محل میں روشنی ہو چکی ہے.....
اٹھیئے.....
سیوک رام نے اٹھ کر بڑی محبت سے لکشمی دیوی کو اپنے سہارے سے اٹھایا اور ایک دوسرے کے سہارے خواب گاہ کی طرف چل دیئے.....

☆ ○ ☆

آنجہانی پنڈت جواہر لعل دہلی کے دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ شہر کے مانے ہوئے رئیس تھے۔ بڑا نام تھا۔ ان کے بعد ان کی مدبر قیادت کی حامل مسز جواہر لعل تمام کاروبار سنبھال چکی تھیں۔ مسز جواہر لعل عمدہ شخصیت کی مالک تھیں۔ ہندی طرز تمدن کے مطابق دوسری شادی نہیں کی۔۔۔۔ کیونکہ ہندو عورت ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ بے شک وہ جوانی میں بیوہ ہو چکی تھی۔ بچے صرف دو ہی تھے۔ ایک بیٹا سنتوش جس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے بعد اپنے ساتھ کام میں شریک کر لیا تھا۔ سنتوش بہترین فہم وادراک کا مالک تھا۔ چند سال ہوئے شادی ہو چکی تھی۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا جو شملہ میں فوجی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ آج کل موسم گرما کی تعطیلات پر والدین کے پاس آئے ہوئے تھے۔ مسز جواہر لعل کی ایک دھان پان سی کومل بیٹی لکشمی دیوی تھی۔۔۔۔ جس کو سیوک رام سے بیاہ دیا گیا تھا۔ یہ دونوں گھرانے رشتے میں قریبی تھے۔۔۔۔ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ سیوک رام لکشمی دیوی سے بہت محبت کرتے تھے۔ سیوک رام کوئی عام آدمی نہ تھے۔ ان کے والدین اربوں کی جائیداد چھوڑ کر دنیا کو چھوڑ چکے تھے۔ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں وسیع کشادہ رقبہ پر مشتمل کوٹھیاں اور بنگلے تھے۔ سیوک رام سب کے تنہا وارث تھے۔ مسز جواہر لعل کو سیوک رام کی عادات واطوار اس قدر پسند آئیں کہ ان کی عمر کا بھی خیال نہ کیا۔ لکشمی دیوی چھوٹی بالی عمر کی تھی لیکن وہ بھی سیوک رام کو پسند کرتی تھی۔ مسز جواہر لعل نے لڑکے کو ہر طرف سے مکمل دیکھا تو شادی کر دی۔ بھگوان نے سن لی ۔۔۔۔ اور سیوک رام کا پرانا عشق کام آ گیا اور شادی ہو گئی۔

بیٹی کی طرف سے مسز جواہر لعل بڑی مطمئن تھیں۔۔۔۔ لکشمی دیوی اپنے گھر میں خوش تھی۔ اگر ایک پریشانی تھی تو یہ کہ چھ سات سال ہو چکے تھے۔۔۔۔ بھگوان نے اس کی سونی گود آباد نہیں کی تھی۔ پھر بھی سیوک رام کی طرف سے کبھی کسی ناخوشگواری کی بو نہیں آئی تھی۔ مسز جواہر لعل مندر سے واپسی پر تازہ اخبار دیکھتیں۔ ان کے لباس میں قیمتی سفید

ساڑھی زیب تن کرنا ضروری تھا۔ پھر ڈرائنگ روم میں اپنے پتی کی راکھ کو سلام کرنا ضروری تھا۔ گھر میں کئی ایک ملازم تھے۔ لیکن پھر بھی بے وقت چائے کی ضرورت ہوتی تو کچن میں جا کر خود تیار کر لیتیں۔ زندگی آسائش سے گزر رہی تھی۔ سنتوش اچھے باپ کا بیٹا تھا۔ عادات واطوار بھی باپ کی طرح سلجھی اور شائستہ تھیں۔ سنتوش اپنی بیوی اُشا کو بہت چاہتے تھے۔ اُشا کا باپ فوج میں معمولی ملازم تھا۔ کشمیر کے محاذ پر مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ ماں پہلے ہی داغ مفارقت دے چکی تھی اور ایک بچے کو جنم دے کر اُشا کے لئے دکھوں کا جہنم کھول گئی۔ رمیش کی پیدائش پر اُشا صرف چھ برس کی تھی۔ مرتے وقت اپنے دونوں بچوں کو اندریاس کے سپرد کر گئی جو خود بھی فوج میں حوالدار تھا لیکن شراب کا رسیا۔ اُشا کے باپ کی موت بھی شراب کی وجہ سے ہوئی ورنہ وہ مجاہدین کی گولیاں پشت پر ہرگز نہ کھاتا۔

اُشا اور رمیش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چچا اور چچی کی ٹھوکروں میں زندگی گزارنے لگے۔ گلدیپ اندریاس کی بیوی ظالم و جابر عورت تھی۔ وہ دونوں بچوں کو رکھنے کو بالکل تیار نہ تھی۔ ایک دن اس نے دوٹوک الفاظ میں اندریاس سے کہا۔

یاسی۔۔۔۔ میں ہرگز ان دونوں کو رکھنے کی نہیں۔۔۔۔ اپنے بچے نہیں سنبھل سکتے۔۔۔۔ ان مصیبتوں کو کیسے سنبھالوں میں۔۔۔۔ کہاں سے کھلاؤں ان کو۔۔۔۔ وہ چلا کر بولی۔

کہاں جائیں۔۔۔۔ رمیش چھوٹا ہے۔۔۔۔ اور اُشا نا سمجھ۔۔۔۔ کچھ عرصہ صبر سے کام لو ۔۔۔۔ بندوبست کر لوں گا۔۔۔۔

اندریاس خود بیوی کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔

کتنا صبر کروں۔۔۔۔ کتنی مہنگائی ہے۔۔۔۔ چار اور دو یہ باقی ہم دونوں پورا نہیں پڑتا۔۔۔۔ کہاں سے روٹی پوری کروں۔

وہ ترش روئی سے بولی

تین وقت مت دو روٹی۔۔۔۔ ایک وقت دے دیا کرو۔۔۔۔ اُشا مر نہیں جائے گی۔

اندریاس کو رحم آ گیا۔۔۔۔ جب رحم اس قدر سنگین ہو گا تو ظلم کیسا ہو گا۔

وہ جو سارا دن دودھ مانگتا ہے۔۔۔۔ کہاں سے دوں اس کو دودھ۔۔۔۔ گلدیپ نے کہا۔

ایک گلاس دودھ میں چار گلاس پانی ڈالو۔۔۔۔ چار ماہ کا ہو چلا ہے۔۔۔۔ اُشا کو کہو اسے روٹی کھلایا کرے۔ اتنا دودھ نہیں مل سکتا۔

اندریاس کو غصہ آ گیا۔

چنانچہ دونوں بچے گلدیپ کے رحم وکرم پر پلنے لگے۔ اسی طرح کئی ماہ گزر گئے۔ اُشا آٹھ برس کی ہو چکی تھی اور رمیش دو برس کا..... آج گھر میں خاصہ ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ بھوک سے نڈھال رمیش نے رینگتے ہوئے گلدیپ کے بیٹے کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چھین کر پی لیا۔ وہ چلانے لگا..... برتن مانجھتے مانجھتے اُشا نے رمیش کے ہاتھ سے گلاس چھین تو لیا لیکن وہ پی چکا تھا.....

ذلیل کمینے..... یہ کیا کیا تو نے.....

اُشا نے رمیش کو جھنجھوڑ ڈالا۔

لیکن گلدیپ نے آتے ہی رمیش پر تھپڑوں کی بارش شروع کر دی۔

چاچی..... مت مارو..... نہ مارو نا اسی کو.....

اُشا ماہی بے آپ کی طرح تڑپ اٹھی..... اور چھین کر رمیش کو اپنے ساتھ لگا لیا..... اس کے پھول سے رخسار چوم لئے۔

ہاں..... ہاں مت مارو..... تیرا باپ ڈیری ذرا دم کھول کر دے مرا ہے..... اس نگوڑے کا تو دوزخ ہی نہیں بھرتا..... کھائے چلا جاتا ہے..... کھائے چلا جاتا ہے۔

گلدیپ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

اُشا رمیش کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔

چاچی..... صبح کی ایک روٹی تو ملتی ہے..... کیا کھاتا ہے..... اور پانی ملا دودھ۔ اُشا سسکیوں کے درمیان بولی۔

چنال..... حرافہ..... تو بھی لگی بولنے..... بھگوان کی سوگند..... میں تمہیں اب نہیں یہاں رہنے دوں گی.....

چاچی..........

تڑپ کر اُشا نے اپنے رخسار کو بری طرح مسل ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی رمیش چیخ چیخ کر رونے لگا۔

اُشا بہلاتی ہوئی سیاہ بختی پر آنسو بہاتی سامنے کمرے میں اسے زمین پر لٹا کر باہر آ گئی..... وہ روتے روتے انگوٹھا منہ میں ڈالے چوستے چوستے نیند کی وادی میں اتر گیا..... اور وہ باہر ڈھیروں برتنوں کو مانجھنے کے لئے کھرے میں بیٹھ گئی۔ نازک ہاتھ مستقل سیاہ ہو چکے تھے.....

دیدی گلدیپ..... اُشا اتنے برتن صاف کر لے گی۔

گلدیپ کی چچازاد بہن اندر آتے ہی بولی.....

مانجھ لے گی..... بچی ہے..... آٹھ دس سال کی ہونے لگی ہے..... نوکر رکھ دیں..... روٹیاں توڑتی ہے سارا دن.....

گلدیپ کے انداز میں زبردست نفرت کا لاوا پھٹنے کو تیار تھا۔

اُشا نے بھیگی پلکیں اوپر اٹھائیں اور پھر برتن مانجھنے لگ گئی۔

رمیش کہاں ہے اُشا.....

اُوشا نے کہا۔

تمہیں کیا فکر ہے اس کی..... اندر آ جاؤ..... کس کام آئی ہو..... ان دونوں بہن بھائی کو دفعان کرو..... میری بہن ہو یا ان کی بھی کچھ لگتی ہو..... گلدیپ جلی بھنی اوشا کا بازو پکڑ کر اندر لے گئی.....

رمیش کو سوئے دیکھ کر اس کو پھر رحم آ گیا..... لیکن خاموش رہی۔ میں اس لئے آئی تھی کہ تمہاری چولی تو نہیں بنتی..... کپڑا کم ہے۔

وہ بولی.....

کپڑا تھوڑا ہے

گلدیپ نے کہا۔

بہت تھوڑا..... اور منگوالو..... پھر حساب لگا کر بن جائے گی۔ اوشا دل میں کڑھتی رہی..... گلدیپ کی بدمزاجی سے وہ بھی بڑی خائف تھی..... سلائی کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی تھی..... شوہر عرصہ ہوا انتقال کر چکا تھا۔ چند منٹ بیٹھی اور چل دی۔

حالات کی سنگینی کا مقابلہ کرتے کرتے کئی سال بیت گئے..... اُشا اٹھارہ سال کی خوبصورت لڑکی بن چکی تھی۔ رمیش آوارہ مزاج نوجوان اکھڑ کسی کی بات نہ ماننے والا.....

ایسے حالات میں پلنے والے بچوں کا مستقبل کیا ہو گا۔ ایسے بچے معاشرے میں کیا مقام حاصل کر سکتے تھے۔ گلدیپ نے تو اتنا بھی نہ کہا کہ اُشا کو کسی سکول میں داخل کروا دیتی..... دونوں بچوں کو جہالت کے اندھیروں میں ہی سرگرداں رہنے دیا۔ اندریاس شراب کا رسیا تھا..... ان کو دیکھا دیکھی رمیش بھی چوری چھپے شراب پینے لگا۔ اکثر اندریاس کی بوتل رمیش چوری چوری پی جاتا۔

آج بھی اس نے یہی کیا.....

اُشما..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔

جی چاچا.....

رمیش کہاں ہے۔

اندریاس چلا کر بولا۔

اوپر کمرے میں ہے۔

اُشما سہم سی گئی..... وہ جان چکی تھی کہ کوئی قیامت ٹوٹنے والی ہے۔

بلاؤ اس کو.....

اندریاس خونخوار نگاہیں بالکونی کی طرف ڈال کر بولا۔

پھر شراب پی لی آپ کی.....

وہ چھٹی حس بیدار ہوتے ہی بولی۔

ہاں..... ہاں..... یہ دیکھو..... پھر اس نے بوتل خالی کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شراب کی بوتل تڑاک سے فرش پر دے ماری..... چاچا.....

اگر وہ اچھل کر پرے نہ ہو جاتی تو بوتل کی کرچیں اس کا چہرا زخمی کر دیتیں۔

میں کہتا ہوں..... اسے نیچے لا.....

اندریاس چلایا..... وہ بھیڑیے کی طرح غرایا۔

بلا نا اب..... طرف داری تو بڑی کرتی ہے..... موا..... مرا ہو گا اوپر.....

رمیش.....

وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ کر اوپر چلی گئی.....

رمیش.....

وہ چیخ اٹھی۔

وہ بے سدھ چت زمین پر پڑا تھا..... مقدار سے زیادہ جو چڑھا گیا تھا۔

رمیش.....

اُشما نے پوری طاقت سے جھنجھوڑا.....

اس طرح نہیں اٹھے گا..... آتے ہی اندریاس نے جوتوں کی بارش شروع کر دی..... نکل جا میرے گھر سے ..... میں اب تمہیں برداشت نہیں کر

سکتا..... کتے.....

پوری طاقت سے ٹھوکر مار کر اندریاس نے اپنی تشنگی کو کم کرنا چاہا لیکن اس کی طلب میں جو اضافہ ہو رہا تھا..... اسے کون کم کرتا۔ وہ خونخوار لگ رہا تھا۔ نکل..... نکل جا یہاں سے۔

اندریاس اور گلدیپ نے پھر دھکا دیا۔

نہیں..... نہیں..... چاچا..... مت نکالو ..... اب یہ نہیں پیئے گا.....

اُشما نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

بھاڑ میں جائے جہاں سے مرضی پیئے..... میری بوتل کو ہاتھ نہ لگائے۔

نہیں پیئے گا..... چاچا..... اب معاف کر دو..... کہاں جائے گا..... اُشما نے روتے روتے گلدیپ کے پاؤں پکڑ لئے۔

رمیش اس قدر پی گیا تھا کہ بے جان بت کی طرح مار کھائے جا رہا تھا۔ لیکن قوت گویائی سلب ہو چکی تھی..... اس وقت تو رمیش اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بے سدھ اِدھر سے اُدھر لڑھکتا ہوا گیند کی طرح پورے کمرے میں گھوم رہا تھا۔

گولی مارو..... اس طرح مارتے مارتے ہلکان ہو جاؤ گے۔

گلدیپ کو اندریاس ہانپتا اچھا نہ لگا۔ ڈولے کتے کی طرح اس کے حلق سے غرغر کی آواز آ رہی تھی..... مجھے شدید طلب ہے۔ اس وقت شراب کی..... وہ بھوکے کتے کی طرح گلدیپ کے کان میں پہنی بالی کی طرف جھپٹا..... میری کیوں..... اس کی لو.....

گلدیپ نے اشما کے کانوں کی طرف اشارہ کیا..... جو مرتے وقت ماں نے اس کے کانوں میں پہنا دی تھیں۔

ہاں..... ہا..... ہاں..... چاچا..... دونوں لے لو..... رمیش کو گھر سے مت نکالو..... یہ..... یہ لو.........

ایک دم اُشما نے چھوٹی چھوٹی دونوں بالیاں جو بمشکل چار ماشہ کی بھی نہ ہوں گی۔ گلدیپ کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

لاؤ..... ٹھیک ہے۔ لیکن اس سے دو بوتلیں آ جائیں گی۔ وہ چمکتی آنکھوں سے کھکھیاتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

اب کا تو گزارا کرو.....

گلدیپ نے اس کو تسلی دی۔

آؤ.....

کہتے ہوئے اندریاس گلدیپ کو لے کر نیچے اتر گیا۔

دونوں کے جاتے ہی اُشا نے رمیش کے چہرے سے خون صاف کیا.....

رمیش نے سرخ نگاہیں بہن کے نرم و ملائم چہرے پر ڈالیں.....اگر چاچا کی بوتل نہ پیتے تو اتنی مار بھی نہ کھاتے.....

اُشا کے اپنے آنسو لڑھک کر اس کے ملائم رخساروں پر ڈھلک آئے۔ بس اب جو ہو گیا ہو گیا.....ہم یہاں نہیں رہیں گے دیدی.....

وہ بیتاب و مضطرب اُشا کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولا۔

کہاں.....کوئی ٹھکانہ ہے.....وہ بولی

کہیں بھی چلے جائیں گے.....بس تم اٹھو.....

وہ بازوں سے چہرا پونچھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

پاگل ہو گئے ہو.....کہاں لے کر جاؤ گے.....دنیا بڑی خراب ہے.....وہ پژمردہ سی ہو گئی۔

کہیں سڑک پر رہ لیں گے.....اس مقتل سے تو بہتر ہو گا۔ وہ اکڑ کر بولا۔

رمیش۔ عقل کے ناخن لو.....اندر باہر آگ لگی ہوئی ہے.....انسان کو کہیں قرار نہیں۔ کشمیر جل رہا ہے.....اور تم.....وہ زمین پر بیٹھ کر دلگیر آواز سے بولی۔

باہر کی آگ اندر کی آگ سے بہتر ہے.....وہ بہن کے پاس دوبارہ بیٹھ گیا۔

ایک بات کہوں.....اُشا نے کہا

ہاں.....کہو دیدی.....کیا بات ہے۔ رمیش نے اُشا کے چہرے پر سوالات کے انگنت نقوش دیکھے۔

میں چاہتی ہوں تو کوئی کام کر لے.....وہ بولی۔

کیا کام کرو.....پڑھا لکھا تو ہوں نہیں.....مزدوری میں نہیں کر سکتا۔ وہ کچھ کچھ ندامت آمیز انداز میں بولا۔

کہیں رہنے کا بندوبست کر لو.....مزدوری میں کر لوں گی۔ وہ بولی۔

دیدی تم.....مزدوری کرو گی.....میرے ہوتے ہوئے.....وہ چونکا۔

یہ مزدوری نہیں.....صبح سے شام تک کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہوں تب بھی کام ختم نہیں ہوتا.....کم از کم وہ مزدوری جھڑکیوں اور مار سے تو بہتر ہو گی۔ دو موٹے موٹے آنسو لڑھک کر اُشا کی شکستہ بریدہ قمیض پر گرے۔

رمیش نے نگاہیں جھکالیں.....وہ خود گنہگار جو خیال کرتا تھا.....اگر اس قدر سمجھدار ہوتا تو آج یہ حال نہ ہوتا.....شاید وہ دل میں یہی سوچ رہا تھا۔

اگر تو اچھا ہوتا تو آج اتنی تذلیل تو نہ ہوتی۔ اُشا نے بظاہر آرام سے کہا.....لیکن رمیش نے بہن کے اندر غصیلی بھڑکتی آگ کے شعلوں کو محسوس کر لیا تھا.....وہ اس تپش کو محسوس کرنے لگا تھا۔ میں کیا کرتا ہوں دیدی.....صرف.....وہ آگے خاموش ہو گیا۔

تو کچھ نہیں کرتا صرف چوری کی شراب پیتا ہے.....اُشا نے جملہ مکمل کر دیا۔

سرخ نظریں رمیش نے اُشا کے چہرے پر ڈالیں میرے بھائی.....تو شراب چھوڑ کیوں نہیں دیتا.....یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اُشا محبت سے بولی۔

اچھی چیز نہیں ہے.....تو پھر چاچا اور اب.....سنا ہے اب بہت پیتا تھا.....اب تو رگو بھی پینے لگا ہے.....وہ جیسے اُشا کو تسکین دلانا چاہتا تھا۔

مجھے کیا...سارا گھر پیے.....تو تو نہ پی.....تیرے ساتھ تو میرے رشتے بندھے ہیں.....تو جگر ہے میرا.....بھائی ہے.....میں تجھے برباد نہیں دیکھ سکتی.....اور یہ انسان کو برباد کر دیتی ہے.....وہ گھٹنوں میں سر دیئے سسک سسک کر رو دی۔

اچھا رو نہ دیدی.....نہیں پیتا.....قسم لے لے رام کی.....نہیں پیتا.....رمیش نے اُشا کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

تو جھوٹ بولتا ہے.....شراب تیری گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ اُشا نے رمیش کے ہاتھ کو بری طرح جھٹک دیا۔

ب درس دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اُشا دیوی.....رگو نے اندر آتے طنز کے تیر اُشا کے قلب و جگر میں پیوست کر دیئے۔ رمیش اور اُشا صرف دیکھتے رہ گئے۔

اٹھو.....کپڑے بدلو.....میں نے سی کے رکھے ہیں.....منہ ہاتھ دھو لو.....اُشا رگو کے اندر آتے ہی رمیش کو اٹھاتے بولی۔

اوہو.....رکو ذرا.....

رگو نے پلٹ کر اُشا کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن رمیش کو دیکھ کر رک گیا۔ رمیش [illegible]

زینہ اتر گیا۔

اُشما..... رگو نے جاتی اُشما کو آواز دی۔

کیا بات ہے۔اُشما دروازے کے پٹ کو پکڑ کر بولی۔

ادھر آ کے بات سن..... رگو کی نگاہوں میں شیطانیت ناچتی دیکھ کر اُشما لرز سی گئی' مجھے فرصت نہیں ہے۔وہ جلدی سے زینہ اتر گئی۔اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

کلموئی ناگن..... ساگ پات کا بندوبست کر لے..... صبح سے بھیا کی ارتھی کے پاس بیٹھی تھی..... کھانے پینے کی ہوش نہیں تھی کیا۔ گلدیپ صحن میں سر باندھ کر لیٹی تھی..... جونہی اُشما کو اترتے دیکھا تو بولنا شروع کر دیا۔

حسب عادت خاموش رسوئی میں جا کر برتن لئے ساگ بنانے بیٹھ گئی۔ چند دن یونہی گزر گئے..... رمیش زیادہ عرصہ گھر سے باہر ہی رہتا.....اور رگو کے من میں اُشما اترتی رہی تھی..... اُشما کے دراز جھولتے ہوئے سیاہ بال اور اس پر نازک کومل جسم، سفید چہ بادای آنکھیں ہر وقت سرخ رہتیں جیسے مے کے پیالے..... سفید عرق آلود پیشانی چھوٹی چھوٹی ناگن زلفیں حسن پر پہرا دیتیں..... رگو تو پوری طرح شیفتہ ہو چکا تھا..... اپنی عادتِ عشق سے وہ مجبور بھی تھا..... ہر نوجوان لڑکی پر اس کا دل آ جاتا تھا۔

شام کے دھندلکے چھا رہے تھے..... اس وقت گھر میں صرف گلدیپ تھی وہ بھی صحن میں کمبل اوڑھ کر لیٹی تھی۔باقی لوگ اپنے اپنے کام سے باہر تھے۔

رگو گھر میں داخل ہوا۔ آگیا تو..... کوئی کام بنا۔گلدیپ نے رگو سے پوچھا

نہیں..... اتوار کو کام بنے گا..... ایک فیکٹری میں جگہ مل جائے گی وہ جھوٹ کا سہارا لے کر بولا۔

ابا نہیں آیا۔وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

نہیں رات کو آئے گا..... ارے ہاں اس کی بوتل کو ہاتھ مت لگائیو کھانے کے بعد پیئے گا اندر پاس.....

گلدیپ اچک کر بیٹھ گئی۔

تو میں کیا کروں.....وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

دفعان ہو جا..... تو جان یا تیرا باپ..... میں کیا جانوں..... گلدیپ منہ سر لپیٹ کر لیٹ گئی.....

اور..........

رگو نے اندر پاس کی بچی ہوئی بوتل منہ کو لگائی اور ساری چڑھا گیا۔ جب وہ زیادہ ہی چڑھا گیا تو نیم پاگل سا ہو گیا.....دبے قدموں زینہ چڑھ گیا.....

اے ہے..... دھوپ سینک رہی ہے۔ وہ لڑھکتا ہوا دھپ سے اُشما کے پاس بیٹھ گیا.....

وہ بجلی کی تیزی سے اٹھی دوپٹہ ڈھلک کر ایک طرف کو سرک گیا..... گریبان بے ترتیب سا ہو گیا.....

تو خود ایک نشے کی بوتل ہے اُشما.....وہ بھوکے کتے کی طرح جھپٹا اور اُشما کا بازو تھام لیا۔

رگو..... چھوڑ..... چھوڑ دے میرا بازو.....وہ جیسے بھوکی شیرنی کی طرح غرائی.....اور پوری طاقت سے زور لگایا.....ہا.....ہا.....ہی ہی ہی.........پھر وہ آہستہ ہو گیا۔

تو بھی آہستہ بول..... چھت ہے..... ہمسائی نہ سن لے.....وہ اُشما کو گھسیٹنے کی کوشش کرتے کمرے تک لے گیا.....یہ جو اتنی پوتر جوانی لئے بیٹھی ہے..... کس کی ہے..... میری ہی تو ہے..... چھوڑ کتے..... چٹاخ..... پھر چٹاخ..... وہ تھپڑ کھانے کے لئے قطعاً تیار نہیں تھا.....ایک دم بازو چھوڑ کر رخسار مسل ڈالا.....

وہ دامن بچا کر زینے کے دروازے کی طرف بھاگی..... لیکن وہ برق کی تیزی کے ساتھ اس کی طرف لپکا.....اُشما مضبوط اعصاب کی زیرک لڑکی تھی..... سیڑھیوں کے پاس جلانے والی لکڑیاں بکھری ہوئی تھیں..... ایک اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر دے ماری.....اور خود دو دو زینے کر کے نیچے اتر آئی.....

چاچی..... چاچی..... مجھے بچا لے..... چاچی.........اُشما نے دونوں ہاتھوں سے گلدیپ کو جھنجھوڑ ڈالا۔

باؤلی ہو گئی ہے..... کتے لگ گئے تیرے پیچھے..... گلدیپ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی.....

وہ کتا..... اُشما نے کہا اور رگو کے اترنے سے پہلے ہی گلدیپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی..... چھوڑ..... اس کو..... میں..... میں..... وہ نشے کی زیادتی کی وجہ سے بات کو مکمل نہیں کر سکتا تھا۔

خون..... تجھے اُشما نے مارا..... گلدیپ نے خونخوار نظروں سے اُشما کو تاڑا.....

ہاں..... میں نے مارا..... اسے منع کر لے..... ورنہ اسے جان سے مار دوں گی۔ اُشما دوسری طرف بھاگی..... رگو اس کا تعاقب کر رہا تھا.....

رگو ہوش کے ناخن لے..... اُشما تیری ہے..... میں اس کی شادی تیرے ساتھ کر دوں گی..... رک جا..... وہ اس کو پکڑنے لگی..... ہرگز نہیں..... آج میں اس کو نہیں چھوڑوں گا..... اس نے مارا..... رگو نے اُشما کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ایک پاؤں سنبھل نہ سکا تو دھڑام سے گرا..... اور گرتے ہی گلدیپ نے رگو کو پوری طاقت سے کمرے میں دھکا دیا اور باہر سے کنڈی لگا دی.....

اُشما فرش پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی..... اب کس لئے رو رہی ہے..... بن سج کے نہ جایا کر اس کے سامنے..... گلدیپ نے اسے ہی مجرم ٹھہرایا۔

کیا کہہ رہی ہے چاچی..... کیا بناؤ سنگھار کیا ہے میں نے..... یہ..... یہ پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑے..... اور تین دن سے ان بالوں میں کنگھی نہیں کی..... وہ اپنے الجھے بالوں کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

بس بس..... زبان کو بند کر لے..... میں بہت جلد تجھے رگو سے بیاہ دوں گی.....

گلدیپ نے جیسے اٹل فیصلہ کر لیا۔

کبھی نہیں..... میں رگو سے شادی ہرگز نہیں کروں گی..... زہر کھا لوں گی۔ وہ اٹل ارادہ کرتے بولی۔

کیا کہتی ہے تو..... اور کون لے گا تجھے..... راجکمار نہیں لے جائے گا۔ بڑی آئی راون جی کی پوتی..... گلدیپ کو غصہ آ گیا۔

میں کسی بھکاری سے شادی کر لوں گی..... لیکن رگو سے نہیں کروں گی..... وہ تن کر بولی۔

اب زبان بھی چلانے لگی ہے..... تیری شادی تو وہاں ہو گی جہاں میں اور اندریاس چاہے گا..... اور اندریاس رگو کے لئے تجھے ہی پسند کر چکا ہے..... ہنہ..... نفرت حقارت کے رکیک فقرے اُشما کے کانوں میں سیسہ پگھلا گئے..... اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے.....

دفعہ ہو جا..... کام کر..... شام ہونے کو آئی ہے..... رسوئی خالی پڑی ہے..... تیاری کر کھانے کی..... پوری طاقت سے گلدیپ نے اُشما کو دھکیلا.....

جاتی ہوں.....

گلدیپ نے دیکھا کہ اُشما اکڑنے لگی تھی..... اکثر اس کی بات بھی نہیں مانتی تھی..... رگو اس قدر آوارہ مزاج نوجوان تھا کہ رشتے برادری میں اس کو کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں تھا۔ اس لئے اندریاس کی بھی یہی مرضی تھی کہ اُشما کو رگو سے بیاہ دیا جائے تاکہ خرچ بھی کم ہو اور بات بھی بن جائے۔ لیکن کم مائیگی نے اس کو اس بات کا بھی طلب گار بنا دیا تھا کہ رگو کی شادی کسی دولت مند لڑکی سے ہو جائے تاکہ گھر کے حالات تو سدھر جائیں اور رگو بھی کوئی کام کر لے۔ چند دن اسی طرح کھینچا تانی میں گزر گئے..... وہ (کوٹھے) چھت پر روٹیاں پکاتے نہ جانے کہاں کی کہاں پہنچ رہی تھی۔ خیالات کے زیر و بم اسے بہا کر بہت دور نکل گئے..... وہ ہرگز رگو سے شادی نہیں کرے گی..... میں گھر چھوڑ دوں گی..... لوگ باتیں بناتے ہیں تو بناتے رہیں..... میں کنوئیں میں ڈوب کر جان دے دوں گی..... رگو میرا پتی نہیں ہو سکتا..... مر جاؤں گی توے پر روٹی جل کر راکھ ہو گئی..... جلی ہوئی روٹی کی بو نے اسے چونکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی رگو اوپر آیا.....

روٹی جل گئی..... کن سوچوں میں غرق ہے رانی روپ متی..... بیٹی تو کالی داس کی ہے نا جو شراب پیتے پیتے مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا..... اور خیالات راجہ اندر کے..... رگو نے اس کے پاس بیٹھتے اس کی اوڑھنی کو چھوا.....

بکواس بند کر..... رام قسم جلا کر راکھ کر دوں گی تمہیں..... اُشما نے جلتی ہوئی لکڑی ہاتھ میں پکڑی.....

نا..... نا..... اتنی ظالم نہ بن..... میں تو پہلے ہی تیرے عشق کی آگ میں جل رہا ہوں..... چین نہیں آتا مجھے..... بھسم ہو چکا ہوں..... وہ نگاہوں میں خمار لاتے ہوئے بولا۔

تو جلتا ہی رہے گا..... وہ دوسری روٹی توے پر ڈال کر بولی.....

اچھا ایک بات سن..... رگو اس کے پاس چوکی پر بیٹھ گیا۔

جلدی بول کیا بات ہے..... کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو چاچا بیٹھا ہے۔ وہ شعلے برساتی آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

ارے کچھ بھی نہیں..... میں تو اس دن مذاق کر رہا تھا..... تمہیں معلوم تو ہے شرابی حواس میں کب ہوتا ہے..... وہ بڑی صلح جوئی سے بولا۔

میں کیا جانوں..... شرابی کو..... وہ لاتعلقی سے بولی۔

ابھی تک جانتی نہیں ہے..... تیرا بھائی پیتا ہے..... باپ پیتا رہا ہے۔ وہ سادگی سے طعنہ دے گیا۔

تیرا بھی تو باپ پیتا ہے..... بلکہ سوائے چاچی کے تم سب ہی پیتے ہو..... وہ برجستہ جواب دے کر آخری روٹی توے پر ڈال کر آنچل سے پسینہ صاف کرنے لگی.....

میں کر دوں..... قسم رام کی تیری صورت نے لوٹ لیا ہے..... تیری آنکھیں تو جام جم ہیں..... سارا جہان دیکھے مجھ کو..... وہ خوشامد پر اتر آیا۔

میں سب جانتی ہوں..... جو بات کہنا چاہتا ہے جلدی کر..... روٹیاں پک گئی ہیں۔

مجھ سے شادی کرے گی..... وہ ایک دم بولا۔

تجھ سے شادی کرتی ہے میری جوتی..... ایسا شرابی لفنگا نہ کام کا نہ کاج کا..... دشمن اناج کا..... میرے لئے رہ گیا..... ہنہ..... وہ جلدی سے روٹیوں کی چنگیر لئے برق رفتاری سے زینہ اتر آئی..... اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

تیرا اس گھر کے سوا ٹھکانہ کہاں ہے۔ شادی تو میں تجھ سے ہی کروں گا۔ بعد میں کسی دولت مند لڑکی سے شادی کر کے زندگی کو خوشگوار بنالوں گا..... پھر عیش ہی عیش ہوں گے..... یہ نوکرانی کا کام دے گی اور وہ..... بیوی..... واہ..... وہ مستقبل کے سہانے جھولوں پر جھولتا رہا..... ہوائی قلعے پر سواری..... زمین پر تو وہ ٹکتا ہی نہیں تھا..... اندریاس کی طرح آسمانوں پر پرواز کرنے کی رگو کو بھی عادت تھی۔ باپ بیٹے کے خواب آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے تھے..... کنوئیں کے مینڈک کی طرح وہ ایک عرصے سے جہاں تھے وہیں تھے۔

چند دن اور گزر گئے۔

رات کو کسی کام سے دروازے کے پاس سے گزرتے وہ ٹھٹھکی۔ گلدیپ اندریاس سے کہہ رہی تھی۔ رگو کی شادی کر دو..... گھر میں جوان لڑکی ہے..... میں کہاں تک نگرانی کرتی رہوں گی..... وہ اُشما کو چاہتا ہے..... وہ بڑی بیزاری سے بولی۔

شادی کوئی گڈے گڈی کا کھیل تو نہیں..... رہی نگرانی کی بات..... ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ اندریاس لاڈلے بیٹے کے کرتوت جانتا تھا۔

نہیں..... بات کوئی نہیں ہوئی..... میرا مطلب کہ کام کرتا نہیں ہے..... شادی ہو

جائے گی تو ساری سمجھ آجائے گی۔ گلدیپ نے بیٹے کے گناہ پر پردہ ڈال دیا۔

پھر بھی چار جوڑے کپڑے تو بنیں گے۔ اندریاس نے کہا۔

کیا ضرورت ہے کپڑوں کی..... جیسی بھی ہے ٹھیک ہے..... شادی کے بعد بھی اسی طرح رہ لے گی..... تم شادی کی جلدی کرو..... اندریاس کے چہرے کو دیکھ کر گلدیپ نے نہایت سفاکی سے کہا۔

آخر کیا بات ہے..... رگو ٹھیک نہیں ہے کیا..... تنگ کرتا ہے اُشما کو..... اندریاس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... اسے علم تھا کہ رگو عیاش اور اوباش نوجوان ہے..... گھر میں جوان لڑکی ہے..... ضرور کوئی چکر چلا رہا ہو گا۔ وہ تلخ ہو گیا۔

اوہو..... کچھ بھی نہیں..... تم تو ایک وہمی آدمی ہو..... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ گلدیپ ہونٹوں میں زبان دبا گئی۔

ذرا دیکھنا..... ایسی ویسی بات نہ ہو جائے..... تمہیں اُشما کو چھوڑ کر باہر جانا ہی نہیں چاہئے۔ بھائیا کی عزت ہے..... اندریاس بلند آواز میں بولا۔

میں باہر کب گئی تھی..... صحن میں لیٹی تھی..... ایک دم سچ اس کے ہونٹوں سے اگل گیا۔

اچھا..... اس کا مطلب یہ ہوا ہے..... کچھ ضرور ہوا ہے وہ پھٹا ہوا سر لئے پھر رہا تھا..... اُشما نے کچھ مار دیا ہو گا..... بولو..... کچھ ہوا ہے نا..... اندریاس کا لہجہ تشویشناک تھا۔

ہاں..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دیکھنا..... کوئی بات نہ ہو..... چند ہفتے ٹھہرو..... بندوبست کروں گا وہ تھکا تھکا سا لیٹ گیا۔

گلدیپ اپنے بستر پر لیٹ گئی۔

اس کا ذہن خیالات کے ہجوم میں بگولے بن کر اڑ رہا تھا..... کبھی ادھر کبھی ادھر..... بچوں کی فوج..... رگو سب سے بڑا تھا۔ وہ نکھٹو..... نہ کمائی..... اخراجات کی زبردست کمی تھی..... شادی کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ وہ سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی جا رہی تھی..... ایک پل چین نہیں آ رہا تھا۔

گلدیپ..... اندریاس تڑپ کر اٹھا.....

کیا بات ہے..... سو جاؤ..... شراب نہیں ہے۔ گلدیپ جانتی تھی کہ جب نشہ ٹوٹتا ہے تو وہ اسی طرح تڑپتا تھا۔

دیکھو تو سہی..... کوئی تھوڑی سی..... وہ ویران چہرا لئے بولا۔

اس لعنت کو پینا بند کر دو..... تمہاری جوان بیٹی بھی ہے۔ گلدیپ کو غصہ آگیا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا..... اور ایک خالی بوتل کو بھوکے کتے کی طرح منہ مارنے لگا۔

گلدیپ دیکھ رہی تھی..... وہ خالی بوتلیں باری باری وحشیانہ انداز میں چاٹ رہا تھا..... وہ چاٹتا جاتا اور اس کی تشنگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ذرا تسکین ہوئی تو آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔ کاش کسی امیر کبیر کشمیری کا گھر لوٹ کر رگو لے آئے..... انجانے میں گلدیپ کے ذہن میں خیال آیا..... کون سنے گا ان کی..... کشمیریوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہے۔ دن دیہاڑے قتل و غارت ہو رہی ہے..... کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

تمام سننے کے بعد اُشا کا رواں رواں لرز اٹھا..... وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ گئی اور جاتے ہی اندر سے کنڈی لگالی..... وہ اب رگو کے خوف سے رات کو تالا لگا کر سوتی تھی..... رمیش پاس ہوتا تو اس کی تسکین ہوتی..... وہ نہ جانے اتنے دن کہاں رہتا ہے..... ہفتے عشرے اُشا کو ملنے آتا اور چلا جاتا..... جب اُشا پوچھتی..... رمیش..... کہاں رہتے ہو..... کیا کوئی کام کرنے لگے ہو۔

بس کچھ نہ پوچھو دیدی..... ملازمت تو میں نے کرنا ہی تھی..... سو کر رہا ہوں تو اس قدر سمجھ دار ہو گیا..... کہاں کرتے ہو کام..... وہ پوچھتی۔

یہ نہیں بتاؤں گا..... بس دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے وہ مسکرا کر کہتا۔

کہیں چوروں میں شامل تو نہیں ہو گئے۔ وہ ہنس دیتی۔

ارے نہیں دیدی..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... لیکن وہ اصل بات بتانے سے گریز کر رہا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ کیا کام کرتا ہے۔

ارے چاچا..... بول رہا ہے۔ اُشا نے کان لگائے۔ لگتا ہے شراب ختم ہو گئی۔ وہ ایک دم سے اٹھا۔ اُشا کے ساتھ وہ نیچے آگیا۔

اُشا..... اندریاس کی خونخوار نظروں کا وہ مقابلہ نہ کر سکی..... وہ چکرا کر گر چکی ہوتی اگر قریبی دیوار کو تھام نہ لیتی۔ سب گھر والے اُشا کا تماشا دیکھنے ارد گرد کھڑے تھے..... شراب کا رسیا اندریاس شراب کی خالی بوتل کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا..... جب تشنگی

بڑھ جائے تو انسان تشنہ ہی رہ جائے تو دیوانہ تو ہو گا..... یہی حال اس وقت اندریاس کا تھا۔

اُشا..... وہ پھر گرجا.....

جی چاچا..... وہ بری طرح سہم گئی۔

رمیش نے آج بوتل پھر خالی کر دی ہے..... اس نے شراب پی لی ہے میری.....

اندریاس اچھل کر اُشا کے پاس آگیا۔

رمیش..... یہاں تو تھا..... رمیش..... ہاہاہا..... وہ بھاگ گیا..... بڑی طرف دار بنتی ہے شرابی بھائی کی..... رگو نے آگے بڑھ کر کہا۔

لیکن وہ خاموش سب سے نظریں چراتی رہی۔ رمیش واقعی نہیں تھا۔

یہ دیکھ..... خالی بوتل..... دیکھ رہی ہے..... تو..... وہ پوری طاقت سے اچھل کر (تو) کو لمبا کرنے لگا۔

وہ مجرم بنی سب کے درمیان دیکھتی رہ گئی۔

دور ہو جا..... ابھی شراب کی بوتل لا..... جہاں سے مرضی لے کے آ..... چٹاخ..... گلدیپ کے زوردار تھپڑ کے ساتھ بری طرح ٹھوکر سے وہ فرش پر گری..... قہقہوں، تمسخر زدہ آوازوں میں اٹھی.....

ایک تھپڑ میرا بھی وصول کرو..... موقع غنیمت جانتے رگو نے بدلہ اتارنے کے لئے ایک تھپڑ اس کے پھول سے رخسار پر جڑ دیا۔

میں کہتی ہوں دفعہ ہو جا..... شہر کھلا ہے..... بوتل لا کے دے..... گلدیپ ظلم کی بھرپور تصویر نظر آ رہی تھی۔

چاچی..... رحم کرو..... اس وقت..... کہاں ملے گی مزدوری..... اندریاس ٹوٹا نشہ لے کر اوندھا بستر پر پڑا تھا۔ وہ گلدیپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

جہاں سے مرضی لا..... مجھے شراب کی ایک بوتل چاہئے..... ورنہ میں تیرا اور تیرے بھائی کا خون کر دوں گا۔ اندریاس اٹھ کر پھر اس کے پاس آیا۔

میرے پاس تو پیسے بھی نہیں ہیں..... وہ عالم بے بسی میں بولی۔

اوڑھنی بیچ دے..... کیا نہیں ہے تیرے پاس..... یہ..... بھرپور جوانی..... رگو..... چٹاخ..... غیرت اور جوش سے وہ پاگل سی ہو گئی..... رگو کا طنز برداشت نہ کر سکی..... اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے..... رگو نے رخسار مسل ڈالا.....

اردگرد کے تمام ششدر رہ گئے۔ اُشما کی یہ جرات..... میں جارہی ہوں..... اس وقت لوٹوں گی جب ایک بوتل کی قیمت چکاؤں گی..... جس گھر میں ایسے شرابی ہوں گے..... مجھ جیسی بے سہارا لڑکی شب کے نو بجے گھر سے نکلے گی..... میں جارہی ہوں..... سب نے کان کھڑے کر لئے..... وہ باہر کی طرف بھاگی.....

اُشما..... رک جاؤ..... گلدیپ نے آواز دی..... اُشما..... اُشما..... اندریاس اور رگو دونوں ایک ساتھ باہر نکلے..... لیکن وہ روشنی اور تاریکی کے ملے جلے امتزاج میں ایسی نظروں سے اوجھل ہوگئی کہ نظر نہ آئی..... بس چلی گئی.....

اندریاس گرتے پڑتے قدموں سے اندر داخل ہوا..... مل گئی عزت خاک میں۔ رگو نے آتے ہی کہا۔

پہلے کونسی عزت ہے..... سب کیادھرا تم دونوں کا ہے۔ دیکھا پتا جی..... اماں ہمیں کو دوش دے رہی ہے۔ رگو مظلوم بنا بولا۔ بک بک نہ کر..... تو کونسا اچھا ہے.....

اندریاس صحن میں بچھی چارپائی پر گرنے کے انداز میں گرا..... اور ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ نشہ کافور ہوگیا۔

گلدیپ سر پکڑے ایک طرف زمین پر بیٹھ گئی..... باقی بچے بھی سہم کر ادھر اُدھر بیٹھ گئے..... عجیب قسم کی سراسیمگی کا عالم تھا..... کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو..... جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو..... کہاں گئی ہوگی..... گلدیپ نے کہا۔

کیا معلوم؟ رگو نے کہا۔ جاؤ..... اس وقت شراب کی دکانیں کھلی ہوں گی..... ہوسکتا ہے وہاں ہو۔ اندریاس نے رگو کو جانے کے لئے کہا۔ ٹھیک ہے پتہ کرتا ہوں.....

وہ سائیکل پر سوار سب دکانیں دیکھ آیا..... لیکن اُشما کا کہیں ٹھکانہ نہ ملا..... رات بارہ بجے وہ گھر لوٹ آیا۔

کہیں ٹھکانہ ملا اس کا..... معلوم نہیں زمین نگل گئی یا آکاش اٹھا لے گیا۔ اندر آتے ہی رگو نے تھکے تھکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ اب اس کارن جگ ہنسائی ہوگی۔ گلدیپ نے کہا۔

اب لوگ طعنے دے دے کر ہمارا جیون حرام کر دیں گے کہ ماتا پتا بن کر اُشما کو رکھ بھی نہ سکے..... اماں..... سارا کام گھر کا اب کون کرے گا..... مجھ سے نہیں ہوتی یہ نوکری..... کل سے کوئی عورت رکھ لے..... وہ تو آنے سے رہی..... بھاگ گئی وہ..... بڑی بیٹی کویتا بولی۔

تجھے اپنی پڑ گئی..... نہ کرنا تو کام..... میں کر لوں گی سارا..... گلدیپ جل کر بولی۔

تو کیوں کرے گی..... ان سے کروانا..... ان سے..... کویتا نے رگو کی طرف اشارہ کیا.....

منع کرلے اماں..... بھگوان کی سوگند..... مار چھوڑوں گا..... اندریاس اٹھ کر لٹے لٹے قدموں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ گلدیپ نے دوسروں کو بھی سونے کے لئے بھیج دیا۔

خود انتہائی پریشانی کے عالم میں برآمدے میں ہی لیٹ گئی..... عجیب عجیب خیالات نے اس کو گھیر لیا۔ تمام شب باہر والی کنڈی کھلی رہی..... شاید اب بھی اُشما لوٹ آئے.....

جانے والے کب آتے ہیں.....

وہ آنکھیں پھاڑے آکاش کو دیکھتی رہی۔

☆ O ☆

سفید گاڑی سے ٹکرا کر وہ بے دم سی گری..... دوسرے لمحے کسی کے توانا بازوؤں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا..... مرنا چاہتی ہو......

سنتوش نے اُشا کو اپنے بازوؤں کے سہارے سے کھڑا کیا۔ میں مرنا چاہتی ہوں.....

کیوں رُکی ہے گاڑی..... میں مرنا چاہتی ہوں..... وہ گڑگڑا کر سنتوش سے احتجاج کرنے لگی۔

سنتوش نے گہری نظروں سے اس کے اجلے اجلے مقدس چہرے کو دیکھا..... اس کے گھنے دراز بال ڈھلک کر بکھر چکے تھے۔ مجھے بتاؤ..... تمہیں زندگی سے فرار حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے..... کوئی پریشانی ہے..... سنتوش نے نرمی سے کہا.....

وہ سانسوں کے زیر و بم میں ڈھلکی ساڑھی کے پلو کو سمیٹ رہی تھی..... دیدی..... ایک دم رمیش نے بھاگ کر اُشا کا شانہ تھام لیا۔

دور ہو جا..... خبیث..... تو میرا بھائی نہیں ہے..... میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتی..... تو ہی بیری نکلا میرا۔ اس کے ساتھ ہی اُشا نے دونوں ہاتھوں سے رمیش کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش شروع کر دی۔ وہ پاگل لگ رہی تھی.....

کیا کرتی ہو..... لڑکی..... تمہارا مسئلہ کیا ہے..... کون ہے..... بھائی ہے.....

تمہارا کیوں مارتی ہو..... سنتوش کچھ نہ سمجھ سکا..... عجلت میں وہ اُشا کا بازو پکڑ کر بولا۔

دیدی..... رام قسم..... میں نے آج چاچا کی بوتل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر رمیش نے اپنے رخسار کو مسل ڈالا۔

لڑکی..... لڑکی..... کچھ بتاؤ..... کیا معاملہ ہے..... سنتوش چلا کر بولا..... سنتوش کی آواز سڑک پر گاڑیوں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

رمیش نے ادھر ادھر دیکھا۔ میں یہاں کچھ نہیں بتا سکتی..... وہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں وہ بے بس نظر آنے لگی۔

میرے ساتھ چلو..... میں دیکھ لوں گا..... سنتوش نے کہا۔

آپ کے ساتھ..... وہ چونکی۔ اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا

شریف آدمی ہوں..... تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ سنتوش نے مسکرا کر کہا۔

وہ تو صورت سے نظر آ رہا ہے (اچھا ہے) اُشا کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ دیدی..... ہم ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں..... رمیش نے کہا..... ویسے بھی سنتوش کے چہرے پر کوئی برائی کنندہ نظر نہ آئی شاید امان کی یہی جگہ نظر آئی۔

ہاں..... چلو..... دیر نہ کرو..... وہاں میرے گھر میں تفصیل سے باتیں ہوں گی۔

آؤ..... سنتوش نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور دونوں بہن بھائی چپکے سے بیٹھ گئے۔ بغیر کسی حیل و حجت کے۔

سری نگر کی سیاہ سڑک پر پھسلتی یہ گاڑی بہت بڑے محل نما گھر کے سامنے رکی.....

چوکیدار نے گیٹ کھولا..... اور گاڑی پورچ میں رکی.....

تینوں چلتے ہوئے وسیع و عریض خوبصورت ڈرائینگ روم میں آ گئے..... گاؤماتا کا طلائی مجسمہ دیکھ کر اُشا کی حیرت عروج پر پہنچ گئی۔

آپ بہت امیر ہیں..... اور ہم..... وہ احساس کمتری کے احساس تلے دبتی جا رہی تھی۔

یہ سب بھگوان کی دین ہے..... ویسے تم مجھے غریب مزاج ہی پاؤ گی۔ وہ دلچسپی سے اُشا کو دیکھنے لگا۔

ہوں..... اُشا نے صرف ہوں پر ہی اکتفا کیا..... لیکن رمیش نرم و گداز صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

بیٹھو نا..... سنتوش نے اُشا سے کہا۔

اس پر۔ اُشا نے گھبرا کر اپنی میلی ساڑھی کی طرف دیکھا۔

تم تو میلی نہیں ہو..... ساڑھی کے میل پن کا خیال مت کرو۔

اُشا متبسم ہونٹوں سے سنتوش کو دیکھتی ہوئی قیمتی صوفے پر بیٹھ گئی۔ سنتوش تو پہلے ہی فرشتوں سا تقدس لئے اُشا پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ اب بتاؤ نہ کیا بات ہے..... تم نے اپنا گھر کیوں چھوڑا..... سنتوش نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ ایک دم جھنجھا سی گئی۔ آپ مجھے بہت ساری شراب لا دیں..... وہ نادانستہ طور پر چلا

اٹھی.....

شراب ؟..... تم دیوانی ہو گیا..... سنتوش غیر متحرک سا ہو گیا..... بالکل منجمد..... برف کی طرح.....

ہاں..... بابو جی..... مجھے شراب چاہئے..... شراب کی لاتعداد بوتلیں..... ورنہ جان دے دوں گی..... مر جاؤں گی..... عالم اضطراب میں اُشا نے سنتوش کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

شراب پیتی ہو..... شرم آنی چاہئے تمہیں..... آوارہ..... سنتوش نے بڑی رکیک انداز میں اُشا کا ہاتھ بری طرح جھٹک دیا۔

ہائے رام..... آپ سمجھتے کیوں نہیں..... لعنت ہے اس پر..... لیکن رمیش خاموش دیکھے جا رہا تھا.....وہ ڈرائننگ روم میں لگی تصاویر کے سحر میں کھو چکا تھا۔

تو پھر کیا بات ہے۔ سنتوش کو غصہ آ گیا۔

بیٹھ جائیں..... بتاتی ہوں..... اس کی وجہ سے تو آج نکالی گئی ہوں۔ اُشا نے سانس درست کیا۔

کیا..... سنتوش دوبارہ بیٹھ گیا۔

کہو.....

پہلے آپ میری داستان سنئے گا..... پھر کوئی فیصلہ کریں.....

ٹھیک ہے۔ سنتوش ہمہ تن گوش ہو گیا۔

میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے..... والدین رمیش کو پیدا کرتے ہی چل بسے..... باپ مجاہدین نے مار دیا..... بے آسرا چاچا چاچی کے پاس رہتی تھی۔ یہ میرا بھائی چاچا کی شراب پیتا تھا۔ آج اتنی تذلیل ہوئی..... اس پاداش میں گھر سے نکال دیا کہ شراب لے کر آؤ..... اور وہ رگو..... وہ ذرا رکی..... سانس کو درست کیا وہ کون؟..... سنتوش نے کہا۔

وہ میرا چاچا کا بیٹا..... جس نے میرا جینا حرام کر دیا تھا..... میں تو کانٹوں میں رہتی تھی..... بھگوان کی کرپا سے دامن نہیں الجھا..... ورنہ کہاں ٹھکانہ ملتا۔ میں..... اس سے آگے اُشا میں سکت باقی نہ رہی۔ وہ ہاتھوں پر چہرا رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی..... اُشا کے جسم کے خفیف جھٹکوں سے عیاں تھا کہ وہ بہت رو رہی ہے۔

سنتوش دیکھتا رہا..... برکھل کے ساون برس جائے تو فضا صاف ہو جائے گی، کھل کے رو لو..... غبار دھل جائے گا۔ وہ خود افسردہ سا ہو چکا تھا۔ اسے اس لڑکی پر رحم آنے لگا۔ رمیش بھی پژمردہ سا اُشا کو دیکھتا رہا۔ سنتوش فہم اور اک کا مالک تھا..... وہ سوچتا رہا..... یوں اُشا کا اس طرح گھر سے بھاگ آنا یونہی نہیں ہے..... ضرور کوئی داستان پوشیدہ ہے۔

دیدی..... اب بس کر..... تجھے میں روتا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ دوزانوں بیٹھ کر اُشا کے آنسو پونچھنے لگا۔ دور ہو جاؤ..... ساری مصیبت تیری وجہ سے آئی ہے۔ طیش میں آ کر اُشا نے رمیش کو دھکا دیا۔

دیدی..... چاچا کی بوتل رگو پیتا تھا.....اور میرا نام بدنام..... وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

میں کیا جانوں..... گھر تو چھوٹا نا تیری وجہ سے۔ وہ آنکھیں صاف کرتے بولی۔

گولی مارو اس گھر کو..... چھوٹا گیا تو اچھا ہوا..... ہم بڑے صاحب کی غلامی کر لیں گے..... وہاں نہیں جائیں گے..... رمیش نے رحم طلب نگاہوں سے سنتوش کو دیکھا۔

ہاں ہاں..... اب تمہارا وہاں جانا بالکل درست نہیں ہے..... سنتوش نے کہا۔

تو پھر کہاں جائیں..... وہ روہانسی سی ہو گئی۔ نگاہوں میں دلفریب چمک.....

کیا ضرورت ہے کہیں جانے کی..... سنتوش نے کہا اور وہ نگاہوں کے سحر میں اتر گیا۔

بابو جی..... ہم وہاں نہیں جائیں گے..... رمیش کے الفاظ کی صداقت سنتوش کے دل میں ہلچل مچا گئی۔

اب تم لوگوں کا واپس جانا ٹھیک نہیں ہے..... جہاں تم لوگوں کی عزت بھی محفوظ نہیں..... رگو جیسا غنڈہ ہر وقت وہاں موجود رہتا ہے..... تمہیں وہاں نہیں جانا چاہئے.....

نہیں نہیں..... صاحب جی..... میں موت کو ترجیح دوں گی..... میں آپ کے گھر والوں کی خدمت کروں گی..... میں بہت کام کر لیتی ہوں..... لیکن بھگوان کا واسطہ..... ان کے حوالے نہ کیجئے گا..... اُشا نے گڑگڑا کر سنتوش کے چرنوں کو چھوا.....

دیکھو..... گھبراؤ نہیں..... تم دونوں بہن بھائی میرے مہمان ہو۔ جب تک ماما نہیں آتیں..... تم مہمان خانے میں آرام و سکون سے رہو..... وہ اُشا کو بازوؤں سے تھام کر صوفے پر بیٹھاتا ہوا بولا اور بعد میں.....

اُشا لرز سی گئی۔

ارے بابا کوئی فیصلہ کروں گا..... گھبراؤ مت..... وہ ہنس دیا.....

ہم یہاں سے نہیں جائیں گے..... نوکر رکھ لیں گے نا ہمیں..... امیر لوگ تیز آپ..... کام کی آپ کے محل میں کمی نہیں ہے۔ اُشا بے چین الفاظ میں بولی۔

اوہو..... بھئی کوئی تمہیں جانے دے گا..... میرے پاس ہی رہو گے۔ سنتوش نے تسلی دلائی۔ رمیش سکون سے بیٹھ گیا۔

ماما کہاں ہے..... یعنی کہ اس محل کی بڑی دیوی..... اُشا نے ایک ہاتھ سے بال ہٹائے۔

وہ سری نگر گئی ہیں..... میری چھوٹی بہن وہاں بیاہی ہوئی ہے..... اس کے پاس..... دروازے پر دستک ہوئی۔ آؤ..... راجو بابا۔ سنتوش نے اندر آتے باورچی سے کہا۔

جناب دو مرتبہ کھانا گرم کر چکا ہوں..... کھائیے گا نہیں..... راجو بابا نے اپنی چندھی آنکھوں سے اُشا کو گھورا.....

کیوں نہیں راجو بابا..... میں مہمانوں کے مسئلے میں الجھ گیا تھا..... آپ کھانا لگائیں..... ہم ابھی آتے ہیں۔ حسب عادت سنتوش نے بوڑھے باورچی سے کہا۔

بہت بہتر چھوٹے بابو..... باورچی باہر چلا.....

کتنی تہذیب ہے ان لوگوں میں..... نوکر کے ساتھ بھی شفقت آمیز برتاؤ..... دل میں سوچنے لگی۔

آؤ..... کھانا کھائیں..... تم لوگوں کو بھوک تو لگی ہو گی..... سنتوش نے کلاک طرف دیکھا جہاں شب کے بارہ بج چکے تھے۔ تینوں ڈرائنگ روم سے نکل کر وسیع غلام گردش میں آگئے..... جمنا.....

سامنے سے آتی ملازمہ کو دیکھ کر بولے.....

چھوٹے بابو جی..... وہ قریب آتے مودب بولی۔

مہمان خانے میں دو کمرے بالکل درست حالت میں ہوں..... کسی چیز کی کمی نہ ہو..... جلدی کرو..... وہ جمنا سے بولا۔

بہتر صاحب جی۔ جمنا پلٹی۔

ٹھہرو جمنا..... اُشا ایک دم بولی۔

جی..... جمنا فوراً پلٹ کر بولی۔

دو کمروں کی ضرورت نہیں ہے..... ہم دونوں بہن بھائی ایک کمرے میں ہی رہ لیں گے اُشا نے کہا..... (وہ شاید اس گھر کو زیادہ دکھ نہ دینا چاہتی تھی) جمنا نے سنتوش کی طرف دیکھا۔ ٹھیک ہے جمنا اور جمنا زینہ اتر گئی۔

کھانا میز پر لگ چکا تھا..... اُشا اور رمیش نے جی بھر کے کھایا..... ایسا لذیذ کھانا زندگی میں کبھی نصیب نہ ہوا ہو گا۔ سارا جیون تو روتے روتے گزر گیا..... رمیش نے بھی بڑے نوش کن انداز میں کھانے سے ہاتھ کھینچا اور۔

اُشا سنتوش کو بے کل کرتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کتنی پاکیزہ محبت ہے ان لوگوں کی..... کتنی روحانی بلندیوں پر ہیں یہ لوگ..... ہر شے اپنی اصل حقیقت پر مبنی کسی اخلاقی قدر کو زوال نہیں آیا..... کوئی پھول اپنی حقیقی خوشبو سے محروم نہیں ہوا..... وہ سوچتے سوچتے گداز بستر پر بیٹھ گئی۔

O

انسانی زندگی واقعات کا عجائب خانہ ہے۔ راہ حیات میں انسان کے ساتھ رنگ رنگ کے واقعات اور مختلف النوع تجربات پیش آتے ہیں۔ جو کبھی کبھی عجیب کرشمہ دکھاتے ہیں۔ جس طرح ایک چنگاری پورے خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ انسان کی زندگی میں ہلچل مچا دیتا ہے۔ عمل کی راہ کا رخ موڑ دیتا ہے۔ صبح کاذب طلوع ہوئی..... ہر طرف اداسی کا سماں تھا..... کسی نے اٹھ کر چولہے پر چائے بھی نہ رکھی..... گلدیپ اندر سے اٹھ کر صحن میں لیٹ گئی..... برآمدے کے ایک کونے میں رگو اور اندریاس کھڑے تھے..... رگو سے چھوٹا آنند حیران حیران ساماں کے پاس بیٹھ گیا۔

بڑی اضطرابیت کے ساتھ گلدیپ کمرے سے باہر آئی۔ ماتا جی..... اُشا گئی۔ گاڑی میں..... چلاتے ہوئے آنند بولا۔

پتا جی..... وہ اب نہیں آئے گی..... بھاگ گئی ہے..... رگو نے اپنی دانست میں اُشا کو ہی مجرم ٹھہراتے ہوئے کہا۔

کیا بکتا ہے..... یہ..... یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے..... اندریاس نے دیوانے پن کے ساتھ رگو کو مارنے کے لئے کوئی چیز تلاش کی۔ بس کرو..... آگے کی سوچو..... اب کیا کرنا ہے۔ گلدیپ نے رگو کے آگے کھڑے ہوتے اندریاس سے کہا۔

کرنا کیا ہے..... اس گاڑی والے کو تلاش کرو..... ہانپتے ہوئے اندریاس نے کہا۔ وہ

لفنگا بھی ساتھ ہوگا۔ گلدیپ نے کہا۔
اور کیا..... میں نے اسے اُشا کے ساتھ بیٹھتے دیکھا ہے..... آنند نے تیز تیز سانسو کے درمیان کہا۔
کیا پتہ پہلے ہی اُنی سٹی ملائی ہوگی۔ گلدیپ نے حقارت سے ہاتھ اٹھائے۔
اُنی سٹی کیا ملائے گی..... کبھی باہر گئی تھی وہ..... اندریاس نے اُشا کو اس وقت بے جانا۔ کوئی سوگند نہیں ڈالی تھی اس کو..... کپڑوں کے واسطے چلی ہی جایا کرتی تھی۔ گلد نے ناک سکیڑی.....
اچھا چھوڑو..... گاڑی کیسی تھی۔ اندریاس کو بوریت ہونے لگی تھی۔ اس کے اند کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ کیا معلوم کس کی تھی..... اچھی خاصی بڑی گاڑی تھی۔ آنند کہا۔
کسی ٹھاکر کی ہوگی..... اتنی قیمتی کسی عام آدمی کی نہیں ہوسکتی۔ رگو نے باپ کو دیکھ کر کہا۔
اندریاس..... چونک کر گلدیپ نے کہا
ہوں..... بولو..... اندریاس گہرا سانس لیتے ہوئے گلدیپ کے پاس ہی بیٹھ گیا
تھانے میں رپٹ درج کروادو۔ گلدیپ نے سرگوشی کی۔
ہنہ..... رپٹ درج کروادو..... اور جو ڈھنڈیا پٹے گی سارے شہر میں..... لوگ یہی کہیں گے بھاگ گئی..... بھاگ گئی..... اندریاس بری طرح اچھلا۔
پتاجی..... ڈرتے ڈرتے رگو نے کہا
ہاں..... بول..... فرما..... کیا ارشاد ہے۔ اندریاس نے طنزاً چہرا اوپر اٹھایا۔
رگو چپ ہی رہا۔ چپ کیوں ہوگیا..... اب بتا کیا کروں..... دے مشورہ..... اندریا طیش میں آ گیا۔
میں کہتا ہوں اغواء کا کیس بنادو۔ رگو بولا
تم پر بنادوں..... اور تو کوئی نظر نہیں آتا..... اندریاس اچھلا۔ اے ہے..... سے بات کرو..... اب معاملہ اس طرح جھگڑے میں پڑنے کا نہیں ہے..... ہاتھ پہ رکھے بیٹھو گے..... تو کیا کروں؟..... اندریاس نے بالوں کو درست کیا۔
چوری کا کیس بنادو..... کہ سونا نقدی لے کر دونوں بہن بھائی فرار ہوگئے۔

ہا..... ہا..... ہا۔ آنند نے سنتے ہی فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ سب نے چونک کر آنند کی ل دیکھا۔
تو کیوں ہنسا؟ سودائی..... پاگل ہوگیا ہے۔ گلدیپ نے کہا۔
ماتا..... ایک پھوٹی کوڑی تو ہمارے پاس نہیں ہے..... کہیں لینے کے دینے نہ پڑ یں..... ہاں یہ بھی ٹھیک ہے..... آنند کی بات دل کو لگتی ہے۔ رگو نے کہا۔ اندریاس اش افسردہ سر پکڑے بیٹھ گیا۔ اندریاس رات تو گزارو..... صبح دیکھیں گے۔ گلدیپ نے کہا۔ کیا دیکھیں گے کالی داس کی روح مجھے جینے نہیں دے گی..... اس عمر میں کالک لگ ا ہمارے ماتھے پر۔
وہ عجیب عجیب وسوسے لئے اندر چلا گیا۔ اُشا کا یوں چلے جانا اندریاس کے لئے باعث وائی تھا۔ اسے کسی کروٹ چین نہیں آرہا تھا۔ ہر پل وہ چیخ کر اٹھ بیٹھتا.....
لو پانی پیو..... گلدیپ نے ہانپتے ہوئے اندریاس کو گلاس میں پانی پلایا۔ ڈر گئے ہو..... ہولی
کالی داس تنگ کرتا ہے..... مجھے سونے نہیں دیا..... اندریاس حواس باختہ سا نظر آرہا بھگوان کو یاد کرو..... کالی داس بہت بڑا ناگ لئے میرے سر پر کھڑا ہے..... ناگ ہا۔ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اندریاس اچھل کر چارپائی سے نیچے اتر آیا۔
اندریاس..... یہ تمہارا وہم ہے..... کالی داس کی بیٹی کو ہم نے نہیں بھگایا..... یپ نے اپنے مخبوط الحواس شوہر کو تسلی دی۔ وہ کہتا ہے..... میں نے بھگایا ہے..... وہ وہ..... اندریاس نے چاروں طرف گھورا.....
ہم نے نہیں وہ خود بھاگی ہے..... گلدیپ چلا کر بولی۔
نہیں..... نہیں..... گلدیپ..... وہ نہیں مانتا..... وہ نہیں مانتا..... اندریاس ان کھنڈر زدہ پراگندہ ذہن لئے اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ..... وہ..... دیکھو..... کالی کھڑا ہے..... سیاہ کپڑوں میں..... اس کے کپڑوں سے آگ نکل رہی ہے..... وہ بھی جلادے گا..... اندریاس اچھلا اور پاگلوں کی طرح گلدیپ کی اوٹ میں ہوگیا۔
اندریاس..... تمہیں چتا کا خیال آرہا ہے..... ادھر بیٹھو..... میرے پاس بیٹھو..... یپ نے اندریاس کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ وہ دبک کر گلدیپ کے پاس پسینے میں شرابور بیٹھ ..... صبح ناگ دیوتا سے معافی مانگ لیں گے..... تم سب خیال دل سے نکال دو.....

گلدیپ نے بڑی محبت سے اندریاس کے بکھرے بالوں کو یکجا کیا اور

تمام شب دونوں نے کانٹوں پر گزار دی۔ صبح کاذب کا تھرکتا سورج طلوع ہوا۔ دنیا دُ آلائشوں سے پاک بڑی تمکنت سے بام عروج پر آیا۔ کائنات کی ہر شے نکھر آئی..... دھلا ہوا روشن دن..... کل کی پریشانی کم تھی کہ زوردار دستک نے سب اہل خانہ کی سٹی گم کر دی۔

ٹھک ٹھک ٹھک.....

آواز ایسی کہ رگ و پے میں سنسناتی ہوئی گولی کی طرح نکل گئی..... گلدیپ بے دم سی ہو گئی..... صحن کا بڑا دروازہ بجنے لگا۔

کون ہے..... رگو..... دیکھو..... گلدیپ نے کہا۔

میں دیکھتا ہوں۔ آنند نے کہا۔

ذرا آہستہ..... تمہارے پتا کی ابھی آنکھ لگی ہے..... گلدیپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ۔ آنند کمار دبے قدموں باہر چلا گیا..... دوسرے ہی لمحے ہونچکا سا پلٹا.....

پتا جی..... اس کی آواز میں زبردست گھبراہٹ اور گھبراہٹ تھی۔ کیا بات ہے..... مجھے بتاؤ۔ گلدیپ ایک دم قریب آئی۔

اماں..... باہر.....؟..... وہ دہشت زدہ سا ہو رہا تھا۔ کیا بکواس کر رہا ہے..... بھی..... کون ہے..... رگو نے زینہ اتر کر آنند کو جھنجھوڑ ڈالا۔

پتا جی کو بلایا ہے..... آنند نے آہستہ سے کہا۔

اندر لیٹے اندریاس کی روح لرز گئی۔ کس نے؟ گلدیپ اور دونوں لڑکیوں نے کہا..... یہ فعل اس قدر غیر ارادی تھا کہ سب کے منہ سے یک بارگی نکلا۔

بیگم جواہر لعل نے.....

ہیں..... گلدیپ سکتے میں آ گئی۔

ہاں ماتا جی..... وہ بہت بڑے لوگ ہیں..... رگو نے کہا۔

مجھے معلوم ہے..... ان کو کون نہیں جانتا..... بس کوئی گڑبڑ ہے۔ اندریاس اچھل پریشان حال میں باہر آیا۔ باہر ان کے نوکر کھڑے ہیں..... آنند نے کہا۔

رگو نے جھانکا..... ایک دم گردن اندر کر لی..... جدید اسلحہ سے لیس دو شخص طرز کی پگڑیاں باندھے بڑی سی گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ اے بھگوان..... بچا لو..... گلدیپ کے منہ سے نکلا۔ اندریاس اور رگو باہر آ گئے۔ میں بھی چلوں..... گلدیپ بولی۔

نہیں..... جو ہو گا دیکھا جائے گا..... سب سے بڑی کتوالی تو جواہر لعل کا ڈیرا ہے۔

اندریاس سر پر پگڑ باندھے باہر نکلا۔ رگو تمہارا نام ہے۔ ایک شخص نے رگو کی طرف دیکھ کر کہا۔ میرا نام ہے۔

چلو..... اور اپنے باپو اندریاس کو بھی لے آؤ..... دوسرے نے کہا۔

میں اندریاس ہوں..... اندریاس بڑے دل گردے سے باہر والا زینہ اتر گیا۔

دونوں اشخاص نے رگو اور اندریاس کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

چلو سب اندر..... میں مندر ہو آؤں..... ہانپتی ہانپتی گلدیپ مندر برہنہ پاؤں چل دی۔

معاملہ زیادہ ہی بگڑ گیا ہے' آنند نے افسردہ چہرہ بہنوں کی طرف کیا۔

یہ سب رگو کی وجہ سے ہوا ہے۔ کویتا نے جل کر کہا۔ ماتا بھی ہر وقت جھڑکتی رہتی تھیں اُشا کو..... کملا کو موقعہ مل گیا۔ وہ تو اتنے بڑے لوگ ہیں کہ ملٹری بھی ان کو کچھ نہیں کہتی۔ کویتا بولی۔ ملٹری کشمیریوں کو کہتی ہے..... ان کو کیوں کہے گی۔ کملا نے چونک کر کہا۔

ہاں..... تم بولنا بند کرو..... ناگ دیوتا سے رگو اور باپو کی خیر مانگو..... آنند غصے سے بولا۔

ادھر دونوں کو محل نما کوٹھی کے پورچ میں روکا۔ ایک نے موبائل فون سے اطلاع دی۔ دونوں باپ بیٹا لے آئے ہیں بڑی بیگم صاحب۔

بہتر جناب۔ جواب میں کہا اور رگو نے باپ کی طرف دیکھا..... جیسے پھانسی کا حکم ہو گیا ہو۔ چلو..... دونوں کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔

نمستے مہاراج..... رگو اور اندریاس نے داخل ہوتے ہی سنتوش اور بیگم جواہر لعل کو کہا۔ نمستے.....

بیگم جواہر لعل نے صرف گردن ہلائی۔ انتہائی تمکنت اور رعب و جلال سے۔ دونوں باپ بیٹا دہشت زدہ سے لرز گئے۔

باپو..... ایک دم تڑپ کر رگو نے دیکھا۔

سنتوش کے دوسری طرف اُشا، رمیش کے ساتھ قیمتی صوفے پر پرسکون بیٹھی تھی۔ رگو سے نظریں چار ہوئیں تو بڑی بے اعتنائی سے اُشا نے نگاہیں پھیر لیں۔ رمیش خفیف سا اٹھنے

لگا۔

بیٹھ جاؤ۔ اُشا نے اس کا شانہ دبایا۔ وہ واپس بیٹھ گیا۔

بیٹھو..... بیگم جواہر لعل نے دونوں کو کہا۔

نہیں نہیں..... صوفے پر بیٹھو..... قالین پر نہیں.....ایک دم چونکتے ہوئے بیگم جواہر لعل نے اندریاس اور رگو کو صوفے پر بیٹھنے کو کہا جو قالین پر بیٹھنے لگے تھے۔

شکریہ جی۔ اندریاس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا..... رگو بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اندریاس..... بیگم جواہر لعل نے باوقار انداز سے کہا۔

جی مہاراج۔ اندریاس حسب عادت ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بیٹھ جاؤ وہ بولیں۔

سنتوش خاموش تھا۔

بیگم جواہر لعل سمجھدار خاتون تھیں..... وہ رگو اور اندریاس کے مکمل سراپا سے اندازہ لگا چکی تھیں کہ غربت و افلاس میں پلنے والے یہ لوگ ایسی ہی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ سوامی جی..... بیگم جواہر لعل نے اپنے منشی کو آواز دی۔

حاضر ہوں سرکار۔ سوامی جی اندر داخل ہوئے۔

بیگم جواہر لعل نے سوامی جی کی طرف دیکھا۔ سوامی جی نے بیگ سے ایک سبز کاغذ بیگم جواہر لعل کو تھمایا۔ اندریاس اور رگو نے آنکھیں پھاڑیں۔

اندیاس۔ جی مہاراج۔ یہ لو.....

بیگم جواہر لعل نے چیک اندریاس کی طرف بڑھایا۔

یہ کیا ہے مالک۔ اندریاس گھبراہٹ سے لرزنے لگا۔

دو لاکھ کا چیک ہے..... شراب نے تمہارے اعصاب کو کمزور کر دیا ہے کوئی کام کر لینا۔

بیگم جواہر لعل نے اندریاس کے ہاتھ میں چیک تھما دیا۔

اندریاس نے خاموش چیک کو پکڑ کر کرتے کی جیب میں ڈال لیا۔ اب تم لوگ جاؤ.....

بیگم جواہر لعل نے کہا..... وہ مزید اور کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھیں مہاراج! ہماری لڑکی۔

اندریاس نے اُشا کی طرف دیکھا۔ تڑپ کر سراسیمگی کے عالم میں اُشا نے رمیش کی طرف دیکھا۔ لڑکی کی تمہیں ضرورت نہیں ہے..... وہ بولیں

کیوں نہیں ہے سرکار..... میرے بھائی کی بیٹی ہے..... کالی داس کو میں کیا منہ دکھاؤں گا۔ اندریاس گھگھیا کر بولا۔

کالی داس اس دنیا میں نہیں ہے..... اور تم لوگوں نے جو سلوک اس سے کیا ہے..... ایسا کرنا تمہیں زیب دیتا ہے۔ رمیش نے غصے میں کہا۔ ٹھہرو رمیش۔

بیگم جواہر لعل نے رمیش سے کہا..... دوسری طرف وہ اُشا کی طرف متوجہ ہوئیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے..... تو ہم نہیں روکیں گے۔

بڑی بے کلی اور اضطرابیت کے ساتھ رمیش نے صوفے پر پہلو بدلا۔ کیوں اُشا..... جانا چاہتی ہو..... وہ پھر بولیں.....

نہیں..... نہیں..... راج ماتا..... سنتوش سرکار..... آپ کے چرنوں میں جان دے دیں گے..... ناگ دیوتا کی قسم..... سرکار..... ہم..... رگو اور چاچا کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر سنتوش کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

اندریاس نے رگو کی طرف دیکھا۔ رگو نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ (جس کا مطلب تھا کہ کچھ اور اصرار کرو)

ہم اُشا کو لے کر جائیں گے..... گلی محلے والے ہمیں طعنے دیں گے۔ رگو نے اُشا کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ خبردار..... یہ تمہارا گھر نہیں ہے..... یہ پنڈت جواہر لعل کی امان گاہ ہے جہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اُشا بڑے قرار اور اطمینان سے بولی۔

زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... اُشا جہاں رہنا چاہے..... اسے مکمل آزادی ہے۔ بولو اُشا..... تمہارا کیا خیال ہے۔ بیگم جواہر لعل نے دوبارہ کہا۔

میں آپ کی غلامی کروں گی..... میں اور میرا بھائی ان قدموں میں جیون گزار دیں گے..... ان کے ساتھ نہیں جائیں گے..... اُشا نے واضح الفاظ میں صاف انکار کر دیا۔ یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے اُشا۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔ ہاں جی..... راج ماتا..... ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ رمیش اُشا کے ساتھ لپٹ گیا۔ ہم نہیں جائیں گے..... دیدی نہیں جائیں گے..... اُشا نے کہا نہیں۔

اب رگو اور اندریاس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ اندریاس اور رگو ناتھ تمہیں اجازت ہے۔ دوبارہ اس طرف مت آنا بیگم جواہر نے کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں۔ چاروناچار اندریاس اور رگو اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔

حالات کچھ بھی ہوں..... اُشا ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ سنتوش نے اُشا کے قریب جا کر اپنائیت سے کہا۔

ہم کیسے احسان اتاریں گے..... سنتوش بابو..... رمیش سنتوش سے لپٹ گیا۔

کوئی احسان نہیں ہے یار..... یہ تو فرضِ انسانیت ہے..... جو میں نے اور ماتا جی نے نبھایا ہے..... سنتوش نے والہانہ نگاہیں اُشا کے نرم و گداز زمانی رخساروں پر ڈالیں..... چہرے کی اس تپتی ہوئی نورانی شفاؤں سے وہ خود جھلسا جا رہا تھا..... حسن دلفریب کی میٹھی میٹھی تپش سے وہ کس قدر سکون و قرار محسوس کر رہا تھا۔

سنتوش بابو..... اُشا نے کہا۔

ہوں..... اپنی طرف کھینچتی ہوئی حسن لازوال کی ترچھی نگاہ نے سنتوش کے قلب و جگر کو پارہ پارہ کر دیا..... محبت کی ایسی چنگاری پھوٹی کہ سکون کا خرمن تباہ ہو گیا..... اس کی آتی جاتی سانسوں میں صرف اُشا ہی رقص کرنے لگی۔ وہ جدھر دیکھتا اُشا اس کے سامنے ہوتی..... اُشا ایک سلجھی ہوئی زیرک اور فہم و ادراک رکھنے والی لڑکی تھی..... پھر دنیا کی ٹھوکروں میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ اس نے جواہر لاج میں اپنے کردار و افعال کو اس قدر روشن کیا کہ ہر بندہ ان چند دنوں میں ہی اس کے گیت گانے لگا۔ بیگم جواہر لعل کی خدمت کرنا اس نے اپنے فرضِ اولین میں شمار کر لیا تھا۔ مندر جانے سے پہلے وہ بیگم جواہر لعل کے چرنوں کو سلام کرتی..... اپنی خدمت اور اچھے شستہ اخلاق سے ان کو بھی گرویدہ بنا لیا تھا۔

سفید ساڑھی میں ملبوس..... دراز بالوں کو چٹیا کی صورت میں گوندھ کر نازک سی کے ساتھ باندھ کر وہ چائے کی ٹرے اٹھائے سنتوش کے کمرے کی طرف چل دی۔

خانساماں نے کہا۔ بٹیا..... میں لے جاتا ہوں۔ نہیں بابا..... میں لے جاتی ہوں..... آخر میں نے اب یہیں رہنا ہے..... وہ ہنستی ہوئی ٹرے لئے باہر نکل گئی۔ خانساماں ہنستے ہوئے ناشتے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

دروازے پر دبیز پردے گرے تھے..... کمرے کا بلب ابھی روشن نہیں ہوا تھا۔

سنتوش بابو اٹھے نہیں..... درمیانی میز پر ٹرے رکھ کر اُشا نے قمقمہ روشن کیا۔ کمرے میں روشنی کا احساس ہوتے سنتوش نے دیکھا کہ اُشا کھڑی ہے۔ اُشا..... تم..... وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

چائے لائی ہوں آپ کے لئے..... وہ قالین پر بیٹھ کر ٹرے اپنی طرف کھسکاتے بولی

میرے پاس بیٹھو۔ سنتوش نے اُشا کو بازو پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

بابو جی..... یہ ہماری جگہ نہیں ہے..... ہم آپ کے چرنوں میں اچھے ہیں۔ وہ گھبرا اٹھی.....

نہیں اُشا..... تمہیں معلوم ہے اصل میں تمہاری جگہ کہاں ہے۔ وہ اُشا کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

کونسی؟ وہ چونکی..... ہمارے دل میں۔

سنتوش نے لپک کر اُشا کا بازو کھینچا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ کوئی نصیبوں والی ہو گی..... جس کا مقام آپ کے دل میں ہو گا۔ اُشا نے ادا اس انداز میں بے خبری میں اپنا ہاتھ سنتوش کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

نصیبوں والی تم ہو..... میرے دل کی ملکہ تم ہو..... تم.....۔ سنتوش نے اُشا کو اپنے بازو کے حصار میں لے کر اپنے بہت قریب کر لیا۔

بابو جی..... ہم..... میں..... آپ اُشا کو کہہ رہے ہیں نا..... شرم و حجاب سے اُشا نے اپنے چہرے کو سنتوش کے سینے میں ہی چھپا لیا۔ تم سے کہہ رہا ہوں اُشا..... عنقریب ہم شادی کر لیں گے..... سنتوش نے واضح الفاظ میں کہہ دیا۔

اُشا سے بیٹھنا محال تھا..... وہ بھاگنے کا ارادہ لئے اٹھی۔

ہنہ ہوں..... چائے بناؤ..... جانا نہیں..... وہ نہیں جانتی تھی کہ سنتوش ابھی تک اس کا بازو تھامے بیٹھا تھا۔ سنتوش نے کتنی جلدی محبت کے جال میں پھنسا لیا ہے..... یہ کیسا شکاری ہے جو کام رگھو سولہ سال نہ کر سکا..... سنتوش نے پل نہیں لگایا..... شاید سنتوش اور رگھو میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ لیجئے..... چائے بنا کر اُشا نے درمیانی میز پر رکھی..... اب جاؤں..... وہ اجازت طلب کرنے لگی۔ نہیں وہ شریر لہجے میں بولا۔ کوئی کام ہے۔ وہ پلٹی۔

نہیں..... بس میرے پاس بیٹھو۔ سنتوش کب چاہتا تھا کہ اُشا نظروں سے دور ہو۔ بہت کام کرنے ہیں سنتوش بابو..... سب سے پہلا کام کہ بابا کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا ہے..... وہ بے ساختہ بولی۔

تم نے کوئی کام نہیں کرنا..... سوائے میرے..... وہ ہنس کر بولا۔

جی..... اُشا صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

ہاں جی..... تم نے میرے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا..... وہ چائے کا پہلا گھونٹ حلق سے اتار کر بولا۔

کیوں جی؟..... وہ قالین پر دو زانوں بیٹھ گئی۔ اس لئے کہ ہماری شادی ہو جائے گی..... اور میں تمہارا اچی جو ہوا.....

شریر کہیں کے..... وہ برق رفتاری سے باہر بھاگ گئی.....

چند دن اور گزر گئے..... سامنے سے آتے ہوئے سنتوش نے دیکھا..... اُشا مسکرا رہی تھی ارے..... کیا سوچ کر ہنس رہی ہو اُشا..... ہمیں بتاؤ نا یار..... سنتوش دوسری کرسی پر بیٹھ گئے۔

بس پرانی یادوں کو ماضی کے آئینے میں دیکھ رہی ہوں۔ وہ مسکرا دی۔

یادیں اچھی ہوں تو زندگی کا اضطراب جاتا رہتا ہے۔ وہ محبت سے بولے۔

آپ کے ساتھ بیتا ہوا ایک ایک لمحہ میرے لئے سرمایہ حیات ہے۔ اُشا نے محبت و خلوص سے سنتوش کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں جتنے بھی دکھ آئے ان کو فراموش کر دو..... کیوں نکہ ان کو دور کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔

سنتوش! آپ نے تو مجھے اتنا سکھ دیا ہے کہ ماضی بھول کر بھی یاد نہیں آتا ماتا جی.....

بیگم جواہر لعل کو آتے دیکھ کر دونوں مودب کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے اُشا بیٹی..... آج تمہیں صبح سے نہیں دیکھا۔ وہ اُشا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

سنتوش نے اُشا کی طرف دیکھا۔

ماتا جی..... میں مندر سے واپسی پر حاضری کے لئے گئی تھی..... اُشا انتہائی نرم لہجے میں بولی۔

مجھے معلوم ہے..... اچھا بیٹھو..... بیگم جواہر لعل نے ہاتھ سے اشارہ کرتے دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا..... اور خود بھی بھاری ساڑھی کو سنبھالتی ہوئی بیٹھ گئیں۔

ناشتے کے بعد آپ آفس چلی گئی تھیں نا..... اُشا نے پھر یاد دلایا۔ وہ ہنس دیں..... اُشا بیٹی..... تم ہماری بیٹی ہو..... اولاد ہو ہماری..... تم لکشمی کی جگہ ہو..... بیگم جواہر لعل نے محبت سے اُشا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

مجھے اپنے مقدر پر رشک آتا ہے..... میری ہستی نثار ہے آپ پر ماتا جی..... اُشا نے

بیگم جواہر لعل کے ہاتھ کو اٹھا کر چوما اور آنکھوں کو لگا لیا۔

بڑی بیگم صاحبہ..... رمیش بابو کے کمرے سے یہ بوتل..... ملازمہ نے آتے ہی شراب کی خالی بوتل درمیانی میز پر رکھ دی۔

بوتل..... شراب کی بوتل..... پھر پینے لگا ہے۔

بیگم جواہر لعل، اُشا اور سنتوش نے ایک ساتھ یہ الفاظ ادا کئے۔ معلوم نہیں جی..... میں تو صفائی کرنے لگی تھی..... پلنگ کے نیچے سے پڑی ملی۔ ملازمہ نے کہا۔ تم جاؤ.....

بیگم جواہر لعل نے بوتل کو گھورا..... یہاں آنے کے بعد اس کی عادت ختم ہو گئی تھی..... پھر دورہ پڑ گیا۔ سنتوش کو رمیش پر غصہ آ گیا۔

غصہ نہ کرو بیٹا..... جو عادت گھٹی میں پڑ چکی ہو..... اس کا چھوٹنا مشکل ہوتا ہے..... رمیش کی اس عادت سے میں بہت پریشان ہوں..... میں چاہتی ہوں یہ شراب چھوڑ دے۔ اُشا نے سوالیہ نگاہیں بیگم جواہر لعل کے چہرے پر ڈالیں۔

چھوڑ دے گا..... لیکن ذرا وقت لگے گا۔ وہ بولیں۔

اور کتنا وقت لگے گا چھ سات سال تو ہو گئے ہیں۔ سنتوش کے لہجے میں تلخی بتا رہی تھی کہ اس کو رمیش کی اس عادت سے زبردست اختلاف ہے۔

میری گزارش ہے آپ سے ماتا جی۔ اُشا سہم کر بولی۔

گزارش..... یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی..... تم جواہر لاج کی مالک ہو..... جو کہنا ہے بے دھڑک کہہ ڈالو..... بیٹا۔ بیگم جواہر لعل کی بے پایاں محبت کے سامنے وہ سرنگوں سی ہو گئی..... ایسی محبت تو اس کی حقیقی ماں ہوتی تو وہ بھی نہ دے سکتی۔ بیگم جواہر لعل ایک ساس کا نہیں ماں کا کردار ادا کر رہی تھیں۔

آپ رمیش کو معمول پیسے دینے لگی ہیں..... شاید اسی وجہ سے وہ دوبارہ شراب کا رسیہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کہاں سے پوری کرے..... وہ بولیں۔

اس کی ضرورت کیا ہے..... ہر چیز تو اسے بروقت مل جاتی ہے..... آپ سے جو رقم لیتا ہے..... اس کی صرف شراب خریدتا ہے۔ سنتوش نے کہا اور اٹھ کر باہر والے برآمدے میں چلے گئے۔

یہ میں مانتی ہوں..... وہ ہنس دیں۔

پھر بھی..... ماتا جی..... اُشا حیرت و استعجاب کے عالم میں اتر گئی۔

تمہارا مطلب ہے کہ میں پھر بھی اسے پیسے دیتی ہوں..... میرا مطلب ہے اس میں خود اعتمادی پیدا ہو..... وہ روپے رکھنے کے باوجود خود شراب پینے سے گریز کرے..... اس طرح خود سے احساس پیدا ہو کہ اس چیز کو استعمال نہیں کرنا..... یہ نقصان دہ ہے۔

میرا مطلب ہے ماتاجی! کہ اگر اس کے پاس رقم نہ ہوگی تو شراب نہیں خرید سکتا۔ اُشا نے مودب لہجے میں کہا۔

بیٹا! تمہاری بات سو فیصد درست ہے..... شراب کی طلب اسے چوری پر آمادہ کر سکتی ہے..... وہ دکانوں کے تالے توڑ سکتا ہے۔ وہ کئی برائیوں کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔

اُشا کو ایسی عظیم عورت کی اعلیٰ کردار پر حیرت ہوئی..... وہ کس قدر کوشاں تھی رمیش کے کردار کو بنانے میں۔

عین اس وقت رمیش بھاگتا بھاگتا ہوا بیگم جواہر لعل کے پہلو میں رکھی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

رمیش..... ماتاجی کے برابر بیٹھنے کی تمہیں کس نے اجازت دی۔ اُشا خفگی سے بولی۔ او دیدی..... وہ ایک دم اٹھ گیا۔

اُشا..... کیا کرتی ہو..... تم دونوں ہمارے بچے ہو..... بیٹھو بیٹھ جاؤ رمیش بیٹا.....

شکریہ: ماتاجی۔

رمیش مسکراتا ہوا واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

سنتوش کے ہاتھ میں کیا ہے۔

بیگم جواہر لعل نے نیلے رنگ کے کاغذات دیکھ کر آتے سنتوش کو کہا۔ آج کی ڈاک ہے شاید..... اُشا نے خیال کیا۔

سنتوش داخل ہوئے۔ میں مخل تو نہیں..... سنتوش نے اُشا کو بیگم جواہر لعل کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ کر کہا۔ رمیش کی بات ہو رہی ہے۔ اُشا نے کہا۔ وہ تعظیماً کھڑی ہو گئی۔

اوہو..... اُشا..... بیٹھ جاؤ..... اتنے تکلفات میں مت پڑا کرو۔ وہ ہنس کر بولے.....

اُشا ٹھیک کرتی ہے..... اپنے پتی کا احترام ہندی عورت پر فرض ہے۔ اماں جان.....

اب تو زمانہ بدل گیا..... عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔ سنتوش نے کہا۔

عزت واحترام تو کسی مذہب میں رسم و رواج کا پابند نہیں۔ اُشا نے مسکرا کر کہا۔

لکشمی کا خط آیا ہے۔ سنتوش نے لفافہ چاک کیا۔ خیریت ہے نا۔ بیگم جواہر لعل نے عجلت سے کہا۔

خیریت ہی ہے..... لکھتی ہے کہ بہت عرصہ ہوا کشمیر کا چکر نہیں لگایا دلی سے باہر بھی نکل آئیے۔ آپ کو ملنے کو دل کرتا ہے..... بھابھی اُشا اور بھائی کو نمستے.....

بیگم جواہر لعل نے لفافہ پکڑ لیا۔

کسی دن کشمیر ہو آئیں نا ماتاجی..... لکشمی کو دیکھے بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ اُشا نے کہا۔

جانا تو چاہئے..... کشمیر کے حالات آج کل بہت خراب ہیں..... بیگم جواہر لعل نے کہا۔

حالات تو کشمیریوں کے لئے خراب ہیں..... ہمارا حالات سے کیا سروکار..... رمیش نے کہا۔

ہاں..... یہ بات درست ہے..... سنتوش مسکرائے۔

سرکار چائے یہیں لے آؤں..... ملازم نے کہا۔

لے آؤ..... بہتر جناب۔ ملازم حکم ملتے ہی واپس لوٹ گیا۔

O

چاند گرہن تھا..... حسن پھیکا پھیکا سا لگنے لگا تھا..... کسی چیز میں جی نہ لگتا تھا۔ لکشمی کافی دنوں سے صاحب فراش تھی۔ موسمی بخار نے آلیا تو ہر چیز سے نفرت ہو گئی۔ سارا سارا دن خواب گاہ میں پڑی رہتی..... اٹھنے کو دل مانتا ہی نہ تھا۔ اگر باہر نکلنے کو چاہتا بھی تو دل امچل کر حلق سے باہر آنے کو کرتا۔ نوکر خدام ہر وقت خدمت کو حاضر رہتے..... موسمی ثمرات سے کمرہ خوشبو سے لبریز تھا۔ کھانے کو دل نہیں مانتا۔ تنہائی پسند کرنے لگی تھیں۔ لکشمی دیوی کی ایسی حالت کو دیکھ کر سیوک رام کڑھتے رہتے..... وہ اپنی لاڈلی پتنی کو خوش و خرم دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اپنی پتنی سے لازوال محبت کرتے تھے۔

گاڑی سے باہر آتے انہوں نے حسب معمول غلام گردش میں دیکھا..... جہاں ان کو دیکھ لکشمی دیوی سیوک رام کے استقبال کے لئے آیا کرتی تھیں..... آج سیوک رام کو بڑی مایوسی ہوئی..... آج وہ برآمدے میں نہیں آئی تھیں..... وہ بجھے بجھے سے بریف کیس ملازم کو تھما کر سیدھے خواب گاہ میں داخل ہوئے۔

دیوی جی!

لکشمی دیوی دیوار کی طرف کروٹ لئے لیٹی تھیں..... آپ آ گئے۔

لکشمی دیوی نے اپنے اوپر جھکے سیوک رام کے سینے پر ہاتھ رکھا۔

کیا بات ہے..... آپ نے تنہائی کو کیوں اپنا لیا ہے..... کیا ہنگامے اچھے نہیں لگتے۔

وہ محبت سے لکشمی دیوی کو اپنے قریب کرتے ہوئے۔ ہمیں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ وہ سیوک رام کے سہارے سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

اتنی بیزاری کیوں ہے؟ سیوک رام دکھی انداز میں بولے

ہمیں اس کا خود بھی اندازہ نہیں ہے..... نہ چاہتے ہوئے بھی ہماری دنیا اداس ہے..... ہم کیا کریں..... وہ شپٹا سی گئیں۔ لکشمی دیوی بے بس نظر آ رہی تھی۔

موسم اچھا ہے..... کشمیری پہاڑ دیکھنے کو چلیں..... پر فضا جگہ ہے..... سیوک رام نے بڑی چاہت سے لکشمی دیوی کے بکھرے بال درست کئے۔

نہیں رام جی..... ہم چل بھی نہیں سکتے..... نقاہت ہی اس قدر ہے۔ لکشمی دیوی نے اپنا سر سیوک رام کے شانے پر رکھ دیا۔

نقاہت تو ہو گی..... کھانا پینا جو بند کر دیا ہے.....

سیوک رام نے لکشمی دیوی کے نازک وجود کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ مشروب بھی پسند نہیں۔ ہم اپنی بیماری سے خود تنگ آ چکے ہیں..... ایک ماہ گزر گیا..... طبیعت پہلے سے زیادہ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ کچھ اچھا نہیں لگتا.....

آج ڈاکٹر پرشاد کو وقت دیا ہے..... کیوں بلایا ہے آپ نے ڈاکٹر کو رام جی..... ہمیں بظاہر کوئی بیماری تو ہے نہیں۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

یہی تو معلوم کرنا ہے..... کیا بات ہے..... جس نے آپ کو اس قدر کمزور کر دیا ہے اور نہ ہی ہماری محبت میں کوئی واقعہ ہوئی ہے..... جس سے آپ متاثر ہوتیں.....

لکشمی دیوی نے آنکھیں اٹھا کر سیوک رام کے پژمردہ چہرے کی طرف دیکھا۔ سیوک رام نے لکشمی دیوی کے مرمریں ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا..... دھندلکے چھانے لگے تھے..... کمرے میں ملگجی سی روشنی پھیل گئی تھی۔

خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آ جاؤ اجیت سنگھ۔ اجیت سنگھ خاص ملازم حاضر ہوا

ڈاکٹر پرشاد آئے ہیں رام جی۔ وہ بولا

لے آؤ۔ سیوک رام دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔

نمستے رام سرکار۔ ڈاکٹر پرشاد میڈیکل بکس لئے، داخل ہوئے۔ نمستے..... ڈاکٹر پرشاد..... آئیے..... آئیے۔ سیوک رام نے بڑی خوش دلی سے ڈاکٹر پرشاد کا خیر مقدم کیا۔

سیوک رام اور ڈاکٹر پرشاد سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

مسز سیوک رام..... نصیب دشمناں..... کیا ہوا طبیعت کو..... ڈاکٹر ہنس دیئے۔

ڈاکٹر صاحب ہماری لکشمی ٹھیک نہیں ہے.... ہم اسے صحت یاب دیکھنا چاہتے ہیں۔

کتنی امید تھی سیوک رام کو..... کہ لکشمی ٹھیک ہو جائے۔

Do Not Warry رام جی..... بیماری تو آتی جاتی رہتی ہے..... اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر پرشاد نے چیک کرنے والا آلہ کانوں کو لگایا۔

یہ حقیقت ہے ڈاکٹر..... میں اپنی پتنی کے لئے بہت پریشان ہوں.....

لکشمی دیوی نے چاہت بھری نظر سیوک رام پر ڈالی.....

ڈاکٹر پرشاد نے پوری طرح چیک کرنے کے بعد ایک کاغذ پر دوائیاں لکھ دیں۔ کیا تکلیف ہے لکشمی کو ڈاکٹر..... بتایئے پلیز.....

سیوک رام نے جھک کر اپنی بھرپور پریشانی کا ازالہ چاہا۔

ٹھاکر صاحب..... مبارک ہو آپ کو..... ڈاکٹر پرشاد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

جی.....

سیوک رام کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

لکشمی دیوی نے حیرت سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا..... جو بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ آپ باپ بننے والے ہیں..... سیوک رام جی.....

ڈاکٹر..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ..... جوک کر رہے ہیں آپ۔ سیوک رام ورطہ حیرت میں اتر گئے۔ اور لکشمی دیوی ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

مسز سیوک رام تین ماہ سے امید سے ہیں..... ویسے آپ کسی لیڈی ڈاکٹر کو بھی چیک کروالیں.....

ڈاکٹر پرشاد نے سیوک رام کے شانے پر مسکرا کر ہاتھ رکھا۔

سیوک رام ابھی تک لکشمی دیوی کو گھورے جا رہے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر

تھی۔ ان کو آرام کی بہت ضرورت ہے..... خوراک کا خیال رکھیں..... نین شین سے بچیں ڈاکٹر ہنستے ہوئے ملازم کے ساتھ جانے لگے۔

رکیئے ڈاکٹر

سیوک رام نے پشت سے پکارا' وہ یقینی اور غیر یقینی کے اعراف میں تھے۔

فرمایئے! ڈاکٹر پلٹ کر بولے۔

آج فیس لینی پڑے گی ڈاکٹر جی۔ اتنی بڑی خوشخبری سنانے کے بعد میں خالی ہاتھ نہیں جانے دوں گا۔

سیوک رام نے قریبی دراز سے چیک بک نکالی۔

جانے دیجئے..... ٹھاکر صاحب..... میرے علاوہ اور کوئی ہوتا..... تو یہی کہتا۔ ڈاکٹر پرشاد پلٹ آئے۔

آپ ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں..... پھر اتنی بڑی بات..... سیوک رام نے چیک لکھ کر ڈاکٹر کی جیب میں ڈال دیا۔ ازراہ مروت ڈاکٹر صرف مسکرا دیئے۔

Thank You ڈاکٹر..... آپ نے ہمیں اتنی بڑی مسرت سے نوازا۔ سیوک رام بچھے جا رہے تھے۔

اجازت..... ڈاکٹر پرشاد کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔ جہاں ملازم نے ان کا میڈیکل بکس پکڑ لیا۔ ڈاکٹر پرشاد کے جانے کے بعد وہ پلٹے..... اور بڑی چاہت سے اپنی پتنی کے پاس بیٹھ گئے۔

لکشمی..... کیا سن لیا ہے ہم نے..... اتنے سے گزر گئے..... انتظار کی گھڑیاں کٹتے نہیں کٹتی تھیں..... اور آج جیسے آکاش گود میں آ گیا ہو۔ سیوک رام نے لکشمی کا ہاتھ تھام لیا۔

ہم تو سوچ بھی نہ سکتے تھے رام جی..... بھگوان اتنا مہربان ہو جائے گا۔ میں مندر کو شرینی بانٹوں گی..... دعا دیں گے..... لکشمی دیوی نے کہا۔

ہم پورا مندر مٹھائی سے بھر دیں گے..... بہت بڑا فنکشن کریں گے..... سری نگر جتنے بھی ضرورت مند ہوں گے..... ان میں کپڑے، روٹی تقسیم کریں گے۔ سیوک کی موٹی موٹی آنکھیں اس طرح چمک اٹھیں جیسے دو دیپ جل اٹھے ہوں۔

رام جی..... ان لمحوں کی کتنی آس تھی.....

لکشمی دیوی نے سامنے کانسی کے قد آدم بت کو بغور دیکھا۔

درپن ہی بھاگوان ہے..... اس کے آنے سے آپ کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ سیوک رام نے لکشمی دیوی پر اپنی ساری محبت لٹاتے ہوئے کہا۔

یہ تو رام کی مرضی ہے..... جس پر بھی کرم کرے..... انسانوں کے ساتھ کچھ بھی وابستہ نہیں ہوتا۔ لکشمی دیوی کو ناگوار گزرا (نہ چاہتے ہوئے بھی وہ درپن کی مخالفت ضرور کرتیں)

خیر..... چھوڑیئے..... آپ مت سوچیں..... کوئی بھی ٹین شین ٹھیک نہیں آپ کے لئے..... سیوک رام نے لکشمی دیوی کے شانوں پر سے سیاہ بالوں کی آوارہ لٹیں ہٹائیں۔

رام جی..... لکشمی دیوی نے کہا۔

ہوں.....

سیوک رام نے کہا

اگر کچھ عرصہ اور ہم اس نعمت سے محروم رہتے تو..... تو وہ آگے فقرہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئیں۔

بات مکمل کیجئے..... تو کیا..... سیوک رام نے کہا

آپ..... دوسری شادی کر لیتے..... لکشمی دیوی اس وقت سنجیدہ نظر آ رہی تھیں۔

بھگوان قسم!..... ہمارا ایسا عندیہ تو کبھی بھی نہیں ہوا..... ہم تو جان چھڑکتے ہیں آپ پر..... دوسری عورت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... سیوک رام محبت سے بولے۔

لکشمی دیوی سیوک رام سے لپٹ گئیں۔ سیوک رام نے لکشمی دیوی کے نازک وجود کو اپنے توانا بازوؤں میں لے لیا..... اور اس کی روشن سفید پیشانی کو چوم لیا۔ اتنی محبت دی ہے لکشمن تم نے..... تمہارے بنا ہم جی نہیں سکتے..... وہ بولے..... شدید محبت کے عالم میں وہ لکشمی کو لکشمن کہتے تھے۔

محبت کا سیلاب بڑھتا ہی رہا..... دن کو پر لگ گئے اور کئی دن ہوا کے بگولوں کی طرح گزر گئے۔ سیوک رام کو اب بزنس سے بھی زیادہ لکشمی کی صحت کی فکر تھی۔ وہ نازک اندام دل کی لکشمی دیوی خیریت سے ان کا بچہ پیدا کر لے..... وہ اکثر مندر جا کر لکشمی اور بچے کی

خیریت کی دعا کرتے۔

سرما کی دلکش شام تھی..... محل میں ایک ملازمہ جو عقل و شعور رکھتی تھی مخصوص لکشمی کے لئے وقف کر دیا تھا کہ وہ اچھی طرح لکشمی کا خیال رکھے۔ بچے کے سا لکشمی سیوک رام کو بہت عزیز تھی۔ اس شام پیار کا عمل ہو گا۔ ہلکے گرم کپڑوں میں دونوں خوبصورت لان میں بیٹھے تھے۔ کشمیر کی شام بھی انتہائی دلکش تھی۔ دور فلک سرمئی پہاڑوں کی چوٹیاں نیلے آسمان کے دامن کو چومتی کس قدر حسین لگ رہی تھیں۔

ارے یہ پوجا کیوں آ رہی ہے۔ لکشمی دیوی نے حیرت زدہ سا دور لان کے دروازے پوجا کو آتے دیکھا۔ درپن ہے اس کی گود میں۔

سیوک رام پریشان سے ہو گئے۔

مت گھبرائیے..... نہ جانے وہ کس کام سے آ رہی ہے۔ لکشمی دیوی نے بھی دیکھ ہوئے کہا۔

نمستے رام جی..... دیوی جی..... پوجا نے آتے ہی دونوں کو ایک بار ہی نمستے کیا۔

نمستے..... سیوک رام نے جواب دیا۔

سیوک رام جی..... پوجا نے کہا..... کیا بات ہے..... خیریت تو ہے۔

سیوک رام نے پوجا کے چہرے پر افسردگی دکھ کی پرچھائیں دیکھ کر کہا۔ درپن نہیں ہے۔ رام جی..... وہ بولی

کیا ہوا در... وہ چونکے..... لکشمی دیوی بھی پژمردہ سی ہو گئی۔

بہت بخار ہے جی..... تپ رہا ہے..... دیکھیں..... پوجا سیوک رام کے قریب گئی۔

اوہو..... بہت بخار ہے..... تم نے ڈاکٹر پرشاد کو فون کیوں نہیں کیا۔ سیوک رام ہاتھ سے درپن کا ماتھا چھوا..... درپن اس وقت پوجا کے سینے سے لگا بے ہوش تھا اور بخار سے پھنک رہا تھا۔

چھوٹی موٹی دوائی سیرپ تو میں دیتی رہی ہوں رام جی..... آج تو سویرے سے بڑھ گیا ہے۔ دودھ بھی نہیں پیتا۔ پوجا خاصی مضطرب لگ رہی تھی۔

خیر..... کوئی بات نہیں..... تم خود چلی جاؤ..... ڈاکٹر پرشاد کے آنے میں د... گی۔ وہ بولے

میں چلی جاؤں..... وہ معنی خیز الفاظ میں بولی اور سیوک رام مطلب سمجھ چکے تھے۔

ہاں ہاں..... واچپائی کو کہو..... لے جائے گا..... بلکہ اس گاڑی کا وہ ہی ڈرائیور ہے.....

مہربانی ہے رام جی..... وہ جلدی سے سفید ساڑھی سنبھالتی ایک ہاتھ سے درپن کو سینے سے لگائے واچپائی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔

دیوی جی..... بڑی اپنائیت سے سیوک رام نے پکارا۔

لکشمی دیوی دنیا مافیا سے دور کہیں اور پہنچی ہوئی تھیں۔ کیا سوچ رہی ہیں آپ

وہ چونکے..... ان کو لکشمی دیوی کا اس قدر کھو جانا بھی پسند نہیں تھا۔ لکشمن..... وہ پھر ذرا بلند آواز میں بولے

جی..... رام جی آپ نے پکارا..... لکشمی دیوی بری طرح ہڑبڑا گئیں..... جیسے گہری نیند سے کسی نے بیدار کر دیا ہو.....

ایک دم باہر گولہ پھٹنے کی آواز آئی..... یہ دھماکے روز کا معمول تھا..... اس لئے کسی نے کوئی تاثر نہ لیا۔ آپ کہاں کھو گئی تھیں۔ وہ لکشمی کو اداس دیکھ کر بولے

ہمیں یہی وشواش ہے رام جی..... آئندہ کیا بنے گا۔ لکشمی دیوی کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف رقص کناں تھا۔

کیا بنے گا..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام آگے کو جھکے

ہمیں آئندہ کے لئے ایک عدد آیا کی ضرورت ہے۔ وہ بڑے تشویش بھرے لہجے میں بولیں۔

تو کیا ہمیں آیا نہ ملے گی..... کشمیر میں بہت ایسی عورتیں ہیں جو ضرورت مند ہیں... سیوک رام نے کہا۔

مل جائے گی..... لیکن پوجا ایک اچھی لڑکی ہے..... اور سمجھدار بھی لکشمی دیوی نے کہا

یہ بھی وجہ ہے کوئی اداسی کی..... ہم اپنے بچے کے لئے انگلش گورنس رکھیں گے۔ سیوک رام ہنس دیئے۔

اوہو..... آپ بات کو پھینک رہے ہیں..... سمجھئے نا..... رام جی..... وہ جھلا کر بولیں

کیا سمجھانا چاہتی ہیں آپ..... بتائیے..... وہ بڑی چاہت سے مسکرا کر بولے....

میں چاہتی ہوں..... پوجا کو اپنے بچے کے لئے رکھ لیں..... وہ رک گئی اور درپن

سیوک رام ایک دم بولے۔

درپن کو کسی یتیم خانے میں داخل کروا دیجئے۔ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ ایسا مت سوچئے، سیوک رام کو دیوی لکشمی سے ایسی سفاکی کی ہرگز توقع نہ تھی۔ نگاہیں اٹھا کر بغور وہ لکشمی دیوی کی آنکھوں میں جھانکتے رہے۔

میں نے برا تو نہیں بولا رام جی..... اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں..... وہ سہم گئی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس قدر نازک پھول کی طرح نرم اور الفاظ اس قدر کاری ضرب لگانے والے نشتر کی طرح۔ وہ افسردہ سے ہو گئے۔

آپ برا مان گئے..... دیکھئے نا..... درپن سے ہمارا کیا واسطہ..... جہاں اور کشمیری آزادی کی بھینٹ چڑھ گئے ایک یہ ناتواں بچہ اور سہی..... وہ سیوم رام کو گھورنے لگیں۔

سیوک رام نے گہری نظروں سے لکشمی دیوی کو دیکھا..... ان کی بڑی بڑی خواب آگیں آنکھوں میں خود غرضی کے ناگ پھنکاریں مارتے ہوئے شعلوں کی طرح محسوس ہو رہے تھے۔

درپن بلند خان کا بیٹا نہیں ہے بلکہ میرا ہے..... میں اس کے ساتھ کوئی ایسا پاپ نہیں کروں گا۔ وہ لرزش لہجے میں بولے

آپ کا کیسے ..... وہ حیرت زدہ سی بولی۔

درپن کی ولدیت میری ہے..... وہ میرے نام سے پہچانا جائے گا..... اس طرح میرا اپنا ہے ..... لکشمی جی ..... آپ بھی اسے اپنا سمجھئے۔ وہ بڑی محبت سے لکشمی دیوی رحم کی طرف متوجہ کرنے لگے۔

کیا ہوا جو ولدیت آپ کی ہے..... لے پالک ہی تو ہے..... ایسے بازاری بیٹے وفادار نہیں ہوتے..... پھر مسلمان کا بچہ..... کبھی وفا نہ کرے گا۔ زبردست رکیک انداز میں لکشمی دیوی نے شانے اچکائے۔

آپ درپن کے لئے پریشان مت ہوا کریں..... اپنے بچے کے لئے گورنس رکھنا ہمارا ذمہ داری ہے..... آپ ذہن پر کوئی دباؤ نہ دیں..... پوجا تو سیدھی سادھی لڑکی ہے..... ہمیں آپ کی طرح بچہ بھی جان و دل سے عزیز ہے۔ وہ محبت سے ہنس دیئے۔

رام جی..... لکشمی دیوی اٹھلائی

کہئے..... میں ہمہ تن گوش ہوں۔ کہئے..... بلا روک ٹوک کہئے..... وہ جھکے۔

آپ جانتے ہیں..... میں آداب پرورش سے ناآشنا ہوں..... اس قدر ننھے منھے بچے کے لئے شب و روز تکلیف برداشت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ لکشمی دیوی روہانسی سی ہو گئی۔

مت پریشان ہوں..... بھگوان اچھا کریں گے..... ہمارا بچہ ہے..... اور ذمہ داری بھی ہماری ہے۔

بڑی چاہت سے سیوک رام نے سامنے بیٹھی لکشمی دیوی کے نازک شانوں کو دبایا اور درمیانی میز پر رکھی طشتری کو اپنی طرف سرکایا۔

لکشمی دیوی دراز بالوں کو ایک طرف گرائے خمار آگیں نگاہوں سے چائے بناتے اپنے پتی کو تکتی رہی..... جن کے چہرے پر آشتی ہی آشتی تھی۔

بھگوان کی سوگند ہے دیوی جی ہمیں آپ سے بہت محبت ہے..... اگر ہم باپ نہ بھی بنتے تو یوں ہی آپ کے ساتھ جیون گزار دیتے۔ وہ چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے بولے۔

یہ ہمارا بخت ہے رام جی..... ہمیں آپ جیسا پتی ملا..... یقین جانئے ہم بہت خوش نصیب ہیں..... اس بات کا اعتراف تو ہماری ماما بھی کرتی ہیں..... اگر راج ماتا بھی کہتی ہیں کہ سیوک رام جیسا داماد کہیں نہ ملتا۔ لکشمی ہنس دی۔

وہ بھی مسکرائے

پوجا آ گئی ہے..... انہوں نے پوجا کو گاڑی سے اترتے دیکھا..... پیچھے واچپائی بڑا سا لفافہ لئے چلا آ رہا تھا ادھر ہی آ رہی ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا

ہاں..... کیا بتایا ڈاکٹر نے۔

وہ پوجا کو قریب آتے دیکھ کر بولے۔

ہلکا سا نمونیے کا اثر ہے رام جی..... ڈاکٹر صاحب نے بولا کہ ان دواؤں کے استعمال سے جلد آرام آ جائے گا۔ وہ واچپائی کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے..... باقاعدگی سے دوائی دو..... دیکھو روپے پیسوں کی ضرورت ہو تو بتا دینا..... سیوک رام بولے

میری تنخواہ اور درپن کا وظیفہ ہی بہت ہے رام جی..... بھگوان کی دیا سے سب کچھ ہے

.....رام خوش رکھے آپکو.....پوجا نے دعا دی۔

لکشمی صرف دیکھتی رہی.....وہ پوجا اور درپن سے کسی قسم کا واسطہ ہی رکھنا پسند نہ کرتی تھی.....

جاؤ.....اور درپن کا خیال رکھنا.....سیوک رام نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں رام جی.....درپن تو میری جان ہے۔ وہ درپن کو سینے سے لگائے پلٹ گئی.....

رام جی..... لکشمی دیوی کچھ سوچ کر چونکی

کیا بات ہے.....اب کچھ اور خیال آ گیا۔ سیوک رام ہنس دیئے

بلند خان نے دو شادیاں کی تھیں۔ وہ حیرت سے بولی۔

خیال ہے دو ہی کی تھیں۔ ویسے میں زیادہ نہیں جانتا۔ سیوک رام گہری سوچ سے ابھر کر بولے

پہلی بیوی تو کشمیری تھی میں نے دیکھی ہوئی تھی..... یہ درپن اسی کا بچہ ہے نا..... لکشمی نے کہا۔

اسی کا ہے شاید.....دوسری شادی کچھ ماہ بعد ہوئی تھی..... سیوک رام نے کہا۔

چند لمحے دونوں خاموش رہے.....

میں بلند خان کے گھریلو مسائل سے واقف نہیں تھا..... ہماری ملاقات اکثر باہر یا آفس میں ہی ہوتی تھی.....

سرد ہوا کے تند جھونکوں نے دونوں کو شدید سردی کا احساس دلایا۔ اندر چلتے ہیں.....

سرد ہوا چل رہی ہے۔ سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

چلئے.....

دونوں اٹھے.....

آپ چلئے میں درپن کی خبر لے کر ابھی آتا ہوں۔ سیوک رام لان کی مخالف سمت بڑھ گئے۔ لکشمی دیوی نے نگاہیں جھکائیں.....وہ جان چکی تھی کہ درپن کے معاملے میں سیوک رام کسی قسم کی زیادتی پسند نہیں کریں گے۔

O

بچے بھی آئے ہوئے ہیں.....اب تو ضرور جائیں گے۔ بڑا مزا آئے گا ماتا جی.....

آپ بھی چلیں گی نا.....اشا نے بڑی محبت سے بیگم جواہر لعل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اگر میں چلی گئی تو سنتوش نہیں جا سکتا۔

وہ گہری سوچ سے ابھر کر بولیں۔

سوامی جی کس لئے ہیں۔ سنتوش نے کہا۔

تمہاری بات درست ہے بیٹا.....اب کام بہت بڑھ گیا ہے..... سوامی جی نہیں سنبھال سکتے۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔

آپ ضرور جایئے.....میں رہ جاؤں گا۔

سنتوش حتمی فیصلہ کرتے بولا۔

نہیں نہیں.....تمہارا جانا ضروری ہے۔ سنتوش بیٹا..... بیگم جواہر لعل نے سنتوش کو مطمئن کرنا چاہا۔

اماں.....جیجا جی کیا سوچیں گے.....آپ کا جانا ضروری ہے..... سنتوش نے بڑی محبت سے کہا۔

میں سیوک رام کو سمجھا لوں گی.....تم تیاری کرو.....ٹھیک ہے.....وہ سنتوش کے شانے پر تھپکی مارتے ہوئے بولیں۔

ماتا جی کہاں جانا ہے۔ دوسرے کمرے سے رمیش اندر داخل ہوا۔

سن لیا تم نے..... سنتوش نے طنزاً کہا۔

آپ رمیش کو ساتھ لے جانا پسند نہیں کرتے۔ اُشا ناگوار انداز میں بولی۔

رمیش ارد گرد سے بے نیاز ہو کر بیگم جواہر لعل سے ساتھ جانے کی اجازت مانگنے لگا۔

دیکھو اُشا.....میں اس کا دشمن نہیں ہوں.....اس کی عادتیں اچھی نہیں ہیں۔

ہاں.....ہاں ضرور جانا..... تمہیں کون روکتا ہے۔ وہ محبت سے بولیں

میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ پلٹ کر سنتوش نے کہا۔ کیوں..... جیجا جی.....دیکھو نا دیدی.....بھائی کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ بڑی شرافت سے مسکرایا۔

تمہیں معلوم ہے..... میں تمہیں کیوں لے جانا نہیں چاہتا..... سنتوش نے اُشا کی طرف دیکھا..... سنتوش نے اُشا کی طرف دیکھا۔

اس نے شرابی کی گود میں آنکھ کھولی ہے..... یہ عادت چھٹتے چھٹتے ہی چھوٹے گی۔ اُشا نے بڑی بے بسی سے بیگم جواہر لعل کی طرف دیکھا۔

شراب مت پیا کرو بیٹا..... بھگوان ناراض ہوتے ہیں۔ بیگم جواہر لعل بڑی محبت سے رمیش سے بولیں۔

ماتا جی..... کہہ دیا نا..... میں نہیں پیتا..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولا۔

بکواس کرتا ہے..... شراب تو اس کی گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ سنتوش کو غصہ آ گیا۔

اُشا خاموش تکے جا رہی تھی..... جی ضبط کا چارا نہ رہا تو سسک سسک کر رونے لگی۔

رمیش نے سہمی نظروں سے بہن کو دیکھا۔

سنتوش..... بیگم جواہر لعل نے پکارا.....

جی..... ماتا جی

تمہاری یہی بات مجھے ناپسند ہے کہ ہر وہ بات کہہ جاتے ہو جو دوسرا نہ سننا چاہے۔ بیگم جواہر لعل نے اُشا کو ساتھ لگا لیا۔

ماتا جی..... میں نہیں جاؤں گی..... میں جاؤں گی تو رمیش جائے گا وہ آنسو صاف کرتے بولی۔

ماتا کی جان..... اس گھر کا دیپک تم ہو..... تم نے ہمیں اتنی خوشی دی..... ہمیں پوتے پوتی سے نوازا..... تم تو روشنی ہو میرے آنگن کی..... وہ سسک سسک کر بیگم جواہر لعل کے شانے سے لگی روتی رہی..... بس..... یہ لاڈ پیار ہے نا..... عادت بگاڑ کر رکھی ہے آپ نے اُشا کی۔ وہ چھپی چھپی محبت کو دبا کر بولا..... اور اُشا کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

بیٹی ہے میری..... میں لاڈ نہ کروں گی..... تو اور کون کرے گا..... وہ نظریں جھکا کر اُشا سے بولیں۔

چائے لاؤں آپ کے لئے۔ اُشا بڑی معصومیت سے چہرہ صاف کرتے بولی۔ اور سنتوش فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دیا..... اس کے ساتھ رمیش بھی ہنس دیا۔

ہاں..... ضرور میری جان..... سنتوش اور رمیش کے لئے بھی..... وہ پچکارتے ہوئے بولیں۔

اُشا منہ بسورے سنتوش کو تکتے ہوئے چل دی۔

کسی ملازم سے کہو بیٹی..... وہ جاتی اُشا سے بولیں۔ اُشا جا چکی تھی۔

تمہارا جیون ساتھی بہت اچھا ہے بیٹا..... اُشا جس ماحول میں پل کر جوان ہوئی ہے..... پھر بھی اس کا دامن الائش سے پاک ہے۔ تمہیں معلوم ہے گندگی اردگرد کی ہر شے

ادا کر دیتی ہے۔ وہ سراسر اُشا کی حمایت میں بول رہی تھیں۔

ہاں..... ماتا جی..... آپ بالکل بجا فرماتی ہیں۔۔ ہاں ماتا جی..... ویدی بڑی اچھی ہے..... مجھے بھی بری باتوں سے روکتی رہتی تھی۔ رمیش نے کہا۔

ماتا جی..... میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔ سنتوش نے جاتے ہوئے رمیش کو دیکھ کر کہا۔

بیٹا..... رمیش اس کا بھائی ہے..... ہو سکتا ہے..... تمہاری اس طرح کی گفتگو سے اُشا کو دکھ پہنچا ہو۔ بیگم جواہر لعل نے واضح طور پر کہہ دیا۔

I am sorry mam..... آئندہ خیال رکھوں گا۔ وہ معذرت خواہی کے سے انداز میں اٹھتے ہوئے بولا۔

Thank you بیٹا..... آئندہ خیال رکھنا..... اس کی دل شکنی نہ ہو..... وہ مسکرا دیں۔ اور سنتوش باہر نکل گئے

وہ چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔ ایسے کاموں کے لئے بہت سے ملازم ہیں..... وہ اُشا کے قریب چلا گیا۔ مجھے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔ وہ کندنی چہرے پر آوارہ کاکل کو سمیٹتے ہوئے بولی۔

میں ہٹا دوں۔ وہ ہاتھ بڑھا کر بولا۔

رہنے دیجئے..... لیکن آوارہ ضدی کاکل واپس پھر اپنی جگہ پر آ گئی۔ وہ ابھی تک منہ بسورے ہوئے تھی۔

ابھی تک ناراض ہو۔ وہ اپنے ہاتھوں میں اُشا کے چہرے کو تھام کر بولا۔

چھوڑیئے بھی..... کوئی دیکھ لے گا۔ وہ دلربائی سے مسکرائی اور سنتوش ساری جان سے فریفتہ ہو گیا۔

یوں ہی خوش رہا کرو..... اچھی لگتی ہو۔ وہ محبت سے بولا۔

اُشا خاموش خوبصورت ایرانی کپ پلیٹ میں رکھنے لگی۔

اُشا..... وہ آہستہ سے بولا۔

جی..... جیسے اُشا کو سنتوش کی آواز دور کہیں سے سنائی دی۔ تم خوش ہو نا میرے ساتھ۔ وہ اُشا کی تھوڑی اٹھا کر بولا۔

ہائے رام..... سنتوش جی..... خوش کیوں نہ ہوں گی..... آپ کے ساتھ..... اگر آپ نہ ملتے تو میں گنگا میں ڈوب مرتی..... غیر ارادی طور پر اُشا سنتوش سے لپٹ گئی۔

اُشا..... سنتوش نے چہرہ جھکایا..... اُشا کی جھکی ہوئی نگاہوں میں ایک کرب ایک دکھ اور اذیت سی نظر آئی..... یہ سب ماضی کے تحفے تھے۔ کیا سوچنے لگی ہو..... اُشا۔ سنتوش نے دونوں شانوں سے تھام کر اُشا کو اپنے سامنے کیا۔

سنتوش جی..... میں سوچتی ہوں..... کہ ایک وقت کی روٹی کے لئے مجھے سارا دن مشقت کرنا پڑتی تھی..... تب شام کو مجھے اور رمیش کو تین روٹیاں ملتی تھیں۔ وہ افسردہ سی ہو گئی۔

تین روٹیاں؟..... وہ چونک گیا۔

جی..... دو میری اور ایک رمیش کی..... اپنی ایک روٹی میں سے میں رمیش کو بھی دے دیتی تھی کہ یہ لڑکا ہے..... اور اس کی بھوک بھی زیادہ تھی۔ وہ سنتوش کے پردرد چہرے کو دیکھنے لگی۔

یہ بھوک بڑی ظالم ہے..... اور تم بھوکی رہتی تھی..... Very Sad وہ حد درجہ غمگین اور مضطرب نظر آنے لگے۔

اور کیا کرتی..... چاچی گن گن کر روٹیاں دیتی تھی..... وہ ایک دم بولی۔

چلو دفع کرو..... بھول جاؤ ماضی کو..... اس گھر کی تم مالک ہو..... یہ تمہارا گھر ہے..... بلکہ ہم بھی نوکر ہیں جناب کے..... سنتوش نے بڑی چاہت اور شریر انداز سے اُشا کے نرم و گداز رخساروں پر ہلکی سی چپت ماری۔

ایسا نہ کہیں سنتوش جی..... میں تو باندی ہوں آپ کی۔ اُشا نے چائے دانی ٹرے میں رکھی۔

یہ سب بھگوان کا کرم ہے..... تم صدا سے میری تھی اور میرے پاس چلی آئی..... جو لمحات گزر گئے..... ان کو بھول جاؤ۔ وہ اُشا کو تھپکی دے کر بولا۔

اب تو مجھے صرف رمیش کی فکر ہے۔ رمیش کی فکر چھوڑ دو..... ماتا اسے ٹھیک کر لیں گی..... سنتوش نے اُشا کو اس غم سے بھی آزاد کرنا چاہا۔

پاپا.....

ماما..... بچوں نے آتے ہی پکارا.....

بچے آ گئے..... دونوں ہنستے ہوئے کچن سے باہر آ گئے۔ میں چائے لے جاؤں بی بی..

خانساماں قریب آتے بولا۔

ہاں ہاں..... راجو..... لے جاؤ..... ہم آتے ہیں۔ سنتوش نے کہا۔

پھر یہ چھوٹا سا قافلہ بیگم جواہر لعل کے پاس چل دیا۔

O

لال محل حسین محرابوں اور عالی شان چبوتروں اور دلکش راہداریوں سے آراستہ جس کو نئے سرے سے آرائش و زیبائش کے ساتھ مزین کیا گیا تھا۔ حویلی کی ہر شے اعلیٰ اور نایاب تو تھی لیکن اس میں مالک کے ذوق سلیم کا بھی دخل تھا۔ سیوک رام سجنے سجانے کے فن سے بخوبی واقف تھے اور انہیں کام کروانا بھی آتا تھا۔ مہمانوں کے لئے الگ جگہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جہاں طاؤسی طرز کا تالاب جس پر سفید چاندی کی طرح ابلتا پانی کسی مغلیہ دور کی یادگار معلوم ہوتا تھا۔ باغ کی زیب و زینت قابل دید تھی۔ دن قریب آ رہے تھے ہر شخص اپنے کام میں مگن نظر آ رہا تھا۔ ہر ملازم کو اس کا کام سونپ دیا گیا تھا تاکہ مقررہ وقت پر دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

لکشمی دیوی ہر ذمہ داری سے آزاد تھیں۔ خیال رکھنے کو ہمہ وقت نرس موجود رہتی۔ نرس کی بات ماننا لکشمی دیوی کی مجبوری تھی۔

سسٹر..... جوس کا خالی گلاس پکڑاتے لکشمی دیوی بڑبڑا گئیں۔

دیوی جی اس طرح چونکنا آپ کے لئے درست نہیں ہے..... نرس نے گلاس پکڑا۔

کچھ نہیں ہو گا۔ لکشمی دیوی نے لاپرواہی سے کہا۔

اس طرح صحت پر برا اثر بھی پڑ سکتا ہے..... اعصاب جھٹک جاتے ہیں۔ نرس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

پوجا کے پاس جانا ہے۔ لکشمی دیوی جوتا پہنتے ہوئے بولی۔ یہاں بلا لیجئے..... اگر مناسب سمجھیں تو میں بلا لاؤں۔ نرس مودب بولی۔

نہیں..... ہم خود ملنا چاہتے ہیں اس سے۔ ضروری باتیں ہیں جو اس کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔ لکشمی دیوی نے بڑی احتیاط سے قدم بڑھائے۔

ٹھیک ہے دیوی جی..... ہم منتظر رہیں گے آپ کے..... نرس نے مسکرا کر کمرے کے ماحول پر نظر دوڑائی۔

لکشمی دیوی باہر نکل گئیں۔

مندر کا آخری گھنٹہ بج چکا تھا..... پوجا درپن کو نہلا کر عبادت کے لئے تیار ہو رہی

تھی..... جب سے آئی تھی مندر جانا کبھی نہ بھولتی.....

پوجا..... لکشمی دیوی داخل ہوتے بولیں

دیوی جی..... آپ..... پوجا نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا

لکشمی دیوی نے بغور پوجا کی دراز چوٹی کو دیکھا۔ سفید ساڑھی میں ملبوس پلو سر پر اوڑھے دراز چوٹی کو پشت کی جانب گرا کر وہ سیدھی ہوگئی۔

لکشمی دیوی ایک لمحے کے لئے پر سکوت ہو گئیں..... یہ پوجا ہندوستانی ہے۔ درپن [illegible] گیا۔

لکشمی دیوی نے معصوم درپن کو بڑے غور سے دیکھا۔ وہ نرم و نازک صحت مند بچہ اور دلکش خدوخال..... لکشمی دیوی کو حیرت ہوئی..... وہ یوں سفید بستر پر سو رہا تھا جیسے آسمانی فرشتہ دنیا میں آ گیا ہو۔ درپن تمہیں تنگ تو نہیں کرتا۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

تنگ کیا دیوی جی..... درپن تو میرا جیون ہے..... میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔

ہوں..... لکشمی دیوی نے آہستہ سے کہا

درپن مجھ سے بہت پیار کرنے لگا ہے۔ دیوی جی..... پوجا مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

ہاں..... تمہارا عادی ہو گیا ہے..... جنم دینے سے پرورش بہت دشوار.....

ہاں جی..... ایک سال کا ہو گیا ہے..... اس کو ساتھ لپٹا کر میری ماتا کو تسکین مل جاتی ہے۔ پوجا نے کہا۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لکشمی دیوی نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔

جی..... مجھ سے..... کوئی خطا ہو گئی ہم سے..... پوجا ایک لمحے میں اداس ہو گئی۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... لکشمی دیوی نے متبسم ہونٹوں کو گول کر کہا۔

پھر کیا بات ہے دیوی جی..... پوجا نے ایک دم کہا۔

تمہیں علم ہے نا کہ فنکشن قریب آ رہا ہے۔

جی.....

مہمانوں کے سامنے درپن کو مت لانا..... لکشمی دیوی کے انداز میں ترشی مترشح تھی۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ رام جی کا تم فکر مت کرو..... تمہیں جو کہا گیا وہی کرنا.....

بہت اچھا دیوی جی..... ویسے ہی ہو گا..... پوجا نے دونوں ہاتھ جوڑے اور جاتی لکشمی

دیوی کو دیکھنے لگی۔ لکشمی دیوی محتاط چال چلتی زینہ اتر گئی۔

کیا بات ہے رام جی۔ لکشمی دیوی نے سیوک رام کو کمرے میں بے چینی سے ٹہلتے دیکھ کر کہا۔

کہاں تھیں آپ..... رام قسم۔ آپ نے بہت مضطرب کیا۔ وہ جھلا کر بولے۔

کیا ہوا رام جی..... آپ پریشان کیوں ہیں۔ لکشمی دیوی نے بڑی اضطرابیت سے جب سیوک رام کو کمرے میں ٹہلتے دیکھا۔

یہ بات کم پریشانی کی نہیں ہے..... سیوک رام گھبرائے۔

کونسی بات رام جی..... لکشمی دیوی نرمی سے بولی۔

اس قدر طویل زینہ چڑھ کر اوپر پوجا کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ سیوک رام قریب ہو گئے۔

ہم درپن کو دیکھنے گئے تھے۔ ایک دم لکشمی دیوی ہنس دی۔

آپ معمولی نہ سمجھا کریں..... آپ ہمارے جسم کا حصہ ہیں۔ آپ کو کوئی تکلیف ہو اور ہم پر سکون رہیں..... وہ محبت سے لکشمی دیوی کی زلفیں سلجھا کر بولے۔

ہائے رام جی..... بھگوان کی کرپا سے میں ٹھیک ہوں..... میں تو درپن کو..... لکشمی دیوی رک سی گئی۔

درپن ٹھیک ہے نا۔ سیوک رام نے کہا۔

..نوں ٹھیک ہیں۔ وہ اٹھ کر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

ایسی کیا بات تھی جو آپ پوجا کو ملنے چلی گئیں۔ سیوک رام کے الفاظ میں حیرت کا عنصر بھی غالب تھا۔ انہوں نے گہری نظروں سے لکشمی دیوی کے پرکشش چہرے کو دیکھا..... ان کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔ بتایئے نا..... ایسی کیا بات تھی..... جو آپ پوجا اور درپن کو دیکھنے کے لئے گئیں۔ سیوک رام قریب بیٹھ گئے۔

ضروری بات ہی تھی رام جی..... لکشمی دیوی نے بڑی اپنائیت سے سیوک رام کے شانے پر چہرا رکھا۔

سیوک رام نے لکشمی دیوی کے انداز میں زبردست اسراریت محسوس کی۔

ہم سے کیا پردہ..... بتایئے نا..... سیوک رام نے پلٹ کر محبت سے کہا۔

سیوک رام جی..... ناراض مت ہوئیے گا..... ہم پوجا اور درپن کو ہرگز مہمانوں کے

سامنے نہیں آنے دیں گے۔وہ بڑی دلربائی سے بولیں۔
اس کی وجہ؟وہ حیرت میں کھو گئے۔
بس یونہی.....وہ مسکرادی۔
پھر بھی کوئی وجہ تو ہوگی.....بلاوجہ تو یہ ستم روا نہیں ہے دیوی جی.....سیوک رام کا لہجہ ترش تھا۔
رام جی.....ہم صاف صاف کہے دیتے ہیں.....یہ مسلمان بچہ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔لکشمی دیوی کے انداز میں نفرت کے شعلے لپکے
اوہو.....کیسے سمجھاؤں آپ کو.....دیوی جی.....درپن ہندو ہے اور ہندو ناری کی گود میں پرورش پا رہا ہے.....آپ یقین کیوں نہیں کرتی۔سیوک رام جھنجھلا سے گئے۔
مجھے اتفاق ہے آپ کی بات سے.....لیکن آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ بلند خان کا بچہ ہے اور مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔لکشمی دیوی نے الفاظ پر زور دیا۔
پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوگا.....جس ماحول میں بچہ پروان چڑھتا ہے.....وہی بنتا ہے۔درپن ہندو ماحول میں پرورش پا رہا ہے.....یہ مسلم کس طرح بن سکتا ہے۔ہندو دھرم سے سیوک رام نے بڑے وثوق سے کہا۔
لیکن اس کا جواب لکشمی دیوی کے پاس نہیں تھا۔لہٰذا خاموش رہی۔
دن گزرتے گئے۔فنکشن کے دن بہت قریب آچکے تھے۔بلکہ بہت ہی قریب۔ہر قسم کی تیاری مکمل تھی۔تقریب بہت ہی رنگا رنگ تھی۔یوں لگتا تھا جیسے ٹھاکر سیوک رام نے ساری دہلی کو ہی مدعو کرلیا تھا۔لکشمی دیوی کے میکے والے بھی بڑے تزک و احتشام سے آ چکے تھے۔بیگم جواہر لعل نے سوائے خود کے سب کو ہی سری نگر بھیج دیا تھا۔سوامی جی جو موجود تھے۔کاروبار کی ذمہ داری حسب دستور خود اٹھالی تھی۔وہ سنتوش کو اس خوشی سے محروم نہ رکھ سکتی تھیں.....کیونکہ اُشا کی اس میں خوشی پوشیدہ تھی کہ اس کے ساتھ سنتوش ضرور ہو۔وہ سنتوش سے والہانہ محبت کرتی تھی۔کیوں نہ کرتی سنتوش نے گڑھے سے نکال کر اسے اکاش کا چاند بنا دیا تھا۔
سب لوگوں نے خوب انجوائے کیا۔آنے والا ہر شخص خوش تھا۔اکثر لوگوں کا جانے کو جی نہ چاہ رہا تھا لیکن کارزار حیات کو سکوت نہیں ہے۔زندگی کو ٹھہراؤ نہیں.....زندگی متحرک ہی رہتی ہے۔بھاگنے والے منزل تک پہنچ جاتے ہیں جو ذرا رک کے وہ کچلا جاتا ہے

آہستہ آہستہ لال محل مہمانوں سے خالی ہونے لگا تھا۔ملازم محل کو نئے سرے سے درست کرنے کے لئے کمر باندھ چکے تھے۔اس ہنگامے میں محل میں بے ترتیبی اور بدنظمی سی پھیل گئی تھی۔کوئی چیز بھی اپنے مقام پر نہ تھی.....ہر چیز اتھل پتھل ہو چکی تھی۔
لان میں کرسیاں بچھی تھیں.....میٹھی میٹھی دھوپ کا مزہ لیا جا رہا تھا۔اُشا اور سنتوش پاس پاس بیٹھے تھے.....اس وقت لکشمی دیوی اکیلی نہیں۔سیوک رام آج کئی دنوں کے بعد آفس گئے تھے۔اس لئے موجود نہ تھے.....بچے اپنے رمیش ماموں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے۔
لکشمن.....ہمیں بھی اجازت دو جانے کی۔ سنتوش نے کہا۔
اجازت.....واپس دہلی جانے کی.....یہ کیسے ہو سکتا ہے بھیا.....لکشمی دیوی ایک دم اداس ہوگئی۔
بہنا.....تمہیں معلوم ہے کاروبار صرف ماتا جی سنبھالے ہوئے ہیں۔اب جانا بہت ضروری ہے۔سنتوش نے مجبوری ظاہر کی۔
ہاں ہاں.....لکشمی.....ہمیں جانا چاہئے.....ماتا جی اکیلی ہیں۔اُشا نے کہا۔
میں نہیں جانے دوں گی.....رہا سوال اکیلے رہنے کا.....تو ماتا جی عادی ہیں اکیلے رہنے کی۔لکشمی نے ٹال دیا۔
تمہاری بات بھی درست ہے.....پھر بھی اب کیا کریں گے رہ کر.....سنتوش نے حتمی اجازت چاہی۔
ابھی نہیں بھیا.....کچھ دن رک جائیے نا.....لکشمی دیوی نے منت بھرے لہجے میں کہا۔
سنتوش نے اُشا کی طرف دیکھا.....جیسے اجازت چاہتی ہو۔اُشا نے سر کو جنبش دی۔
ابھی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ رمیش دونوں بچوں کو لے کر آگیا۔جیجا جی.....آج کشمیر دیکھنے چلیں۔رمیش نے درخواست پیش کردی۔
تم پاگل تو نہیں ہوگئے.....حالات دیکھے ہیں کشمیر کے.....سنتوش کو غصہ آگیا۔
آپ کو حالات سے کیا.....رام جی کی گاڑی لے جائیے.....لکشمی نے مسکرا کر کہا۔
کشمیر کا کیا بنے گا.....اس قدر قتل و غارت.....اف.....اُشا نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔
اس میں بھارت کا قصور نہیں ہے.....یہ کشمیری آزادی کا نعرہ چھوڑ کیوں نہیں

دیتے..... یہاں ان کو کیا تکلیف ہے۔ لکشمی دیوی نے ناک سکیڑی۔

چلئے نا جیجا جی.......... رمیش نے اصرار کیا۔

چلتے ہیں..... سنتوش نے رضامندی ظاہر کی۔

بابا..... واجپائی کو کہو بڑی گاڑی نکالے۔

واجپائی نہیں ہے سرکار..... خانساماں برتن اٹھاتے بولا۔

کہاں ہے..... لکشمی نے کہا۔

وہ صاحب کو لینے گیا ہے دیوی جی..... خانساماں برتن سمیٹتے بولا۔

رگوناتھ ہے.....

لکشمی دیوی نے کہا۔

رگوناتھ ہے..... یہ کون ہے۔ اُشا بری طرح چونکی..... سنتوش نے بھی کان کھڑے کر لئے.....

دیدی..... کہیں وہ ہی رگو نہ ہو..... رمیش سہم سا گیا۔

اس کے ساتھ ہی سنتوش کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا..... اُشا اور رمیش نے سنتوش دیکھا۔ بارہ سال بیت گئے..... تم دونوں بہن بھائی کے دل سے رگو کا خوف نہ گیا۔

رگو کو بھیجو بابا..... نہ جانتے ہوئے بھی لکشمی ہنس دی۔

وہ ٹینا بی بی کی گاڑی صاف کر رہا ہے..... کہہ دوں گا' جاتے ہوئے بابا بولا۔

یہ ٹینا کون ہے۔ اُشا نے کہا۔

رام جی کے ملنے والوں میں سے ہے..... کشمیر پر سروے کرنے آئی ہے۔ لکشمی نے تھکے تھکے انداز میں ٹیک لگائی۔

ملٹری اسے کچھ نہ کہے گی۔ رمیش نے کہا۔

نہیں..... اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا..... حکومت کی اجازت سے آئی ہے۔

دیدی..... وہ دیکھو..... رگو ہی ہے..... دہلی سے یہاں کیسے آگیا۔ رمیش نے لان کے دروازے پر نظر ڈالی۔

سنتوش جی..... یہ تو واقعی رگو ہے۔ لکشمی نے بھی نظریں اٹھا کر دیکھا۔

سوکھا سڑا..... تنگ پاجامہ..... کھلے کرتے میں ملبوس لمبی بگلے کی طرح گر بکھرے اکڑائے بال چھوٹے ہوئے جس میں خاصی تعداد سفید بالوں کی تھی..... وہ

لمبے ڈگ بھرتا چلا آرہا تھا۔

ہاں..... یہ رگو ہی ہے..... سنتوش نے گہری نظر سے دیکھا۔

نمستے سرکار..... لیکن اس کے ساتھ رگو پوری طاقت سے چونک گیا.....

رگو تم..... یہاں..... اُشا عالم حیرت میں اتر گئی۔

ہاں میں رگو ہوں..... اور ٹھاکر سیوک رام جی کی چاکری کرتا ہوں۔ رگو نے ندامت بھرے انداز میں تعارف کروایا۔

کہاں گئی تیری جوانی..... وہ اکڑ..... وہ خود سری..... اُشا کو بات کرنے کا موقع مل گیا۔

سب ختم ہو گیا..... شراب نے گھر تباہ کر دیا..... پتا جی نے ایک دن اس قدر پی لی کہ پھر اٹھ نہ سکے اور اماں ان کی ارتھی کے ساتھ ہی چلی گئی..... ایسا دل کا دورہ پڑا کہ وہ جانبر نہ ہو سکی۔

اور آنند..... اُشا ایک دم بولی۔

آنند نے شادی کر لی..... اور ملک سے باہر چلا گیا..... کویتا پاگل ہو گئی۔ وہ پاگل خانے ہے اور رملا نے بھی کسی کے ہاں ملازمت کر لی ہے.....

اوہو..... اُشا نے آنکھیں صاف کیں۔

.....very sad

ساری دولت تم لوگوں نے اڑا دی۔ وہ دو لاکھ..... رمیش نے بھی جرات کی۔

فارغ بیٹھ کر وہ دولت اڑا دی..... وہ ہی پیسے کام آئے جو آنند نے باہر جانے کے لئے پتا جی سے وصول کئے۔ باقی سب شراب میں اڑ گئے..... بہت برا ہوا..... سنتوش نے کہا..... جو اُشا کو نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔

اُشا..... تم تو ویسی کی ویسی ہو..... بارہ سال پہلے کی اُشا سے بھی اچھی..... رگو نے [illegible] سے اُشا کے خوبصورت روشن چہرے کو دیکھا۔

اب تو نشہ نہیں کرتے۔ سنتوش نے کہا۔

اب کیا باقی رہا ہے..... بھگوان کا کرم ہے جو یہاں نوکری مل گئی ہے۔ رہنے کے لئے جگہ بھی..... روٹی بھی مل جاتی ہے۔ رگو نے تشکر آمیز نظریں لکشمی دیوی پر ڈالیں۔

کویتا کو کیا دکھ ملا جو اس کو اس قدر تکلیف پہنچی.....

چلو بچو..... اٹھو..... کھیلو تم..... رمیش لے جاؤ ان کو..... لکشمی نے رمیش کہا۔

اُشا خود نہ چاہتی تھی کہ بچے اس قسم کی باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سنیں۔ آؤ بچو..... رمیش نے آواز دی..... اور دونوں بچے بھاگ گئے۔

کویتا ایک لڑکے سے محبت کرنے لگی تھی..... اس نے شادی کا پیمان بھی کیا تھا..... مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ سدیش اچھا نوجوان نہیں ہے۔ میں نے بہت مارا پیٹا کویتا کو..... لیکن وہ اپنی ضد سے باز نہ آئی۔ سدیش نے محبت کا جھانسہ دے کر کویتا کی آبروریزی کی اور اسے گھر سے نکال دیا..... بس اس دن سے کویتا پاگل ہو گئی..... میں اکیلا تھا..... اس لئے کو پاگل خانے داخل کروانے کے بعد یہاں آ گیا۔ جب کبھی واپس جانا ہو گا..... معلوم کر گا.....

بہت دکھ ہوا..... اُشا نے آنکھیں صاف کیں۔ غم سے دل کٹ چکا تھا۔

ہمیں پتہ بتا دو..... کویتا کو ملنے ہم جائیں گے۔ اُشا اور سنتوش نے ایک ساتھ کہا۔

ٹھیک ہے۔

چند لمحے ماحول افسردہ رہا۔ ٹھہر کر رگو نے گاڑی نکالنے کو کہا۔ نہیں یار..... اب افسردہ ہو گیا ہے..... پھر سہی..... سنتوش نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

آپ تیاری کریں بابو جی..... یہ تو سدا کا روگ ہے..... رگو کے ویران چہرے پر اندوہ کی لاتعداد لکیریں ابھر آئیں۔ وہ زیادہ بوڑھا لگنے لگا تھا۔

اُشا کو بہت دکھ ہوا..... وہ بڑی پژمردہ دکھائی دینے لگی تھی۔

اُشا کو اس قدر حسین ترین سندر دیکھ کر رگو کو اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی۔ شراب نے اس کی کیا حالت کر دی تھی..... رات بھیگتی جا رہی تھی اور اس کی بے کلی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا..... ایک دم اس نے کروٹ لی اور چارپائی بری طرح لرز گئی..... بھگوان..... اس نے ہاتھ کو پیشانی پر مارا اور اٹھ بیٹھا..... یوں جیسے سارے بدن کی طنابیں کھنچ گئی ہوں..... وہ بری طرح سسک اٹھا..... مجبور، بے بس، لاچار..... وہ سوکھے ہوئے گھٹنوں میں سر دیے رو رہا تھا.....

ارے..... رگو..... کیا ہوا تمہیں.....

سسکی کی آواز سن کر گامو بابا کی آنکھ کھلی..... دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے

رگو..... یار کیا ہوا تمہیں..... یاد آ رہا ہے کوئی..... گامو تھک کر اس کے پاس بیٹھ گیا

کوئی نہیں گامو کس کو یاد کروں..... کوئی بھی تو نہیں ہے جس کو یاد کروں..... رگو کی چیخ نکل گئی..... وہ گامو کی گود میں چہرا چھپا کر تڑپ تڑپ کر رو دیا۔

رو لے..... غبار ڈھل جائے گا..... اور طبیعت کو تسکین مل جائے گی۔ راجو نے رگو کے سر پر ہاتھ پھیرا.....

چند لمحے وہ روتا رہا..... بلک بلک کر..... تڑپ تڑپ کر

گزرے لمحوں کا زہریلا پل اس کی روح کو ریزہ ریزہ کر رہا تھا..... وہ اتنا برا تھا..... جو ابھی تھی..... آسمان کا تارہ بن گئی..... میں برا تھا۔ دھرتی کا ایک حقیر ذرہ بھی نہیں رہا..... بلکہ گندی نالی کا رینگتا ہوا کیڑا.....

رگو نے سر اٹھایا..... اور گامو کے اطمینان بھرے چہرے کو بغور دیکھا۔

بتائے گا نہیں کچھ..... گامو نے مسکرا کر کہا۔

میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا..... صرف اتنا کہوں گا..... گاموں..... میں بہت برا ہوں..... گزرے وقت کی تلخیاں میرے وجود کو جلا کر راکھ کر رہی ہیں..... میرے اندر آگ جل رہی ہے..... میں جل رہا ہوں..... رگو نے جوش جذبات میں گامو کے شانے زور سے بھینچے..... اور سیدھا لیٹ گیا..... جیسے اب سکت باقی نہ رہی ہو..... اس کی بڑی بڑی چیخ رہی تھی..... لیکن اب وہ بے سدھ تھا..... گامو اٹھا.....

کہاں جا رہے ہو۔ رگو ایک دم سے چونکا۔

تمہارے لئے قہوا لانے جا رہا ہوں..... کشمیری قہوا پینے سے طبیعت سنبھل جائے گی

اچھا..... رگو نے صرف اتنا کہا اور کروٹ بدل لی.....

اُشا بارہ سال بعد بھی ویسی ہی تھی..... بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین..... وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور گامو دو کپ لئے داخل ہوا۔

اٹھ یار..... قہوا پی لے..... دل کو سکون تو ہو گا۔ رگو اٹھ کر بیٹھ گیا۔

لے گرم گرم حلق سے اُتار..... دیکھ لے..... میرے ہاتھ کا بنا ہوا قہوا۔ گامو نے کپ رگو کو تھماتے ہوئے کہا۔

تیرا شکریہ کیسے ادا کروں گامو۔ تیرے سوا اب میرا ہے ہی کون۔ رگو کو ہمدرد گامو ہی نظر آیا۔

بھگوان کو یاد کر چکے..... وہ سب کے ہیں۔ گامو نے ایک لمبا سا گھونٹ حلق سے دیا۔

کیا کروں..... ماضی بھولتا نہیں ہے..... اُشا پھر اپنا اجلا چہرا لئے اس کے سامنے گئی۔

دیکھو..... اگر تو تمہارا ماجی خوبصورت اور سندر ہے تو یاد کرو..... اگر رونے دھونے والا ہے تو دفعان کرو..... وہ سے بھول جاؤ..... گامو نے لاپرواہی سے ہاتھ جھٹکا۔

سندر ماضی کہاں ہے یار.....

تو پھر دفع کرو..... کیا فائدہ دل جلانے کا.....

گامو نے کپ قریبی میز پر رکھا اور لیٹنے کے لئے اپنے بستر پر چلا گیا۔

ہاں..... تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ گامو کی بات سن کر رگو نے بھی سونے کی کوشش کی۔

گاموں کی باتوں سے اسے کچھ کچھ تسکین تو ہو گئی..... لیکن وہ اُشا کو نہ بھول سکا۔ آج سے پہلے ایسا تو نہ تھا.... کاش اُشا کو نہ دیکھا ہوتا..... کیا کیا ہوائی قلعے بنایا کرتا تھا میں۔ سارے خواب ادھورے رہ گئے۔

دوسرے دن دس کا عمل ہو گا..... اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سنتوش، رمیش اور بچوں کے ساتھ باہر گئے تھے..... لکشمی دیوی ڈرائننگ روم میں مہمان عورتوں سے گپ شپ مار رہی تھیں۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز کمرے میں چل دیا

اس نے دستک دی۔ آؤ..... کون ہے..... اُشا نے کتاب بند کر دی۔

نمستے..... اُشا دیوی..... رگو نے اندر داخل ہوتے نہایت عاجزانہ انداز میں کہا

تم..... رگو..... کیسے آئے ہو۔ اُشا کو رحم سا آنے لگا۔

تمہیں ملنا چاہتا تھا..... برا تو نہیں لگا..... میرا اس طرح آنا..... وہ کچھ خوفزدہ سا ہو گیا۔

نہیں تو..... بیٹھو..... اُشا نے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

نہیں..... میں تمہارے برابر نہیں بیٹھ سکتا..... تم اب بڑی ہو..... رگو نہایت افسردگی سے بولا۔

نہیں رگو..... تم وہی ہو..... یہاں سب کو علم ہو چکا ہے کہ تم میرے چچازاد ہو، بھائی ہو میرے۔ وہ بولی۔

یہ تو ٹھیک ہے..... لیکن میری حیثیت ہی کیا ہے..... ایک آوارہ، برگ ناتواں تیز آندھی جہاں مرضی اڑا کر لے جائے۔ کاندھے پر لٹکے رومال سے رگو نے آنکھیں صاف کیں۔

تم ایسا کیوں سوچتے ہو رگو ناتھ..... اب سے پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔ وہ بالوں کو پشت کی جانب سمیٹ کر بولی۔

اب سے پہلے میں سب کچھ بھول چکا ہوں..... تمہیں دیکھ کر میرا ضمیر مجھے کچوکے مارنے لگا ہے۔ میں مر جانا چاہتا ہوں..... میں نے برا کیا ہے.....

دیدی..... رگو ایک دم چونک گیا۔

اور رگو کو دیکھ کر رمیش کے تن بدن میں آگ سی بھڑک اٹھی۔

تم..... یہاں..... دیدی کے پاس..... رمیش زبردست رکیک انداز میں بولا۔

رمیش..... یہ رگو ہے..... چچازاد..... اُشا نے رمیش کو ڈانٹا۔

جانتا ہوں..... کیا اس کی شقاوت بھول گئی ہیں آپ..... کتنے ظلم کیے ہیں اس نے ہمارے ساتھ..... رگو خاموش تھا..... جیسے قوت گویائی سلب ہو چکی ہو.....

یہ سزا پا چکا ہے..... تم مت اس کے بارے میں کچھ کہو۔ اُشا کو رحم آ رہا تھا اور دکھ بھی۔

ہنہ..... رمیش اپنی دانست میں رگو کے وجود کو روندتا ہوا باہر نکل گیا۔

رمیش کی بات کا برا نہ منانا رگو..... تمہیں معلوم ہے نا یہ احمق ہے۔ اُشا نے رگو کے دل کو رمیش کی وجہ سے صاف کرنا چاہا۔

جانتا ہوں..... رمیش بھی درست کہتا ہے..... کس کس ظلم کا حساب دوں گا..... بھگوان مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے..... میں اس حال کو پہنچا ہوں تو صرف اپنے پاپ کی وجہ سے..... میں پاپی ہوں۔

بھول جاؤ رگو..... بھگوان سے اپنے پاپ کی معافی مانگو..... وہ معاف کر دیں گے۔ اُشا نے رگو کی طرف دیکھا.....

میں لکشمی سے کہہ کر تمہیں کوئی اور ملازمت پر رکھوا دوں گی..... اُشا کو رگو پر بہت رحم آ رہا تھا..... کہاں تو خود پانی نہ پیتا تھا..... اور اب ٹھاکر سیوک رام کے محل میں جھوٹے برتن مانجھتا ہے..... وہ کھو گئی۔ غم سے سینہ پاش ہو گیا۔ کیا سوچنے لگی۔

ہاں..... کچھ نہیں..... تمہاری نوکری کی بات کروں گی۔ اُشا نے پھر کہا۔

اور کیا نوکری کروں گا..... پڑھا لکھا تو ہوں نہیں..... برتن نہ مانجھوں گا تو جوتے صاف کرلوں گا..... اور میں کچھ نہیں کرسکتا۔

وہ بڑا مایوس لگ رہا تھا۔ اب جاؤ تم..... میں تمہارے لئے سوچوں گی..... اُشا نے مطمئن کیا۔

اچھا..... وہ کہتا ہوا باہر نکل آیا.....

رگو..... تم..... دونوں بچوں کے ہاتھوں کو تھامے سنتوش دروازے میں ہی مل گئے۔

وہ جی..... اُشا دیوی نے بلایا تھا..... میں..... سنتوش کو دیکھتے ہی رگو کی گھگی بندھ گئی۔

اچھا..... اچھا..... سنتوش نے سر کو جھٹکا دیا..... سنو رگو دوبارہ جاتے رگو کو سنتوش نے پکارا۔

جی سنتوش جی..... گامو بابا سے چائے بنوالاؤ..... بڑی طلب ہو رہی ہے۔

بہتر سرکار..... رگو نے مودب آگے بڑھ گیا اور سنتوش اندر داخل ہوئے.....

اُشا دیوی..... رگو کو زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں..... بڑی ہمدردی ہو چکی ہے..... سنتوش اندر جاتے ہی ترش روئی سے بولے۔

وہ خود آگیا..... میں نے تو اسے نہیں بلایا۔ اُشا نے غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

میں جانتا ہوں..... وہ جناب سے ملاقات کے بہانے تلاش کر رہا تھا..... اور گزشتہ زیادتیوں کی معافی مانگ رہا ہوگا۔ سنتوش نے دھپ سے صوفے پر بیٹھتے ہی کہا۔

بچو..... چلو رمیش ماموں کے پاس.....

دونوں بچے بھاگ گئے.....

اُشا نے دیکھا کہ سنتوش غصے میں ہے..... اس لئے بچوں کے سامنے کچھ بھی مناسب نہ سمجھا

اب کہئے..... کیا ارشاد ہے۔ اُشا نے سنتوش کے شانے پر اپنی تھوڑی رکھ دی۔

تم مجھے بڑی عزیز ہو..... اور اس لئے بھی کہ میرے بچوں کی ماں ہو..... میں اس شخص کے ہاتھوں تمہیں اور مصیبت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ سنتوش نے اُشا کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

اب تو وہ ختم ہو چکا ہے۔ کچھ نہیں رہا اس کے پاس..... اُشا نے افسردگی سے کہا۔

وہ سانپ ہے..... اور اس کے پاس زہر کی ایک پوٹلی ہے..... جس سے وہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے..... وہ ڈسنے سے باز نہیں آسکتا۔ سنتوش نے بڑی محبت سے اُشا کو اپنے سے علیحدہ کیا۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں..... جان سنتوش..... سنتوش نے اُشا کی طرف دیکھا۔

ہاں دیدی..... جیجا جی بالکل ٹھیک کہتے ہیں..... رگو تو سانپ ہے..... ڈسنا اس کی عادت ہے جیجا جی..... رمیش نے پوری طرح سنتوش کی بات سے اتفاق کیا۔

تمہارے من سے بیر نہیں نکلے گا..... بچے کہاں ہیں۔ اُشا کو رمیش کی مداخلت اچھی نہ لگی۔

بچے ڈرائینگ روم میں رام جی اور دیوی جی کے پاس ہیں..... جیجا جی بہت محبت کرتے ہیں بچوں سے۔ سنتوش مسکرا دیئے۔

ہاں..... لکشمی تو کہتی تھی کہ تمام تعطیلات بچوں کو یہیں رہنے دیں..... اُشا نے کہا۔

ہم خود بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتے..... ایک چھوٹی سی جنت ہے ہماری..... سنتوش نے اُشا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور دوسرے لمحے رمیش باہر نکل گیا۔

سنتوش جی..... اُشا نے کچھ سوچ کر کہا۔

فرمائیے..... وہ ہمہ تن گوش ہوتے بولا۔

اب کیا کرنا چاہئے..... رگو کو مجھ سے بات کرنے کی یا ملنے کی ممانعت تو نہیں..... اُشا نے متفکر سا انداز اپنایا..... اگر وہ.....

اوہو..... یہی بھوت ابھی تک تمہارے دماغ پر سوار ہے..... سنتوش جھلا گیا۔

میرا مطلب ہے کہ اب اس کو میرا علم ہو گیا ہے..... میں تو ڈر گئی ہوں..... اُشا کے ذہن میں ماضی کا ظالم و جابر شرابی رگو گھومنے لگا۔

ارے بھئی..... اس نے کرنا کیا ہے..... میں تو یونہی جناب کو خبردار کر رہا تھا کہ وہ آدمی اچھا نہیں ہے..... بس ذرا ملنے سے گریز کیا جائے.....

ٹھیک ہے.....

کھانا تیار ہے صاحب۔ گامو نے پردے کی اوٹ سے اطلاع دی۔

گامو اندر آجاؤ..... بہتر سرکار..... گامو پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

باہر کیوں کھڑے تھے..... اندر آجاتے..... سنتوش بولا۔

ہم ایسا نہیں کرتے بابو جی..... بغیر اجازت نہیں داخل ہوتے۔ گامو نے مسکرا کر کہا۔

سنتوش نے حیرت سے اُشا کی طرف دیکھا۔

کھانا گرم ہے سرکار..... دیوی جی اور رام جی دونوں بلا رہے ہیں.....

چلو ہم آرہے ہیں۔ اُشا نے کہا اور سنتوش کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔

سنتوش..... بھئی بچوں کو چند دن اور رہنے دو۔ رام جی نے محبت سے اجے کو دیکھا۔

جیجا جی..... ان کی پڑھائی کا حرج ہو گا۔ اُشا مسکرا کر بولی۔

پڑھائی تو بچے کر ہی لیں گے..... ذرا ان سے محل میں رونق رہے گی۔ لکشمی دیوی نے پیاری سی شیتل کو دیکھا۔

سنتوش نے اُشا کو دیکھا۔

جیجا جی..... آپ کا کہا سر آنکھوں پر..... لیکن میں اب پریشان سا ہو گیا ہوں۔ سنتوش نے کہا۔

پریشان..... کیسی پریشانی۔ سیوک رام کے ساتھ لکشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

رگو کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ کس موڑ پر سامنا ہو گیا ہے۔ سنتوش کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ محسوس ہوا۔

بھئی فکر نہ کرو..... ہمارے بچے ہماری نگرانی میں رہیں گے۔ اور اسی خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا۔

☆ ○ ☆

کچھ ماہ بعد لکشمی دیوی کو قدرت نے ایک حسین ترین بیٹے سے نوازا..... راج کمار گول مٹول پیارا بچہ تھا..... حسن کی لازوال دولت راجکمار نے اپنے پتا اور ماما سے وصول کر لی تھی..... راجکمار کی ولادت پر سیوک رام نے غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کو کپڑے، پیسے اور کھانا تقسیم کیا..... لکشمی دیوی بہت خوش تھی۔ اس پر مسرت موقع پر برادری کے تمام لوگ ہی موجود تھے۔ سنتوش، اُشا اور بچے بھی موجود تھے..... بیٹی کے گھر میں اتنی بڑی خوشی ہو اور بیگم جواہر لعل نہ آتیں۔ سب لوگوں نے راجکمار کی صورت میں سکون اور اطمینان پالیا تھا۔ بیگم جواہر لعل کو بھی گوناگوں تسکین اور اطمینان سا ہو چلا تھا۔ جو بات ان کو رات دن ناگ بن کر ڈستی رہتی تھی..... راجکمار کی پیدائش پر ختم ہو چکی تھی..... اب وہ اپنی لاڈلی چہیتی بیٹی کے لئے مطمئن تھیں۔

اس طرح کئی چاند ابھرے..... اپنی تابانیوں سے کائنات کو منور کرتے رہے۔ بھگوان نے بیٹے کے بعد لکشمی دیوی کو پھر ایک بیٹی عطا کی..... لالہ سیوک رام کی مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ بیٹی کی پیدائش پر انہوں نے جی کھول کر خرچ کیا۔ اکثر ہندو پنڈتوں نے کہا

سیوک رام جی.....

فرمایئے..... پنڈت جی

سیوک رام ڈرائنگ روم میں بیٹھے دوسرے آنے والے مہمان سے بات کرتے چونکے۔ بیٹی کے جنم پر اتنی خوشی کا اظہار..... ہمارے مذہب میں تو ایسا نہیں ہے۔ پنڈت جی نے اپنی لرزتی آنکھوں کو عجیب انداز میں گھمایا۔

خوشی یا غم کا اظہار تو کسی مذہب میں نہیں لاگو۔ پنڈت جی..... سیوک رام نے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھتے مسکرا کر کہا۔

میں مانتا ہوں..... لیکن آپ کو ہندو ہونے کے ناطے یہ بات زیب نہیں دیتی۔ پنڈت جی سنجیدہ ہو گئے۔

آپ کھل کر بات کریں..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام کو حیرت ہوئی۔
بات یہ ہے کہ رام جی کہ ہندو مذہب میں لڑکی پیدا ہو..... اور اس قدر خوشی کا اظہار..... آپ نے تو حد کر دی رام جی..... رام..... رام..... مجبوراً پنڈت جی کو کہنا پڑا۔
اچھا..... میں سمجھا..... آپ درست فرماتے ہیں..... میرے نزدیک بیٹا اور بیٹی بھگوان کی ہی دین ہے..... دونوں ہی اس کی عظیم نعمتیں ہیں..... تو پھر خوشی کا اظہار کیوں نہ کرو۔ سیوک رام کو پنڈت جی کی بات اچھی نہ لگی..... اس لئے وہ بڑی بے باکی سے کہہ گئے.....
اگر آپ کی بات درست ہوتی تو عورت کو ستی کا حکم کیوں ہوتا..... پنڈت جی نے دلائل سے کام لیا۔
یہ سب ہمارے اپنے خیالات اور خود ساختہ رسومات ہیں۔ اپنی بنائی ہوئی سیوک رام ناگوار لہجے میں بولے۔
آپ اپنے دھرم سے کیوں پھر رہے ہیں سیوک رام جی..... ہندو دھرم میں ناری کو کہاں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ناری تو ناری ہے..... پنڈت جی اپنی بات پر اڑے رہے..... سیوک رام شاید بہت آگے تہذیب و تمدن میں جا چکے تھے..... وہ پنڈت جی کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ قصہ مختصر بات چائے پر ختم ہو گئی..... خانساماں نے معہ لوازمات کے جب ٹرالی ڈرائینگ روم میں ان دونوں کے سامنے رکھی۔
حالات کا چکر چلتا رہا..... موسموں کا تغیر و تبدل یونہی اپنے اپنے راستوں پر گامزن رہا..... کئی چاند ابھرے اور اپنی چاندنی دیکھ کر تاریک راتوں کو اماوس بنا گئے..... مشرق کی گود سے ہر روز ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا۔ دنیا کے ہر نفوس کو کارزار حیات کے نشیب و فراز میں دھکیل کر روپوش ہو جاتا..... راجکمار اور رتن بھی انگریز گورنس مس ایلی کی سرکردگی میں بہترین تربیت پاتے رہے..... چنانچہ دس سال بیت گئے..... راجکمار پورے دس برس کا اور رتن اس سے چار سال چھوٹی تھی..... چھ سال کی رتن گول مٹول بے حد پیاری..... جو بھی دیکھتا دل و جان سے چاہنے لگتا۔ دلکش خدوخال انار کی طرح سرخی جھلکتی رخساروں پر اس نے یہ سب کچھ لکشمی دیوی سے لیا تھا اور راجکمار بے حد توانا اور خوبصورت صحت مند بچہ تھا..... دیکھنے میں ہو بہو سیوک رام کا بچپن نظر آتا تھا۔
شام پانچ کا عمل ہو گا..... موسم قدرے ٹھنڈا تھا..... گورنس بچوں کو تیار کر کے لان

میں لے آئی..... ملازم خوبصورت آرائشی میز پر چائے اور انواع و اقسام کی اشیاء رکھ کر خالی ٹرے واپس لے گیا تھا۔ رتن نے ادھر ادھر دیکھا اور گورنس کا ہاتھ چھڑا کر لان کے بڑے دروازے کی طرف بھاگ گئی۔ رتی..... گورنس ایلی نے ایک دم پکارا..... لیکن وہ زینہ چڑھ چکی تھی
مس ایلی..... رتی کہاں ہے۔ لکشمی دیوی اور سیوک رام ایک ساتھ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
ماما..... رتی پوجا آنٹی کے پاس گئی ہے..... میں بھی جا رہا ہوں..... راجکمار نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔
ٹھہرو..... نہیں جانا..... میں رتی کو بلاتی ہوں..... لکشمی دیوی نے ناگواری کا اظہار کیا۔
جانے دو بھئی..... درپن بھی ہمارا بیٹا ہے..... جاؤ بیٹا..... سیوک رام نے پکارا.....
درپن ہمارا بیٹا نہیں ہے.....
راجکمار رک کر سننے لگا.....
کیا کہہ رہی ہیں آپ..... بچے کے دل میں وسوسہ مت ڈالئے دیوی جی..... کیا درپن میرا بھائی نہیں ہے..... وہ واپس پلٹ آیا..... راجکمار ورطہ حیرت میں اتر گیا.....
آئیے..... ہم کرکٹ کھیلتے ہیں۔ گورنس نے راجکمار کو بازو سے پکڑا اور گراؤنڈ میں لے گئی۔
تمہیں معلوم ہے کہ درپن کی ولدیت میری ہے۔ سیوک رام کو غصہ آ گیا۔
معلوم ہے..... لیکن رام جی ولدیت لکھنے سے درپن آپ کا بیٹا تو نہیں بن سکتا..... لکشمی دیوی نے دور سامنے گورنس کو راجکمار کے ساتھ کرکٹ کھیلتے دیکھ کر کہا۔
او ہو..... یہ امتیاز تینوں بچوں میں تفرقہ ڈال دے گا۔ سیوک رام دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔
آپ سمجھتے کیوں نہیں..... اگر درپن مسلم خون نہ ہوتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ لکشمی دیوی نے پھر وہ فقرہ کہہ دیا جو ہمیشہ سے کہتی آئی تھی۔
یہ سب آپ کے اندر کا چور ہے..... ورنہ اب تو ایسی بات ہی نہیں ہے۔ سیوک رام

نے کہا۔

ایک دھڑکا سا ہے..... جو میری روح قفل کیے ہوئے ہے۔ لکشمی دیوی نے نڈھال ہوتے سر کو پشت کی جانب کرسی پر رکھ دیا۔

Relackes..... ختم کیجئے بات کو..... بتایئے ہماری گڑیا کہاں ہے۔ بیٹی کو ہمیشہ پیار سے گڑیا کہتے تھے۔

وہ آتے ہی بھاگ گئی..... ایلی نے کہا کہ وہ پوجا کے پاس گئی ہے۔

لکشمی دیوی حسب عادت ناک چڑھا کر بولیں..... درپن کی وجہ سے ان کو پوجا بھی اچھی نہ لگتی تھی۔

ادھر ٹھک سے دروازہ کھلا اور کام کرتے درپن چونک گیا۔

پوجاماں..... آندھی آگئی..... درپن نے رتن کو دیکھ کر اپنی کتابیں سمیٹ لیں۔

میری رتی آئی ہے۔ پوجا کچن سے باہر نکلی

نمستے پوجاماں..... ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر رتن مسکرائی.....

آؤ رتی..... ڈرائینگ روم میں..... پوجاماں نے غضب کے سموسے اور نمک پارے بنائے ہیں..... درپن صوفے سے اٹھتے ہوا مسکرایا۔

سچ کہہ رہے ہو درپن..... کیوں پوجاماں..... وہ مسرت سے بھرپور انداز میں بولی۔

ہاں ہاں..... تم لوگ ڈرائینگ روم میں چلو..... میں چائے لاتی ہوں..... وہ واپس کچن میں داخل ہو گئی۔

رتن نے درپن کا ہاتھ پکڑا اور ڈرائینگ روم کی طرف چل دیئے۔ مجھے بٹھا دو نہ درپن..... وہ کرسی کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

ہاں..... یہ لو..... ٹھیک ہے۔ درپن نے نہایت پیار سے رتن کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کرسی پر بیٹھا دیا۔ لو کھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے..... وہ سموسوں کی ڈش رتن کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

تم بھی کھاؤ..... وہ ایک سموسہ اٹھاتے بولی۔

ہاں ہاں..... میں بھی کھاؤں گا..... درپن نے ایک سموسہ اٹھالیا۔

لو بیٹا..... چائے لے آئی ہوں..... پوجا نے ٹرے میز پر رکھ دی۔

رتی بیٹی..... چائے پیو گی۔ پوجا نے بڑے پیار سے کہا۔

نہیں پوجاماں..... بس یہ ہی ٹھیک ہے۔ وہ بڑی رغبت سے سموسے کھاتی رہی۔

چائے سے فراغت پاتے ہی رتن نے درپن کی طرف دیکھا۔ آؤ..... کیرم کھیلیں۔ وہ کرسی سے اترتے ہوئے بولی۔

نہیں..... رتی..... میں اب پڑھوں گا..... درپن نے بغور اس سفید بھورے بالوں والی گڑیا کو دیکھا۔

میں تو نہیں پڑھتی وہ درپن کے پاس چلی گئی۔

تم چھوٹی ہو نا..... جب بڑی ہو جاؤ گی..... تو تم بھی پڑھا کرو گی۔ درپن نے رتن کے الجھے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سلجھایا۔

پوجاماں..... پڑھتے کیوں ہیں۔ رتن نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

بیٹا..... پڑھائی جہالت دور کرتی ہے..... ان کتابوں میں علم ہے..... اور ہمیں علم حاصل کرنا چاہیئے۔ پوجا نے درپن کی ایک کتاب اٹھا کر رتن کو دکھائی۔

ایک دم ملازمہ اندر آئی۔ رتی بی بی..... چلو بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں..... ملازمہ نے رتن کے پاس جاتے کہا۔

ماما بلا رہی ہیں۔ درپن نے کہا..... وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح ماما ہی کہتا تھا۔

پوجاماں..... رتی بی بی کو میرے ساتھ بھیج دو نا۔ ملازمہ بڑی عاجزی سے بولی۔

نہیں جاتے ہم..... ہم کھیلیں گے درپن کے ساتھ..... رتن ایک دم درپن کے پاس کھڑی ہو گئی۔

پوجا ہنس دی۔

شکنتلا..... تم جاؤ..... میں لے آتی ہوں۔ پوجا نے درپن سے چپکی تیز تیز سانس لیتی رتن کو بڑی محبت سے دیکھا

نہیں جاؤں گی پوجاماں..... نہیں جاؤں گی..... وہ بھاگ کر صوفے پر چڑھ گئی۔

شکنتلا..... تم جاؤ..... میں لے آؤں گی..... ٹھیک ہے..... پوجا نے کہا۔

ہاں..... پوجاماں..... ہم چھوڑ آئیں گے رتی کو..... میں جا رہی ہوں۔ شکنتلا کہتی ہوئی پلٹ گئی۔

آؤ..... درپن کیرم کھیلیں۔ وہ کمرے کے ایک کونے سے کیرم گھسیٹتے ہوئی بولی۔

درپن نے بڑی بے بسی سے پوجا کی طرف دیکھا..... جس کا مطلب تھا کہ میں کیا

کروں۔

کھیل لو..... بجی ہے..... پوجا نے کہتے ہوئے درمیانی جگہ پر قالین پر کیرم رکھ دیا۔ درپن میں جیتوں گی نا..... وہ گوٹ کو اپنی نازک انگلیوں سے ٹھوکر مار کر بولی۔

ہاں ..... تم ہی جیتو گی ..... تمہارا جیتنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ درپن محبت سے بولا..... درپن نے جان بوجھ کر گوٹ کو کوہن کے ساتھ ٹکرایا.....

اور رتن نے بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ کوہن کو خانے میں ڈال دیا۔

میں جیت گئی..... میں جیت گئی..... پوجا ماں میں جیت گئی..... وہ تالیاں بجاتی درپن کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں..... رتی تم جیت گئی ہو..... اور میں ہار گیا۔ درپن نے ہنستے ہوئے پوجا کی جانب دیکھا۔ پوجا بھی ہنستی رہی

اس طرح بڑے ہی خوشگوار ماحول میں نصف گھنٹہ بیت گیا۔ ارے..... بہت وقت ہو گیا..... پوجا نے سامنے وال کلاک کی طرف چونک کر دیکھا۔

درپن نے پوجا کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور کھیل بند کر دیا۔ وہ پوجا کی آنکھ کا اشارہ جان چکا تھا۔

کیا ہوا..... اب نہیں کھیلو گے۔ وہ ہاتھ روکتے ہوئے بولی۔ نہیں ..... اب چلتے ہیں ..... وہ بڑی اپنایت سے بولا۔

اچھا..... گھوڑا بنو..... میں تمہارے کندھوں پر بیٹھوں گی..... وہ حسب عادت درپن کے کاندھوں پر بیٹھنے کی فرمائش کرنے لگی۔

بیٹا..... گر جاؤ گی..... اب آپ بڑی ہو گئی ہیں..... پوجا نے رتن سمیٹتے پیار سے کہا۔

کہاں بڑی ہوں پوجا ماں..... درپن تو مجھ سے اتنا بڑا ہے۔ وہ ہاتھ سے اپنا اور درپن کے قد کا موازنہ کرنے لگی.....

درپن گورا چٹا خوبصورت توانا بدن کا خوبصورت بچہ تھا..... اپنی تیرہ سالہ عمر سے قد و قامت کہیں زیادہ نکال چکا تھا..... اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں ہر وقت رتن کی محبت کا عکس نظر آتا تھا۔ وہ اس کی کسی خواہش کو رد کرنا نہیں چاہتا تھا۔

آؤ رتی۔ بیٹھو میرے کاندھوں پر۔ وہ پاؤں کے بل قالین پر بیٹھ گیا..... پوجا نے رتی کو اٹھا کر درپن کے کندھوں پر بٹھا دیا.....

چل میرے گھوڑے ٹک ٹک..... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کے بال پکڑتے بولی۔ نہ بیٹا..... تکلیف ہوتی ہے نا بال پکڑنے سے..... پوجا ماں..... میں زور سے نہیں پکڑتی نا..... وہ بالوں پر سختی نرم کرتے بولی۔

کچھ نہیں ہوتا پوجا ماں..... اس کے پکڑنے سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ پوجا ماں کو مطمئن کرنے لگا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ پوجا پرے ہٹ گئی..... اور درپن بڑے محتاط انداز میں لان میں اتر گیا۔

یہ..... یہ کیا بدتمیزی ہے..... گر جاؤ گی نا..... لکشمی دیوی بری طرح تڑپی

نہیں گرتی ماما..... درپن تو گھوڑا ہے..... نہیں گراتا مجھے۔ وہ شانوں پر اچھلتے ہوئے بولی۔

گرا دے گا جانو..... لکشمی دیوی ایک دم رتن کو درپن کے کاندھوں سے نیچے اتروا لیا۔ سیوک رام صرف دیکھتے رہے..... ان کو درپن کس قدر سلجھا اور سمجھ دار بچہ نظر آ رہا تھا۔ وہ ابھی سے دلکش شخصیت کا مالک تھا..... جب نوجوان ہو جائے گا تو نہ جانے کیسا ہو۔ رتن کو اتار کر درپن پلٹا.....

درپن..... سیوک رام نے پکارا۔

جی بابا..... وہ پلٹ کر بڑے مودب لہجے میں بولا۔

بیٹھو بیٹا..... چائے پیو گے..... بابا جانی..... ہم نے سمو سے کھائے اور چائے بھی پی..... اور ہاں پوجا ماں نے وہ..... وہ کیا ہوتی ہیں۔ دہی پھلکیاں بھی بنائی تھیں..... درپن نے فوراً رتن کی مشکل آسان کر دی۔

ہاں..... یہی یہی..... وہ لکشمی کی گود میں اچھلی

Very Good..... سیوک رام مسرت بھرے انداز میں بولے۔ اب اجازت ہے بابا..... درپن نے کہا۔

بیٹھو گے نہیں..... سیوک رام بولے۔

کام بہت ہے..... پوجا ماں نے جلد آنے کو کہا تھا۔ وہ معذرت خواہی کے لہجے میں بولا..... وہ زیرک بچہ تھا..... لکشمی دیوی کا چہرا بتا رہا تھا کہ اس کا وجود انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اچھا بھئی..... جیسا تم چاہو..... سیوک رام نے کہا۔

اور وہ نمستے کرتا ہوا لوٹ گیا۔

رتن درپن کے جاتے ہی گورنس ایلی کے پاس بھاگ گئی.... جہاں راجکمار اس کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا۔

دیوی جی.... سیوک رام نے ارد گرد نگاہیں گھمائیں کہ کوئی سن نہ لے۔ ویسے لہجے میں اسرار پوشیدہ تھا۔

فرمایئے.... لکشمی دیوی نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ درپن سے اکھڑی اکھڑی رہتی ہیں.... بلکہ بچپن سے اب تک آپ نے اس معصوم بچے کو قبول نہیں کیا۔ وہ بیوی کے لئے نرم رویہ ہی اختیار کئے ہوئے تھے۔

وہ میرے محل میں رہ رہا ہے.... ابھی بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے قبول نہیں کیا۔ لکشمی دیوی شکوہ کرنے والے انداز میں مسکرائی۔

یہ کیا بات ہوئی.... یہ گھر اس کا بھی ہے.... وہ ہمارے بچوں کی طرح ہے.... سیوک رام کو اچھا نہ لگا۔

بچوں کی طرح ہے لیکن ہمارا بچہ نہیں ہے۔ لکشمی دیوی ایک دم سیدھی ہو کر بولی۔

درپن سے اس طرح خائف ہونے کی وجہ؟.... وہ چونکے

آپ کو معلوم ہے.... وہ مسلمان ہے.... اس کی رگوں میں کشمیری خون ہے۔ جس طرح مسلمان نے اتنے سال تحریک چلائی اور ایک علیحدہ ملک بنا لیا.... کیا یہ نہ ایسا کریں گے.... لکشمی دیوی نے دور کوئی گولہ پھٹنے کی آواز سنی....

سیوک رام دہل گئے۔ یہ.... یہ سب کیا ہے.... مجاہدین جنگ کر رہے ہیں... جنتا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ رات دن کے ہنگاموں نے جینا حرام کر دیا ہے.. دیوی وطن پرست نظر آنے لگی تھیں۔

خیر.... اس طرح کشمیر واپس نہیں ہو سکتا.... یہ تو اٹوٹ انگ ہے بھارت کا۔ وہ بولے....

درپن بھی وہی ہے.... تھوڑی بہت تخریب کاری تو ہو گی.... اسی کا ہے.... دیوی نے کہا۔

اپنے آپ کو ارد گرد کے غموں سے آزاد رکھیئے.... اور کسی ٹین شین کو دل میں جگہ دیں.... صحت کا خیال کیجئے.... سیوک رام کو اپنی پتنی کی صحت کا بڑا خیال رہتا تھا۔

میری صحت کیا خاک رہے گی.... جب یہ کشمیری مسلمان میرے سامنے پرورش پا رہا ہے۔ وہ جھلا کر بولی۔

ایسا مت سوچیں.... درپن ہمارا ہے.... آپ اس کو کشمیری مت سمجھیں۔ سیوک رام نے اطمینان دلایا۔

میں صاف صاف کہے دیتی ہوں.... مجھے درپن ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ لکشمی نے بڑی ناگواری سے سر کو جنبش دی۔

مت ایسا سوچیں.... درپن جس ماحول میں پل رہا ہے۔ اب وہ کشمیری ہے نا مسلم.... وہ صرف ہندو ہے.... ہندو دھرم کا جنم ہے اس کا۔

میرا من ماننے کو تیار نہیں ہوتا.... رام جی۔ لکشمی دیوی بڑی معذوری سے بولی۔

دیوی جی.... درپن بڑا مبارک ہے دیوی جی.... اس کی وجہ سے ہمارے شبستان حیات کا چراغ روشن ہوا.... اگر یہ نہ ہوتا تو وہ آرزو گل رہتا.... ہم بے اولاد رہتے۔ سیوک رام نے درپن کی اہمیت کا اندازہ جتا دیا۔

جانے بھی دیجئے.... یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے رام جی.... کسی شخص کا ہماری حیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا.... اپنے جیون کے ساتھ اس قسم کی باتیں منسوب کر لینا سب دقیانوسی ہیں رام جی....

سیوک رام نے اضطرابیت سے بھرپور چہرا دوسری طرف کرتے دور راجکمار اور رتن کو دیکھا جو گورنس ایلی سے نہ جانے کیا ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کر رہے تھے۔

سیوک رام نے پلٹ کر لکشمی دیوی کو دیکھا.... ناگواری کے تاثرات اب بھی اس کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں جھلک رہے تھے اور سیوک رام کو اپنی بیوی سے بے حد محبت تھی۔

ہمیں درپن اچھا نہیں لگتا۔ وہ بیزاری سے بولیں۔

کیا کریں.... ہم آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے۔

آپ درپن کو کہیں اور شفٹ کر دیں۔ وہ پھر حسب عادت فرعونیت پر اتر آئی۔

کیا مطلب ہے آپ کا.... یعنی کہ.... محل سے کہیں اور.... وہ چونکے....

ہاں.... پوجا اور درپن کو سری نگر میں کہیں بھی.... بے شک اخراجات کی کمی نہ ہونے دیں۔

یہ.... یہ تو بری بات ہے دیوی جی.... ملٹری والے درپن کو مار دیں گے۔ سیوک ر
کے اندر وسوسے جنم لینے لگے۔

یہی تو بات ہے.... وہ کشمیری نظر آتا ہے.... ہندو نہیں.... لکشمی دیوی نے یقین دلانے کی کوشش کی۔

وہ اداس اور اضطرار کی حالت میں کھڑے ہو گئے.... ان کے چہرے پر کئی رنگ نمودار ہوتے اور پھر دوسرے جگہ لے لیتے....

لکشمی دیوی نے بغور اپنے رحم دل پتی کی طرف دیکھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ درپن سے سیوک رام بہت محبت کرتے ہیں.... ایسا نہ ہو کہ راجکمار کی جائیداد کا نصف وہ درپن کو دے دیں.... درپن سے لکشمی دیوی کو بہت سے خدشات تھے۔ وہ جب بھی سوچتیں.. دور بین نظر سے سوچتیں۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ درپن اور رتن آپس میں کس قدر محبت کرتے ہیں.... بے شک بچے ہیں مبادہ کہ آئندہ کوئی مصیبت پڑنے کا امکان ہو سکتا ہے۔

.... لکشمی دیوی نے نگاہیں اٹھا کر سیوک رام کی طرف دیکھا.... وہ خاموش ہاتھوں کو پشت کی جانب باندھے چپ چاپ کھڑے تھے۔

آپ کیا سوچنے لگے ہیں:.... لکشمی دیوی نے دیکھا وہ پریشان لگ رہے تھے۔

جان من.... بڑا طویل سفر ہے.... آپ ابھی سے گھبرا گئیں.... وہ لجاجت بھرے لہجے میں بولے۔

کیا کروں.... رام جی.... میرے من کے اندر بڑے اندیشے جنم لیتے ہیں.... یہ لڑ
کہیں ہمارے لئے مصیبت کا باعث نہ بنے.... لکشمی دیوی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

یہ آپ کے دل کی آواز ہے دیوی جی.... حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ پر امن باپ کا بیٹا۔ وہ الفاظ میں زور لگا کر لکشمی دیوی کو یقین دلانے لگے۔

ایسا ہو سکتا ہے رام جی.... پر امن تو تھا ہی.... وہ پھر بولیں

دیوی جی.... درپن ہمارے بچوں کی طرح ہے.... وہ اپنے باپ کی طرح...
والا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ بھی درست ہے.... رہی بات جائیداد کی بات تو بلند خان نے اپنے تحفظ کے لئے جائیداد آپ کے نام لگا دی تھی.... ورنہ ملٹری والے اس کے ساتھ اس کی جائیداد قبضے میں کر لیتے۔

اس قصے کو آپ چھوڑیں.... درپن کو اپنی ٹین شین مت بنائیے۔ وہ گھر کے ماحول کو
گندہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

بس آپ درپن کو ادھر آنے سے روک دیجئے.... لکشمی دیوی نے دو ٹوک بات کہہ

ٹھیک ہے.... ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف دینا نہیں چاہتے.... آج ہی کوئی مناسب
قع دیکھ کر پوجا کو منع کر دیں گے.... کھانا وغیرہ تو پہلے ہی علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ ادھر نہیں
ئے گا۔ ان کو بھی افسوس ہو رہا تھا۔

وہ سب علیحدہ ہے.... بس وہ جب ادھر آتا ہے نا.... مجھے اچھا نہیں لگتا۔

Do no worry.... ہم ان کو پوری طرح منع کر دیں گے۔ وہ تیز رفتاری سے اپنے
رے میں چلے گئے....

لکشمی دیوی نے سیوک رام کا موڈ آف دیکھا.... وہ سیوک رام کی ناراضگی بھی نہیں
تی تھیں.... شوہر سے سچی لگن تھی.... لیکن اپنے من سے مجبور تھیں.... مسلمانوں
نفرت ان کی گھٹی میں سما چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھی نہ جانے کیا کیا سوچتی رہیں۔

سیوک رام کے لئے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی کہ ان کا وفادار دوست جس نے زمین
اٹھا کر آکاش کا تارا بنا دیا.... اس کی دولت سے انہوں نے دہلی میں نام پیدا کیا۔ سری نگر
لوگ اس قدر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اگر ان کے گھر میں کوئی داخل ہو جائے جان
امان پا لیتا تھا۔ بلند خان کو معلوم تھا کہ بھارتی فوج اس کی جان کے درپے ہے تو اس نے
نی جائیداد بہت جلد سیوک رام کے نام کر دی.... وہ اپنی آرام کرسی پر بیٹھے ماضی
التے رہے.... بلند خان ان کا جگری دوست تھا۔ بلند خان کے ساتھ بیتا ایک ایک لمحہ کسی
می تصویر کی طرح ان کی دماغ کی سلائیڈ پر رقص کرتا رہتا تھا۔ ماضی انہیں یاد آنے لگتا۔
شب جب وہ کھانے کے لئے ڈرائننگ روم میں جانے ہی والے تھے کہ ملازم نے آکر
طلاع دی۔

رام جی.... خان جی آئے ہیں۔

ڈرائننگ روم میں بٹھاؤ.... آ رہا ہوں.... اس کے ساتھ ہی وہ ڈرائننگ روم میں چل
یئے....

کیا بات ہے.... بہت پریشان نظر آتے ہو۔ سیوک رام نے دیکھا.... بلند خان کے

چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

سیوک یار.... مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے.... میرا دل کہتا ہے کہ تم اپنی قوم مذہب اور طرز تمدن کو پس پشت ڈال کر میرا ساتھ دو گے۔

بلند خان بڑی عجلت میں نظر آ رہا تھا.... اس کے تیز تیز سانسوں کے زیر و بم سے کسی خطرے کی بو آ رہی تھی۔

ہماری دوستی ان سب چیزوں سے بالاتر ہے یار.... تم بات تو کرو.... سیوک رام نے دونوں ہاتھوں سے بلند خان کے شانے دبائے۔

بم دھماکے میں ابا اور چچا کو ملٹری نے گولی ماردی ہے....

اوہو.....Very Sad.... یہ کب اور کیسے.... سیوک رام بہت افسردگی سے گویا ہوئے۔

چند دن گزرے ہیں.... میں دن کی روشنی میں تم سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا.. کیونکہ تمہاری پوزیشن خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ بلند خان جلدی جلدی کہہ گیا۔

اب کیا کرنا ہے۔ بلند خان کے ہاتھ میں فائلوں کا پلندہ دیکھ کر سیوک رام حیرت سے بولے۔ اب بہت کچھ کرنا ہے.... میرا خیال ہے تمہیں اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ سیوک رام کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

یہ کیا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ جائیداد کے کاغذات ہیں۔ تمہارے لئے لایا ہوں.... بلند خان نے اپنے درست کیا۔

پہلے بھی تمہارے کافی کاغذات میرے پاس ہیں.... تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اب میرا نہیں تمہارا ہے.... بلکہ میں اب سب کچھ تمہیں سونپنے آیا ہوں.... وہ فائلوں اپنے قریب کرتے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ سیوک رام ایک دم اچھلے۔

ملٹری میرا پیچھا کر رہی ہے.... اور میں جانتا ہوں.... مجھے گرفتار کر کے زندہ نہیں چھوڑیں گے.... بلند خان گھبراہٹ کے عالم میں بولا۔

تمہیں کئی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے عزیز و اقارب کو لے کر میری حویلی میں شفٹ ہو .... لیکن تم سنتے ہی نہیں۔

سیوک رام زچ ہو گئے۔

نہیں.... میں تمہیں مصیبت میں گرفتار ہوتے نہیں دیکھ سکتا.... ہم کشمیریوں نے تو جان کے نذرانے پیش کرنے ہی ہیں.... میں تمہیں کیوں اپنے ساتھ گھسیٹوں.... بلند خان کو ایسے وقت میں بھی دوست کا کس قدر خیال تھا۔

تو پھر اب کیا کرنا ہے۔

تم یہاں مخصوص جگہوں پر دستخط کر دو.... پہلے یہ پڑھ لو.... بلند خان نے کاغذات کا پہلا سرکاری پرچہ سیوک رام کے سامنے کر دیا۔ سیوک رام نے ایک ہی نظر میں سارا پڑھا اور زبردست حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ساری دولت اور جائیداد میرے نام کر دی تم نے.... اور تم.... بلند خان نے محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

تم سے بہتر میری نظر میں اور کوئی شخص نہیں ہے.... نہ جانے.... میرے دل میں تمہارے لئے اس قدر احترام اور اعتبار کیوں ہے۔ بلند خان نے سیوک رام کو ساتھ لگا لیا

یار.... ہماری دوستی کسی مذہب یا تفرقے کی مرہون منت نہیں ہے.... دوستی تو بس دوستی ہے.... تم ہمیشہ کی طرح مجھے وفادار ہی پاؤ گے۔ سیوک رام نے بڑی محبت و چاہت سے بلند خان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

میرے پاس وقت نہیں ہے۔ وادی میں مجاہدین میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تمہاری بھابی امید سے ہے..... اس کا خیال رکھنا..... لالو ناتھ کو میں نے ہر بات سمجھا دی ہے..... باقی تم بہتر جانتے ہو..... اس کے ساتھ ہی وادی میں پھر دھماکہ ہوا..... اور بلند خان محبت سے سیوک رام کے ہاتھوں کو چوم کر رخصت ہو گیا..... وہ افسردہ دلگیر سے بلند خان کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

کاش میں تمہاری مدد کر سکتا میرے دوست..... جو میرے اختیار میں ہو گا وہ میں ضرور کروں گا..... تم مجھ سے ہمیشہ وفا کی امید رکھنا..... تم سے بے وفائی بھگوان سے بے وفائی ہو گی..... وہ اسی سوچ کے ساتھ چونک گئے..... چند لمحوں میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

وہ کسی طور پر بھی درپن کو نہیں نکال سکتے تھے..... لکشمی دیوی کی درپن کے ساتھ نفرت ان کو بڑی تکلیف دیتی تھی۔ وہ بہت دن اسی اضطرابیت میں مبتلا رہے۔ آفس میں بھی بس واجبی سا کام کیا۔ کوئی ادراک رکھنے والا ایسا شخص نہ تھا جس سے وہ مشورہ کرتے۔

ایک دم انہیں خیال آیا کہ دہلی جا کر سنتوش سے مشورہ کیا جائے اور اس طرح انہیں فیکٹریاں بھی چیک ہو جائیں گی چنانچہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

رام جی..... سب سامان تیار ہو گیا ہے۔ ان کے ذاتی ملازم جو کاروباری دورے میں ہمیشہ ساتھ رہتا شنکر نے مودب ڈرائننگ روم میں داخل ہو کر کہا۔

Good..... وہ بولے..... اور لکشمی دیوی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

رام جی..... اچانک دہلی جانے کا پروگرام بنا لیا آپ نے۔ لکشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔

بہت دیر ہو گئی ہے..... اچانک خیال آیا کہ دہلی میں بکھرے کاروبار کو دیکھ آؤں۔ سیوک رام نے لکشمی دیوی کا اداس مرجھائے ہوئے پھول کی طرح چہرا دیکھ کر کہا۔

مسٹر ورمن سب سنبھالے ہوئے ہیں..... آپ کو کیوں فکر لاحق ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... اسی لئے تو سری نگر میں بیٹھا ہوں..... مسٹر ورمن بہت فہیم ہیں۔ وہ بولے۔

نہ جانے کیوں رام جی..... ہم آپ کی جدائی سہہ نہیں سکتے۔ لکشمی دیوی نے نیم نگاہوں سے سیوک رام کو دیکھا..... اور سیوک رام اپنی چہیتی بیوی کی دلربائی سے سا جان فریفتہ کر بیٹھے۔ جلد آ جاؤں گا..... میں چاہتا ہوں اب کارکنوں کی تنخواہیں بڑھا جائیں۔ وہ محبت سے بولے۔

ہائے رام جی..... جی نہیں سکتے آپ کے بغیر..... لکشمی دیوی نے ادائے دلربائی سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دیوی جی..... اگر ہم اس سنسار میں نہ رہیں تو..... سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... بھگوان نہ کرے..... ہم آپ کی ارتھی کے ساتھ ہی چتا میں جل مر گے..... ہم جیون امر کر لیں گے۔ لکشمی دیوی نے بے قرار مضطرب انداز میں سیوک ر کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ جدائی تو ہمیں بھی منظور نہیں۔ مسکرائے۔

رام جی..... اس طرح تو ہم نہیں جا سکتے۔ بچوں کا ساتھ ہے تیاری بھی تو کرنا ہے سوچنے لگیں۔

☆ O ☆

دوسرے روز پھر کئی روز بیت گئے۔ یوں ہی افق کے دریچے لال گوں ہونے لگے۔ ماحول کا تپا صحر افضاؤں کے، خاموش اشاروں سے بغل گیر ہونے لگا۔ طائر پیڑوں میں شام کا بسیرا کرنے کی خاطر دریاؤں کے اوپر سے گزر کر اپنے گھروں کا رخ کرنے لگے۔ گنگا بہتی رہی۔ جمنا کا وقار یونہی رہا..... یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ بیس بہاریں بیت گئیں۔ کونپلیں کھل کر پھول بن گئیں۔ بچپن کی معصوم محبت حقیقی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ درپن لکشمی دیوی کی عادات واطوار کو اچھی طرح جان چکا تھا۔ اس لئے بچپن میں کہے گئے الفاظ ہمیشہ اس کی سماعتوں پر پہرا دیتے رہتے۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا شاید یہی کچھ سوچ رہا تھا۔

پوجا..... درپن کو محل میں کم ہی بھیجا کرو..... سیوک رام خاصے متفکر نظر آ رہے تھے۔

میں جانتی ہوں رام جی..... درپن محل کی طرف نہیں جائے گا۔ پوجا ایک دم بولی۔

اور وہ باہر سے آتے ہوئے ٹھٹھکا۔ وہ واپس پلٹے..... اور درپن کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر لوٹ گئے۔

پوجا ماں.....

ہاں..... آ گئے..... بہت دیر لگا دی..... پوجا بری طرح چونک گئی..... شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ درپن سب کچھ سن لیتا۔

پوجا ماں..... وہ پریشان سا قریب بیٹھ گیا..... اور معنی خیز نگاہیں پوجا کے نرم وملائم چہرے پر ڈالیں۔

رام جی کی باتیں سن لیں تم نے..... پوجا نے اسے دیکھ کر کہا۔

سن لیں..... وہ لاپرواہی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ یہ الفاظ بابا کے نہیں ہیں..... ماما کے ہیں..... بابا ایسے نہیں ہیں۔ بارہ تیرہ سال کے بچے نے کتنی بڑی الجھن سلجھا دی تھی۔

میرے چاند..... تم ادھر ہی رہا کرو..... نہ جایا کرو..... وہ بڑے ممتا بھرے انداز میں درپن کی پیشانی چوم کر بولی۔

میں کب جاتا ہوں..... رتی لے جاتی ہے..... مجبور کرتی ہے مجھے۔ وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔ جیسے رتن کے سامنے بے بس ہو۔

بس اب رتی کا کہنا بھی نہیں ماننا..... چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

ٹھیک ہے..... پوجاماں کی بات میں کیسے ٹال سکتا ہوں۔ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

چلو کپڑے تبدیل کرو..... میں کھانا لگاتی ہوں۔ وہ کچن کی طرف چل دی۔

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا.....

درپن..... وہ بری طرح ہڑبڑا گیا..... جب رتن نے اس کے کان میں اسے آواز دی..... اور اس کے ساتھ ہی نقرئی قہقہوں کی جیسے برسات ہو گئی۔ وہ بونچکا سا اس ساحرہ کو دیکھتا رہا..... جس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ پندرہ سولہ سال کی حسین و جمیل رتن ہمیشہ سے درپن کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔

کیوں ہنس رہی ہو..... کوئی جوکر دیکھ رہی ہو۔ وہ دلچسپی سے دیکھتا ہوا بولا۔

تمہیں ڈرا دیا میں نے..... اور تم جوکر سے کم ہو..... وہ ہنستے ہوئے بولی۔

میں تو تم سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہوں۔ وہ جیسے خواب میں بولا۔

کیا بات ہے..... آج تمہاری باتوں میں شوخی نہیں..... ست دکھائی دے رہے ہو..... وہ حیرت سے بولی۔

کوئی ایسی بات نہیں۔ وہ سادگی سے بولا۔

پھر بھی..... وہ درپن کی چھپی چھپی باتوں سے کچھ کچھ اندازہ لگا چکی تھی۔

کچھ نہیں ہے رتی..... جاؤ اپنا کام کرو..... یہاں نہ آیا کرو۔ وہ جیسے جھلا کر بولا۔

ارے واہ..... ایسے چلی جاؤں..... جلدی بتاؤ کیا بات ہے..... وہ اچھل کر میز پر بیٹھ گئی..... اور جوتا اتار کر پاؤں درپن کی گود میں رکھ دیئے۔

یہ کیا..... پاگل ہو..... وہ رتن کی شرارت سے مسکرا دیا..... اور اپنی گود کی طرف اشارہ کیا۔

آؤ بیٹے..... پوجا نے رتن کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

پوجاماں..... آج اس کا منہ کیوں پھولا ہوا ہے..... جھگڑا ہو گیا اس کا کسی سے۔ وہ بولی

اپنے بیٹھے بولی۔

ہیں..... دیوی جی نے اسے منع کیا ہے۔ پوجا نے صاف صاف کہہ دیا۔

تو یہ بڑوں کی بات کیوں نہیں مانتا..... وہ شریر لہجے میں چہکی۔

دیکھا..... پوجاماں..... مجھے ہی الزام..... ماما نے کہا ہے کہ میں تم سے کوئی بات نہ

ں..... میں نہیں کروں گا۔ وہ جھلا گیا

ب کرتے ہو تم مجھ سے بات کہہ دیا کرو..... میں خود تم سے ہم کلام ہوتی ہوں۔ وہ نڈر میں بولی۔

تمہیں تو کسی کا خوف نہیں..... بس تم مجھ سے مت بولا کرو۔ وہ ایک جھٹکے سے رتن پیروں کو ہٹاتے بولا.....

وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی..... بری طرح گر جاتی اگر درپن اسے تھام نہ .....

ہائے رام..... تم کتنے اچھے ہو..... رتن نے نہایت پیار سے درپن کے شانے پر بوسا

پوجا مسکرا کر دوسرے کمرے میں چل دی۔

زیادہ بے شرم نہیں ہو گئی تم۔ درپن نے مسکرا کر رتن کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے

آؤ کھانا کھائیں۔

چلو..... اور دونوں ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

پوجا نے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری درپن کے سامنے رہنے دیجئے پوجا ..... میں درپن کے ساتھ ہی کھاؤں گی۔ وہ جواب کا انتظار کئے بغیر ہی درپن کے ساتھ نے لگی۔ پوجا نے رتن کا والہانہ پن دیکھ لیا تھا..... اس کی محبت بڑھتی جا رہی تھی..... ں کا خوف نہیں رکھتی تھی۔ سیوک رام صرف لکشمی کے خوف سے اسے محل میں آنے لئے روکتے تھے۔ ورنہ درپن کے ساتھ ان کی مکمل ہمدردیاں تھیں..... درپن میرا ..... میرا واحد آخری سہارا..... پوجاماں..... کیا سوچ رہی ہیں۔ ایک دم کھانے ہاتھ ہٹا کر درپن نے کہا۔

کچھ نہیں..... تم کھاؤ..... صبح ناشتہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا تھا..... پوجا نے بغور پن کی آنکھوں میں جھانکا..... اس کی نیلی آنکھیں اپنے اندر جیسے کشمیر کی پوری تاریخ سمو ئی تھیں۔

کچھ تو ہے ماں..... میں دیکھ رہا ہوں..... آپ نے ابھی تک ایک لقمہ بھی نہیں لیا وہ پلیٹ میں رکھا سالن دیکھ کر بولا۔ اور وہ کھانے جا رہی تھی.....

درپن..... وہ ڈونگا پکڑانا..... بڑے مزے کی پھلکیاں بنائی ہیں پو جاماں..... غضب کے کھانے بناتی ہیں..... وہ چٹخارے لیتی ہوئی درپن سے بولی

لو..... تمہیں تو بس کھانے کی ضرورت ہے.... اور کچھ نہیں..... درپن نے کر دیکھا..... اور ڈونگا اس کے سامنے رکھ دیا..... او ہو..... بیٹا مت روکو..... یہ د پھلکیاں میں بناتی اس کے لئے ہوں..... رتی پسند کرتی ہے نا..... پو جا نے بے پناہ محبت سے کہا۔

سن لیا..... سب میرے لئے ہے..... وہ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولی.....

ذرا ہوش سے رتی بیگم..... پیٹ تو اپنا ہے..... وہ ہنستا ہوا بولا۔

پو جاماں..... یہ مجھے نظر لگا دے گا..... اسی وجہ سے تو کھایا نہیں جا رہا..... وہ ایک بڑا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

اس سے کھایا نہیں جا رہا سنا..... صبر سے کام لو..... رتی..... سنتے ہی درپن کا شگاف قہقہہ بلند ہوا..... پو جا بھی دونوں کی ہنسی میں شریک ہو گئی۔

اچھا..... تم یہاں ہو..... رتی کی بچی..... ملے جلے کئی قہقہے بلند ہوئے.... گوتم..... سونیا..... ادھر دہلی سے سنتوش کا بیٹا اجے بھی آیا ہوا تھا..... تینوں اندر د ہوئے۔ اجے..... تم کب آئے..... درپن ایک دم کھڑا ہو گیا۔

ابھی.....

اچھا..... درپن حیرت سے بولا۔

آؤ آؤ سونیا..... دہی پھلکیاں کھاؤ..... رام قسم پو جاماں نے غضب کی بنائی ہیں۔

تمہارے ہاتھوں سے بچیں گی تو یہ لوگ کھائیں گے۔ درپن نے پھر چھیڑا.....

پو جاماں..... وہ پھر احتجاج کرنے لگی۔

خاموش رہو..... میری بیٹی کو مت ٹوکا کرو..... پو جاماں نے ہنس کر درپن کو ڈا .....

آؤ سونیا..... گوتم آ جاؤ..... جلدی جلدی رتن نے سب کے سامنے پلیٹیں رکھ دیں

نہیں..... رتی..... ہم کھانا کھا کر آئے ہیں۔

گوتم تو کھاتا رہا..... لیکن سونیا تکلف سے کام لیتی رہی..... سونیا کے لئے دلچسپی کا باعث صرف اس وقت اجے تھا..... وہ اجے کو پسند کرتی تھی اور اجے رتی کو۔ رتن کو گوتم بھی دل و جان سے پسند کرتا تھا۔ رتن کا درپن کے ساتھ اس قدر بے تکلفانہ انداز گوتم کو بالکل پسند نہیں آتا تھا لیکن یہ اس کو علم تھا کہ آنٹی لکشمی کبھی بھی درپن کو رتن کے لئے پسند نہیں کریں گی..... ایک طرح سے درپن سیوک رام کا ملازم ہی تو تھا۔ بالکل اب تو سیوک رام کے تمام اندرونی بیرونی کام درپن نے سنبھال لئے تھے اور سیوک رام تو اکثر محل میں ہی رہتے.....

لکشمی دیوی کو یہ بات بڑی شاق گزرتی کہ درپن کو سیاہ و سفید کا مالک کیوں بنا دیا ہے۔ سیوک رام نے اپنی چہیتی پتنی کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہا۔

میں زیادہ کام نہیں کر سکتا..... طبیعت ٹھیک نہیں رہتی..... وہ بولے

میں جانتی ہوں رام جی..... آپ زیادہ کام نہیں کر سکتے..... میرا تو صرف یہ مقصد ہے کہ درپن کو سب اختیار کیوں دے دیئے ہیں۔ لکشمی دیوی اپنی قیمتی ساڑھی کو سنبھالتے سیوک رام کے قریب بیٹھ ہوئے بولیں۔

اس لئے کہ وہ سب کام احسن طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ سیوک رام نے جوس کا گلاس لکشمی دیوی کو تھما دیا۔

اگر کل ساری دولت پر قابض ہو گیا تو..... لکشمی دیوی کے اندر اندیشے جنم لے رہے تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی اپنی کافی جائیداد ہے۔ سیوک رام اٹھتے ہوئے بولے۔

ہو سکتا ہے..... جب وہ مختار کل ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

وہ مختار کل نہیں ہے..... ساری جائیداد میرے نام ہے..... بنک اکاؤنٹ میرے نام ہے..... اور میرے دستخط کے بغیر کوئی رقم نہیں نکلوا سکتا..... سیوک رام نے لکشمی دیوی کے اندیشے ختم کرنا چاہے۔

وہ بڑا ہوشیار اور چالاک ہے۔ بالکل بے پناہ ادرک کا مالک بھی..... لکشمی دیوی نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں..... وہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا..... وہ دھوکے باز نہیں ہے۔ سیوک رام نے مطمئن کرنا چاہا۔

خیر..... آپ راجی کو تمام کام سونپ دیں..... درپن کو صرف ایک معمولی تنخواہ ملازم ہی رکھیں۔

راجکمار کو پیار سے سب اہل خاندان راجی ہی کہتے تھے۔

راجی اس قابل نہیں ہے۔ سیوک رام بولے.....

لکشمی دیوی خاموش ہو گئیں..... سیوک رام کئی دنوں سے صاحب فراش تھے... ایک عرصے سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے..... اب بڑھاپے کی وجہ سے مرض بڑھ رہا تھا۔ بڑے بڑے قابل ڈاکٹروں کا علاج ہو رہا تھا۔ طبیعت بگڑتی جا رہی تھی۔ کچھ دنوں انگریز ڈاکٹر ہنری لورنس کا علاج جاری تھا..... جو حال ہی میں برطانیہ سے آیا تھا۔ اس علاج سے سیوک رام کو خاصہ افاقہ تھا۔

ایک دم کال بیل پر سیوک رام چونک گئے۔

رائے صاحب..... خیریت..... سیوک رام نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا..... ریسور کان کو لگایا۔ لکشمی دیوی نے آنکھیں پھیلا لیں..... آ جائیے..... میں منتظر رہوں گا۔ سیوک رام نے ریسور رکھ دیا۔

رائے صاحب کیا کہہ رہے تھے۔ لکشمی دیوی نے استفسار کیا۔

بڑی عجلت میں تھے..... معلوم نہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

عجیب عجیب خبریں لے کر آتے ہیں جاپا! بہت ... لکشمی دیوی لاپرواہی سے بو

سیوک رام پلنگ سے اتر کر جوتا پہننے لگے۔

جا رہے ہیں..... لکشمی دیوی نے ساڑھی کا پلو درست کیا۔

ہاں..... لکھپت رائے سے ملنا بہت ضروری ہے شاید..... سیوک رام نے کلاک کی طرف نظر دوڑائی۔

شب کے آٹھ بج رہے ہیں..... یہ کوئی وقت ہے بھلا۔ لکشمی دیوی کو یہی عادت لکھپت رائے کی ناپسند تھی۔ بے وقت آمد ہوتی تھی ان کی۔ کوئی خاص بات ہو گی..... یوں ہی نہیں کیا انہوں نے۔ سیوک رام (چادر) دوشالہ کاندھے پر رکھے ڈرائننگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

نمستے رام جی۔ سیوک رام کو اندر قدم رکھتے ہی لکھپت رائے ادب سے کھڑے ہو

نمستے..... بیٹھیئے..... خیریت تو ہے۔ سیوک رام نے سامنے صوفے کی طرف

اشارہ کیا۔

شکریہ..... وہ بیٹھتے ہوئے بولے.....

پہلے..... فرمائیے..... قہوا چلے گا یا چائے..... سیوک رام نے قریبی میز پر کال بیل پر انگلی رکھ دی.....

سرکار جی ملازم حسب دستور ہاتھ باندھ کر داخل ہوا۔ سیوک رام نے لکھپت رائے کی جانب دیکھا۔ کشمیری قہوہ ٹھیک ہے..... وہ بولے۔

کیا بات ہے کشمیری قہوے کی..... لکھپت رائے نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

چندر..... کشمیری قہوا لے آؤ..... اور ساتھ خشک میوا بھی۔ سیوک رام نے چندر سے کہا۔

بہتر رام جی۔ چندر واپس لوٹ گیا۔

اب فرمائیے..... کس لئے آنا ہوا..... یہ خیریت تو ہے نا..... سیوک رام گھبرا سے گئے......

ارے سب ٹھیک ہے..... آپ کوئی چنتا نہ کریں..... پہلے بتائیے آپ یعنی کہ نصیب دشمناں کی طبیعت کی ناسازی کا کیا بنا..... لکھپت رائے حسب عادت بڑی خوشامندانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولے۔

بھگوان کی دیا سے ٹھیک ہوں..... سیوک رام بڑی اچھی طرح محبت اور پرخلوص لہجے میں بولے.....

بھگوان کا کرم ہے..... میں نے سوچا رام جی سے ملے بہت دن گزر گئے آج ہی ہو آؤں تو اچھا ہے۔ لکھپت رائے نے کہا۔

کرم نوازی ہے آپ کی..... جو ہماری یاد آئی۔ سیوک رام ہنس دیئے۔

اجی..... یاد تو آپ کی ہمیشہ من میں رہتی ہے..... بس وقت آڑے آ جاتا ہے..... آنا ہی نہیں ہوتا..... آج ضروری ملنا تھا۔ وقت ٹال کر آ گیا۔

زہے نصیب..... لکھپت رائے صوفے پر پہلو بدل کر بیٹھ گئے۔

کہئے..... سیوک رام دل میں متفکر ہو گئے۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ وہ سوچنے لگے.....

گویا لکھپت رائے کا آنا کسی صدمے سے کم نہ تھا۔

آپ کو درپن نے کچھ نہیں بتایا۔ لکھپت رائے کے چہرے پر اسراریت دیکھ کر سیوک

رام اور بھی پریشان ہو گئے۔

نہیں..... درپن نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ سیوک رام چونکے

اپنی بٹیا بھی ساتھ تھی..... وہ آ گئی..... رتی بیٹا..... لکھپت رائے اچانک رتن کو اندر آتے دیکھ کر اچھلے.....

نمستے رائے چاچا..... وہ حسب عادت بولی۔

جیتی رہو..... جیتی رہو..... سکھی جیون رہے..... لکھپت رائے نے رتن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

پپا..... رتن نے سیوک رام کے گلے میں اپنی کومل نازک باہیں ڈال دیں۔ کوئی فرمائش ہے..... پیسے چاہئیں..... سیوک رام نے محبت سے کہا۔

پپا..... شاپنگ کے لئے جانا ہے..... دیوالی آ رہی ہے نا..... وہ ایک ہی سانس میں بولی۔ سیوک رام ہنس دیئے۔

پپا کی جان..... ماما سے لے لو..... جتنے بھی درکار ہیں..... وہ مسکرا کر بولے۔

پپا..... مما نہیں دیتیں نا..... آپ دے دیں..... وہ اصرار کرنے لگی۔

ایسے کرو..... درپن سے لے لو..... وہ بولے.....

وہ..... وہ ماما سے بھی زیادہ کنجوس ہیں..... بس آپ میرا اکاؤنٹ میرے نام منتقل کر دیں۔ وہ پیار سے سیوک رام کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔

ہو جائے گا..... اب تو درپن تمہاری ضرورت پوری کر دے گا..... وہ رتن کو یقین دلاتے ہوئے بولے۔

میں آپ کا نام لوں گی..... آپ جانتے نہیں ہیں..... وہ کس قدر کنجوس ہے.....

ایک ایک پیسے کا حساب کرتا ہے..... کہتا ہے حلال کا پیسہ ہے..... وہ منہ بسورے بولی۔

بیٹا..... ٹھیک کہتا ہے..... تمہیں معلوم ہے..... کتنی محنت کرتا ہے..... میں تو اب کچھ نہیں کرتا..... دیکھو فارغ ہی رہتا ہوں..... سیوک رام درپن کے احسان مند نظر آ رہے تھے۔

ہاں پپا..... بھائی کی طرح فضول خرچ نہیں ہے..... رتن نے اقرار کیا ہو جیسے۔

رام جی..... اپنی بٹیا کو علم ہے..... بتاؤ نا رتی بیٹا کل کیا ہوا تھا۔ لکھپت رائے شاید انتظار کرتے تھک چکے تھے۔

کیا..... رائے چاچا..... وہ چھوٹا سا دہانہ کھول کر حیران رہ گئی.....

کل بیٹے..... باہر گئی ہوں گی باہر..... درپن کے ساتھ..... سیوک رام نے یاد

ہاں..... پپا..... ملٹری نے ہماری گاڑی روک لی تھی۔ وہ چونک کر بولی۔

..... وہ خود بڑبڑا گئے۔

کیا..... وہ میجر بھون سنگھ..... جو اکثر آیا کرتے تھے..... رتن نے یاد

..... گزشتہ دنوں ان کی ڈیوٹی ڈوڈہ میں تھی۔ سیوک رام کو یاد آیا۔

ام رام رام..... بڑا ظالم ہے..... کشمیریوں کو چن چن کر مار رہا ہے۔ لکھپت رائے

انوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کے انداز میں ہاتھ جوڑے۔ ان کی گاڑی روکنے کا مقصد کیا

... وہ گہری سوچ میں مستغرق ہو گئے۔ سیوک رام نے کہا۔

درپن کے روپ میں اسے..... سیوک رام نے ہاتھ کے معمولی اشارے سے لکھپت

ے کو خاموش رہنے کو کہا..... وہ شاید رتن کے سامنے کوئی بات نہ کرنا چاہتے تھے۔

پپا..... اس نے درپن سے کہا تمہارے پتا کا نام کیا ہے۔ کہیں بلند خان تو نہیں..... پھر

ن نے کیا کہا۔ وہ اضطرابیت کے ساتھ بولے۔

درپن نے کہا..... نہیں سیوک رام میرے بابا ہیں..... وہ بولا..... تم جھوٹ

ے ہو..... تم بلند خان کے بیٹے ہو..... درپن نے کہا..... میں کسی بلند خان کو نہیں

..... اس کے ساتھ ہی درپن نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

پپا میں جاؤں..... وہ بڑی جلدی میں نظر آ رہی تھی۔

اں ہاں..... جاؤ..... وہ سیدھی ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی درپن کی طرف جانے

لے زینے کی طرف بڑھ گئی۔

رام جی..... یہ لڑکا آپ کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہ کرے۔ لکھپت رائے کے انداز میں

ت سی پائی گئی تھی۔

درپن کے بارے میں زیادہ لوگوں کو علم نہیں ہے..... دراصل وہ بھون سنگھ اس کیس

خوبی واقف ہے۔

وہ بلند خان کو جانتا ہوگا۔ لکھپت رائے نے قیافہ لگایا۔

اس کی گولی سے بلند خان قتل ہوا تھا..... اس نے ٹھان لی تھی کہ بلند خان کے گھر والوں

کو چن چن کر مارے گا..... ایک نہیں رہنے دوں گا..... سیوک رام افسردہ ہو گئے فطری طور پر وہ رحم پرور تھے..... وہ ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

میرا خیال ہے بلند خان کی نسل سے صرف اب درپن زندہ ہے۔ لکھپت رائے نے معلومات کو ظاہر کیا۔

یہ تو ٹھیک ہے..... وہ اب بلند خان کا نہیں..... میرا ہے..... اور اس کی پرورش ایک ہندو عورت نے کی ہے..... سیوک رام مطمئن ہونا چاہتے تھے..... لیکن رائے کے لئے یہ بھرم رکھنا مشکل نظر آرہا تھا۔

سب ٹھیک ہے..... سیوک رام جی..... جو علیحدگی ان مسلمانوں کے اندر گھر ہے نا..... اسے کوئی نہیں نکال سکتا..... اب دیکھیں..... ان کو ہندوستان میں کیا تھی..... محمد علی جناح نے ایسی طاقت ور تحریک چلائی..... ہندوستان کے ٹکڑے کر ..... ایسا نعرہ لگایا..... پاکستان لے کر ہی دم لیا اس نے..... آخر میں لکھپت آواز میں بولے.....

اب کیا کریں..... درپن تو کسی سے الجھتا بھی نہیں۔ سیوک رام نے کہا۔

آپ اس کو دہلی بھیج دیں۔ لکھپت رائے نے مشورہ دیا.....

یہ نہیں ہو سکتا نا..... سیوک رام نے مجبوری ظاہر کی۔

کیوں؟ کیوں نہیں ہو سکتا..... لکھپت رائے نے قہوے کا ایک لمبا گھونٹ سڑک کرتے حلق سے اتارا۔

آپ جانتے ہیں نا..... درپن میرا سیدھا ہاتھ ہے..... سارا بزنس اس نے ہے..... سیوک رام نے کہا۔

اب باقی بزنس بھی دہلی منتقل کر لیجئے..... یہ میرا پر خلوص مشورہ ہے۔

کشمیر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں..... کل راجوڑی میں پھر دھماکہ ہوا ہے..... بہت جوان مارے گئے ہیں..... مجاہدین نے ناک میں دم کر دیا ہے..... رام لکھپت رائے نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے رگڑا.....

آپ کی بات درست ہے..... بڑی قتل و غارت ہو رہی ہے..... سیوک سوچ میں اتر گئے۔

مسئلہ تو صرف درپن کا ہے..... آپ کو کسی نے کیا کہنا ہے..... لکھپت

درپن میرے ساتھ منسلک ہے..... اس کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ سیوک رام لے۔

اسی لئے تو میں کہتا ہوں..... شفٹ ہو جائیے..... سفید محل میں سری نگر میں سو خطرہ ہی خطرہ ہے۔

نہ جانے کشمیر کے حالات کب درست ہوں گے..... سیوک رام نے کہا۔

حالات نہیں درست ہوں گے..... مسلمان لکیر پیٹ رہے ہیں کہ کشمیر ہمارا ہے..... حالانکہ..... اس پر ہمیشہ سے قبضہ ہمارا رہا ہے۔ کشمیر تو بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ ہندو ہی وارث ہیں..... لکھپت رائے نے اپنے الفاظ میں زور لگایا۔

ادھر کشمیری کہتے ہیں..... کشمیر ہمارا ہے..... آزاد کرو..... اس پر مسلمان بھی بڑے عرصے حکمران رہے ہیں۔ سیوک رام نے کہا۔

مسلمان وراثت میں نہ چھوڑ کر مرے..... اس کے اصل حق دار تو ہم ہیں..... گلاب سنگھ نے پچھتر لاکھ سکہ نانک شاہی (روپے) کے عوض انگریزوں سے لیا تھا۔ لکھپت رائے نے جیسے اپنا حق جتا دیا۔

یہ رقم تو معمولی تھی.....انگریزوں نے تو گلاب سنگھ کی وفاداری ے عوض کشمیر ہزارہ کوہستانی علاقے بخش دیئے تھے۔ سیوک رام نے کہا..... ان کو لکھپت رائے کی بات میں حقیقت کا پہلو نظر آیا۔

زبردست دھماکہ ہوا..... اور دونوں بری طرح چونک گئے۔

دیکھا..... یہ سب مجاہدین کی شرارت ہے..... میں تو کہتا ہوں کہیں آٹے کے ساتھ گھن نہ پس جائے..... دہلی چلے جائیے۔ لکھپت رائے لرزتے ہوئے بولے۔

سوچتے ہیں..... وہ بولے۔

سوچنے میں وقت گزر جائے گا۔ بچوں کو لے کر نکل جائیے۔ لکھپت رائے نے پھر اصرار کیا۔

یہی خیال ہے میرا..... سری نگر کو چھوڑنا ہی پڑے گا.....

ہاں..... بالکل بالکل..... چھوڑ دیجئے..... لکھپت رائے نے دونوں ہاتھوں سے چھوڑنے کا بھرپور اشارہ کیا۔

سنیئے..... لکھپت رائے..... ایک بات بہت ضروری ہے..... سیوک رام کو جیسے کچھ یاد آیا۔

کہیئے..... ہمہ تن گوش ہوں..... بھلا رام سرکار کی بات نہ سنوں..... وہ پذیرائی میں بچھا جا رہا تھا..... لیکن ابھی تک اپنا مدعا بیان نہیں کر سکا تھا۔

درپن کے بارے میں لوگوں کو علم نہیں ہے..... سیوک رام شاید مطمئن تھے۔

اجی علم کیوں نہیں ہے..... بھول ہے سرکار کی۔ لکھپت رائے نے اپنی چندی آنکھیں آہٹ پر گھمائیں۔ آپ جانتے ہیں..... یا پھر بھون سنگھ..... اور کون کون جانتا ہوگا....

سیوک رام خاصے فکر مند نظر آ رہے تھے۔

اجی چھوڑیے اس قصے کو..... اگر کوئی جانتا بھی ہوگا..... تو کیا کرے گا۔ لکھپت رائے نے سیوک رام کی تسلی کرنی چاہی۔

رام جی بہت فرق پڑتا ہے..... میں نہیں چاہتا درپن میرے حلقہ ارباب میں عام ہو جائے۔ سیوک رام نے کپ کو واپس میز پر رکھا۔

اجی رام سرکار..... عام تو ہے..... سب کام انجام تو وہی دیتا ہے۔ لوگ اسے آپ کا بیٹا بھی خیال کرتے ہیں..... لیکن..... لکھپت رائے لیکن کہتے رک گئے۔

لیکن..... کیا..... بات مکمل کیجئے..... اس طرح مجھے وحشت ہوتی ہے۔ وہ جھلا کر بولے۔

میرا مطلب یہ ہے سرکار..... کہ ہے تو بلند خان کا بیٹا..... جناب کو بابا کہنے سے پتا ہوتا ہے۔ لکھپت رائے نے آنکھیں جھپکائیں.....

اس قصے کو چھوڑیئے..... آپ نہ کسی سے کچھ کہہ دیجئے..... سیوک رام کو لکھپت رائے کی انگل دینے والی عادت سے خاصی واقفیت تھی۔ میں کہاں کہتا ہوں..... رام رام .....

ہاں خیال کیجئے گا..... درپن مجھے بہت عزیز ہے۔ اور پردا اٹھا کر درپن داخل ہوا.....

سیوک رام اور لکھپت رائے نے ایک دم پلٹ کر دیکھا.....

آداب..... وہ جھک کر تعظیم بجا لایا۔

سیوک رام نے چونک کر اپنے آپ کو سیدھا کیا..... لیکن لکھپت رائے ابھی تک درپن کی مردانہ دلکش وجاہت میں کھوئے ہوئے تھے..... وہ حسن میں بالکل تاج محل

تھا..... اس کے توانا تنومند جسم پر سیاہ سوٹ کس قدر دلکش اور جچ رہا تھا۔ سرخ و سپید ...ت بڑی بڑی نیلی آنکھیں جو ہمہ وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہتیں.....

آؤ آؤ..... درپن بیٹے..... بیٹھو..... سیوک رام نے کہا۔

Thank You بابا..... وہ سیوک رام کے پاس بیٹھ گیا۔

دیکھا..... رام جی..... اس وقت درپن بالکل اپنے .....

رائے جی..... بات سنیئے..... سیوک رام ایک دم سخت لہجے میں بولے۔

او ہو..... ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... او او..... ہو۔ بڑی خجالت سے لکھپت رائے اپنے ہونٹ ہاتھوں سے بند کرتے بولے۔ انہیں شاید یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں۔

ہاں تو..... کیسے آئے..... سیوک رام نے اس کی طرف پلٹ کر کہا۔ اگلے سنیچر کو میں نے ڈاکٹر رابرٹ گلڈ سے ٹائم لیا ہے.....

کس لئے؟..... سیوک رام بولے

وہ ماہر امراض قلب ہیں بابا..... اٹلی کے مانے ہوئے ڈاکٹر ہیں..... میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں..... درپن کو سیوک رام سے شدید محبت تھی۔

اب تو میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ سیوک رام مسکرائے۔

آپ نہیں ٹھیک..... وہ بڑی محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

All Right..... جیسے تم کہو..... سیوک رام کسی فرمانبردار بچے کی طرح ہنس کر بولے۔

Thank you Baba..... آپ نے کہیں نہیں جانا..... وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

کہیں نہیں..... جو حکم جناب کا..... وہ شریر انداز میں درپن کے شانے پر تھپکی مار کر ہنس دیئے اور درپن بھی ہنس دیا۔

رتی گئی تھی تمہاری طرف..... سیوک رام بولے۔

معلوم نہیں..... میں تو باہر سے آ رہا ہوں۔ وہ حیرت سے بولا۔

اچھا خیر..... جتنے روپے مانگے دے دینا..... شاپنگ کے لئے کہہ رہی تھی۔ بابا رتی آپ کے پاس آئی تھی..... کل تین ہزار لئے تھے اس نے..... اور پتہ ہے اس نے کیا کیئے..... وہ احتجاجاً بولا۔

کیا کیئے۔ سیوک رام بڑے محظوظ ہونے لگے۔

اس نے سب سہیلیوں کو بلا کر اپنے گڈے کی شادی کی اور کھانا کیا اور تین ہزار اڑا دیئے اب ایک پیسہ نہیں دوں گا۔ وہ شکایتاً بولا۔

سیوک رام اور لکھپت رائے قہقہہ لگا کر ہنس دیئے.....

یہی وجہ تھی..... رتی بٹیا کہہ رہی تھی کہ درپن بڑا کنجوس ہے..... پیسے نہیں دے گا۔ لکھپت رائے نے ہنستے ہوئے کہا۔

جیسے تمہاری مرضی ..... بااختیار ہو یار ..... سیوک رام بڑی محبت سے ہنس دیئے.....

درپن باہر نکل گیا۔

رائے جی..... آپ کی زبان رکتی نہیں ہے..... اسی طرح درپن کی بات نہ اگل دیجئے گا۔ سیوک رام نے خبردار کیا۔

رام رام..... اجی نہیں رام سرکار..... غلطی ہو گئی..... میں چلوں..... وہ کھڑے ہو گئے۔

رکیئے..... رات کا کھانا کھا کے جائیے گا۔ سیوک رام بھی کھڑے ہو گئے۔

نہیں نہیں..... میں اب چلتا ہوں..... جس کام کے لئے آیا تھا وہ تو.....

رائے نے جیسے سیوک رام کو یاد دلایا۔

مجھے معلوم ہے..... اس کے ساتھ ہی کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ رام سرکار ملازم اندر آتے بولا۔

دیوی جی سے =/2000 لے آؤ..... کہنا لکھپت رائے آئے ہیں بہتر.....

ملازم گیا اور چند لمحوں پر ہی لوٹ آیا۔

لیجئے..... ایک سفید لفافہ سیوک رام کو پکڑا دیا۔

لیجئے..... سیوک رام نے لفافہ لکھپت رائے کو تھما دیا.....

بھگوان خوش رکھے..... سرکار کا آسرا نہ ہوتا تو بھوک نہ مٹتی اپنی..... لکھپت نے نوٹوں بھرا لفافہ اپنی قمیض کے اندر صدری میں ڈال لیا۔ آپ سب کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے رائے جی.....

اچھا..... میں چلتا ہوں..... وہ دروازے سے باہر نکل گئے۔

اور سیوک رام اپنے کمرے میں چل دیئے.....

ملگجی سی شام ڈھل چکی تھی..... سرد ہوا چلنے لگی تھی..... موسم قدرے خنک ہو رہا تھا سارے دن کے ٹھٹھرے ہوئے پنچھی اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب لوٹ رہے..... اور وہ آتش دان کے پاس بیٹھی آگ تاپ رہی تھی۔

درپن آ گئے تم..... اتنی دیر لگا دی..... کب سے بیٹھی ہوں تمہارے انتظار میں..... ایک دم اٹھتے ہوئے درپن کے بازو سے جھولتے ہوئے بولی.....

کوئی کام ہو گا..... یوں ہی تو میرا انتظار نہیں کر سکتی..... وہ اس کے ساتھ ہی آتش دان کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا.....

نہیں ..... ایسا بھی کوئی کام نہیں ہے ..... ویسے تم ہو بڑے اچھے ..... جلد آیا..... وہ اس کے شانے پر سر رکھے بڑی اپنائیت سے بولی۔

کام تو ہے..... یوں ہی خوشامد نہیں ہو رہی..... وہ نظر جھکا کر رتن کے رخساروں کو ر بولا جو آگ کی تمازت سے اناری ہو رہے تھے۔

جا..... جا..... تیری خوشامد کیوں کروں گی..... وہ سیدھی ہو گئی.....

درپن نے بڑی گہری نظروں سے رتن کو دیکھا..... انجانے میں نظریں ملیں..... وہ شرما سا گیا..... لیکن اسے احساس نہ ہوا..... وہ پھر اس کے شانے سے چمٹ گئی۔ یوں جیسے چڑیا پناہ تلاش کرے۔

درپن..... وہ اپنے بازوؤں کے حصار میں درپن کے وجود کو لئے بولی۔

فرمائیے..... درپن نے دل سے مغلوب ہو کر اسے اپنے بازوؤں میں پکڑا اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔

اوئی رام..... درپن..... بڑے وہ ہو..... وہ کسمسا سی گئی.....

اب بولو..... کیا چاہئے..... وہ بڑی محبت سے اس کے بکھرے بال سنوار کر بولا۔

کچھ بھی نہیں۔

کوئی بات تو ہے..... مجھے معلوم.....

درپن تم کتنے اچھے ہو..... من کہتا ہے..... جیون بیت جائے اور یوں ہی تمہارے سامنے بیٹھی رہوں۔ وہ اٹھ کر دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔

درپن نے اپنی نظروں سے اس کے حسین ترین معصوم چہرے کو چوما اور ہنس دیا.....

پوجا ماں کہاں ہیں۔ درپن نے کہا۔

وہ مندر گئی تھیں..... رتن نے کہا۔

مندر..... اتنی دیر لگادی..... میں پتہ کرتا ہوں۔ وہ اٹھا

لیکن رتن نے بازو کھینچ کر بٹھالیا۔

آجائیں گی..... تم نہ جاؤ..... وہ سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

رتی..... یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اتنی سنجیدگی تم میں کب سے آگئی..... وہ نے اپنی انگلی سے رتن کے چہرے کو اوپر کیا۔

ارے..... یہ آنسو..... موٹے موٹے آنسو لڑھک کر درپن کے ہاتھ پر گرے۔

رتی..... کس نے کہا تمہیں..... درپن نے بے ساختہ رتن کو ساتھ لپٹالیا۔

اور وہ اس کے سینے سے لگی سسکیاں بھرنے لگی۔

رتی..... بھئی..... تمہارا رونا نہیں دیکھ سکتا میں..... پیسے جتنے چاہے لے لو.. لیکن رونا نہیں۔ وہ اپنے رومال سے رتن کی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

نہیں..... پیسوں کی بات نہیں ہے۔ وہ معصوم بچے کی طرح سسکی لیتے ہوئے بولی۔

اور کیا بات ہے..... بتاؤ..... درپن نے بڑی چاہت سے اس کے حسین چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا۔

تمہیں شاید پپا دہلی بھیج دیں..... وہ بولی

کس لئے۔ وہ چونکا.....

ان کے خیال میں بھون سنگھ جو سری نگر آگیا ہے وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

بھون سنگھ..... کیا مطلب..... کون ہے یہ..... وہ ذہن پر زور دیتے بولا۔

ملٹری میں میجر ہے..... اس نے تمہیں گاڑی روک کر کچھ کہا تھا نا..... رتن کروایا۔

او..... اچھا..... وہ میجر بھون سنگھ..... جس نے مجھے کہا تھا کہ کہ میں ہوں..... کیا بھلا سا نام تھا..... ہاں بلند خان..... اسے ایک دم یاد آیا.... داخل ہوئی۔

نمستے پوجا ماں..... رتن نے آتے ہی پوجا کو کہا۔

جیتی رہو بیٹی..... کہاں تھی صبح سے..... پوجا نے کہا۔

بس کام تھا..... وہ معصومیت سے بولی۔

کام..... اسے کیا کام ہوگا..... پوجا ماں..... یہ تو گڑیوں سے کھیلتی ہے۔ درپن شریر ہو گیا۔

اس کی عمر ہے بیٹا..... کل رتی بیٹی..... کس کی شادی تھی..... پوجا محظوظ ہو کر بولی۔

پوجا ماں..... تین ہزار اس نے گڑیا کی شادی پر لگا دیئے..... درپن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ بھی کم تھے پوجا ماں..... اتنی تو مہنگائی ہے..... کیا بنتا ہے..... وہ مسکرا کر پوجا ماں کے ساتھ لپٹ گئی.....

ہاں..... بیٹی..... واقعی مہنگائی ہے..... اور ضرورت تھی تو مجھ سے لے لیتی.....

پوجا ماں آتش دان کے پاس بیٹھ گئی۔

ماں..... یہ بڑی فضول خرچ ہے..... ایک پیسہ نہیں ملے گا اس کو..... وہ بڑے دلکش انداز میں رتن کو ڈانٹنے لگا۔ فضول خرچ کہیں کی..... درپن نے رتن کے الجھے بالوں کو چہرے سے ہٹا کر شدید محبت کے ساتھ ایک دلکش شرارت کی۔

دیکھا..... پوجا ماں..... کتنا برا ہے درپن..... میں فضول خرچ ہوں..... بولو..... کیا کی ہے فضول خرچی..... وہ دونوں ہاتھوں کو مکوں کی صورت میں درپن کے شانوں پر مارنے لگی۔

درپن نے دونوں ہاتھوں سے رتن کے نازک کومل مرمریں ہاتھوں کو تھام لیا۔

پوجا ماں..... درپن چھوڑتا نہیں ہے..... رتن نے پوجا کی مدد طلب کی۔

پوجا ہنس کر اٹھی..... اور ڈریس تبدیل کرنے کمرے میں چلی گئی۔ کوئی مدد کو نہیں پہنچے

درپن نے شریر نگاہیں رتن کے چہرے پر ڈالیں۔

چھوڑ دو مجھے..... ورنہ اور ماروں گی۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے بولی۔

ان سے کیا ہوگا..... یہ تو پھول ہیں پھول۔ درپن نے جھک کر رتن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا کر چوم لیا۔

درپن..... وہ دیکھتی رہ گئی..... درپن کی آنکھوں میں محبت و چاہت کی جو چمک آج دیکھی تھی..... وہ پہلے نہ دیکھی تھی۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہو

کیا؟ وہ مدہوش سا چونکا..... ایسا حسن دلکش خدوخال اور شریر جاذب نظر ملکوتی حسن۔ وہ اس کے جنم کا ایک حصہ محسوس ہوتی تھی..... جیسے اس کے بنا جینا محال ہوگا..... رتن تو

حد درجہ معصوم تھی..... شاید محبت کے معنی جانتی ہے کہ نہیں.....

میں کہہ رہی ہوں اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو..... پہلے کبھی نہیں دیکھا.....

سوالیہ انداز میں درپن کے شانے پر پھر ٹہوکا دے کر بولی۔

ہمہ وقت میرے پاس رہتی ہو..... لیکن آج تمہیں اس روپ میں پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ بڑی محبت سے بولا۔

درپن چھوڑو ساری باتیں..... مجھے پیسے دو..... وہ اٹھلاتی ہوئی بولی۔

کتنے ؟ وہ پینٹ کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈالتے بولا۔

دس ہزار..... وہ بولی.....

دس ہزار؟ پاگل ہو گیا..... کیا کرو گی اتنے پیسوں کا..... وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

بس بن گئی جان پر..... پیسہ مانگو تو مصیبت آ جاتی ہے..... مجھے نہیں معلوم.....

جلدی سے پیسے نکالو۔ وہ اس کی جیبوں کو تلاش کرنے لگی۔

رتی..... عقل کے ناخن لو..... کچھ کم کر لو..... وہ نرمی سے بولا۔

دیکھو نا..... دیوالی ہے..... سہیلیوں کے لئے شاپنگ..... اور پھر رنگین چراغ لوں گی..... جن کی روشنیاں ھی رنگین..... وہ انگلی اِدھر اُدھر پھیرتی درپن کو بتانے لگی۔

بس دیوالی ہی ہے..... اتنے روپے ضائع کرو گی۔ وہ ان رسوم کے لئے روپیہ خرچ کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

ضائع نہیں ہوں گے پیسے..... بابا..... تم سے تو بھگوان بھی توبہ کریں گے..... وہ دانت پیس کر بظاہر غصے سے بولی۔

ٹھیک ہے..... ابھی کھانا کھاتے ہیں..... میں تمہارے ساتھ چلوں گا..... وہ ہنس کر بولا۔

ٹھیک ہے..... اچھا ہے..... زیادہ کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

زیادہ..... جی چاہتا ہے تمہیں کچا چبا جاؤں..... تم نے سارے سری نگر کا سودا کرنا ہے..... درپن نے جھک کر اس کی بڑی بڑی سرمئی آنکھیں جھکتی اٹھتی دیکھ کر کہا۔

پوجا ماں..... درپن سے پیسے لے دیں۔ وہ احتجاجاً بولی۔

بیٹا کیوں نہیں دیتے رتی کو پیسے..... پوجا..... فرج کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

؟..... پہلے کھانا کھائیں..... آ جاؤ..... شاباش..... وہ رتن کو بڑی محبت سے بازوؤں کے حصار میں ڈرائینگ روم کی طرف لے گیا..... دوسرے ہی لمحے دونوں ..... درپن نے بازو چھوڑ دیئے۔

یا بات ہے کرشنا۔ پوجا نے ملازمہ کو اندر آتے دیکھ کر کہا۔

تی بی بی کو بلانے آئی ہوں۔ کرشنا بولی۔

تن سہمی سی اسے دیکھنے لگی۔ درپن نے پہلے ماں کی طرف پھر رتن کی طرف ..... پوجا ماں..... میں ابھی آئی تھی نا..... وہ بچوں کی سی معصومیت سے ہنس

ہاں..... ابھی تو آئی ہو..... دس منٹ بھی نہیں گزرے درپن نے تصدیق کر

رتی بی بی..... دیوی جی بلا رہی ہیں۔ کرشنا نے مودب صرف اتنا کہا۔

اماں..... میں چلتی ہوں..... وہ اداس سی بولی۔

نا نہیں کھاؤ گی۔ پوجا ماں جانتی تھی کہ لکشمی دیوی رتی کا ادھر آنا پسند نہیں کرتی..... سیوک رام کی ہستی راستے میں حائل ہے..... ورنہ وہ آج شاید درپن اور اسے نہ ں..... اس مخالفت کی وجہ وہ بخوبی جانتی تھی۔

ئے..... کرشنا نے کہا۔

بے زبان جانور کی طرح ملازمہ کے ساتھ چل دی۔

ی دیوی اب پھر ڈانٹیں گی۔ کیوں آئی ہے..... جب مما منع کرتی ہیں..... تو رک ..... وہ سنجیدگی سے بولا۔

پوجا نے اس کی طرف دیکھا..... اس کے لہجے کا کرب پوجا نے اچھی طرح محسوس کر لیا ۔ پوجا فہم و ادراک رکھنے والی عورت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ درپن رتی کو کس قدر چاہتا ..... اور رتن بھی اپنی توجہ درپن پر مرکوز کیے ہوئے ہے۔ وہ بچپن سے ہی درپن سے قدر مانوس ہو چکی تھی کہ اب علیحدگی کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہ امر سب پر واضح تھا کہ سیوک رام بھی درپن کو بہت چاہتے تھے لیکن لکشمی دیوی کے ں سے اظہار کم ہی کرتے تھے۔ وہ صلح کن اور پرامن ماحول پسند کرتے تھے..... کوئی

ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس سے لکشمی دیوی کی طبع پر گراں گزرے۔ وہ محبت کا سمندر تھے..... ہر شخص کی محبت کے ان کے دل میں مختلف گوشے تھے اور پھر لکشمی جوان کی دیرینہ محبت کی واحد امین تھی..... اس کی بات کو ٹالنا گویا ان کی نظر میں ایک بڑا پاپ تھا۔ سیوک رام فطرتاً بے ضرر اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ سوچوں اتھاہ سمندر میں اترتی چلی گئی..... درپن کی پیدائش سے لے کر اب تک کے تمام حالات کی نگاہوں میں تصویر کی مانند رقص کرنے لگے..... درپن اس کی روح اور محبت کی نشانی تھی۔

پوجا ماں..... کہاں کھو گئیں..... درپن مسکرا کر پکارا۔

ہاں..... آؤ بیٹا کھانا کھائیں۔ وہ چونک گئی۔

جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئی ہو۔ پوجا نے کھانا میز پر لگایا۔

درپن بغور پوجا کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا..... اب بھی مسلسل سوچے جا رہی تھی۔

پوجا ماں..... ایک بات پوچھوں۔ درپن نے ڈونگے میں سے سالن اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

ہاں..... کہو۔ پوجا نے ہاتھ روک لئے۔

یہ بلند خان..... کون تھا.....

بلند خان..... تمہیں کس نے کہا..... معلوم نہیں..... وہ ٹھٹھک سی گئی.....

لفظوں کی روانی کو قائم رکھتے انکار کر دیا۔ اس دن ملٹری نے مجھے روک لیا تھا۔ درپن نے

روک لیا تھا..... میں سمجھی نہیں..... کس لئے..... وہ بری طرح ہڑبڑا سی گئی۔

ملٹری کے میجر نے مجھے کہا کہ تم بلند خان کے بیٹے ہو..... تم نے کیا کہا۔

میں نے کہا..... نہیں..... سیوک رام میرے بابا ہیں..... وہ بولا

اچھا کیا تم نے..... ورنہ ملٹری والے تمہیں مار دیتے..... آئندہ تم اپنے آپ کو سیوک رام کے ہی بیٹے کہلوانا۔ پوجا نے خبردار کیا۔

وہ تو میں یہی کہتا ہوں..... ویسے سچ کہو پوجا ماں..... سیوک رام میرے باپ تو ہیں۔ وہ آج پوجا سے اقرار کروانا چاہتا تھا۔

ہاں میری جان..... بیشک سیوک رام تیرا باپ نہیں ہے لیکن تو ہمیشہ ان کو اپنا جان کر عزت کرنا۔

پوجا کی آواز بھرا گئی۔

میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ وہ باپ سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ درپن نے کہا۔

وہ خاموش کھانا کھاتی رہی.....

میرا باپ کون تھا..... کیا واقعی بلند خان..... نہیں ایسا نہیں ہو سکتا..... بلند خان تو کشمیری ہوگا۔

ہاں..... وہ کشمیری تھا اور بہت بہادر..... تم..... وہ رک گئی..... شاید وہ خود ساختہ فرضی داستان کو بنا نہ سکتی تھی۔ بولو ناماں..... وہ ہاتھ کھانے سے ہٹا کر بولا۔

وہ بات کو ختم کرنا زیادہ بہتر سمجھتی تھی..... کیونکہ الجھنیں زیادہ بڑھنے کا امکان تھا۔

بلند خان کو میں نہیں جانتی..... ویسے تم مجھے اپنی جان سے عزیز ہو' میں نے تمہیں..... ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا ہے..... درپن نے بغور دیکھا..... اسے پوجا کے الفاظ میں حقیقت نظر نہ آ رہی تھی.....

کھانا کھاؤ بیٹا..... یہ لو..... آلو کے کباب..... تمہیں پسند ہیں نا.....

Good..... بڑی چاہت سے اس نے پلیٹ سے کباب نکال کر اپنی پلیٹ میں رکھے..... وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ پوجا ماں اس کی توجہ اس مسئلے سے ہٹانا چاہتی ہے..... چنانچہ اس نے اس بات کو کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا..... وہ زیادہ تفصیل میں نہ جانا چاہتا تھا لیکن اسے جس بات کو جاننے کی اشد ضرورت تھی کہ اس کا باپ ہندو تھا یا کشمیری..... کئی راتیں اس نے اسی مد و جزر میں ڈوبتے ابھرتے گزار دیں..... اگر وہ کشمیری نہیں تو ہندو مذہب سے لگاؤ کیوں نہیں..... اگر وہ ہندو ہے تو کشمیریوں کے لئے پریشان کیوں ہے..... ماں تو آخر ماں ہے..... چاہے کسی روپ میں ہو۔ وہ سوچتا ہوا خاموش اپنے کمرے میں چل دیا.....

دفتری امور تمام درپن سیوک رام کے دستخط سے چل رہے تھے۔ ارد گرد کے حلقوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ درپن سیوک رام کا ہی بیٹا ہے۔

چند دن یوں ہی گزر گئے..... کاروباری سلسلے میں وہ سیوک رام کو ملنے اس کے پاس گیا..... بالکونی میں بیرونی مناظر سے لطف اندوز ہوتے اس نے لکشمی دیوی کو دیکھا.....

نمستے ماما..... وہ کہتا ہوا آگے بڑھا.....

آؤ کیسے آئے ہو..... کام ہے..... وہ انتہائی نخوت اور رعونیت سے پلٹ کر بولی۔

بابا سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی کاروباری امور پر مشورہ کرنے آیا ہوں۔ وہ بولا

کیسا مشورہ۔

وہ گہری نظر درپن کے سراپا پر ڈال کر رہ گئی..... نفرت و حقارت کی چنگاری پھو
لکشمی دیوی کے خرمن صبر و قرار کو جلا کر بھسم کر گئی۔

کیسا مشورہ..... جو بھی ہے مجھے بتاؤ..... ویسے وہ اس وقت ڈرائنگ روم میں
ہیں..... وہ بولی

مہمان ہیں..... وہ سادگی سے بولا۔

ارے واہ..... درپن..... یہ آج ہمارے محل کے نصیب جاگ اٹھے.....
نصیب..... کیسے آئے ہو..... وہ خاموش مشرقی انداز میں شرارت بھرے اندا
درپن کے پاس کھڑی ہوتے بولی.....

رتی..... لکشمی دیوی نے ڈانٹ بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن معصوم بے ضرر لڑکی نا
کومل رتن کو ایسی ڈانٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

بابا سے ملنے آئے ہو۔ وہ درپن کے قریب جا کر بولی۔

ہاں..... بابا کے پاس ہی آیا ہوں۔

وہ ڈرائنگ روم میں ہیں..... آؤ..... میں تمہیں لے جاؤں۔ وہ بے تکلف اندا
درپن کا بازو کھینچ کر بولی۔

آؤ..... وہ لکشمی دیوی کی پرواہ کئے بغیر درپن کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چل دی
اور لکشمی دیوی نے دانت پیستے ہوئے اپنا مکہ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا.....
درپن سے زیادہ رتن پر غصہ آ رہا تھا۔

تم اندر جاؤ..... رتن نے درپن سے کہا۔

آؤ نا..... وہ مسکرا کر بولا۔ اندر بھی آ جاؤ..... درپن نے رک کر کہا۔

تم جاؤ..... واپسی پر آنا..... میرے کمرے میں۔ وہ تاکید کرنے لگی۔

وہ پلٹی.....

رتی..... دوسری طرف سے گوتم نے آتے پکارا۔

کیا ہے..... وہ معصومیت سے بولی۔

تھوڑا سا وقت ہمیں بھی دے دیا کرو..... کتنی دور سے آئے ہیں..... گوتم کے ا

میں بے تکلفی پائی جا رہی تھی

کیا مطلب ہے تمہارا۔ وہ ٹھٹھکی.....

ارے بھئی نظر التفات ہم پر بھی ڈال دو..... آخر ہم بھی تمہارے اپنے ہیں۔ گوتم اس
کے قریب چلا گیا۔

میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ وہ معصومیت سے بولی۔

مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ جب بھی دیکھتے ہیں..... تم درپن کے ساتھ ہوتی ہو۔

میں تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ رہی ہوں..... تمہیں نہیں معلوم..... وہ شریر انداز
میں بولی۔

سب جانتا ہوں..... اب تم بڑی ہو گئی..... گوتم کی نگاہیں اس کے حسن لازوال کو
دیکھ کر پھیل گئیں۔ وہ چونک گئی۔

پھر کیا ہوا..... وہ گوتم کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

گوتم نے زبردست ندامت بھرے انداز میں پاؤں زمین پر مارے اور مخالف سمت چل
دیا۔

وہ مست ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی پھر واپس لوٹ آئی۔

رتی..... لکشمی دیوی کی آواز پر وہ ٹھٹھکی۔

جی ماما..... وہ رک گئی..... زبردست رعب و جلال اس پر کرخت لہجہ..... ادھر آؤ

وہ جانتی تھی کہ رتی اس وقت کہاں سے آ رہی ہے.....

جی..... وہ قریب جا کر بولی۔

چھوڑ آئی ہو..... اس مسلمان کے بچے کو..... کیا اسے ڈرائنگ روم کا راستہ نہیں
آتا۔ لکشمی دیوی نے زبردست غصے کی حالت میں دانت پیسے۔

ماما..... کیا کہہ رہی ہیں آپ..... وہ مسلمان کا بچہ ہے..... وہ حیران رہ گئی۔

میرا مطلب کہ وہ مسلمانوں کا بڑا ہمدرد بنتا ہے۔ لکشمی دیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور
بات بدل گئی۔

اس نے میرے سامنے کبھی ایسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔

چھوڑو اس بات کو..... تم وہاں گئی تھیں۔

گئی تھی ماما..... مجھے کام تھا۔ وہ برجستہ بولی۔

کیوں..... تمہیں منع کیا ہوا ہے کہ وہاں مت جایا کرو.....

ہائے رام..... میں کیا کروں..... کیوں منع کرتی ہیں آپ۔ وہ ٹپٹا کر بولی۔ اور پاؤں زمین پر مارتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

☆ 0 ☆

لکشمی دیوی کے پاس گوشہ استراحت میں بیٹھے، وہ ہڑبڑا سے گئے۔ دروازے پر دستک ہوئی ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

آؤ..... دروازہ کھلا ہے۔

سرکار جی..... ملٹری والا ہے کوئی..... ملنا چاہتا ہے۔ رادیو سنگھ مودب بولا۔

ملٹری والا..... کیا نام ہے..... سیوک رام کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔

معلوم نہیں رام سرکار..... نام نہیں بتایا اس نے

ٹھیک ہے..... مہمان خانے میں بٹھاؤ . ...

بہتر سرکار۔ رادیو سنگھ واپس لوٹ گیا۔

کون ہو سکتا ہے۔ لکشمی دیوی نے عالم پریشانی میں سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

خیال ہے میجر بھون سنگھ ہو گا..... سے آج کل دورہ پڑا ہوا ہے..... سیوک رام نے خیال ظاہر کیا اور نفرت بھی.....

بھون سنگھ..... وہ کیوں آ گیا..... لکشمی دیوی کی آواز حلق میں اٹک گئی۔

پریشانی کی اس میں کیا بات ہے..... ہو گا کوئی کام..... سیوک رام نے اپنی چادر شانے پر ڈالی۔

میرا من گھبرانے لگا ہے..... یہ کیوں آ گیا..... اسے تو کشمیریوں کے گھروں میں جانا چاہئے تھا۔ وہ بری طرح وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔

آپ آرام کریں..... معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

نمستے رام جی۔ میجر بھون سنگھ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔

نمستے..... سیوک رام نے حسب دستور کہا۔ تشریف رکھیے۔ وہ سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے بولے۔

Thank you.....وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

کیسے آنا ہوا..... سیوک رام نے کہا۔

مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ میجر بھون سنگھ اپنی داڑھی پر ہلکا سا ہاتھ پھیر کر بولا۔

پوچھیئے..... سیوک رام مطمئن ہو گئے۔

یہ لڑکا جو آپ کے گھر میں رہ رہا ہے..... کون ہے..... بھون سنگھ نے ایک آبر
کرتے ہوئے کہا۔

کون لڑکا..... نام لیجئے..... سیوک رام نے کہا لیکن انہیں کھٹک چکا تھا۔

یہی..... اپنا نام درپن بتاتا ہے اور آپ کو اپنا باپ بتاتا ہے۔ بھون سنگھ گہری سوچ
ابھرا۔

بالکل وہ میرا بیٹا ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ سیوک رام کو بھون
کی گفتگو پسند نہ آئی۔

رام جی..... وہ لڑکا ہندو نہیں ہے..... نام بے شک اس کا درپن ہے۔ بھون سنگھ
موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں..... کھل کر کہیں..... سیوک رام بولے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں..... کہ یہ لڑکا جو اپنا نام درپن بتاتا ہے..... یہ آپ کا
سکتا۔ بھون سنگھ بال کی کھال اتارنے پر تل گیا۔

دیکھیں..... بن ماتا پتا کے بچہ ہے..... اس کی ذمہ داری میں نے جو لے لی

سیوک رام کا ماتھا ٹھنکا۔

یہ رام جی..... بلند خان کا بیٹا ہے..... جو گزشتہ کئی سالوں میں بم دھماکے میں م
تھا..... اب بھی اسی کی پارٹی نے مارکیٹ کو آتش گیر مادے سے اڑا دیا ہے۔

بلند خان کو ایک عرصہ گزر گیا ختم ہوئے۔ سیوک رام نے افسوس ظاہر کیا۔

بے شک..... وہ..... لیکن اثرات باقی ہیں۔

اس کو آپ نے قتل کیا تھا بلکہ اس کے سارے خاندان کو..... سیوک رام کو یاد آ گیا

آپ درست کہتے ہیں..... بلند خان بہت بڑا تخریب کار تھا۔ اگر اس کو ختم نہ کیا جا
اور کوئی بڑا کام کرنے سے گریز نہ کرتا۔ اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ سیوک رام نے
میں چاہتا ہوں کہ بلند خان کی ایک بیوی اور اس کا بیٹا..... غالباً ایک ملازم جس کی

تلاش ہے..... وہ میرے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔

سیوک رام کے لئے اب جھوٹ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ بلند خان میرا دوست تھا.....
اس کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے لیکن میں اس کی بیوی اور ملازم کو نہیں جانتا۔

بلند خان کا بیٹا درپن زندہ ہے نا۔ میجر بھون سنگھ بڑے وثوق سے بولا۔

بالکل زندہ ہے..... اس کی تربیت اور پرداخت میں نے ہی کی ہے۔ آپ اس کو میرے حوالے کر دیں..... وہ کسی وقت بھی آپ کے لئے مصیبت بن سکتا ہے۔ بھون سنگھ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ضرر بچہ ہے..... اس کو آپ کے حوالے کیسے کر دوں۔

سیوک رام ایک دم کھڑے ہو گئے۔

آپکی چتون پر بل مجھے ہرگز منظور نہیں..... دراصل وہ تخریب کار کی اولاد ہے۔

وہ تخریب کار کی اولاد ہے..... درپن تو تخریب کار نہیں..... وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے آپ کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔

ٹھیک ہے..... خیال رکھیے گا..... کوئی ایسی ویسی..... بھون سنگھ نے دونوں ہاتھوں کو اپنی بندوق کی نالی پر پھیرا..... اور جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

رکیئے..... بھون سنگھ.....

سیوک رام نے کہتے ہوئے کال بیل پر انگلی رکھی۔

رام جی..... رادیو سنگھ اندر داخل ہوا۔

دیوی جی سے چیک بک لاؤ۔

بہتر سرکار..... رادیو سنگھ لوٹ گیا اور چند ہی لمحے گزرے وہ چیک بک لے کر آ گیا۔

سیوک رام نے چیک بک پکڑ کر رادیو سنگھ کو جانے کا اشارہ کیا۔ چند لمحے خوفناک سکوت کے ساتھ گزرے..... سیوک رام نے چیک بک کو کھولا اور پچاس ہزار پر دستخط کئے۔ یہ میری طرف سے قبول کیجئے..... سیوک رام نے چیک کو بھون سنگھ کو تھماتے ہوئے کہا۔

اجی..... رام جی..... اس تکلف کی کیا ضرورت تھی..... درپن آپ کو اس قدر عزیز ہے تو کون اسے کچھ کہہ سکتا ہے۔ پرورش تو آپ کی ہے نا..... بھون سنگھ کی گرسنہ نظریں چیک کا طواف کرنے لگیں۔

ضرورت پڑنے پر اور بھی دے سکتا ہوں..... کوئی بڑی بات نہیں.....

Thank you .. Thank you رام جی..... آپ درپن کے بارے میں بے ا
رہیں.....

بھون سنگھ نے دروازے کی طرف لرزتے پردوں کو بغور دیکھا۔ میرا خیال ہے میر
اور آپ کی گفتگو کوئی سن رہا ہے۔ بھون سنگھ نے چیک کو وردی کی اندرونی جیب میں ڈا
لیا۔

بے فکر رہیئے..... باہر سے کوئی نہیں آ سکتا..... کوئی ملازم ہوگا۔

All right..... بھون سنگھ نے جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

سیوک رام بھی کھڑے ہوگئے۔

دروازے کا پٹ کھول کر بھون سنگھ پھر پلٹا..... ایک بات کا خیال رکھئے رام جی...
بھون سنگھ نے اپنی گھنی سیاہ ابرو ایک طرف سے اٹھا کر کہا۔

سیوک رام نے صرف آنکھیں اٹھائیں۔

درپن کو میجر راون سے بچائیے گا۔

کیا مطلب ؟

مطلب یہ ہے رام جی راون دشمن ہے بلند خان کا..... وہ جہاں بھی درپن کو دیکھے
کر دے گا.....

بھون سنگھ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

میں اسے دیکھ لوں گا۔ سیوک رام نے طیش میں کہا۔

بابا..... دروازے پر درپن کی آواز سن کر چونک گئے۔

درپن..... تم..... کہاں تھے..... میں نے تمہیں کل سے نہیں دیکھا۔ سیوک
کے انداز میں بے ساختگی اور والہانہ پن تھا۔

کیا بات ہے..... بابا۔ آپ پریشان نظر آتے ہیں۔ درپن بڑی محبت و چاہت کے
سیوک رام کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔

کچھ نہیں..... وہ چھپا گئے۔

کچھ تو ہے بابا..... یوں تو افسردہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

درپن نے دیکھا بغور سیوک رام کی آنکھوں میں محبت کے دو دیپ جلتے دیکھے۔

آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں بابا..... وہ آگے جھک کر بولا۔ اور سیوک رام

ت کو اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔

تم میرے بیٹے ہوتا..... وہ یقینی اور غیر یقینی کے اعراف میں ڈولنے لگے۔

اس میں کیا شک ہے..... میں سیوک رام کا بیٹا ہوں..... آپ کی روح کا حصہ..... وہ
الہانہ انداز میں بولا۔

لیکن لوگ تمہیں میرا بیٹا نہیں سمجھتے..... میں جانتا ہوں لوگ کیوں نہیں سمجھتے.....
انتہائی کرب سے سیوک رام کی طرف دیکھ کر بولا۔

پھر بھی.....

جی ہاں بابا..... پھر بھی آپ میرے پتا ہیں..... میں آپ کا ہوں..... صرف آپ کا
.... آپ میرے پ... آپ..... درپن بے ساختہ سیوک رام سے لپٹ گیا۔

تمہیں معلوم ہے تمہیں پیدا کس نے کیا ہے۔ سیوک رام نے ویران نظریں درپن کے
چہرے پر ڈالیں۔

جانتا ہوں مجھے پیدا کرنے والا بلند خان ہے۔ اس ناطے سے وہ میرا باپ کہلاتا ہے.....
ان سے کیا ہوتا ہے بابا..... صرف پیدا کرنا تو سب کچھ نہیں ہوتا..... آپ نے مجھے پاؤں
پاؤں چلنا سکھایا مجھے زندہ رہنے کا شعور عطا کیا..... میں ایک بہتر زندگی گزارنے کے قابل
ہوں بابا..... سویٹ بابا..... پرورش ہی سب کچھ ہے..... بڑی عقیدت اور محبت کے
ساتھ درپن جھکا اور سیوک رام کے ہاتھ چوم کر باہر نکل گیا۔

وہ ساکن..... کسی غیر متحرک بت کی طرح صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔
راجکمار بھی ان کا بیٹا تھا..... اس نے کبھی ان کی خبر نہیں لی اور نہ ہی ہمدردی کے دو بول
کہے ہوں..... درپن دن میں ایک مرتبہ ضرور ان کی خیریت معلوم کرتا اور ہر طرح سے
ان کی صحت اور ضرورت کا خیال رکھتا۔ وہ درپن کو ہر قیمت پر ملٹری کے عتاب سے بچانا
چاہتے تھے۔ درپن کو زندہ رہنا ہے۔ بھگوان اس کی حفاظت کریں گے..... وہ زندہ رہے گا
میرے لئے..... دیوی کے لئے..... ہمیں اس کی ضرورت ہے..... ادھر کھٹاک سے
دروازہ کھلا اور لکشمی دیوی بری طرح چونک گئیں۔

کیا بات ہے..... دروازہ بغیر آواز کے کھولا کرو..... اس قدر شور..... لکشمی دیوی
نے راجکمار کو اندر آتے دیکھ کر ناگواری سے کہا۔

میرے اندر کے شور کو کون دبائے گا ماما..... ایک طوفان برپا ہے میرے اندر.....

راجکمار شدید غصے کے عالم میں اندر آتے بولا۔

کیا..... کیا کہہ رہے ہو..... بیٹا..... اتنا غصہ صحت کے لئے مضر ہے۔ لکشمی دیوی نے جوس کا خالی گلاس واپس تپائی پر رکھا۔

ماما..... وہ بڑے دھماکے سے صوفے پر بیٹھا.....

لکشمی دیوی نے بغور اس کے بگڑے تیور دیکھے تو حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

کیا بات ہے..... بگڑے ہوئے لگ رہے ہو..... جھگڑا ہوا ہے کسی سے۔

نہیں..... وہ مختصر سا جواب دے کر جھنجلاتے ہوئے بالوں کو درست کرنے لگا۔

پھر کیا بات ہے۔ لکشمی دیوی کو الجھن ہونے لگی۔

ماما..... درپن کسی بلند خان کا بیٹا ہے..... اپنا تو کچھ نہیں..... وہ ایک دم کہہ گیا

تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ لکشمی دیوی کا ماتھا ٹھنکا..... راجکمار تیز طبیعت کا لاابالی نوجوان تھا۔ اس نے کہاں سے معلوم کر لیا..... حالانکہ..... وہ بھی اب محتاط ہو چکی تھیں۔ وہ سوچنے لگیں۔

معلوم ہو گیا ہے..... درپن ہندو نہیں ہے..... وہ کشمیری ہے اور کشمیری یہاں نہیں رہ سکتا..... وہ انتہائی نخوت سے بولا۔

راج بیٹے..... ایسا مت سوچو..... درپن اس محل میں پل کر جوان ہوا ہے..... تمہارے ساتھ کھیلا ہے..... تمہارے پاپا کا ہمدرد ہے..... لکشمی دیوی جانتی تھیں کہ درپن ایک ہمدرد اور محبت کرنے والا نوجوان ہے..... اور سیوک رام کی خاص عنایت اس پر ہے

تو کیا ہوا..... وہ ہمارا دشمن ہے..... میں..... ہرگز نہیں..... وہ ہاتھ ملنے لگا۔

تم اسے کچھ نہیں کہو گے..... بس..... لکشمی دیوی نے حکم صادر فرما دیا.....

لیکن..... اس کی وجہ..... وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

سب سے بڑی بات کہ اگر وہ بلند خان کا بیٹا ہے بھی تو اب نہ وہ بلند خان ہے اور نہ اس کو پیدا کرنے والی عورت..... وہ ہندو عورت کی آغوش میں پرورش پا چکا ہے..... اور ہندو دھرم رکھتا ہے۔ لکشمی دیوی نے راجکمار کے دل سے تمام قسم کے پراگندہ خیالات صاف کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ضدی ہٹ دھرم اور اکھڑ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے دل میں جو فطرتی نفرت و حقارت گھر کر چکی تھی روزافزوں ترقی ہی کرتی رہی۔ یوں تو وہ کبھی درپن سے بات کم ہی کرتا تھا..... لیکن اب کے تو حالات نے ایسا پانسہ پلٹا کہ وہ درپن سے شدید نفرت

نے لگا۔ سیوک رام یا لکشمی دیوی کا ڈر یا خوف راستے کی رکاوٹ نہ بنتا تو وہ کبھی کا درپن کو ل سے نکال چکا ہوتا۔ صد آفرین درپن پر جس کو سب علم ہونے کے باوجود بھی اپنے بات قابو میں رکھنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ جس دن اس کو یہ علم ہوا کہ وہ واقعی بلند خان کا ہے تو حیرت اور بے پناہ مسرت سے وہ دیوانہ ہو گیا..... لیکن وہ نمک حرام یا خود غرض بے مروت نہیں تھا اس کو اتنا خیال تھا کہ اس کی بہتر تربیت و پرداخت محل میں ہوئی ی..... سیوک رام نے کس قدر اس کے آرام اور سکون کا خیال رکھا تھا۔ وہ یہاں رہ کر ل تعلیم حاصل کر چکا تھا..... اگر سیوک رام اسے پناہ نہ دیتے تو آج وہ گندی نالی میں رینگنے الے کیڑے کی طرح کسی ہندو کی چوکھٹ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی کے دن گزار رہا ہوتا۔ وک رام نے اسے اعلیٰ زندگی اور عقل و شعور عطا کیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی..... اور وہ چونک گیا۔ اسے معلوم تھا یہ دستک سوائے رتن ے اور کسی کی نہیں ہے کیونکہ موسم قدرے ابر آلود تھا..... چند دنوں سے بارشوں کا لسلہ چل رہا تھا..... کبھی چھم چھم تیز بوچھاڑ پڑنے لگتی تو کبھی رم جھم پھوار..... وہ وش اپنے کمرے میں کئی دنوں کا چھوڑا ہوا حساب کتاب مکمل کر رہا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

آ جاؤ..... دروازہ کھلا ہے۔ وہ یوں ہی بولا۔

اور وہ بالائے ناگہانی کی طرح آدھمکی.....

ارے..... پاگل ہو گیا..... ٹائم دیکھا تم نے..... چھ بج رہے ہیں..... اور سردی ں قدر بڑھ رہی ہے..... وہ کھاتے اور فائلیں ایک طرف رکھتا حیرت سے بولا۔ چھ ہی تو ج ہیں..... رات تو نہیں بیت گئی.....

وہ بھیگی اوڑنی کو جھاڑتی اس کے سامنے والی میز پر بیٹھ گئی۔

رتی..... اس قدر سردی میں..... ان کپڑوں کے ساتھ..... مرنے کا ارادہ تو نہیں ہارا..... وہ رتن کی بھیگی اوڑنی کو دیکھ کر بولا۔

مرتی نہیں ہوں میں..... بڑی سخت جان ہوں..... وہ ہاتھ سے اپنی پیشانی سے پانی ے قطرے صاف کرتے بولی.....

ٹھہرو..... میں تولیہ لاؤں..... تم بہت بھیگ چکی ہو وہ اٹھنے لگا۔

نہیں..... بیٹھو..... تم سے ایک بات کہنا ہے۔ ایک دم رتن نے ہاتھ بڑھا کر درپن

کو بٹھادیا۔

کہو..... جلدی سے۔ وہ بیٹھ گیا

ہم سب لوگ دہلی جارہے ہیں۔ رتن نے کہا۔

دہلی..... ماما بھی جائیں گی۔

نہیں..... بس ہم سب۔ وہ بغور درپن کو دیکھ کر بولی۔

یعنی کہ تم اور باقی لوگ۔ درپن کے انداز میں اداسی کا عنصر غالب تھا۔

تم بھی چلنا..... درپن..... بڑا مزا آئے گا..... وہاں بڑے مندر کے پچھلی طرف کے کزن ہیں..... بڑے مزے کے آدمی ہیں..... وہاں بھی چلیں گے۔

خیر..... شوق سے جانا..... لیکن..... وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

لیکن کیا؟ وہ جھک کر بولی

میں نہیں جاؤں گا۔ وہ ایک دم بولا۔

کوئی تکلیف ہے..... تم کیوں نہیں جاؤ گے..... وہ ایک ہاتھ درپن کے شانے پر مار بولی۔

تمہارا دماغ چل گیا ہے..... بابا کیسے جانے دیں گے..... یہاں کام کون کرے گا.. اور جو نئی فیکٹری لگائی ہے..... درپن نے کام کی زیادتی کا احساس دلایا۔

بھاڑ میں جائے تمہارا کام..... بس تم چلو گے..... میں کچھ نہیں جانتی۔ وہ دلبرانہ ا میں بولی۔

تم نہیں سمجھو گی..... دیوانی لڑکی..... تجھے اپنی پڑی ہے۔ وہ محبت سے رتن کا شانہ بولا..... پھر ہنس دیا

مجھے نہیں معلوم تم چلو گے..... ورنہ.....

ورنہ کیا..... کیا کرو گی تم..... وہ چونکا..... اور آگے کو جھک کر بولا۔

میں تمہارا گلا دبا دوں گی..... ہاں..... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کی مردانہ گرن دبوچ کر بولی۔

اچھا..... ان ہاتھوں سے..... یہ..... نازک اور کمزور..... پھول..... جیسے ہا درپن نہایت عقیدت کے ساتھ رتن کے ہاتھوں کو چوم لیا..... ان سے نہیں مر سکتا؟ ..... وہ مسکرادیا۔

درپن..... کیا کروں..... جی چاہتا ہے..... تمہارے پاس ہی بیٹھی رہوں..... تم ے سامنے رہو..... بس ہر جگہ تم ہی میرے ساتھ ہو..... وہ اپنے سر کو درپن کے شانے پر ٹکا کر بولی۔

کون کافر..... تم سے جدائی کا تصور بھی کرے..... مجبوری ہے..... وہ پژمردہ رتن کی طرف دیکھ کر بولا۔

کیا مجبوری؟ وہ بولی۔

اب تو راجکمار بھی طنز کرنے لگا ہے مجھ پر..... جب بھی سامنا ہوتا ہے..... عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہے۔ درپن کے لہجے میں عجیب قسم کی اداسی تھی۔

میں جانتی ہوں..... تم کوئی اور خیال من میں مت لانا..... رتن نے درپن کو اطمینان دلانا چاہا۔

تم جانتی ہو۔ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ درپن نے کہا۔

ہاں..... میں جانتی ہوں..... بھائی کیوں ایسا کرتا ہے۔

کیا..... بھلا.....

تم بلند خان کے بیٹے ہو..... وہ تمہیں کشمیری جان کر ایسا کرتا ہے۔ وہ مسکرائی..... اسے علم ہو گیا۔ وہ ورطہ حیرت میں اتر گیا۔

تمہیں حیرت ہوئی ہے کہ تم ایک کشمیری کے بیٹے ہو..... اور میں تم سے محبت کرتی ہوں..... وہ بڑی اپنائیت سے درپن پر اپنے نازک وجود کا بھار ڈال کر بولی۔

ہاں..... رتی..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا..... مر جاؤں گا۔ تم میرے لیے اس کی پرچھائیں سے بھی قریب ہو.....

محبت کسی مذہب کی پابند نہیں ہے درپن..... محبت تو بس محبت ہے..... مسکرادی۔

رتی..... میری جان..... درپن نے پرسکون انداز میں اپنا سر رتن کے ریشمی بالوں پر ٹکا دیا..... باہر آہٹ ہو رہی ہے۔ درپن ایک دم سے چونکا

درپن بیٹا..... سو گئے..... برآمدے سے پوجا نے پکارا.....

آجایئے پوجا ماں..... آفت نازل ہو چکی ہے..... سونا کہاں ہے..... لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی۔ اور رتن اٹھ کر سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

ارے رتی..... تم..... اس وقت پوجا گھبرا کر بولی۔

اس وقت کیا ہے پو جاماں۔ درپن بولا۔

بیٹا..... دیکھو تو سہی..... کتنی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ پو جا نے بند کھڑکی کی طرف دیکھا۔

بارش..... رتن گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

گھبراؤ نہیں میں تمہیں چھاتا لے کر چھوڑ آؤں گا..... جیسے..... درپن نے دلاسا دیا۔

دیکھو..... آٹھ کا گھنٹہ بج گیا..... جاؤ چھوڑ آؤ..... رتن نے درپن کی طرف دیکھا .....

ذرا رکو..... میں چھاتا لے آؤں..... وہ کمرے سے نکل گیا۔

اب کیا معلوم دیوی جی..... کیا کہیں..... پو جا اداسی پیدا کر دینے والے لہجے میں بولی۔

کچھ نہیں کہتیں..... اب بارش ہو گئی تو میرا کیا قصور..... یہ تو سمے کا قصور ہے یا پھر بھگوان کی مرضی..... وہ اندر آتے درپن کو دیکھ کر ہنس دی۔

پو جاماں..... یہ تو نہ جانے کون سی مٹی سے بنی ہے..... اسے ڈر ہی نہیں لگتا..... نہ رات سے اور نہ دن سے..... وہ پھر اصل موڈ میں آگیا۔

میں کوئی تیری طرح ڈرپوک تو نہیں۔ جو ہر گام پر ڈرتی رہوں۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

چل آ..... درپن نے رتن کا نازک ہاتھ تھام لیا۔

جلدی آجانا..... پو جا نے جاتے ہوئے درپن سے کہا۔

.....OK.....

دونوں باہر نکل گئے۔ وہ تیز بارش میں درپن سے چپکی لپٹی اپنے کمرے تک پہنچ گئی۔ شکر ہے بھگوان..... وہ ادھر ادھر نظر گھما کر بولی۔

میں جاؤں..... وہ باہر سے ہی بولا۔

آجاؤ..... درپن..... ٹھہر کے چلے جانا..... وہ پھر اسے روکنے لگی.....

سو جا اب..... دروازہ بند کر لے

ٹھہر جاؤ۔ رتی نے لپک کر درپن کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نہیں..... رتی..... اب جانے دو..... تم جاؤ کمرے میں..... سردی بڑھ رہی ہے..... شاباش.....

اچھا بائے..... وہ جاتے جاتے درپن کو پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ دروازہ کھول کر

داخل ہوئی..... اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔ لکشمی دیوی قہر و جلال کی مورتی بنی سامنے ی پر بیٹھی تھیں.....

تی..... لکشمی دیوی گرج کر بولیں.....

نی ماما..... وہ سہم گئی۔

کہاں سے آرہی ہو..... اس وقت..... لکشمی دیوی کی آواز کی کڑک اس کے رگ ں میں اتر گئی۔

ماما..... ادھر..... درپن کے ہاں اور کہا جانا ہے۔ وہ معصومیت سے بولی

یوں جاتی ہو..... درپن کے پاس..... تمہیں منع کیا ہے کہ اب تم وہاں نہیں جاؤ گی۔ ہا کر بولیں۔

ماما..... کیوں نہ جاؤں درپن کے پاس..... درپن میں کیا برائی ہے..... وہ بے ساختہ ئی۔

اس میں برائی ہے..... تمہیں معلوم نہیں..... لکشمی دیوی نے طنزاً کہا

کیا برائی ہے..... یہی کہ وہ بلند خان کا بیٹا ہے۔ رتن نے کہا۔

کیا یہ برائی کم ہے..... وہ ایسے انسان کا بیٹا ہے..... جس کے خیالات نظریات ہم سے ل جدا ہیں..... اور یہی اختلافات ملک تقسیم کا باعث بنا.....

وہ ہمارے ساتھ پل کر جوان ہوا ہے..... مجھے تو اس کی کسی حرکات و سکنات میں ائی نظر نہیں آیا..... بلکہ برائی بھی کوئی نظر نہیں آئی.....

تمہاری آنکھوں پہ پٹی بندھی ہے..... تمہیں اچھے برے کی پہچان نہیں رہی.....

ی دیوی کے تیور بدلے بدلے سے نظر آرہے تھے۔

ب کے گیارہ بج چکے تھے.....

اب سو جاؤ..... اور اپنے لباس کو تبدیل کرو..... بھیگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تیز ی سے کمرے میں سے نکل گئیں.....

ہر دم مندر کی گھنٹی بجنے لگی..... محل کے لوگ جانے کی تیاری کرنے لگے.....

ے دھیرے ضروریات سے فارغ ہو کر سب ڈرائننگ روم میں ناشتے کے لئے موجود تھے

ک رام..... راجکمار اور لکشمی دیوی موجود تھی..... لیکن ایک کرسی خالی تھی.....

رشنا..... رتی کو ناشتے کے لئے کہو

بہتر دیوی دی ..... کرشنا رتن کے کمرے میں چل دی۔ اور چند لمحوں کے بعد وا
پلٹی۔

دیوی جی ..... رتی بی بی تو بخار میں پھنک رہی ہیں ..... اوئی رام آگ کی طرح بد
تپ رہا ہے ..... کرشنا حد درجہ گھبرا رہی تھی .....

بخار ..... ہونا ہی تھا ..... لکشمی دیوی پریشان صورت کرسی دھکیل کر اٹھیں
لیکن سیوک رام کو چین کیسے نصیب ہوتا ..... لاڈلی بیٹی بیمار ہو تو ..... وہ بھی اٹھے۔ تنہا
راجکمار بیٹھا رہا۔

راج بیٹے ..... تم ناشتہ کرو ..... ہم رتی کو دیکھ کر آتے ہیں ..... ٹھیک ہے ماما .....
مطمئن رہا۔ راجکمار نے اپنے کپ میں چائے بنائی۔

رتی جانی ..... لکشمی دیوی اس پر جھک گئیں۔ ارے بہت بخار ہے ..... سیوک رام
ہوئے ..... موبائل نکال کر ڈاکٹر سے بولے .....

دیکھا ..... سردی اور بارش ..... بخار تو ہونا تھا ..... لکشمی دیوی نے دانت
کچکچائے .....

ماما ..... ٹھنڈ لگ رہی ہے ..... مر جاؤں گی ..... ہائے رام ..... رتن نے لکشمی دیوی
کے ہاتھوں کو کانپتے ہوئے پکڑا۔

مریں تیرے دشمن ..... میری جان ..... ماما کی زندگی ..... لکشمی دیوی نے آتش
دان کی آگ کو روشن کر دیا۔ جو بجھ چکی تھی۔

رتن کیا بیمار ہوئی سارے محل کی دنیا اتھل پتھل ہو گئی ..... آج کئی روز ہو
تھے ..... پوجا حیران سی محل چل دی۔

نمستے دیوی جی .....

نمستے ..... آؤ پوجا ..... کیسے آئی ہو ..... لکشمی دیوی غلام گردش میں آتے ہوئے
سے بولیں۔

بہت دن ہو گئے دیوی جی ..... رتی نظر نہیں آئی ..... طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی
پوجا پریشان سی بولی۔

رتی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ..... لکشمی دیوی لاپرواہ سی بولیں۔

کیا بات ہے رتی کو۔ پوجا نے کہا۔

معمولی بخار ہے ..... پریشانی کی کوئی بات نہیں .....

پریشانی کی بات تو ہے دیوی جی ..... درپن یہاں نہیں ہے ..... اس لئے مجھے کسی بات کا
علم ہی نہیں ہوتا ..... درپن بہت دنوں سے دہلی گیا ہوا ہے۔ پوجا کو افسوس ہوا کہ بروقت
اسے رتی کی بیماری کا علم کیوں نہیں ہوا۔

رتی کو اسی دن سے بخار ہے ..... جس دن تمہارے ہاں بھیگتی ہوئی آئی تھی۔ لکشمی دیوی
نے جیسے زبردست شکوہ کیا ہو ..... کہ رتی کا بخار تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔

دیر ہو چکی تھی ..... درپن نے کہا کہ رک جاؤ ..... لیکن وہ آنے کے لئے بضد تھی
دل ..... وہ قریبی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

اپنے کمرے میں ہے ..... پوجا نے کہا

ہاں ..... دیکھ لوں ..... وہ اجازت طلب نگاہیں لکشمی دیوی کے کرخت چہرے پر ڈال
بولی۔ لکشمی دیوی نے اقرار میں صرف گردن ہلائی اور پوجا رتن کے کمرے کی طرف چل
دی۔

رتی بٹیا ..... پوجا نے محبت سے اسے دیکھ کر لحاف ہٹایا .....

پوجا نے اس کے تپتے ہوئے چہرے پر سے بال ہٹائے۔

پوجا ماں .....

ہاں ..... ہاں ..... کیسی طبیعت ہے ..... پوجا محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر
بولی۔

پوجا ماں ..... درپن نہیں آیا ..... وہ ایک دم یاد کر کے بولی۔

نہیں بٹیا ..... وہ تو دہلی سے واپس نہیں آیا ..... پوجا نے کہا۔

اتنے ..... اتنے دن ہو گئے ..... وہ آہستہ سے بولی .....

ہاں بیٹی ..... دن تو بہت ہو گئے ہیں۔ آ جائے گا ..... پوجا نے رتن کے دہکتے چہرے کو
بغور دیکھا ..... اس کا سرخ و سپید رنگ اناری ہو رہا تھا اور یاقوتی ہونٹ خشک تھے۔ جن پر
پپڑی سی جم گئی تھی۔

وہ چند لمحے خاموش رہی۔ پوجا ماں .....

کہو بٹیا ..... پوجا نے کہا۔

جب بھی درپن آئے ..... اسے میرے پاس بھیجنا ..... وہ بولی۔

ضرور بھیجوں گی بٹیا..... بھلا تمہاری بیماری کا سن کر وہ چین سے کیسے رہ سکتا ہے۔
ماں نے اس کے لحاف کو درست کیا۔

پردا اٹھا اور لکشمی دیوی اندر داخل ہوئیں۔ کیسی ہے ہماری بچی..... لکشمی دیوی تو کرسی پر بیٹھ گئی۔

بخار تو کم نہیں..... ڈاکٹر نے دیکھا تھا..... کیا کہا اس نے..... سردی کا اثر ہے۔

لکشمی دیوی کہتے کہتے رک گئیں..... جب سیوک رام درپن کے ساتھ داخل ہوئے۔

رتی..... تمہیں بخار ہو گیا..... درپن سب کی موجودگی کو نظر انداز کرتا جھکا.....

درپن..... تم آ گئے..... رتن نے آنکھیں کھولیں.....

ہاں..... آنکھیں کھولو..... دیکھو..... وہاں ہیں نہرو آئے ہوئے تھے۔ چاندنی میں انہوں نے نمائش لگائی تھی..... میں تمہارے لئے کیا کیا لایا ہوں..... درپن نے دونوں ہاتھوں کے حصار میں تھام کر رتن کو بٹھایا.....

ارے..... بابا..... اتنا بیمار کر دیا رتی کو..... میں تو اسے اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا۔

درپن نے بریف کیس کھول کر رتن کے سامنے رکھا اور دوسری طرف سیوک رام کی طرف متوجہ ہوا۔

اس وقت لکشمی دیوی خاموش دیکھ رہی تھی کہ رتن کس قدر سرعت کے ساتھ کے آتے ہی ہوش مند نظر آنے لگی تھی۔

ہاں بیٹے..... زبردست نمونیے کا حملہ تھا..... سیوک رام مسکرائے۔

بابا..... اب بالکل ٹھیک ہو جائے گی..... میں..... اس کی ساری بیماری لے گا..... بھگوان اس کو ٹھیک کر دے..... میں اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتا۔

رتن بڑی پر مسرت انداز میں اپنی چیزیں دیکھ رہی تھی.....

یہ گجرے..... اچھے ہیں نا..... نیگرو..... ڈانس کر رہے ہیں..... وہ یوں اس سے باتیں کر رہا تھا جیسے کسی بچے سے مخاطب ہو۔ اس قلیل عرصہ میں لکشمی دیوی جان چکی تھیں رتی اور درپن ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں..... لیکن ہو گا کیا..... رتی ضدی اور بات پر اڑ جانے والی لڑکی تھی..... خیر..... دیکھا جائے گا۔ وہ اٹھی

چلیں..... ناشتہ ٹھنڈا ہو چکا ہو گا..... سیوک رام بولے

ہاں..... ہاں..... ماما..... آپ جائیں..... ہم..... رتی کے پاس رہیں گے..... درپن بولا۔

کرشنا ہے نا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

نہیں ماما..... کرشنا اس کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی..... آپ بے فکر رہیں..... پوجا ماں..... ٹھیک ہے نا..... ٹھیک ہے دیوی جی..... ہمیں بھی موقع دیں رتی بی بی کی خدمت کا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... آؤ لکشمن..... سیوک رام لکشمی دیوی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے گئے۔

میں رتی کی شدید بیماری کی وجہ سے خاموش ہوں..... ورنہ میں اس طرح کا رویہ پسند نہیں کرتی۔ لکشمی دیوی نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس بیٹھتے زیورات اتارے..... کسی وہم اور اندیشے کو دل میں جگہ مت دیا کریں..... دیوی جی دراصل پوجا اور درپن انتہائی مخلص لوگ ہیں..... پھر درپن تو کسی کو تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔ سیوک رام نے لکشمی دیوی کے دل سے اندیشے نکالنے چاہے۔

یہ بات بھی درست ہے..... لیکن..... وہ خاموش ہو گئیں۔

لیکن..... کیا..... بات ادھوری مت چھوڑا کریں..... آپ کو معلوم ہے مجھے اچھا نہیں لگتا..... پلیز بات مکمل کریں۔ وہ تجسس برداشت نہیں کرتے تھے۔

میں آئندہ کے لئے پریشان ہوں..... رتی درپن کے ساتھ اس قدر مانوس ہو چکی ہے کہ اس نے راجکمار کی بھی پروا نہیں کی..... لکشمی دیوی نے کہا۔

راج کی بات مت کرو..... اسے اپنے عیش و طرب میں کس کا خیال ہے۔ اب دیکھو نا..... پچھلے پندرہ دن سے شملے دوستوں کے ساتھ گیا ہوا ہے۔ اس نے بھول کر رتی کو کبھی محبت سے نہیں بلایا..... بلکہ حال نہیں پوچھا..... سیوک رام نے کہا۔

ہوں..... رام جی..... میں بھی مانتی ہوں..... وہ محل میں ٹکتا ہی کب ہے..... لکشمی دیوی نے اقرار کیا۔

اسے ٹکنا چاہئے..... میں بوڑھا ہو رہا ہوں..... سارا کاروبار درپن نے سنبھال لیا ہے..... اسے بھی دلچسپی لینی چاہئے۔ سیوک رام بولے۔

نہ جانے آئندہ کیا حالات ہوں..... آپ اسے بزنس کے کاموں میں الجھائیں۔ لکشمی دیوی آنے والے وقت سے دہل گئی۔

میں کیا کروں..... میری ہمت جواب دے چکی ہے ۔درپن کو وہ اچھا نہیں سمجھتا... بزنس میں خاک الجھے گا..... راجکمار کے بس کا روگ نہیں ہے۔ سیوک رام نے سر پکڑ لیا۔

بات کہاں سے شروع ہوئی اور ختم کہاں ہوئی۔

آرام کیجئے..... مت سوچئے..... لکشمی دیوی لیٹتے ہوئے بولی۔ اور سیوک رام نے لیٹے ہی سائیڈ لیمپ کی بتی گل کر دی۔

پوجاماں..... نیند آ رہی ہے۔ وہ لحاف اٹھائے اندر داخل ہوا۔

ہوں..... پوجا اونگھ رہی تھی..... یہاں لیٹ جایئے ماں..... قالین پر بستر بچھا کر لحاف رکھا.....

آ گئے بیٹا..... وہ صوفے سے کشن سر کے نیچے رکھتی لیٹ گئی۔

آپ سو جائیں..... رتی کا خیال رکھنا..... وہ نیند میں ہی بولیں۔

رتی کا کیوں نہ خیال رکھوں گا..... بھلا کون اپنی ہستی کا خیال نہیں رکھتا..... وہ اسی کے ساتھ اٹھا..... رتن پلنگ سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے لیٹنے کے انداز میں بیٹھی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں۔ قریبی میز سے میڈیکل چارٹ اٹھایا..... اور دیوار پر لگے کلاک دیکھا..... دوائی کا وقت ہو چکا تھا۔ چھوٹی سی شیشی سے گولیاں نکال کر اس نے گلاس میں انڈیلا۔

رتی..... دوائی لے لو.....

کڑوی ہے..... بخار سے سرخ آنکھیں کھول کر رتن نے منہ دوسری طرف کر لیا

نہ..... نہ..... یہ دیکھو..... تمہارے لئے شہد لایا ہوں..... دوائی لینے کے ایک چمچ شہد..... ٹھیک ہے..... وہ بڑے ہی پیار سے پاس بیٹھ گیا۔ لو..... درپن نے بڑھایا۔ اور رتن نے چھوٹا سا دہانہ کھولا۔ درپن نے گولیاں اس کی زبان پر رکھ دیں... گلاس اس کے ہونٹوں کو لگا دیا۔

شاباش..... اچھا بچہ ہے..... رتن کو گولیاں نگلتے دیکھ کر وہ محبت سے بولا..... گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیا.....

لرزتے ہاتھوں سے رتن نے اپنا ہاتھ درپن کی طرف بڑھایا۔ ایک دم درپن نے رتن ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں گوہر نایاب جان کر تھام لیا۔ کیسی طبیعت ہے..... وہ پاس بیٹھ کر محبت سے بولا۔

رتی نے صرف آنکھیں جھپکائیں.....

لیٹا دوں..... ہاں..... وہ نقاہت سے صرف اتنا ہی بولی۔

درپن نے ایک معصوم کومل پھول کی طرح بڑی محبت حفاظت سے نرم انداز میں رتن کو بستر پر لیٹا دیا..... اس کے بکھرے بالوں کو درست کیا..... رتن کا بخار بڑھ رہا تھا درپن کو وہاں کھڑے کھڑے بڑی تشویش لاحق ہوئی..... آخر یہ بخار اتر کیوں نہیں ..ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق اسے نمونیے کا اثر تھا..... اور سردی کا اثر غالب تھا .. نازک رتی اس بات سے لاعلم ہے کہ موسم بھی انسان کی طبیعت پر اثر انداز ہوتے ہ۔ رتی اس دن سے بیمار تھی جس دن شدید بارش میں وہ اس کے پاس آئی تھی اور وہ اسے ہ ‍ نے آیا تھا..... اسی دن سے وہ بیمار تھی۔

نیند درپن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی..... سامنے کرسی پر بیٹھا کسی رسالے کی ورق دانی کرتا رہا..... ٹن سے شب کے بارہ بجے در لکشمی دیوی اندر داخل ہوئیں۔

درپن..... انہوں نے اندر آتے پکارا

جی ماما..... وہ ایک دم مودب کھڑا ہو گیا۔

تم سوئے نہیں..... وہ حیرت سے بولیں.....

نہیں..... رتی کو دوائی دی ہے..... اور ایک گھنٹے کے بعد سیرپ دینا ہے۔ وہ بالوں کو ت کرتے بولا۔

لکشمی دیوی رتی کے قریب آئیں..... اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ بخار تو اب بھی تیز ہ ن ہو رہا ہے۔ وہ پریشان نظر آنے لگیں۔

میرے خیال میں رتی کی دوائی تبدیل کرنا پڑے گی..... بخار کیوں نہیں ٹوٹ رہا۔ وہ ایشناک انداز میں بولا۔

اس سے فرق تو پڑا نہیں۔ لکشمی دیوی نے دوائی والی شیشی کو دیکھا میں بھی محسوس کر رہا ں..... کہ اس دوائی سے کوئی خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا۔ وہ کھڑے کھڑے ہی بولا۔

اما..... وہ کچھ سوچ کر بولا۔

لکشمی دیوی نے صرف آنکھیں اٹھائیں..... میرے خیال میں رتی کو ہسپتال داخل کرا جائے..... وہ رتن کی بیماری سے آگاہ ہو چکا تھا۔

صبح..... رام جی سے بات کروں گی..... ویسے رتی زیادہ بیمار ہے۔ وہ گھبرا رہی تھیں۔

میں اس بات سے پریشان ہوں کہ رتی کا بخار کیوں نہیں اتر رہا..... اس میڈیسن سے ٹوٹنا چاہیئے تھا..... اور اس پر بے ہوشی..... وہ لکشمی دیوی کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

ہوں..... وہ ہوں کہتے ہوئے پوجا کو گہری نیند سوتے دیکھنے لگیں۔

تم بھی سو جاؤ درپن..... تھکے ہوئے دہلی سے آئے ہو..... وہ پلٹ کر بولیں انہیں درپن پر اس وقت رحم آ رہا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں ماما..... صرف رتی کو آرام آنا چاہیئے۔ وہ بڑی چاہت سے ،

ضرور آرام آئے گا..... کالی دیوی نذرانہ مانگتی ہے..... بھگوان اسے آرام دے تو بڑے مندر میں چڑھاوا چڑھانے سب چلیں گے..... وہ باہر نکل گئیں۔

لیکن اس کا دل دیوی کو نہیں مانتا تھا..... وہ مندروں کو پسند نہیں کرتا..... وا[قعی] خان کا بیٹا ہے۔ بلند خان مسلمان تھا..... خدا کو ماننے والا۔ اے خدا..... اے خدا... فرحت کے ساتھ اس نے منہ چھپایا اور چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے وہ جیسے زندگی سزا سے آزاد ہوا ہو..... وہ اگر بلند خان کا بیٹا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچوں کی حدوں کو چھو رہا تھا..... تمام شب وہ اپنے لئے اور رتن کے لئے سوچتا رہا.....

درخت برہنہ ہو گئے۔ شاخوں کے جگر سوکھ گئے۔ پتوں نے درختوں کی شاخ سے ناطہ توڑ لیا۔ جس طرف دیکھو ایک یخ بستہ ویرانی ہے۔ ایک ملگجی سی اداسی۔ ایک سفاکی..... ایک روح بھینچ لینے والا منظر..... ایک روح فرسا ماحول.....

اب کیا ہو گا..... لکشمی دیوی نے بھیگی پلکیں اوپر اٹھائیں.....

بھگوان سے دعا کرو لکشمن..... وہ اچھا ہی کریں گے..... سیوک رام نے لکشمی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا..... اور خود اپنی نگاہیں بے ہوش رتن کے بے حس وجود پر ڈال دیں۔

بابا..... جلدی کیجئے..... چلئے ماما آپ گاڑی میں بیٹھئے..... میں رتی کو لے کر..... وہ رتن کی طرف بڑھا.....

کام مکمل ہو گیا..... سیوک رام امید کی کرن دیکھ کر بولے.....

سب کام مکمل ہیں..... میں نے مسٹر واسکر کو سمجھا دیا ہے..... وہ سب کہتے ہوئے درپن بے ہوش رتن کو متاع عزیز بنا کر اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور گاڑی [تک] گیا..... ملازمین نے دروازہ کھولا..... گاڑی میں لٹا دیا..... اور پھر رتن کو نیم

میں دہلی لے جایا گیا۔

محل خالی ہو گیا..... صرف ملازمین کی فوج موجود تھی..... رات کے دس بج چکے تھے..... راجکمار اپنی طویل سیر و تفریح کے بعد شملے سے لوٹا تھا۔ محل کی جان لیوا خاموشی اور گمبیر سناٹا اس بات کی دلیل تھی کہ کوئی موجود نہیں ہے۔ وہ گاڑی سے اتر کر سیدھا لکشمی دیوی کے کمرے کی طرف دوڑا..... مہاراج..... رتی بی بی کو دہلی لے گئے ہیں..... اسے آتے دیکھ کر پرانی ملازمہ بولی۔

کیوں..... وہ ایک دم رک گیا۔

سرکار..... رتی بی بی بہت بیمار تھیں..... رام جی اور دیوی جی..... درپن بابو کے ساتھ دہلی لے گئے..... وہ کہنے لگی

ہوں..... وہ واپس پلٹا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

سرکار..... جائیں گے نہیں۔ وہ پھر بولی۔

صبح..... اس وقت بہت تھک چکا ہوں..... وہ تیز رفتاری سے اپنے کمرے میں چل دیا.....

ادھر سنتوش اور اُشا کو بھی خبر پہنچ چکی تھی۔ تمام وہاں پہنچ چکے تھے۔ رتن کو ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا گیا۔ چند لمحے کے بعد نرس نے ایک چٹ درپن کے ہاتھ میں تھما دی.....

درپن بیٹا خون کی ضرورت ہے۔ سیوک رام قریب آئے

بابا..... اس خون کا گروپ کہیں نہیں ہے..... وہ پژمردگی کے عالم میں بولا۔

اس اثناء میں راجکمار اندر داخل ہوا۔ آؤ راجکمار..... ہم خون ٹسٹ کروا آئیں..... شاید نمبر مل جائے۔ درپن نے کہا۔

تم جاؤ..... میں خون دینے کے حق میں نہیں ہوں..... لکشمی دیوی اور سیوک رام نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

Relakes..... کوئی بات نہیں..... درپن کوشش کر رہا ہے نا..... سیوک رام نے لکشمی دیوی کو تسلی دی۔ درپن اندر جا چکا تھا۔

نرسوں اور ڈاکٹروں کا تانتا بندھا تھا..... رتن کو ہوش میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی۔ دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد نرس نے مژدہ سنایا۔ آپ کے مریض کو ہوش آ گیا ہے رام جی.....

بھگوان تیرا اکرم..... سیوک رام جوش مسرت سے بولے.....اور لکشمی دیوی دُ
کے لئے اٹھیں۔

ابھی نہیں.....کچھ دیر کے بعد۔نرس نے مسکرا کر کہا۔

راجکمار نے نرس کو دیکھا.....اگر بر وقت ردرپن کا بلڈ نہ میسر آتا تو مشکل ہو ج
.....نرس نے کہا۔

کیا خون درپن نے دیا ہے۔لکشمی دیوی نے کہا۔

جی دیوی جی.....بھگوان کی دیا سے مسٹر درپن کا بلڈ نمبر وہی تھا۔جس کی ضرورت
۔نرس کہتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔

راجکمار نے اپنے پتا کے چہرے پر جو طمانیت دیکھی آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھ
اس نے محسوس کیا جیسے درپن اس کے تمام تر اختیارات پر قابو پا رہا ہے۔اس کا باپ اس
سب کچھ چھین کر درپن کو دے دے گا.....اس کریہہ سوچ کے ساتھ ہی نفرت ورقا
کا ایک لاوا اس کی روح کو جلا کر راکھ کر گیا۔وہ ایسا نہیں ہونے دے گا.....

چند دن یوں ہی پریشانی میں گزر گئے.....رتن نے بہت جلد صحت یاب ہونا شروع
.....آج ڈاکٹر نے چھٹی دے دی تھی۔اور یہ چھوٹا سا قافلہ سنتوش اور راجے کے ساتھ
کے ہاں محل نما گھر میں آ گئے۔اس وقت ڈرائنگ روم میں سب ہی موجود تھے.....سا
صوفے پر سیوک رام اور لکشمی دیوی براجمان تھے.....اور ایک طرف رتن، سونیا اور
بیٹھے تھے.....سامنے اجے اور درپن بیٹھے تھے.....

چند لمحے گزرے تھے کہ شیتل اور اُشا زبردست چائے کے ساتھ داخل ہوئیں۔آ
واہ.....زبردست بڑی طلب محسوس ہو رہی تھی چائے کی.....گوتم نے دلچسپی کا
کیا۔

رتن نے درپن کو دیکھ کر ہونٹوں پر تبسم بکھیرا.....

راجکمار نظر نہیں آ رہا.....سیوک رام نے متلاشی نگاہیں اِدھر اُدھر گھمائیں۔

میں نے صبح سے نہیں دیکھا۔لکشمی دیوی بولیں۔

پھر کہاں چلا گیا۔سیوک رام بولے

میرا خیال ہے سری نگر واپس چلا گیا ہے راج.....

درپن نے سیوک رام کی پریشانی کو کم کرنا چاہا۔تمہیں بتایا اس نے۔لکشمی دیوی نے

نہیں.....بتایا تو نہیں.....ویسے میرا خیال ہے کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔درپن نے کہا۔
لمے اور طیش میں سیوک رام نے دانت پیسے.....تنے لوگوں کے سامنے وہ کچھ کہہ
ہی نہیں سکتے تھے۔ناخلف بیٹے نے انہیں ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔اس کی طبیعت
یا شاہانہ انداز شراب نوشی جسے وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتے تھے۔اور روپے کا ناجائز استعمال
..ان کی تربیت میں کہاں کمی رہ گئی تھی جو اس کی شخصیت میں دراڑیں پڑ چکی ہیں.....
ا سوچ نے ان کو عارضہ قلب میں مبتلا کر دیا تھا۔

بتاجی.....چائے پیجئے نا.....سنتوش نے بڑے مودب انداز میں سیوک۔ام سے ان
سامنے رکھے کپ کی طرف اشارہ کیا۔وہ ایک دم چونکے.....اور کپ پکڑ لیا۔

آپ راج کے لئے پریشان نہ ہوں.....وہ جہاں بھی ہو گا۔ٹھیک ہو گا۔لکشمی دیوی نے
ہا۔

لیکن وہ خاموش ٹھہر ٹھہر کر چائے کا گھونٹ زہر کی طرح حلق سے اتارتے رہے۔

رتی.....تم زیادہ دیر مت بیٹھو.....تھک جاؤ گی.....درپن نے ایک دم کہا۔

میں ٹھیک ہوں۔وہ درپن سے بولی۔

نہیں ٹھیک.....صوفے پر ہی لیٹ جاؤ.....سونیا.....ادھر آ جاؤ.....رتن لیٹ
ئے.....وہ اٹھتا ہوا سونیا سے بولا جو رتن کے پاس بیٹھی تھی۔

ایک ناگوار نظر سونیا نے درپن کے شفاف چہرے پر ڈالی اور اپنی دانست میں زمین کو
اندتی ہوئی اٹھی.....سونیا ادھر آ جاؤ.....اجے نے اپنے پاس ایک آرائشی کرسی کی
طرف اشارہ کیا۔

Thank you۔اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔وہ بڑی دلربائی سے اس کرسی پر بیٹھ
از راہ تشکر بولی۔درپن نے رتن کے لئے صوفے پر کشن رکھ دیئے.....لیٹ جاؤ.....
بھی.....تمہیں ریسٹ کی ضرورت ہے۔وہ کب درپن کا کہا ٹال سکتی تھی۔

ہاں بیٹا.....لیٹ جاؤ.....تمہارے لئے زیادہ دیر بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔اُشا نے کہا اور
ن مسکراتی ہوئی جھجکتی ہوئی لیٹ گئی۔

اُشا نے اٹھ کر سب کے لئے چائے بنائی اور شیتل نے سب کو باری باری ان کے ہاتھ میں
تھمائی۔

شیتل ایک سمجھ دار اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی.....لکشمی دیوی کی ہمیشہ سے خواہش تھی

کہ راجکمار کے لئے شیتل بہتر ہے۔ رتن کے لئے وہ اجے کو تو پسند کرتی تھیں لیکن یہاں بات بدلے کی بن جاتی تھی..... سیوک رام اور لکشمی دیوی بدلے کی شادی کے قائل ہی نہیں تھے..... وہ صرف ایک شادی کر سکیں گے۔ سب سے زیادہ شیتل کو پسند کرتے تھے..... رتن کے لئے رشتوں کی کمی نہ تھی..... اس لئے خاموش ہو گئیں۔ اُشا بھابی..... رمیش نظر نہیں آ رہا۔

لکشمی دیوی کو رمیش کی غیر حاضری عجیب لگ رہی تھی۔

رمیش اپنے سسرال گیا ہوا ہے..... اس کی ساس بیمار ہے۔ اُشا ہنس کر بولی۔

پتنی اور بچے تو وہیں ہوں گے۔

جی ہاں..... رمیش اور اس کا خاندان وہیں ہے۔ ویسے خوش ہے وہ اپنے گھر میں۔ اُشا نے کہا۔

ماتا جی نے رمیش کی زندگی کو بہتر بنا دیا۔ ورنہ وہ کہاں ٹھیک ہونے والا تھا۔ سنتوش کو بیگم جواہر لعل کو یاد کرتے بے حد افسوس سے بولا۔ ماتا جی کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ لکشمی دیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کا جیون ایک سپنا دکھائی دیتا ہے۔ بڑی جلد بچھڑ گئیں ہم سے۔ سیوک رام بولے۔

ماحول کو افسردہ دیکھا تو اجے نے درپن کی طرف اشارہ کیا۔ سب اس کے کمرے کی طرف چل دیئے..... اپنا اپنا کپ اٹھائے۔ اجے نے قالین پر کیرم رکھا۔ آؤ ایک بازی ہو جائے گوتم بولا۔

اور چاروں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ گوتم اور درپن آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ اب ہمارا ساتھی کون بنے گا۔ اجے نے سونیا کو دیکھا۔ سونیا بنے گی تمہارا ساتھی۔ درپن نے کہا۔

چلو آ جاؤ..... اجے نے بادل نخواستہ کہا..... کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سونیا کو کیرم کھیلنا نہیں آتا۔

دوسرے دن رات کے کھانے پر پھر بات چھڑ گئی۔ ابھی چند دن اور ٹھہریں.....

جی..... ابھی دن کتنے ہوئے ہیں۔ اُشا نے کہا۔

بہت دن ہو گئے نکلے ہوئے..... کشمیر کے حالات خراب ہیں..... کاروبار کا کچھ نہیں چل رہا۔ سیوک رام بولے۔

آپ یہیں دہلی میں مقیم ہو جایئے..... وہاں ہر وقت دھڑکا سا لگا رہتا ہے..... کسی

نہیں آتا ہو گا۔ اُشا بولی۔

ہی سوچ رہے ہیں..... اب کشمیر میں کیا رکھا ہے..... ہر وقت کی پکڑ دھکڑ نے زندگی نا دی ہے۔ لکشمی دیوی بولیں۔

یں تو درپن کی وجہ سے پریشان رہتا ہوں..... سیوک رام بولے۔

ظاہر ہے..... درپن کشمیری ہے..... پریشانی تو ہے..... اب کیا بنے گا درپن کا..... نے کہا۔

ابھی تک تو بچا ہوا ہے..... سیوک رام نے کہا۔ لکشمی دیوی خاموش رہی۔

درپن ہمارے لئے بڑا بھاگوان ہے..... رتن کی زندگی بچانے میں اس کا کردار..... سچ ں تو اس نے خرید لیا ہمیں۔ سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... اتنے بھی مشکور نہ ہوں اس کے..... اگر اس نے ایسا کیا ہے تو انسانی فرض ا ہے..... لکشمی دیوی تو درپن کی احسان مند تھی لیکن سیوک رام کے منہ سے بار بار ں کی تعریف نہیں سن سکتی تھی۔

یوی جی..... یہ انسانی فرض آپ کے بیٹے نے کیوں ادا نہیں کیا..... لالہ سیوک رام ے گرم نظر آنے لگے۔

ی دیوی نے رعونیت کے ساتھ نگاہیں اٹھائیں اور اُشا کی طرف پھرا دیں۔ خیر ئے اس قصے کو..... بھگوان کو منظور تھا..... کہ رتن کی زندگی درپن کی وجہ سے بچ تو اچھا ہوا۔ اُشا حسب عادت بات ختم کرنا چاہتی تھی۔ چند قدموں پر قہقہوں کی آواز

پن، سونیا، رتن اور شیتل اور گوتم ہنستے ہوئے غلام گردش کا زینہ چڑھ رہے تھے۔ آؤ ہ..... کہیں جانے کا پروگرام بنا رہے ہو۔ سیوک رام نے اجے کے مسرور چہرے کی ف دیکھا۔

ل رام..... ہم شملے جانا چاہتے ہیں..... مگر..... اجے نے کہا۔

لے..... سیوک رام نے حیرت سے لکشمی دیوی کی طرف دیکھا۔

ے نہیں بیٹا..... پہلے ہی بہت دن ہو گئے ہیں..... اب تو ویسے بھی ہمیں چلنا لکشمی دیوی نے کہا۔

ئی..... آپ نے بھی وہی بات کہہ دی..... جو درپن کہہ رہا تھا۔ اجے نے درپن کو

مصنوعی غصے سے دیکھا۔

درپن چلا جائے..... ہم لوگ تو ہیں..... رتن ہے یہاں.....

واہ..... درپن کیوں چلا جائے..... درپن رہے گا تو میں رہوں گی..... ہاں

درپن نے بڑی محبت سے رتن کی طرف دیکھا۔

تم تو جیسے بندھی ہو درپن کے ساتھ..... گوتم جل کر بولا۔

ایسا ہی جان لو..... ویسے اس کے ساتھ ہم سب بندھے ہیں۔ رتن نے کہا۔

ایسے کرو..... تم سب لوگ ہمارے ساتھ چلو۔ لکشمی دیوی نے کہا۔ وہ ماحول میں پیدا کرنے کے موڈ میں نہ تھیں۔

نہ نہ ہمیں وہاں دھماکوں سے خوف آتا ہے..... رات کو دھماکے دن کو دھماکے

شیتل نے کانوں پر ہاتھ رکھے..... اور اس کے ساتھ ہی سب کے قہقہے محفل کو زعفرا گئے۔

اچھا..... آنٹی..... رتن کو رہنے دیجئے..... شیتل نے رتن کے گلے میں بانہیں کر محبت سے کہا۔

رکھ لو..... میں کب روکتی ہوں۔ لکشمی دیوی نے بڑا فراخ دلی کا ثبوت دیا..... تھی کہ درپن نہ رہے گا تو وہ بھی نہ رکے گی۔

کیوں رتی..... رہ لو ہمارے ساتھ..... شیتل نے کہا۔

درپن رہ لے..... میں بھی رہ لوں گی..... وہ پھر بولی.....

چلو رام انکل درپن کو چند دنوں کے لئے رہنے دیں۔ اجے نے کہا۔

کاروبار کو کون سنبھالے گا..... درپن کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا..... سیو نے مجبوری ظاہر کر دی۔

اسی لئے تو کہہ رہی ہوں..... راج کو ساتھ لگائیے..... آخر کب تک درپن کی رہے گی..... لکشمی دیوی ایک دم طوطا چشم ہو گئیں

آؤ درپن..... شہر چلیں۔ وہ ماحول کی نزاکت بھانپتے ہوئے درپن کو بازو سے لے گیا اور شیتل رتن کو لے گئی۔ باقی گوتم اور سونیا تو پہلے ہی شیتل کے کمرے میں تھے۔

ارے..... تم یہاں..... رتن ہنس دی۔

گوتم نے جھک کر باہر کی طرف دیکھا..... درپن کو نہ دیکھ کر تسکین سی ہوئی۔ اجے کہاں ہے۔ سونیا نے کہا۔ وہ اور درپن باہر شہر گئے ہیں۔ رتن نے کہا۔

درپن کے ساتھ تم نہیں گئیں۔ گوتم نے طنز کیا۔ میں اس کے ساتھ ہی رہتی ہوں..... رتن اپنی سمجھ کی وجہ سے گوتم کا مذاق جان گئی تھی۔

او..... نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ گوتم نے زبردست طنز کے تیر برسائے..... اور نیا نے قہقہہ لگایا۔ دیدی شیتل آپ اس کو منع کر لیجئے..... وہ معصوم بچوں کی طرح شیتل سے شکایت کرنے لگی۔ شیتل ہنس دی۔

میں نے د بری بات کہہ دی بھلا..... گوتم نے بے گناہی کا ثبوت دیا۔

یہ تو کوئی بات ں۔ سونیا نے اپنے بھائی کی حمایت کی۔

بات کیوں نہیں ہے..... تم لوگ ہر وقت درپن کے پیچھے پڑے رہتے ہو..... بات بات اس میں کیڑے نکالتے ہو..... تمہیں معلوم ہونا چاہئے وہ تم سب سے اچھا ہے... ذہانت میں بھی اور کام میں بھی..... رتن کو غصہ آگیا..... اور وہ اپنے کمرے میں نے کے لئے اٹھی۔ وہ غصے سے جانے کے لئے قدم اٹھاتے بولی۔

رکو..... رتی..... ٹھہرو۔ گوتم کو دیکھ کر شیتل نے جاتی ہوئی رتی کو پکارا..... لیکن وہ پہنچتی جا چکی تھی۔

جب آپ کو علم ہے کہ وہ درپن کی مخالفت برداشت نہیں کرتی تو مت کرو ایسی بات۔ تل بھی چند دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ گوتم اب کھلم کھلا درپن کی مخالفت پر اتر آیا

کونسے لعل جڑے ہیں درپن میں..... جو ہم میں نہیں ہیں۔ سونیا نے کہا۔

یہ بات نہیں ہے..... شیتل نے کہا۔

تو پھر کونسی بات ہے..... گوتم نے پرزور انداز میں کہا۔

ارے بھئی..... وہ بچپن سے درپن کے ساتھ کھیلی پلی بڑھی ہے..... اس نے اپنی ہوش مندی میں درپن ہی آس پاس دیکھا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بڑی مانوس ہے۔ شیتل نے اپنے دلائل سے ان دونوں بہن بھائیوں کو قائل کرنا چاہا۔

ہم بھی بچپن سے رتی کے ساتھ کھیلے ہیں..... ہمیشہ آتے جاتے رہے ہیں۔ سونیا بولی۔

یہ انکل رام نے سر پر چڑھا رکھا ہے..... حالانکہ ایک کشمیری کی ہمارے نزدیک کیا

حیثیت ہے۔ گوتم کے اندر رقابت آگ بن کر بھڑکنے لگی۔

اب تو وہ انکل رام کا ہی ہے..... ہندو تربیت حاصل کی ہے اس نے..... شیتل بولی۔

سب ٹھیک ہے..... لیکن کشمیریوں میں جو فرقہ پسندی کا تضاد ہے..... وہ مٹ نہیں سکتا..... گوتم نے کہا۔

بھائی بالکل ٹھیک کہتا ہے..... دیکھیں نا دو سو سال مسلمان اور ہندو اکٹھے رہے..... اس کے باوجود کیا ہوا..... ہندوستان کی تقسیم کروالی..... ان فرقہ پرستوں نے۔ سونیا کے اندر نفرت سر اٹھا رہی تھی۔

یہ بات تو درست ہے..... خیر چھوڑو..... آؤ باغ میں چلیں..... کل بھی سیر نکلیں گے..... فلم بھی دیکھیں گے۔ شیتل دونوں کو لے کر باغ میں چل دی موسم بہت دلکش تھا۔ پھولوں کے کنج کے پاس رتی پہلے سے ہی موجود تھی۔

ارے..... رتی..... تم..... موسم کا لطف اٹھا رہی ہو۔ گوتم اور سونیا کے ساتھ کھڑے شیتل نے کہا۔

میں اکیلی تھی..... سوچا باہر چلی جاؤں..... کمرے میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ رتن نے اداس لہجے میں کہا۔

رتی..... I am sorry ہنس کے دکھاؤ..... گوتم اور سونیا کا مطلب تمہیں اداس کرنا نہیں تھا۔ شیتل نے محبت سے رتن کے بال سنوارے۔ رتن مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

رات کے کھانے پر سب اکٹھے تھے..... بڑے ڈرائنگ روم میں اہتمام کیا گیا تھا..... سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ بہرے نے کھانا چن دیا تھا..... درپن نے دیکھا..... اسے اتنے سارے لوگوں میں رتن نظر نہیں آئی تھی..... لکشمی دیوی اور سیوک رام تو چند دنوں کے لئے درپن اور رتن کو چھوڑ کر کشمیر جا چکے تھے۔ رمیش اور اس کے بیوی بچے بھی آئے ہوئے تھے۔ شیتل.....

yes..... شیتل برتنوں کو درست کرتے بولی۔

رتن کہاں ہے..... کھانا نہیں کھائے گی۔ وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

رتی..... آئی نہیں..... کہا تھا..... شیتل نے پلیٹ اٹھا کر رکھتے ہوئے کہا۔

..... سب موجود ہیں..... وہ نہیں..... درپن کو رتن کی عدم موجودگی بڑی شاق گزری۔

یہ خیال ہے اپنے کمرے میں ہو گی..... شیتل جانے لگی۔

آپ ٹھہریئے..... میں دیکھتا ہوں..... گوتم نے سونیا کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

رتی..... درپن نے رتن کے کمرے میں جاتے ہی پکارا..... تم آگئے..... کہاں تھے..... رتن نے درپن کے گلے میں بازو حمائل کر دیئے۔

کیا بات ہے..... طبیعت تو ٹھیک ہے..... ڈرائنگ روم میں نہیں گئیں۔ درپن نے محبت و چاہت سے رتن کے بکھرے بالوں کو درست کیا۔

جی نہیں چاہ رہا تھا..... تم جو نہیں تھے۔ وہ اداس لہجے میں بولی۔

کسی نے کچھ کہا۔ وہ اور قریب ہو گیا۔

نہیں..... وہ درپن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

ضرور کوئی بات ہے..... یونہی یہ پھول سا چہرا کملایا ہوا نہیں ہے۔ رتن کے پژمردہ چہرے کو دیکھ کر درپن کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... وہ گوتم کی طبیعت کی خباثت کو بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

رام قسم..... کوئی بات نہیں ہے..... میں تو تمہاری راہ دیکھ رہی تھی وہ دانستہ جھوٹ کا سہارا لے کر بولی۔

اچھا چلو..... کھانے کے کمرے میں سب منتظر ہیں..... چلو..... شاباش۔ وہ بچوں کی طرح اس کو بہلاتے، پچکارتے ہوئے بولا۔ اور وہ خوشی خوشی اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر ڈائننگ روم کی طرف چل دی۔

رتن اور درپن کی محبت کو سب ہی محسوس کر رہے تھے..... لیکن ہر سوچنے والے کی سوچ مختلف نوعیت کی تھی۔ کوئی اسے درپن کا خلوص کہتا..... کوئی وفاشعاری تو کوئی جائے تصور کرتا اور کوئی اسے خوشامد اور چاپلوسی سے تشبیہہ دیتا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مست رتن کو دل و جان سے چاہ رہا ہے۔ رتن اس کی زندگی، اس کے جسم کا ایک حصہ بن چکی تھی۔ اس سے دوری گویا اس کے جسم سے اس حصے کو کاٹ دیا گیا ہو..... جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا کشمیر کے حالات سنگین ہوتے جاتے تھے۔ ملٹری کو جہاں بھی شک گزرتا وہیں نوجوانوں پر گولیاں چلاتے شہید کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ اس افراتفری میں کون جانتا ہے کہ جو گولی کے سامنے آ رہا ہے وہ کون ہے..... ادھر بھون سنگھ نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ کشمیر کا نام لینے والوں پر اندھا دھند فائرنگ..... حالات

خراب سے خراب ترین ہو رہے تھے۔ سب عزیز رشتہ داروں کی مرضی یہی تھی کہ رام دہلی میں رہائش اختیار کر لیں حالانکہ کشمیر سے زیادہ کاروبار ان کا دہلی میں تھا۔ یہی کچھ سوچتے سوچتے لکشمی دیوی اور لالہ سیوک رام واپس تو گئے تھے وہ خود وہاں بے سکونی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اداس تھے..... پریشان تھے..... آنے والے حالات سے۔

☆ O ☆

رتی..... وہ چوکڑیاں بھرتی بڑی تیز رفتاری سے جاتے جاتے ایک دم رکی..... جیسے بک لگ گئی ہو۔ کیا ہے بھائی۔ راجکمار کی تیز و تند کانوں کو چھری بن کر کاٹنے والی آواز سے ...ر بولی۔

درپن کے ہاں جا رہی ہو۔ وہ قریب آ گیا۔

ہاں..... ادھر ہی جا رہی ہوں..... کوئی کام ہے مجھ سے..... وہ معصوم انداز سے ...رائی۔

نہیں.....

تو میں جا رہی ہوں..... وہ جانے کے لئے قدم اٹھاتے بولی۔

رکو..... وہ گرج دار آواز میں چلایا۔

کوئی کام نہیں ہے تو کیا بات ہے۔ وہ حسب عادت نرم لہجے میں بولی۔

تم ادھر نہیں جاؤ گی..... بلکہ مت جایا کرو..... وہ حکم صادر فرمانے لگا۔

کیا..... ادھر نہ جاؤں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ساختہ راجکمار کی آنکھوں ...ں آنکھیں ملا کر بولی۔

آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... وہ حکم چلانے لگا۔

واہ جی واہ..... آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... میں تو جاؤں گی۔ وہ شریر انداز ...ں اسی لہجے میں نقل اتارتے آگے بڑھ گئی۔

Oh my good..... راجکمار نے بڑے زور سے اپنا دائیاں مکہ بائیں ہاتھ کی ...لی پر مارا اور غصے سے دانت کچکچائے۔ اور غلام گردش کے بڑے زینے کی طرف بڑھ گیا وہ ...پن کے کمرے کے باہر رکی۔ دروازہ بند تھا۔ رتن نے آہستہ سے بغیر آواز کے دروازہ ...ھولا۔

درپن کو فائلیں کھولے کام میں مصروف پایا۔ اس وقت درپن کی پشت دروازے کی

طرف تھی۔ دبے قدموں سے درپن کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی آنکھیں بند کر دیں.....

درپن نے مسکرا کر اپنے ہاتھوں کو رتن کے مرمریں ہاتھوں پر پھیرا..... رتی..... ایک دم ہنس دیا۔

تم نے پہچان لیا۔ وہ اس کے سامنے میز پر بیٹھ گئی اور اپنی کومل بانہیں رتن نے درپن کے گلے میں حمائل کر دیں۔

تمہیں تو میں لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتا ہوں.....

ہوں..... وہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

درپن..... وہ یوں ہی بولی۔

کہو..... درپن نے فائلیں ایک طرف رکھ دیں..... تمہیں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ وہ بڑی دلربائی سے مسکرائی۔

بھگوان سے.....

او ہو..... بھگوان سے تو سب کو محبت ہے..... وہ جھنجھلا گئی۔ تمہارا کیا مطلب..... وہ ستانے پر تلا ہوا تھا۔

میرا مطلب کہ بھگوان کے بعد تمہیں کون پیارا ہے۔ وہ اس کے اور قریب ہو گئی۔

مجھے..... اپنی پوجا ماں..... وہ ہنس کر اس کے رخ روشن کو اپنے ہاتھوں کی اوک میں تھام کر بولا۔

ہائے رام..... تم سمجھتے کیوں نہیں..... ماں سے تو ہو گی۔ وہ جھلا کر بولی.....

کیا سمجھانا چاہتی ہو..... سمجھاؤ نا..... تم کیا کہنا چاہتی ہو..... وہ ہنس دیا..... اسے رتی کو چھیڑنا اچھا لگ رہا تھا..... وہ جانتا تھا کہ رتن کیا کہنا چاہتی ہے اور اس سے کیا سننا چاہتی ہے۔

میرا مطلب ہے کہ تمہیں پوجا ماں کے بعد کوئی اچھا نہیں لگتا..... وہ پھر اصل بات کی طرف آنا چاہتی تھی۔

کہہ تو رہا ہوں..... مجھے سب ہی اچھے لگتے ہیں..... مثلاً..... وہ ہنس دیا۔

مثلاً کیا؟..... وہ ایک دم سے بولی۔

یعنی کہ بابا..... ماما اور نوکر چاکر..... بلکہ وہ جو ماما کی پرائیویٹ سیکرٹری ہے نا.

بھلا سا نام ہے اس کا..... للیتا کوٹی..... ہاں..... وہ..... وہ بڑی اچھی لگتی ہے..... وہ گہری نظروں سے رتن کے دہانے کو حیرت سے کھلا دیکھ کر بولا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو ہونٹوں میں دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر وہ نہ ہنسی کو دبائے تو رتن اس وقت حراساں صورت دیکھ کر وہ فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دے۔

تمہیں وہ بہت اچھی لگتی ہے..... للیتا کوٹی..... اس کے بال دیکھے تم نے..... وہ منہ موڑ کر سیدھی ہو گئی۔

بالوں کا کیا ہے..... بس من میں جو سما گیا۔ درپن بری طرح رتن کو پریشان کرنے کے موڈ میں تھا۔

اچھا..... ٹھیک ہے..... اب تم مجھ سے بات نہ کرنا..... وہ کوٹی ہی تمہیں اچھی لگتی ہے..... میں تو بس ایسے ہی ہوں نا..... وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی میز سے اتری اور باہر کی طرف بھاگی..... میں جا رہی ہوں..... مجھ سے بات نہ کرنا..... جاؤ..... وہ تمہیں اچھی لگتی ہے۔ وہ آنسو صاف کرتی ہچکیاں لیتی باہر بھاگ گئی.....

رتی..... رکو تو..... رتی..... رتی..... وہ پکارتا رہ گیا۔ لیکن وہ بلکتی ہوئی دروازہ پار کر گئی.....

درپن بیٹے..... کیا ہوا..... دوسرے کمرے سے پوجا باہر نکلی

کچھ نہیں اماں..... میں تو مذاق کر رہا تھا..... وہ بوکھلا کر ہنس دیا۔

کیسا مذاق..... ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے پوجا نے قریبی میز پر رکھے.....

اماں..... وہ یونہی مائنڈ کر گئی ہے..... وہ ناراض ہو گئی ہے مجھ سے۔ وہ خود اداس ہو گیا..... دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگا۔

تم نے ضرور ایسی بات کہہ دی ہو گی..... جو برا مان گئی..... پوجا جانتی تھی کہ درپن مذاق مذاق میں اسے تنگ کرتا ہے..... ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو.....

بس غلطی ہو گئی ماں..... وہ عالم پریشانی میں کف دست ملتا رہا اور جیسے پچھتا رہا ہو۔

جاؤ..... اسے منا کر لے آؤ..... پوجا نے کہا۔

نہیں..... اب تو وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرے گی..... ذرا اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو منا لوں گا..... وہ واپس کمرے میں چلا گیا..... کرسی پر دھپ سے بیٹھا اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا..... رتن تو اس کے جسم کا ایک حصہ ہے..... کیوں اس کے نازک

سے دل کو توڑ دیا میں نے.....درپن.....

پوجا اندر داخل ہوئی.....درپن کو اداس دیکھ کر وہ خود کو بے قرار محسوس کر رہی تھی۔

جی اماں.....وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اگر میں نے غلط نہیں سنا تو.....تم للیتا کوٹی کا ذکر کر رہے تھے.....پوجا نے کہا۔

میں نے کہہ دیا کہ للیتا کوٹی مجھے اچھی لگتی ہے.....بس وہ روٹھ کر بھاگ گئی.....وہ پوجا ماں کے سامنے خفت محسوس کرنے لگا۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا بیٹا.....میں تو اس کی محبت کو دیکھتی ہوں تو خوفناک اندیشے ناگ بن کر مجھے ڈستے ہیں..... وہ تمہیں بہت چاہتی ہے پوجا نے درپن کے بازو پر ہاتھ رکھا.....

میں جانتا ہوں اماں.....سچ Realy میں سچ کہہ رہا ہوں.....میں رتی کو مذاق کر رہا تھا.....وہ یقین دلانا چاہتا تھا۔

محبت مذاق کو نہیں مانتی بیٹا.....آئندہ احتیاط برتنا.....پوجا نے درپن کے شانے پر تھپکی دی۔

اب کیا ہوگا پوجا ماں.....وہ اضطرابیت کے ساتھ پہلو بدل کر بولا۔

کچھ نہیں ہوگا.....کل میں لے آؤں گی.....رتی کو.....کام کرو.....وہ تسلی دیتے باہر نکل گئی.....

وہ سسکیاں بھرتی ہوئی غلام گردش کو عبور کر کے اپنے کمرے کی طرف بھاگی.....

ارے.....رتی.....کیا ہوا تمہیں.....ٹھہرو.....گوتم آتے آتے ٹھٹکا.....لیکن اس نے کسی کی نہ سنی اور اپنے کمرے میں بستر پر گری اور بلک بلک کر روتی رہی.....وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

گوتم کو زبردست حیرت ہوئی.....خیریت تو ہے.....گوتم نے رخ دیکھا.....درپن کی طرف سے آ رہی ہے.....ہو سکتا ہے.....کوئی بات ہوئی ہو.....ضرور جھگڑا ہوا ہے.....دیکھتے ہیں..... شیطانی ذہنیت کا مالک وہ دبے قدموں رتن کے دروازے پر رکا۔

رتن کی دبی دبی سسکیاں گوتم کی سماعت سے ٹکرائیں.....رتی.....گوتم نے پردا سرکا کر رتن کو تکیئے پر چہرہ رکھے روتے دیکھا.....کیا ہوا.....وہ قریب چلا گیا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی.....

رتی.....کچھ کہو نا.....کیا ہوا.....ضرور درپن سے جھگڑا ہوا ہے۔ وہ قیاس لگانے ...تھا۔

نہیں کس نے کہا.....وہ معصوم بچوں کی طرح آنکھیں صاف کرتے بولی۔

کہا کس نے ہے.....نظر ہی آ رہا ہے.....وہ بھیگی بھیگی نوک مژگاں.....اور الجھے ...گیسو.....وہ رتن کو گہری نظروں سے گھورتے بولا۔

نہیں.....وہ بھلا مجھ سے جھگڑا کیوں کرے گا.....وہ نظریں چراتے بولی۔

گوتم رتن کے رخ مہتاب کو دیکھ کر ساری جان سے فریفتہ ہو گیا۔ اس نے ہندی حسن ...اس قدر جاذبیت اور کشش نہ دیکھی تھی.....رتن کی آنکھوں میں وہ ساحری تھی کہ ...ی گھٹنے ٹیک دے۔ وہ دل چھیننے والی ساحرہ تھی۔ کون کافر ہوگا جو اس کی اک اک ادا پر ...نہ لاتا ہوگا۔ اس کے زنانی رخسار سبز روشنی میں قیامت ڈھا رہے تھے۔

گوتم.....رتن چونک سی گئی۔ کیا دیکھ رہے ہو.....وہ گوتم کی محویت توڑنے میں ...ب ہو گئی۔

نہیں دیکھ رہا ہوں۔ بولو.....وہ اسی مدہوش کیفیت میں بولا۔

مجھے.....کیا ہے مجھے۔ وہ اپنے ارد گرد دیکھ کر مسکرائی۔

تمہاری متورم آنکھیں اور بھی حسین نظر آتی ہیں.....روئی ہو نا.....وہ رتن کے ...بہا کر جیسے سرگوشی کرنے لگا۔

نہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے.....اور تمہارا چہرہ سب کچھ دکھا رہا ہے۔ وہ بڑے رومانی ...میں رتن کے چہرے کو چھونے کے لئے ہاتھ بڑھا کر بولا۔

گوتم.....مجھے یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔ رتن نے بری طرح گوتم کا ہاتھ جھٹک ...

اوہو.....کیا ہمیں اتنی بھی اجازت نہیں۔ اسکا لہجہ بڑا برہنہ تھا۔

اجازت.....کیا مطلب ہے تمہارا.....کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ وہ چہرہ اٹھا کر سوالیہ ...ا کرتے بولی۔

جانو..... ہم مستقبل قریب میں ایک ہو جائیں گے.....ہماری شادی.....گوتم ...نے رتن کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

یہ تمہاری بھول ہے..... وہ غصے میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
رام قسم رتی..... تمہاری محبت میرے دل میں.....
بکواس مت کرو......
رتی..... کیا تمہیں اچھا.....
نہیں..... مجھے اچھا نہیں لگتا..... سوائے درپن کے..... گوتم نے بات
دی۔
ہاں..... بس درپن ہی اچھا لگتا ہے
وہ بڑے اضطراب میں صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولی.....
تمہیں معلوم ہے..... وہ کس کا بیٹا ہے..... گوتم نے رتن کے اندر وسوسے ا
پیدا کرنے چاہے۔
جانتی ہوں..... بلند خان کا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ فوراً بولی۔
پھر بھی..... گوتم ورطہ حیرت میں اتر گیا۔ ہاں..... پھر بھی..... اور اپ
مسہری کی پشت سے ٹکا لیا۔
بی بی..... رام جی کھانے پر بلا رہے ہیں۔ ملازمہ نے اندر آتے ہوئے کہا۔
اور جاتے ہوئے بڑی معنی خیز نظروں سے گوتم کو دیکھا۔
چلو..... رتن ملازمہ کے ساتھ باہر نکل گئی۔
سنو..... بابا..... بابا فوراً پلٹی.....
میرا کھانا..... میرے کمرے میں پہنچا دینا۔
اچھا صاحب جی..... بابا جاتے جاتے مودب بولی۔
اور گوتم بددل سا ہو کر اپنے کمرے میں داخل ہوا..... اسے رتن کی گفتگو میں
نظر نہیں آیا جس سے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو سکے کہ رتن اسے چاہتی ہے...
میں اس نے دایاں مکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا..... اور دانت کچکچائے۔
کہاں تھے تم..... سونیا اندر آتے حیرت سے بولی۔
وہ خاموش صرف اسے دیکھتا رہا۔
تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ سونیا اس کے پاس بیٹھ گئی۔
یہاں میری دال گلتی نظر نہیں آتی۔ وہ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔

کیا..... کھل کر بات کرو..... پہیلیاں مت بجھواؤ۔ سونیا کی چھٹی حس بیدار ہوتی
وس ہوئی۔
جس مقصد کے حل کرنے کو ماما ہمیں یہاں بھیجتی ہیں..... وہ مقصد پورا نہیں ہوگا۔ وہ
ہلور سونیا کو دیکھ کر بولا۔
تم..... کہیں درپن اور رتی کی بات تو نہیں کر رہے۔ سونیا نے ذہن پر زور دے کر
ہا۔
ہاں..... درپن کا جادو چل چکا ہے..... اور رتن پر اس کا حصار مضبوط ہے۔
میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں۔ سونیا نے کہا۔
وہ اس کی بات سننا گوارا نہیں کرتی..... گوتم دکھے دل سے بولا۔
اس کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔ سونیا سوچتے سوچتے بولی۔
کیا؟۔ گوتم چونکا..... جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔
بھئی..... ایک ساتھ دونوں پلے بڑھے ہیں..... ساتھ کھیلے ہیں۔ درپن سنگ رتی
نے بچپن گزارا ہے..... بے تکلفی تو ہو ہی جائے گی..... سونیا لاپرواہی سے بولی۔ شاید وہ
یدہ نہ تھی..... تمہارا مطلب ہے کہ..... گوتم نے آنکھیں کھولیں۔
مطلب یہ کہ..... یہ اندازہ لگانا بہتر نہیں کہ وہ درپن کو پسند بھی کرتی ہو۔ شاید یہ سارا
قربت کا ہو۔ سونیا کا اندازہ مفکرانہ تھا۔
میرا تو خیال یہی ہے کہ وہ درپن کو چاہتی ہے..... گوتم نے سونیا کو آنکھیں کھول کر
یا..... نہیں..... سونیا نے سر ہلایا۔
نہیں..... تم نہیں کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو..... اور وہ ہے کہ درپن کے بغیر کہیں
ی نہیں..... گوتم ایک دم جیسے سونیا کو باور کروانا چاہتا تھا۔
چھوڑو..... پھر کبھی ڈسکس کریں گے..... مجھے بھوک لگی ہے..... میں کھانے کے
لئے جا رہی ہوں..... تم بھی آؤ.....
نہیں..... مجھے بھوک نہیں ہے۔ گوتم کا لہجہ شکستہ سا تھا۔
یہ کیا بات ہوئی..... جو تمہاری بھوک ختم ہو گئی ہے..... اٹھو..... وہ گوتم کا بازو پکڑ
اٹھاتے بولی۔
میں مصیبت میں گرفتار ہوں..... تمہیں کھانے کی پڑی ہے۔ وہ جھلا کر سونیا کا ہاتھ

اپنے ہاتھ سے چھڑا کر بولا۔

دیکھو بھائی ..... ٹین شین والی بات نہیں ہے ..... آخر کو جیت تمہاری ہو گی ....

سونیا کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

میں محبت میں ریس کا قائل نہیں ہوں ..... شروع میں ہی رتن کو اپنانا چاہتا ہوا ..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے سنجیدہ ہو گیا۔

اور دوسرے لمحے ملازمہ مایا کھانا لئے ٹرالی داخل ہوئی۔ تم جاؤ ..... میرا کھانا آ گیا .... وبولا۔

..... OK سونیا گردن میں سکارف جھلاتے باہر نکل گئی۔

صاحب جی ..... میں جاؤں ..... مایا نے کہا۔

سنو ..... مایا ..... رتی کہاں ہے ..... وہ ٹرالی اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے بولا۔

وہ تو رام جی کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی گئی جی ..... مایا مودب آنکھیں اٹھا جواب دیا اور آنٹی دیوی .....

وہ تو ابھی کھانے والے کمرے میں ہیں۔ مایا نے کہا۔

ہوں ..... وہ سوچنے لگا .....

کوئی کام ہے جی ..... مایا نے سوچ کر کہا۔

تم سے کام ہے۔ وہ بولا۔

مجھ سے ..... میں کیا کام کروں گی ..... وہ حیران رہ گئی۔

ارے واہ ..... تم بہت کام کر سکتی ہو ..... سب کچھ تو تمہیں معلوم ہے۔ گوتم نے خوشامد کی۔

آپ کام کیا کروانا چاہتے ہیں صاحب جی ..... مایا نے کہا۔

ارے کوئی خاص کام نہیں ..... بس معلوم ہونا چاہئے کہ رتی درپن کو پسند ہے ..... گوتم نے مایا کی طرف دیکھا .....

جی ..... سنتے ہی مایا کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔

تمہیں معلوم ہے درپن کے رتی کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔ گوتم پہلے معاملے کی میں جانا چاہتا تھا۔

صاحب جی ..... درپن بابو ..... تو سب کے ساتھ ہی اچھے ہیں ..... مایا نے کہا۔

اچھا ..... ادھر آؤ ..... گوتم نے اپنے تکیے کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈی مایا کی طرف بڑھائی ..... یہ کیا صاحب جی ..... مایا سہم کر دو قدم پرے ہو گئی۔

تم پکڑو تو سہی ..... کام بتاؤں گا ..... او ہو ..... پکڑو ..... گوتم نے اٹھ کر نوٹ مایا کے ہاتھ پر رکھ دیئے ..... مایا حیران و ششدر کھڑی رہی .....

تم صرف رتی کے سامنے اس بات کا اقرار کر لو ..... کہ ..... گوتم جھجکتے ہوئے بولا۔

کیا ..... مایا نے آنکھیں پھاڑیں .....

کہ درپن تمہاری عزت پر .....

جی ..... رام ..... رام ..... اوئی رام ..... مایا تو جیسے دیوانی ہو گئی ..... نوٹوں کی گڈی قالین پر پھینکے وہ بے ساختہ باہر کی طرف بھاگی ..... اور کچن میں دم لیا۔ ہائے رام چائیو .....

تمہیں کیا ہو گیا ..... مایا ..... ڈر گئی ہو ..... باورچی دیوامل نے دنگتی کی طرح مایا کی سانس چڑھی دیکھ کر کہا۔ پانی ..... وہ سانسوں کے زیر و بم میں رک کر بولی۔

یہ لو ..... پانی پیو۔ دیوامل نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ مایا نے غٹا غٹ یوں پانی پیا جیسے صدیوں سے تشنہ ہو .....

بات کیا ہے ..... بتاؤ نا ..... وحشت زدہ نظر آ رہی ہو۔ دیوامل اور پریشان ہو گیا .....

آج گوتم بابو نے بڑی بری بات کہہ دی ..... وہ بولی .....

تمہیں کچھ کہا ..... میری پتنی کو ..... مایا کو ..... دیوامل کی روح جھنجھلا اٹھی ..... مایا اس کی پیاری پتنی تھی ..... دونوں کی محبت قابل ستائش تھی ..... جہاں بھی کام کرتے ایک ساتھ ہی کرتے تھے .....

گوتم بابو نے کہا کہ تم سب کے سامنے یہ بات کہہ دو ..... کہ ..... وہ رک گئی۔

کیا ..... بک دے اب ..... میرا تو کھون ہو گیا ..... بول بھی ..... دیوامل چلایا .....

گوتم بابو نے کہا کہ درپن بابو نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے ..... وہ جلدی سے کہہ گئی۔

پھر .....

دیوامل کی گرفت مایا کے شانوں پر اور سخت ہو گئی ..... اس نے مجھے نوٹ بھی دیئے

..... جو میں وہیں پھینک آئی ..... مایا نے آنکھیں صاف کرتے دیوامل کی طرف دیکھ
.....

اچھا کیا..... ہم گریب لوگ بھی عجت رکھتے ہیں..... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم کسی ٹھاکر کے ہاں کام کریں..... اور اس طرح کی رسوایاں اپنے اوپر..... وہ شدید طیش میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

تو اب غصے میں نہ اُٹھ..... بھلا میں درپن بابو پر یہ تہمت کیوں لگاتی..... مایا نے مسکرا کر دیوامل سے کہا۔

ہاں..... ہماری رمائن میں لکھا ہے کہ تہمت لگانے والے کا نام جہنم میں ہے۔ دیوامل نے بڑے اضطراب سے اپنی مایا کی طرف دیکھا۔

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ درپن بابو پر یہ الزام لگا کر گوتم بابو کو کیا فائدہ..... مایا نہ رہی تھی۔

فائدہ..... بڑا فائدہ..... تمہیں علم ہے کہ گوتم بابو رتی بی بی سے شادی کرنا چاہتا ہے ..... اس سے درپن بابو کی ساکھ میں کمی آ جائے گی اور رام جی ہو سکتا ہے..... درپن بابو کو برا جان کر محل سے نکال دیں..... دیوامل کی سمجھ میں جو کچھ آیا کہہ دیا۔

ہاں..... یہ تو بات ٹھیک ہے..... پر ہم درپن بابو کے خلاف کیوں کہیں گے.....

تو اتنے اچھے ہیں..... آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ مایا نے کہا۔

ہاں ..... درپن بابو بہت اچھے ہیں..... رام جی کا سارا کام ان کے سپرد ہے۔ کمار کو تو اپنے عیش سے ہی فرصت نہیں ہے۔ دیوامل نے کہا۔

ایک کپ دے چائے کا..... سر میں درد ہے۔ مایا نے کہا۔

ہاں..... ابھی بناتا ہوں..... دیوامل نے چائے کی کیتلی چولہے پر رکھی

نوٹوں کی گڈی یوں گرا کر چلے جانا گویا گوتم کے چہرے پر لعنت ڈالنے کے مترادف تھ ..... گھبرا کر اٹھا اور نوٹوں کو ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دوبارہ تکیئے کے نیچے رکھ دیا..... اگر نے کسی سے کہہ دیا تو ساری بنی بنائی خاک میں مل جائے گی۔ وہ سوچنے لگا..... کھانے کا ایک لقمہ اس کے حلق سے اترنے کا نام نہ لے رہا تھا..... اگل نگل کرتے اس نے ایک دو لقمے لئے اور ٹرالی کو پرے گھسیٹ دیا..... اور خود پانی کا گلاس اندر کی بھڑکتی ہوئی آگ کو کرنے کے لئے اس نے سارا اپنے منہ میں انڈیل لیا..... بہت وقت گزر جانے کے بعد

ر دیوامل داخل ہوا۔ برتن لے جاؤں سرکار۔ دیوامل بغور گوتم کے چہرے پر ساری ں پڑھ کر بولا۔

لے جاؤ..... گوتم نے نظریں چرا کر لیٹنے کی کوشش کی۔

کھانا نہیں کھایا سرکار۔ دیوامل کو چین کہاں آتا جب تک بال کی کھال نہ اتارتا۔

نہیں..... وہ صرف اتنا ہی بولا۔

کیوں..... دیوامل بولا۔

میری مرضی..... بس نہیں کھایا..... تم برتن لے جاؤ..... وہ دیوامل کے سوالات ٹپٹا سا گیا۔

کوئی پریشانی ہے آپ کو..... دیوامل برتن اٹھانے کے لئے جھکا.....

پریشانی..... پریشانی کیا ہو گی..... بس تم جاؤ..... گوتم کو یوں لگا جیسے اس کے دل کا پڑا گیا ہو۔

صاحب جی..... ہم ہندو ہیں..... کالی ماتا کے چرنوں میں جیون گزارتے ہیں۔ ایسا کام نہ کریں گے جو نراش میں ڈھل جائے۔ دیوامل نے ٹرالی گھسیٹ کر دروازے کی طرف

ں کا مطلب کہ مایا نے تمہیں بتا دیا۔ گوتم نے کروٹ لی۔

ہاں جی..... ہم جس کا نمک کھاتے ہیں اسی کے ہو جاتے ہیں..... دیوامل باہر نکل گیا

بیث..... سب جان گیا..... گوتم نے دانت پیسے..... اور ہارے ہوئے جواری کی لیٹ گیا..... وہ ہر اس کڑی کو جوڑنے کی کوشش کرتا جو رتن کے ہاتھوں میں تھی لیکن دوسرا سرا درپن کے ہاتھ میں تھا۔ وہ پھر تہی دست کا تہی دست..... کوئی چال نہ ہو رہی تھی جس سے درپن اور رتن کو علیحدہ کیا جاتا.....

دن یوں ہی گزر گئے..... نہ ہی رتن نے ادھر جانے کی سوچی اور نہ ہی درپن ادھر ..... درپن تحمل مزاج اور بردبار نوجوان تھا لیکن رتن کی عادت میں ابھی تک شریر اور ل بچہ چھپا ہوا تھا..... وہ ان چند دنوں میں ہر ایک کو کاٹنے کو دوڑتی..... اسے محل کا ں اچھا نہ لگتا تھا..... کھانا بھی کم کھا رہی تھی..... بس ہر وقت اپنے کمرے میں پڑی سنتی رہتی۔ ان دنوں میں ضد کی ماری وہ پوجا سے بھی ملنے اس کے ہاں نہ گئی.....

پوجا کو بھی بڑا افسوس ہو رہا تھا..... رتن اسے اپنے بچوں کی طرح عزیز تھی..... وہ ا
مرتبہ محل گئی بھی تھی لیکن رتن سے ملاقات نہ ہو سکی..... وہ رتن اور درپن دونوں
ساتھ کو مستحکم بنانا چاہتی تھی۔ آج دو دن ہو چکے تھے..... درپن کسی کام کے سلسلے
جموں گیا ہوا تھا..... آ جائے تو میں دونوں کی صلح کروا دوں گی۔ وہ برآمدے میں
کرسی پر ٹیک لگائی یہی کچھ سوچ رہی تھی۔

اماں..... مخصوص آواز نے اس کی پشت سے ٹکرا کر اس کی سماعت میں رس
درپن بیٹا..... تم آ گئے۔ وہ بے ساختہ پلٹ کر کھڑی ہو گئی۔

ہاں پوجا ماں..... آنا ہی تھا..... لیکن آپ..... کوئی بات ہوئی ہے....
کے چہرے پر اداسیوں کی انگنت لکیریں دیکھ کر بولا۔

کوئی بات نہیں ہوئی..... پوجا ماں نے درپن کے وجیہہ دلکش چہرے کو بغو
..... جس پر اب بلند خان کی بھرپور جوانی کا عکس نظر آتا تھا..... آج تو وہ بلند خان
تصویر نظر آ رہا تھا..... بالکل حسن کا تاج محل.....

کیا بات ہے..... وہ مسکرا کر بریف کیس اور بڑا سا پیکٹ ایک طرف رکھ کر کرسی
گیا۔

بات بڑی بھی ہے..... اور معمولی بھی..... وہ بیٹھتے ہوئے بولیں۔

آپ کہیں تو سہی..... وہ تیزی سے بولا۔

بات یہ ہے کہ رتن کو منالو..... وہ نہ جانے کتنی اداس ہو گی..... پوجا کو دکھ ہوا

اماں..... میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا..... بس ذرا ادھر جانے کا وقت نہ
وہ ہنس دیا۔

ٹھیک ہے..... وہ تمہاری شرارت اور لاپرواہی سے بہت پژمردہ ہے۔ اسی وج
تمہارے بعد میرے پاس بھی نہیں آئی۔ پوجا نے بغور درپن کو دیکھا..... جس کا شفاف
ہر قسم کے پراگندہ خیالات سے مبرا تھا۔

اتنا اثر لیا..... دیوانی..... حالانکہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ وہ پھر رتن کے خیال
دیا۔

پیار کرنے والے بڑے حساس ہوتے ہیں..... ہوا بھی چھو جائے تو چاہنے والے
دے دیتے ہیں..... وہ تو تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے..... پوجا کے تصور میں ر

چہرہ رقص کر گیا۔

ں..... رتی نے اس قدر سنجیدگی سے اس بات کو لیا..... میرا تو من اس کو چھیڑنے
تھا..... پر وہ..... درپن خاموش ہو گیا۔

اسے منالو جا کر..... بڑی ضدی ہے..... پوجا نے اصرار بھرے لہجے میں کہا۔

تم سونیا گئے نہیں ابھی..... وہ بولا۔

کہاں جائیں گے..... ان دونوں بہن بھائی کا تو مستقل ٹھکانہ یہی محل ہے..... اب
تعطیلات ہیں..... گزار کر ہی جائیں گے۔ پوجا نے کہا۔

ل نینی تال جائیں..... شملے چلے جائیں..... کشمیر کیوں نظر آتا ہے..... وہ

..... اس کی بھی ایک وجہ ہے..... تم جاؤ..... رتی کو لے کر آؤ..... پوجا ماں
نظر آ رہی تھی۔

ں..... وہ کھڑا ہو گیا.....

جاؤ..... اسے لے کر آؤ..... پوجا نے محبت سے درپن کے توانا شانے پر ہاتھ رکھا

میں دراصل ماما سے بڑا خائف ہوں..... وہ سنجیدہ ہو گیا

Donot worry son..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... رام جی کی موجودگی میں
کچھ نہیں کہہ سکتیں..... پوجا نے تسلی دلائی۔

..... شاید بابا کی وجہ سے برداشت کیے جا رہی ہیں۔ وہ کچھ سوچنے لگا۔

مت سوچو..... وہ نرم ہوتی جا رہی ہیں۔ پوجا نے اس کے ذہن سے شکستہ تمام
خیالات نکالنے چاہے جو اس کو باعث اذیت لگتے تھے۔

پوجا ماں میں جا رہا ہوں..... وہ ہنستے ہوئے گیٹ کی کی طرف چل دیا۔

ہاں ہاں جاؤ..... میں بینگن کے پکوڑے بناتی ہوں..... رتی بڑے شوق سے کھاتی
وہ کچن میں جاتے ہوئے بولی۔ اور وہ باہر نکل گیا۔

اس وقت دس بجے صبح کا عمل ہو گا۔ محل میں چہل پہل کم تھی۔ ملازم اپنے اپنے کام میں
ل تھے۔ سیوک رام اور لکشمی دیوی کسی عزیز کی عیادت کو باہر گئے ہوئے تھے.....
تم سونیا حسب معمول جھیل کی سیر کو باہر تھے۔ وہ سیدھا رتن کے کمرے کی طرف

بڑھا.....مایا.....راستے میں مایا کو دیکھا تو بولا۔

جی بابو جی.....آپ.....مایا حیران ہو کر بولی

رتی بی بی کمرے میں ہیں.....وہ بولا۔

ہاں جی.....وہ تو بڑے دنوں سے زیادہ کمرے میں ہی رہتی ہیں۔مایا نے حیران حیران سا انداز اپنایا۔

اچھا.....وہ ہنس کر آگے بڑھ گیا۔

مایا ہنس کر آگے کی طرف چل دی۔

دروازہ کھلا تھا.....لیکن دروازے پر گرا ہوا دبیز پردا اس بات کا غماز تھا کہ اندر جو کوئی بھی ہے خاموش ہے.....درپن نے آہستہ سے پردا ہٹایا۔

وہ دروازے کی طرف پشت کئے ٹانگیں درمیانی میز پر رکھے بیٹھی تھی۔چہرہ جھکا ہوا تھا.....شاید کوئی چیز اس کی گود میں تھی۔وہ دبے پاؤں آگے بڑھا.....ذرا سا جھکا.....ا یہ دیکھ کر اسے بڑا افسوس ہوا کہ وہ اس کی تصویر گود میں رکھے اب تک دیکھے جا رہی تھی.....اس کے دراز گیسو اس کی نازک کمر پر پھیل چکے تھے.....جیسے شام سے پہلے سا کائنات کے وجود کو ڈھانپ دیں۔

بڑے پیار سے درپن نے رتن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنے ساتھ لگا لیا.....

وہ ذرا سا تلملائی.....لیکن اس کو یہ احساس کرنا مشکل نہ تھا کہ سوائے درپن کے علا کوئی تم ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔

میں جانتی ہوں.....تم کون ہو.....ہٹاؤ اپنے ہاتھ.....وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے بولی۔

ہنہہ.....نام لو.....وہ ہنس کر اپنی گرفت کو مضبوط کرتے بولا۔

پوجا ماں کا بیٹا.....اور کون.....رتن نے اپنے ہاتھوں سے درپن کے ہاتھ کو پکڑا وہ سامنے بیٹھ گیا۔

اب تک ناراض ہو.....وہ اپنی آنکھوں میں ساری محبتیں سمیٹ کر بولا۔

تمہیں کیا.....وہ لاپرواہی سے بولی۔

مجھے کیوں نہیں.....وہ اس کے بریدہ بالوں کو سمیٹ کر بولا۔

ہاں.....کیا ہے تمہیں.....تمہیں تو بس وہ سیکرٹری اچھی لگتی ہے نا.....وہ..

ام ہے.....اس کا.....وہ غصے میں نام بھول گئی۔

اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کیا نام ہے اس کا.....مجھے بھی یاد نہیں رہا۔وہ جان بوجھ کے بولا۔

تمہیں تو یاد ہونا چاہئے تھا.....کیوں بھول گیا۔رتن کی آنکھوں میں غصہ بھڑک رہا

تمہارے سوا مجھے کچھ یاد نہیں رہتا.....رتی.....چھوڑو نا اب ناراضگی وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں رتن کے نازک وجود کو تھام کر بولا۔

تم.....تم.....اسی کے پاس جاؤ.....ہاں.....وہ للیتا کوئی.....درپن نے دیکھا اس کی نیم باز آنکھیں بھیگ سی گئی تھیں۔

معاف کر دو رتی.....میں تو مذاق کر رہا تھا.....وہ ہاتھ جوڑ کر دوزانو بیٹھ گیا.....جیسے کوئی پجاری دیوی کے حضور بیٹھا ہو.....

یہ مذاق تھا.....درپن.....اس کے ساتھ ہی وہ بلک بلک کر رونے لگی.....اور درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا.....

رتی.....دیکھو.....تمہارے آنسو بہت قیمتی ہیں.....صاف کرو۔درپن نے اپنی ہتھیلیوں سے رتن کے آنسو صاف کر دیئے۔

رتی.....ادھر دیکھو.....رام قسم میں تمہیں چھیڑ رہا تھا.....وہ محبت سے بھرپور آواز سے بولا۔

آہستہ سے متورم آنکھیں اٹھیں پھر جھک گئیں.....وہ اس قیامت کا متحمل نہ ہو سکا.....اٹھا کر گرانا تو اور بات تھی لیکن گرا کر اٹھانا اور پھر جھکانا.....یوں جیسے ساری کائنات کو مسخر کر گیا۔

رتی.....ادھر دیکھو.....

کیا ہے.....درپن.....رتن نے اپنے آپ کو درپن کے ہی سینے میں چھپانے کی کوشش کی.....درپن نے گوہر نایاب کو اپنے ساتھ بھینچ لیا.....

مجھے کیا معلوم تھا کہ مذاق کو اس قدر سنجیدہ لو گی.....وہ بڑی نرمی سے رتن کو علیحدہ کرتے بولا۔

ایسا مذاق مت کرنا.....میں مر جاؤں گی۔وہ نیم باز نگاہیں درپن کی نیلی آنکھوں میں

ڈال کر بولی۔اف یہ تصادم کس قدر محبت کی دنیا میں ہلچل مچا گیا۔۔۔۔وہ ریزہ ریزہ بکھری اور یوں جیسے سمٹ گئی ہو۔تم نے ابھی تک مجھے سمجھا کیوں نہیں۔۔۔۔میں اپنے ارد گرد صرف اور صرف تمہارے وجود کو محسوس کرتا ہوں۔۔۔۔ بچپن کا ساتھ اب اس قدر مستحکم ہو چکا ہے کہ ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔۔درپن نے بے پناہ خلوص اور چاہت سے رتن کے حسین چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اوکھ بنا کر تھام لیا۔

درپن۔۔۔۔تم میری کمزوری ہو۔۔۔۔ تمہیں کوئی چھو بھی جائے تو میری روح ٹوٹنے لگتی ہے۔۔۔۔میں۔۔۔۔مر جاؤں گی تمہارے بن۔۔۔۔بس تیرا ساتھ ہو۔۔۔۔وہ شکوہ کرنے لگی۔

اوہو۔۔۔۔اب تو بڑی احتیاط کرنا پڑے گی۔وہ شریر ہو گیا۔

اور کیا۔۔۔۔بس تم میرے ہو۔۔۔۔ کسی کے نہیں۔۔۔۔اور ہمیشہ میرے رہو گے۔۔۔۔وہ اپنی نازک بانہیں درپن کی گردن میں حمائل کرتے بولی۔

توبہ بھئی۔۔۔۔ آئندہ بندہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔درپن نے ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگایا اور رتن بھی اس کے ساتھ جھولتی ہوئی ہنس دی۔

ok ....

دونوں پوجاماں کے پاس چل دیئے۔۔۔۔یقین کرو۔۔۔۔رتی۔۔۔۔پوجاماں سے روز ڈانٹ پڑتی تھی۔وہ اس کے ساتھ قدم بقدم چلتے ہوئے بولا۔

اچھا ہوا۔۔۔۔ تمہارا جرم ہی بڑا سنگین تھا۔۔۔۔پوجاماں نے مارا نہیں تمہیں۔۔۔۔وہ تیز تیز چلتے بولی۔

طویل غلام گردش کا زینہ اترتے دونوں ٹھٹکے۔لکشمی دیوی حسن و جمال کی بارعب تصویر باوقار قدم اٹھاتیں ذاتی ملازمہ کے ساتھ ادھر ہی آ رہی تھیں۔

رتی۔۔۔۔لکشمی دیوی نے نشتر کی طرح تیز نظر رتی اور درپن کے سراپا پر ڈالی۔

ماما۔۔۔۔رتی کو پوجاماں نے بلایا تھا۔درپن نے کہا۔

کیوں۔۔۔۔وہ کہتے ہوئے درپن کے دلکش مردانہ وجاہت کی قد و قامت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

معلوم نہیں۔اب بھی درپن نے کہا۔

تم جموں سے واپسی پر رام جی سے ملے۔لکشمی دیوی کسی طریقے سے رتن کے سامنے

درپن کو مجرم ٹھہرانا چاہتی تھیں۔

ہاں ماما۔۔۔۔میں باہر سے آکر پہلے باباسے ملتا ہوں۔۔۔۔ساری رپورٹ دینے کے بعد کہیں اور جاتا ہوں۔۔۔۔اب بھی پہلے باباسے ملا ہوں۔۔۔۔درپن نے بڑے مضبوط انداز میں کہا۔

میرا مطلب کہ آج ملے۔۔۔۔وہ کب سے تمہارے منتظر ہیں۔کہا ناماما۔۔۔۔انہیں سے مل کر آ رہا ہوں۔۔۔۔بعد میں ادھر گیا تھا۔درپن نے رتن کی طرف دیکھا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔جاؤ۔۔۔۔رتی۔۔۔۔انہوں نے فوراً جاتی رتن کو آواز دی۔

جی ماما۔۔۔۔رتی پلٹ کر بولی۔

واپسی پر میرے کمرے میں آنا۔۔۔۔وہ بڑے کرخت انداز میں کہتی قیامت ڈھاتیں آگے بڑھ گئیں۔

پوجاماں۔۔۔۔دیکھو کون آیا ہے۔وہ رتن کے ساتھ صحن میں داخل ہوتے ہی پکارا۔

آگئی بیٹا۔۔۔۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔۔۔۔رتی بٹیا آئی ہے۔وہ سالن سے بھرا ڈونگا لئے باہر آگئیں۔

پوجاماں۔۔۔۔سویٹ ماں رتن پوجا کے گلے لپٹ کر محبت سے بولی۔

میری بچی۔۔۔۔اچھا کیا تو آگئی۔۔۔۔ورنہ میں تو تیرے بن بہت اداس ہو گئی تھی۔پوجا نے رتن کی پیشانی چوم لی۔

میں تو آپ کی وجہ سے آگئی ورنہ۔۔۔۔وہ شریر انداز میں ٹھہر گئی۔

ورنہ۔۔۔۔ورنہ کیا۔۔۔۔وہ مصنوعی انداز میں شدید غصہ دکھاتے رتن کے پاس بیٹھ گیا۔

ورنہ۔۔۔۔ تمہیں جان سے مار دیتی۔۔۔۔وہ درپن کی گردن دبوچ کر بولی۔

دیکھ لو پوجاماں۔۔۔۔ تیرے بیٹے کی جان کا دشمن تیرے ہی گھر میں۔۔۔۔درپن نے اپنے دونوں ہاتھوں سے رتن کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔

ہائے رام۔۔۔۔پوجاماں۔۔۔۔وہ احتجاج کرنے لگی۔

آجاؤ بچو۔۔۔۔کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

پوجا انہیں کہتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

آؤ رتی۔۔۔۔ماں نے بڑے مزے مزے کی چیزیں بنائی ہیں تمہارے لئے۔وہ رتن کے

ساتھ اندر داخل ہوا.....او.....وہ ری گڈ.....رتن زبردست مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی مرغوب غذا کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

شب کے نو بج گئے.....وہ درپن کے پاس بیٹھی رہی۔ رتن سن شعور کو پہنچ چکی تھی.....وہ اب محبت و چاہت کے معنی اچھی طرح سمجھ چکی تھی.....اسے اس بات کا احساس تھا کہ وہ درپن کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی.....درپن سنگ جینے کا زیادہ لطف ہے... نہ کہ کسی اور کے سنگ.....

درپن.....مجھے چھوڑ آؤ.....وہ اس کے پہلو سے ایک دم چونکی

یوں ہی بیٹھی رہو رتی.....زندگی کی تمام کلفتیں دور ہو جائیں۔ وہ اپنی آنکھوں میں سارے جہاں کا کرب سمیٹ کر بولا۔

ماما نے واپسی پر بلایا تھا.....وہ جیسے مایوس سی ہو گئی۔

اچھا.....چلو.....دونوں محل کی طرف بڑھ گئے۔

By.....وہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے بولی۔

By.....وہ کہتا ہوا پلٹ آیا۔

رتن اس کے چاروں جانب تھی..... وہ جس طرف بھی دیکھتا رتن کو اپنے قریب.....عجیب عجیب سوچوں کے گرداب میں ڈوبتے ابھرتے واپس لوٹ گیا۔

ماما..... آپ.....اس وقت.....وہ لرز گئی.....رتن نے اندر قدم رکھتے دیوی کو صوفے پر بیٹھی دیکھا۔

وقت دیکھو..... لکشمی دیوی نے قیمتی آویزاں کلاک کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

جی.....وہ طائرانہ نگاہ کلاک پر ڈالتے خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ بیٹھو لکشمی دیوی قدرے لہجے میں نرمی اختیار کرتے بولیں۔

Thank You Mama.....وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

میں تمہیں پہلے بھی منع کر چکی ہوں کہ درپن سے کم ملا کرو۔ ان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ وہ ا آدمی نہیں ہے۔ رتن نے بغور لکشمی دیوی کی طرف دیکھا۔

یہ بات نہیں ہے۔ وہ جھلا کر بولیں۔

پھر کیا بات ہے ماما.....وہ انجان سی بن گئی۔ تم اب بچی نہیں ہو.....جوان ہو چکی.....وہ بھی بڑا ہو گیا ہے۔ وہ سمجھانے کے موڈ میں بولیں۔

ماما.....مجھے تو درپن ویسا ہی نظر آتا ہے..... جیسا پہلے تھا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

بات کو سمجھا کرو.....درپن یا تم..... پہلے جیسے نہیں ہو.....وہ بچپن کا دور تھا.....گزر گیا.....وہ ایک دم کھڑی ہو گئیں۔

رتن نے کھڑے ہو کر سوچا..... تم اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو..... سیوک رام کی سپتری ہو تم..... ہم سب نہیں چاہتے کہ کوئی نیا رنگ نکل آئے۔ ان کو اندیشے ستانے لگے۔

ماما.....وہی درپن ہے..... جو مجھے اپنی گود میں کھلایا کرتا تھا..... میرا بچپن اس کے ساتھ گزرا ہے.....اور اب.....وہ چپ سی ہو گئی۔

تمہاری بات بھی ٹھیک ہے بیٹی۔ لیکن تمہیں درپن سے لاتعلقی اختیار کرنا پڑے گی۔ لکشمی دیوی اس

وہ اچھوت ہے کیا.....وہ بحث پر اتر آئی۔

وہ اچھوت ہی ہے.....وہ بولیں۔

وہ شودر ہے.....ہرگز نہیں.....وہ جیسے تڑپ اٹھی.....

وہ مسلمان ہے.....اور یہ شودر سے بھی اچھوت..... لکشمی دیوی نے نفرت کا پہلو نکالا۔

وہ پوجا ماں کا بیٹا ہے۔ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسے رتن ماننے کو تیار نہ تھی۔

پوجا نے اسے جنم نہیں دیا۔ وہ پلٹ کر بولیں۔

تو پھر درپن کو کس نے جنم دیا ہے.....اتنا مہان پوتر بیٹا کس باپ کا ہے۔ رتن کی نگاہیں عقیدت سے جھک گئیں۔

وہ کشمیری بلند خان کا بیٹا ہے.....اور تمہارے پاپا نے..... لکشمی دیوی نے کہا۔

آئندہ کے لئے.....میں میجر بھون سے سب کچھ سن چکی ہوں۔ وہ بڑے تسکین کے ساتھ بولیں۔

پھر بھی تم..... لکشمی دیوی کو زبردست حیرت ہوئی۔

ہاں ماما..... یہ ساری کتھا میں اِدھر اُدھر سے سن چکی ہوں.....رام قسم میرے من میں درپن کے لئے کوئی میل نہیں ہے۔

رتی بی بی..... رام سرکار بلا رہے ہیں۔ نرملا رتن سے بولی۔
چلو..... کئی سے گزر گئے..... تمہارے پاپا عارضہ قلب میں مبتلا ہیں..... ان کو صدمہ نہیں پہنچنا چاہئے۔
پاپا پر میرا جیون قربان..... رتن باہر نکل گئی۔
دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ داخل ہوئیں۔
پاپا جانی..... رتن بڑی محبت سے سیوک رام سے لپٹ گئی۔
کہاں تھی..... کب سے منتظر ہوں تمہارا..... وہ بہت کمزور اور پژمردہ دکھائی رہے تھے۔
درپن کے ہاں گئی ہوئی تھی..... لکشمی دیوی نے کہا۔
ماما..... رتن کو اچھا نہ لگا..... لیکن سیوک رام پر کوئی اثر نہ ہوا۔ کیسی طبیعت ہے وہ محبت سے بولی۔
ایک آگ ہے تو بھڑکتی رہتی ہے۔ میرے اندر..... وہ افسردہ بولے۔
ہمارا جیون تو آپ کے ساتھ ہے..... ہم کسی کام کے نہیں ہیں۔ وہ بولی۔ اور سیوک رام مسکرا دیئے۔
دیوی جی..... وہ بولے
کہئے..... دیوی جی نے ان کے لرزتے ہاتھوں کو تھام لیا۔ آپ کا لاڈلا آج بھی نہیں آیا..... اسے گئے کئی ہفتے گزر گئے ہیں۔ وہ بڑے مایوس لگ رہے تھے۔
رتن اور لکشمی دیوی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔
کتنی آشا وابستہ تھیں اس کے ساتھ..... سب نراش میں ڈھل گئیں۔ سیوک رام کے چہرے پر ناامیدی اور کرب کے سائے منڈلانے لگے۔
آپ من کو میلا نہ کریں..... آپ کا بیٹا ہے..... اسے آپ کا خیال نہ ہوگا تو کس کو ہوگا۔ لکشمی دیوی نے سیوک رام کو اطمینان دلانا چاہا..... لیکن وہ راجکمار کے لئے پریشان رہے.....
پاپا جانی..... آپ مت سوچا کریں..... اپنی صحت درست رکھیں۔ وہ بولی
میں تو کسی اور وقت کے لئے سوچتا ہوں..... وہ نگاہیں بدل کر لکشمی دیوی کی طرف دیکھنے لگے۔

آپ ٹھیک ہو جائیں گے..... کیوں دل چھوٹا کرتے ہیں۔ لکشمی دیوی نے گلاس میں شربت ڈال کر دوائی تیار کی۔
اٹھیئے..... وہ بولیں
اٹھیئے پاپا۔ رتن نے سیوک رام کو اپنے سہارے سے اٹھایا۔
وہ ایک ہی سانس میں دوائی پی کر لیٹ گئے۔
ان پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی..... رتن کی طرف کروٹ لے کر انہوں نے پھر آنکھیں کھول لیں۔ لکشمی دیوی نے بغور دیکھا..... وہ کچھ سوچتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔
نیند آ رہی ہے نا..... آپ سونے کی کوشش کریں رام جی..... لکشمی دیوی نے کمبل درست کیا۔
میں جاؤں پاپا..... رتن محبت بھری نظر ڈال کھڑی ہو گئی۔ سیوک رام نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ لاڈلی بیٹی کو الوداع کیا۔ وہ کمرے سے نکل گئی۔
دیوی جی..... ادھر آ جائیے..... وہ آہستہ سے پکارے۔
میں آپ کے پاس ہوں رام جی..... لکشمی دیوی قریب ہو گئی اور ان کے کمزور ہاتھوں کو تھام لیا۔
میں بچوں کے لئے بہت فکر مند ہوں..... کیا بنے گا..... وہ بولے
مت فکر مند ہوں..... بھگوان کی کرپا سے صحت مند ہوں گے تو شانتی سے سب کچھ ہو جائے گا۔
میں سوچتا ہوں کہ ابھی تو جیون کا دیپک روشن ہے..... راجکمار کچھ خیال نہیں کرتا..... میرے بعد.....
رام جی..... مت ایسی باتیں کریں..... ہمارا من دکھی ہو جاتا ہے۔ لکشمی دیوی نے تڑپ کر سیوک رام کے ہاتھوں کو زور سے دبایا..... یوں لگتا ہے جیسے گنگا ہماری منتظر ہے..... وہ لکشمی دیوی کے دلکش چہرے کو بڑے اضطراب میں دیکھ کر بولے..... گنگا تو ہر دم منتظر رہتی ہے..... جو بھی سنسار میں آیا ہے..... ایک دن بھگوان کے پاس جائے گا..... کوئی سے منتخب نہیں ہے۔ لکشمی دیوی نے محبت سے کہا۔
ہوں..... دیوی جی..... آپ بجا کہتی ہیں..... لیکن ہماری نیا منجدھار میں اتری نظر

آرہی ہے۔ وہ شاید اب اپنے جیون سے مایوس ہو چکے تھے۔ لکشمی دیوی ایک دم اٹھی..
سیوک رام نے نظر بدل کر دیکھا۔

یہ کیا ہے۔ پھر..... انہوں نے لکشمی دیوی کو شیشے کے گلاس میں دوائی بناتے دیکھا
بولے

یہ آپ کو سکون دلانے کی دوائی ہے..... کل درپن ڈاکٹر کینڈی سے لایا تھا۔ وہ ان
پاس لاتے بولیں۔

اچھا..... ٹھیک ہے..... ہو سکتا ہے اس سے دل کی گھبراہٹ میں کمی ہو جا
گی..... اور نیند بھی آئے گی۔ وہ ان کے ہونٹوں کو گلاس لگا کر بولیں۔

Thank you..... دیوی جی..... ہم ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ وہ
ہوئے پھر لیٹ گئے..... یہ آپ پر احسان نہیں ہے..... میرا فرض ہے..... پھر
سے تو میں نے اتنی محبت اور چاہت لی ہے کہ دوسری مرتبہ بھی جنم لوں تو اس کی تلافی
کر سکتی۔ وہ سیوک رام کے پاس نیم دراز ہو گئیں..... پلنگ سے ٹیک لگا کر سامنے بھگو
مورتی کو بغور دیکھنے لگیں۔

ہم سے محبت لینا آپ کا حق ہے دیوی جی..... آپ ہمیں سنسار سے عزیز ہ
موت کا..... پنچھ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم کبھی جدائی کا تصور نہ کرتے.....

رام جی..... سو جائیے..... لکشمی دیوی نے جھک کر دیکھا..... وہ نیم خواب
رہے تھے۔ سو جائیے۔ لکشمی دیوی نے ان کے بال درست کیے اور لحاف اڑا دیا...
سونے کی ناکام کوشش کرنے لگیں۔

اگر رام جی کو کچھ ہو گیا..... وہ پریشان انداز میں پہلو بدل کر لیٹ گئیں.....
رام نے تمام زندگی مجھے کوئی تکلیف نہیں دی..... میری ہر بات کو بسرو چشم
کوشش کی ہے۔ ایسا پیار کرنے والا پتی کسے نصیب ہو گا..... اس کے ساتھ ہی لک
نے پلٹ کر سیوک رام کے پژمردہ چہرے کی طرف دیکھا..... جو نیند میں ہلکی ہلکی
لے رہے تھے۔

چند دن یونہی گزر گئے..... محل کے ماحول میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی۔ البتہ
رام آنے والے وقت سے خوفزدہ نظر آرہے تھے..... اسی وجہ سے انہوں نے ملاز
کر درپن کو بلا بھیجا تھا۔

بابا..... نمستے..... وہ حسب دستور مودب ہاتھ جوڑ کر قریب آیا۔

بیٹھو..... میں بیٹھ گیا ہوں..... پہلے آپ اپنی طبیعت کا بتائیں..... کیا
Fee کرتے ہیں..... درپن بڑی محبت سے سیوک رام پر جھک کر بولا۔

اچھا محسوس کرتا ہوں..... وہ مسکرا کر بولے..... اس کا مطلب کہ بھگوان کا کرم ہے
.. ڈاکٹر کینڈی نے بہتر تشخیص کی ہے۔ وہ مسکرا دیا..... اس کے انداز میں سارے
انے کی چاہت اور محبت بھری ہوئی تھی۔

ہاں بیٹا..... ایسا ہے..... گھبراہٹ کم ہے..... وہ اپنا ہاتھ درپن کے شانے پر رکھ کر
لے۔

تمہاری ماما کہاں ہیں..... وہ دروازے کی طرف دیکھ کر بولے..... وہ آگئیں..... ماما
ا کے پاس آئیے..... وہ اندر آتی لکشمی دیوی کو دیکھ کر بولا.....

جی رام جی..... وہ پاس بیٹھ گئی۔

مجھے دیجئے..... میں بابا کو پلاتا ہوں۔ اس نے لکشمی دیوی کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔
درپن نے گاؤ تکیے کے سہارے سیوک رام کو اٹھا کر بٹھا دیا..... پیجئے بابا..... وہ چمچ ان
ا پلاتے بولا۔

درپن بیٹا..... ابھی ہاتھوں میں اتنا دم ہے..... خود کھا سکتا ہوں..... وہ درپن کے
ہ سے پیالی پکڑ کر بولے۔

بابا..... اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے..... بھگوان صحت دے.....
یں بہت بڑا فنکشن کرواؤں گا..... وہ مسرت کا بھرپور اظہار کرتے بولا۔
لیکن وہ اداس ہو گئے۔

آپ کیا کہنے والے تھے رام جی..... لکشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔

بابا..... میں جاؤں..... درپن نے محسوس کیا کہ شاید لکشمی دیوی اس کی موجودگی
ں کوئی بات کرنا چاہتی ہیں۔

نہیں..... تمہارے سامنے سب باتیں ہوں گی..... بیٹھے رہو..... انہوں نے چند
گھونٹ حلق سے اتار کر پیالی درپن کو پکڑائی۔ جسے درپن نے پکڑ کر قریبی شیشے کی میز پر رکھ
دی۔

میرے پاس ہو جاؤ۔ درپن نے تعمیل حکم کے لئے سیوک رام کے دونوں ہاتھ تھام

لئے۔

(اس لڑکے سے اس قدر محبت) (کیا کیا جائے درپن کام بھی تمام کرتا ہے) (ا
ہے) لکشمی دیوی کے من میں ایک دم خیال آیا۔ وہ انحراف بھی نہیں کر سکتی تھیں
حالات سے وہ درپن کو محل سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہ کرتی تھیں۔ اپنی دانسـ
کوشش تو بہت کرتی کہ درپن محل سے دستبردار ہو جائے..... لیکن حالات اس کی
نہ دیتے تھے..... گو درپن بے ضرر نوجوان تھا لیکن ایک مسلمان خون کا وجود اُن کی
میں خار کی طرح کھٹکتا رہتا..... پوجا کی پرداخت اور ہندو ماحول میں اس کی تربیـ
مطمئن کرنے کے لئے ناکافی تھی..... وہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فی الحال
تھیں۔

دیوی جی..... ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ ٹیک لگا کر بولے۔

درپن کی آنکھیں پھٹ گئیں..... دل ریزہ ریزہ پگھل کر آنکھوں کے راستے ا
لگا۔ کہ کوئی فیصلہ اس کے خلاف نہ ہو جائے..... وہ ہندو کی منافقت سے واقف تھا

فرمایئے رام جی۔ لکشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

درپن نے یہاں کشمیر کا کام خاصا مکمل کر لیا ہے۔ وہ بولے

پھر.....

میں چاہتا ہوں..... دن بدن حالات بہت بگڑ رہے ہیں..... کشمیر میں قتل ا
بازار گرم ہے۔

قتل و غارت سے ہمارا کیا واسطہ رام جی۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

واسطہ ہے نا..... وہ ایک دم معنی خیز نگاہوں سے لکشمی دیوی کو دیکھنے لگے۔ و
سے ہوگا..... وہ بے ساختہ بول اٹھیں..... ان کے اندر نفرت کی چنگاری پھ
نے محسوس کی لیکن وہ سیوک رام کی وجہ سے خاموش رہا.....

بابا..... وجہ کوئی بھی ہو..... میں تو آپ کا ہی ہوں..... مجھے کیا واسطہ گو
..... وہ شدید چاہت کے ساتھ حق نمک ادا کرنا چاہتا تھا.....

تم میرے ہی ہو درپن..... میرے من میں بسنے والی ایک حقیقت..... لیکن
میں چاہتا ہوں کہ تم سب کو لے کر دہلی چلے جاؤ.....

رام جی..... بابا..... لکشمی دیوی اور درپن کے منہ سے ایک ہی بار نکلا

پنا..... کہاں تھے تم..... میں تمہیں سارے محل میں تلاش کر کے آ رہی ہوں
درپن کے آگے دھپ سے بیٹھ کر سیوک رام سے لپٹ گئی..... اور اپنا سر ان کے
لیا۔ وہ یکسر بھول ہی گئی کہ اس کی ماما بھی موجود ہے۔

رتی ہو..... بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں..... ہٹو ادھر..... درپن نے ایک ہاتھ
کر اسے علیحدہ کرنے کی کوشش کی..... لکشمی دیوی نے ناگواری سے دیکھا
ر خاموش رہی۔

..... درپن کو ہٹایئے نا..... وہ بڑے لاڈ سے بولی۔

دو درپن..... رتی کی شرارتوں سے مجھے جینے کا احساس ہوتا ہے۔ درپن نے ہنس
یں گردن ہلائی اور آنکھ سے خبردار کیا کہ ماما بھی موجود ہیں..... مگر رتن کی صحت
کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ کہیں نا..... کیا چاہتے تھے آپ۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

بھی چاہتا ہوں کہ درپن تم ان لوگوں کو لے کر رتن محل میں مقیم ہو جاؤ۔ کشمیر چھوڑ
اپنے فیصلے پر پوری طرح قائم تھے۔

ہے..... دہلی مزا آئے گا..... سنتوش ماموں..... اور اُشا آنٹی سے روز
ا کرے گی..... سچ..... درپن..... تیاری کرو..... وہ بچوں کی طرح اچھل کر

ں ماما..... آپ کا کیا خیال ہے۔ درپن لکشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

طرح رام جی چاہتے ہیں وہی ہوگا..... اگر ان کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض
ہے۔ وہ اپنے اس قدر چاہنے والے پتی کی بات نہ ٹال سکیں۔

..... وہ کھڑا ہو گیا..... اجازت ہے بابا.....

..... جو کام رہ گیا ہے اسے بھی مکمل کر لو..... سیوک رام نے کہا۔

وہ باہر نکل گیا.....

جانے اس وقت راجکمار کہاں ہوگا..... اس نے کبھی اپنے پتا کی حالت کا اندازہ نہیں

ں نے ادھر ادھر دیکھا اور درپن کے ساتھ ہی نکل گئی۔ وہ درپن کی وجہ سے ذمہ
لال ہی نہیں کرتا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

کب قبول کرے گا..... کم از کم اسے درپن کا ہاتھ بٹانا چاہئے..... سیوک رام بولے
لکشمی دیوی خاموش رہی..... کس طرح بیان کرتی کہ وہ درپن کا وجود برداشت نہ
کرتا..... ہاتھ کیا بٹائے گا۔
آپ چپ کیوں ہیں..... سیوک رام کو لکشمی دیوی کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر دکھ
..... لکشمی دیوی کو خوش دیکھنا ان کی خواہشات میں شامل تھا۔
میں چاہتی ہوں بھگوان آپ کو وہی پہلے جیسی صحت دے دے..... آپ ہی سب
سنبھال لیں..... آپ کا یوں بستر علالت پر پڑے رہنا سب کے لئے تکلیف دہ ہے۔ لکشمی
دیوی نے بڑی چاہت سے سیوک رام کی زرد آنکھوں کی طرف دیکھا۔ جن کی روشنی آ
آہستہ ماند پڑتی جا رہی تھی۔
میں خود یہی چاہتا ہوں..... لیکن ایسا نہیں ہے..... میں قطرہ قطرہ زندگی کا زہر
ہوں..... شاید اب وہ توانائی افورڈ نہ کر سکوں..... وہ بے سدھ سے ہو گئے۔
رام جی..... ایک تو اب دل ہار بیٹھے ہیں..... بیماری تو آتی ہی رہتی ہے۔ لکشمی
نے دلاسا دیا۔
میں اب بے بس ہو گیا ہوں..... دل کی دھڑکنیں گنتا رہتا ہوں..... نہ جانے
دھڑکن آخرت کا پیغام لے کر آ جائے..... انہوں نے اپنا سر ایک طرف ڈھلکا لیا۔
لکشمی دیوی کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا..... اس کی ساری آسائشیں صرف س
رام کے دم سے تھیں..... سیوک رام کی زندگی انہیں بہت عزیز تھی..... لیکن
حالت اس وقت اس چراغ جیسی تھی جس کی جوت دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہو
صرف ٹمٹما رہا ہو..... اور نہ جانے کب اور کس وقت چراغ سحری ہو جائے۔ تمام
پلک سے پلک نہ لگا سکیں..... اس وقت وہ اپنے آپ کو کڑی دھوپ میں کھڑی محسو
رہی تھیں..... جہاں نہ کوئی سایہ دیوار اور نہ آسرا..... اولاد..... کس کے بل ب
باقی جیون گزرے گا..... رتن اپنے گھر کی ہو جائے گی..... اور راجکمار..... ج
آسائشوں اور عیش و عشرت سے ہی فرصت نہیں..... وہ کیا ان کا آسرا بنے گا۔
رہیں..... سوچوں کی عمیق غار میں اترتی رہیں..... جہاں اژدھے کی طرح پھنکارتی
ان کے تعاقب میں تھی.....

☆ O ☆

جب تک وہ تماری بھاری قیمت نہ ادا کرے گا۔ میں تمہیں اس کے حوالے نہیں
اوں گی۔ جنداں بائی نے پچر پچر پان کی گلوری چباتے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہرایا.....
کتنی قیمت چاہئے تمہیں..... سنبل نے کہا۔
تیس لاکھ..... جنداں نے ایک ابرو اٹھا کر زور سے کہا۔
تیس لاکھ..... اتنی زیادہ..... سنبل نے دولت کا اندازہ لگاتے حیرت کا اظہار کیا۔
شکر کرو..... میں نے پچاس لاکھ نہیں کہہ دیا..... تجھے معلوم ہونا چاہئے تیری
وراک اور پرورش پر کتنا روپیہ صرف ہوا ہے میرا..... جنداں بائی نے ناک سکیڑی.....
کیوں کیا تو نے ایسا..... پھینک دیتی نا گندی نالی میں کیڑے کی طرح..... میں کونسا
ملی خاندان سے واسطہ رکھتی تھی..... سنبل جل کر بولی۔
بس بس..... زیادہ زبان نہ چلا..... محان کور سہیلی تھی میری..... اس کا کوٹھا میرے
وٹھے کے ساتھ ہی تو تھا..... مرتے وقت تمہیں میرے حوالے کر گئی..... جنداں بائی
نے ہاتھ میں پکڑی چابیوں کے گچھے کو انگلی میں ڈال کر گھمایا.....
سب جانتی ہوں میں..... اگر تو میری ماں ہوتی تو ایسا کبھی نہ کرتی..... سنبل نے
اپ واہی سے پاؤں میں پہنے گھنگھرو ایک چھناکے سے قالین پر اتارے۔ ہمارے دھندے میں
ماں بہن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جنداں بائی نے بڑا عیارانہ انداز میں کہا۔
بائی جی..... سیٹھ راون آئے ہیں..... ملازم نے آکر کہا۔
بلا بلا..... تیرے ایک ناچ کے بدلے وہ ہزاروں دے دیتا ہے۔ جنداں ملازم کو کہہ کر
سنبل سے بولی۔
ایک بات تو بتا جی جی..... سنبل نے کہا۔
پوچھ..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔
تجھے دولت سے کتنا پیار ہے..... انسانوں سے بھی محبت ہے کہ نہیں۔ سنبل نے

آنکھیں پھاڑ کر دیکھا.....

زیادہ مت بول..... گھنگھرو پہن لے..... سیٹھ جی آ رہے ہیں۔ جنداں نے کھڑے ہو کر نظریں بچھا دیں.....

نمستے..... سیٹھ راون نے ہاتھ جوڑ کر اپنی ارزتی نگاہیں سنبل کے نمکین چہرے پر ڈالیں

۔نمستے..... کہتے ہوئے قالین پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ایک نظر میں سارے ہال کا جائزہ لیا۔ سب لوگ چلے گئے۔ سیٹھ راون کی نظر سنبل پر ٹھہر گئی.....

جی ہاں سیٹھ جی..... کوٹھا خالی ہو گیا..... آپ کئی مہینوں کے بعد آئے ہیں۔ یوں لگتا ہے چاند اتر آیا..... وہ بڑی پذیرائی کرتے بولی۔

میں ملک سے باہر چلا گیا تھا..... کاروباری کام کے سلسلے میں..... وہ سنبل کو گھنگھرو باندھتے دیکھتا رہا۔

آپ حکم تو کریں..... کیا سنیں گے۔ ٹھمری یا بھجن..... یا پھر ناچ کے ساتھ کوئی غزل وغیرہ.....

سنبل بائی دو گام ہی چل دے تو سرور آ جائے..... ناچ تو بعد کی بات ہے۔

راون سیٹھ..... بن پیئے بہکنے لگا۔

دیکھو سیٹھ جی..... ہمیں بائی نہ کہو..... ہاں..... وہ پیشانی پر بل ڈال کر بولی۔

جنداں بائی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہا..... ہا..... ہا..... کیا بی بی کہوں..... ایسے کاموں میں تو بائی ہی چلے گا..... سیٹھ راون کا لہجہ بڑا برہنہ سا تھا.....

تمہیں کیا..... کوئی بائی کہے یا بی بی..... اپنے کام سے کام رکھ..... جنداں بائی نے بری طرح سنبل کو ڈانٹ دیا۔

وہ ہونٹوں کو چباتے غصہ ضبط کرتے کھڑی ہو گئی۔

قہوہ منواؤ.....

سیٹھ راون نے بڑی دلچسپی سے سنبل کی خوبصورت سندر جوانی کو دیکھ کر کہا۔

شراب نہ چلے..... جنداں بائی حیرت سے بولی۔

نہیں..... آج کشمیری قہوہ..... وہ سنبل کے سراپا پر نظریں گاڑھ کر بولا۔

بہتر..... جنداں بائی گھیر دار فرشی غرارہ سنبھالتی ہال سے باہر نکل گئی..... وہ رقص

ا رہی..... اور سیٹھ راون دل کھول کے نوٹ لٹاتا رہا..... ہر بار سیٹھ راون نے سنبل
اتھ لپٹانا چاہا..... لیکن وہ داؤ کھیل کر آنے والے دوسرے تماشائی کی طرف لوٹ جاتی
پند گھنٹے سلسلہ جاری رہا۔ رقص ختم ہوا اور تماشائی رقم لٹا کر چلتے بنے..... سنبل
ہاری اپنے کمرے میں چل دی.....

سیٹھ راون تشنہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

سیٹھ جی..... کیسا ناچ ہے سنبل کا..... جنداں بائی نے سیٹھ کی محویت کو توڑا..... جو
ل آج دیکھی ہے..... پہلے کبھی نہیں دیکھی..... یوں جیسے آکاش سے تارے توڑ
یا ہو..... آکاش جھوم رہا تھا۔ سیٹھ راون مدہوش سا بولا۔

یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے سیٹھ جی..... جنداں بائی قالین پر سے نوٹ اکٹھے کرتی

ایک بات یاد رکھو بائی جی..... سیٹھ راون نے پان کی گلوری طشتری سے اٹھا کر منہ میں

م ہو سیٹھ صاحب..... ہمارے ساتھ کوئی دوسرا تماشائی نہ ہو..... آئندہ خیال
ما۔ سیٹھ راون تنہا ہی سنبل کے رقص کے مزے لینا چاہتا تھا۔

آپ کے آنے کا علم جو نہیں تھا..... آئندہ سندیسہ بھجوا دیجئے گا۔ کوئی تماشائی نہ ہو گا
کے ساتھ۔ جنداں نے نوٹوں کی ٹوکری اپنے پاس رکھی اور سیٹھ راون کے پہلو میں بیٹھ

یں نے کچھ اور سنا ہے۔ سیٹھ راون بولا۔

کیا..... جنداں بائی کا ماتھا ٹھنکا۔

تم اس کی شادی کر رہی ہو..... سیٹھ راون نے کہا۔

سیٹھ جی..... آپ جانتے تو ہیں..... ہمارے ہاں پہلے نتھنی کھلے گی..... پھر شادی کی
ت چلے گی..... جنداں بائی نے گہری نظروں سے سیٹھ کے پکے چہرے کو دیکھا.....

کیا قیمت رکھی تم نے نتھنی کی.....

پچاس لاکھ تو ہو گی سیٹھ جی..... لیجئے قہوہ آ گیا..... جنداں بائی نے آتے ملازم کے
ے طشتری پکڑ لی۔

پچاس لاکھ تو بہت زیادہ ہے۔ سیٹھ نے پلٹ کر جنداں کے کرخت چہرے کو دیکھا۔

زیادہ ہے سیٹھ جی..... بالی عمریا ہے سنبل کی..... پچاس لاکھ بھی کم ہے۔ وہ اپنی آ
چمکانے لگی۔

کتنی عمر ہو گی سنبل کی۔ وہ بولا۔

یہی کوئی پندرہ سولہ سن..... ایسی عمر میں تو چھوری ناگن ہووے سیٹھ جی..... سنو
ناگن..... جنداں بائی ہنس کر بولی۔

ہاں..... تم ٹھیک کہتی ہو..... کسی کی نظر ٹھہری..... سیٹھ راون کے منہ میں پا
گیا۔

نظر تو بہتوں کی ٹھہری..... پر جو رقم دے گا لے جاوے گا..... سنبل کے لئے
سودا مہنگا نہیں ہے۔ سنبل تو لاکھوں میں ایک ہے..... ایک ایک لاکھ کی تو آنکھ ہے اس
۔ جنداں نے کہا.....

تمہارے پاس بس اب سنبل ہی ہے۔ سیٹھ نے کہا۔

سنبل تو ایک ہی ہے..... ویسے..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں..... جنداں ب
چونک گئی.....

میں شادی کرنا چاہتا ہوں..... سیٹھ ضرورت مند نظر آ رہا تھا.....

کیوں..... جنداں بائی کو حیرت ہوئی..... سیٹھ نے پہلے ایسا اظہار کبھی نہ کیا تھا۔

بچے جوان ہو گئے ہیں..... لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں چلی گئی ہیں..... میں ک
تک ان کوٹھوں کے چکر لگاتا رہوں گا..... سوچتا ہوں شادی کر لوں۔

اچھا تو آپ گھر آباد کرنا چاہتے ہیں..... جنداں بائی از راہ مذاق بولی۔

ہاں..... کوئی لڑکی ہے تو قیمتاً دے دو۔ سیٹھ راون نے کہا۔

تنہائی دور کرنا چاہتے ہو..... جنداں بائی نے پھر کہا۔

ظاہر ہے..... تنہائی ہی دور کرنا چاہتا ہوں..... اب تنہا جی نہیں لگتا..... سیٹھ
اچھا خاصا ضرورت مند اور تنہائی کا ڈسا معلوم ہو رہا تھا۔

کیا ضرورت ہے شادی کی..... تنہائی ہی دور کرنا ہے..... آ جایا کیجئے..... جنداں
درجہ گندگی سے لتھڑی زبان بول رہی تھی۔ دولت کی ہوس نے بے غیرت بنا دیا تھا۔

مجھے بیوی چاہئے..... داشتہ نہیں۔ سیٹھ نے غصہ ہونٹوں میں دبا لیا۔

سیٹھ جی..... اس عمر میں بیوی کون دے گا..... داشتہ تو مل جائے گی۔ جنداں بائی

بائی سے بولی۔

تم کوشش تو کرو..... بہت لڑکیاں ہیں تمہارے پاس۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

ٹھیک ہے..... میں کوشش کروں گی..... اگر مل بھی گئی تو چالیس پینتالیس کے لگ
بھگ ہو گی۔ جنداں بائی نے سیٹھ راون کی عمر دیکھ کر بات کہہ دی۔

میں عورت سے نہیں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں..... ظالم ناری..... کومل ناری
..... جو میرا دل لبھا سکے..... میرے من میں راج کرے..... ہاں..... کسی پکی عمر کی
عورت سے میں شادی نہیں کروں گا..... سیٹھ راون نے انکار میں بری طرح گردن ہلائی۔

سیٹھ جی..... ایک بات کہوں..... وہ ہنستے ہوئے بولی۔

کہو..... اور کھل کر کہو..... سیٹھ نے فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

باہر آنا جانا رہتا ہے آپ کا..... کسی میم سے رچا لیں بیاہ..... جنداں بائی نے خیال
ظاہر کیا۔

میم تو مل جاتی ہے..... لیکن ہندوستانی عورت کی طرح وفادار نہیں ہوتی۔ اپنے پتی کی
لاش کے ساتھ جل نہیں مرتی..... سیٹھ راون نے بڑا برا سا منہ بنایا۔

اچھا..... آپ من میں آس رکھئے..... میں کوشش کروں گی..... جنداں نے دلاسا
دیا۔

جیسے تم کہو..... میں بھگوان سے آشا رکھوں گا..... وہ ہال کے بڑے دروازے کی
طرف بڑھ گیا۔

میں بھی خیال رکھوں گی۔ جنداں بائی نے دروازہ بند کر دیا..... اور واپس پلٹ آئی
..... اس کے من میں عجیب عجیب سوال و جواب کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اپنے سر کو جھٹکا دے کر
وہ سنبل کے کمرے میں داخل ہوئی۔

سنبل اس وقت وی سی آر لگائے اپنی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔

بند کرا سے۔ جنداں نے جاتے ہی کہا۔

اب کیا ہوا جی..... سنبل نے بٹن آف کرتے ہوئے کہا۔

آج بھی راجکمار نہیں آیا..... اتنا انتظار میں نہیں کر سکتی۔ جنداں بائی جھنجھلا کر بولی۔

اس کا پتا بہت بیمار ہے..... آ جائے گا..... سنبل نے جنداں بائی کو اطمینان دلایا۔

وہ کشمیر گیا ہوا ہے۔ جنداں بائی نے کہا

ہاں..... کشمیر گیا ہوا ہے..... جلد آ جائے گا..... مجھ سے وعدہ کیا تھا اس نے.. سنبل نے گھبرا کر کہا۔

ایسے لوگوں کے وعدے کا کیا اعتبار..... ایک طوائف کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو بھی آتا ہے آئینے میں اپنا چہرا دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ جنداں بائی حقیقت سے کبھی روگردانی نہیں کرتی تھی۔

تم ٹھیک کہتی ہو جی جی..... طوائف کی جوانی کا جام کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کرتا ہے۔ ہم لوگ تو خود وہ پھول ہیں جسے ہر راہ گیر بڑھ کر توڑ لیتا ہے۔ سنبل خاصی اداس لگ رہی تھی۔

کیا بکتی ہے تو..... تیری جوانی کو جام کب بننے دیا میں نے..... وہ آئے گا۔ میری لگائی ہوئی قیمت دے کر تجھے لے جائے گا۔ جنداں بائی کو سنبل کی بات اچھی نہ لگی۔

اگر اس کے پاس تیری منہ مانگی قیمت نہ ہوئی تو..... سنبل نے بے ساختہ کہا۔

ہو گی کیوں نہیں..... دہلی میں ٹھاکر سیوک رام کا بڑا نام ہے..... اتنی رقم اس کے لئے تو چند ٹکوں کے برابر ہے۔ جنداں بائی نے لاپرواہی سے منہ چلایا۔

وہ تو کشمیر میں رہتے ہیں۔ سنبل نے کہا۔

یہی تو تجھے علم نہیں..... کشمیر کے علاوہ زیادہ کاروبار ان کا دہلی میں ہے۔ جنداں بائی نے معلومات سنبل کی سماعت میں ڈالی۔

اچھا..... سنبل حیرت سے بولی۔

ہاں.....

جنداں بائی نے بڑے تفاخر سے سینہ پھلایا..... جیسے سارے ہندوستان کی خبر رساں یہی ایک عورت ہو۔

انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل ہوتی رہیں..... وہ دل کے پٹ کھولے دروازے پر نظریں جمائے راجکمار کی منتظر رہی..... سارا دن یونہی گزر گیا۔ آس پھر نراش میں ڈوب گئی..... آنے والا نہ آیا..... وہ ملول و پریشان اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

میں کہتی ہوں چھوڑ دے اس ہرجائی کا خیال..... جنداں بائی نے اندر آتے طعنہ دیا۔

جی جی..... کیا کہہ رہی ہے تو..... سنبل نے اداس چہرے کو جنداں بائی کی طرف گھما کر کہا۔

میں غلط نہیں کہہ رہی..... چند دنوں سے تو رقص نہیں کرتی..... دوسری لڑکیاں رکھی ہوئی ہیں..... ان کو تنخواہ دیتی ہوں..... کئی لوگ تیرا ناچ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جنداں بائی نے یوں کہا جیسے سنبل نے کوئی سنگین جرم کا ارتکاب کر لیا ہو۔

تو کیا کہنا چاہتی ہے..... سنبل اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میرا مطلب ہے تم راجہ کا خیال دل سے نکال دو..... وہ تجھ سے وفا نہیں کرے گا۔ پھول پھول کا رس چوسنے والا بھنورہ ہے..... جنداں بائی نے اپنی زندگی کا تجربہ بیان کیا۔

اس کے ماتھے پر نہیں لکھا کہ وہ وفادار نہیں..... سنبل نے کہا۔

ماتھے پر تو سوائے تقدیر کی لکیروں کے اور کچھ نہیں ہوتا..... انسان کا چلن بتاتا ہے کہ وہ کیا ہے۔

جنداں بائی نے سامنے بڑے دروازہ کو بغور سے دیکھا..... جس کی گھنٹی بڑی دیر سے بج رہی تھی۔

جی جی..... یہ آواز تو راجہ کی ہے۔ سنبل نے کان کھڑے کر لئے۔

دیکھتی ہوں..... وہ اٹھ گئی۔

اور عین اس وقت خاص ملازم لڈن داخل ہوا۔ راجہ جی آئے ہیں۔ لڈن نے کہا۔

اچھا..... بھگوان تیرا شکر..... میری آشا پوری ہو گئی..... سنبل سنہری ساڑھی کے پلو کو سمیٹتی باہر کی طرف بھاگی۔

سنبل..... راجکمار اندر داخل ہوا۔

راجہ جی..... وہ بے ساختہ محبت کی پیاسی راجکمار سے لپٹ گئی۔

راجکمار نے جنداں بائی اور لڈن کی موجودگی کا اثر لئے بغیر سنبل کو لپٹا لیا۔

راجہ جی..... آپ بڑے وہ ہیں..... بڑی راہ دکھائی آپ نے..... وہ ادائے دلربائی سے علیحدہ ہوتے بولی۔

میں مصروف رہا ہوں۔ دراصل ہم لوگ دہلی شفٹ ہو رہے ہیں۔ راجکمار اور سنبل بڑے ہال میں ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔

اچھا ہوا آپ دہلی شفٹ ہو گئے۔ کشمیر تو دور ہی بہت تھا۔

جنداں بائی نے ایک آبرو کو اٹھا کر راجکمار کے سراپا کو دیکھا۔ شاید وہ جاننا چاہتی تھی کہ نوٹ کس جیب میں ہیں.....

آدمی دل سے دور نہ ہو بائی جی..... راجکمار نے سنبل کی طرف دیکھا۔

لڈن..... راجہ کے لئے اچھی چائے لاؤ۔ ... سنبل نے سامنے کھڑے لڈن کو کہا۔

ابھی لایا سرکار..... لڈن لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہال کے چھوٹے دروازے سے نکل گیا۔

بائی جی..... یہ لیجئے..... راجکمار نے تیس لاکھ کے نوٹ جنداں بائی کے سامنے ڈھ
کر دیئے۔

دیکھا جی جی..... میں نا کہتی تھی۔ راجہ جی ضرور آئیں گے۔

سنبل نے بڑی چاہت سے راجکمار کی طرف دیکھا۔

راجکمار نے سنبل کی طرف دیکھا۔ اب کیا خیال ہے راجہ جی..... جنداں بائی نے کہا۔

آپ تیاری کریں..... میں کسی دن آؤں گا..... راجکمار کھڑے ہوتا ہوا بولا۔

کسی دن..... آج کیوں نہیں..... سنبل حیران رہ گئی۔

جنداں بائی نے بھی حیران ہو کر آنکھیں پھاڑیں..... اس نے ویسے بھی محسوس کر
تھا کہ راجکمار چپ چپ سا لگ رہا ہے۔

مجبوری ہے سنبل..... پھر سہی..... رقم دے دی ہے..... اب انکاری کی گنجا
نہیں۔ وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

آخر بات کیا ہے..... آپ اداس لگ رہے ہیں..... سنبل نے اپنا مرمریں
راجکمار کے شانے پر رکھا۔

پاپا بہت بیمار ہیں..... وہ کئی دنوں سے ہسپتال میں ہیں..... اگر وہ ٹھیک ہو گئے تو
لے جاؤں گا..... ورنہ کچھ دن..... وہ سنبل کو دیکھ کر بولا۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... راجہ جی..... سنبل امانت ہے آپ کی..... جب جی
لے جایئے گا۔ جنداں بائی نے ہنس کر راجکمار کو یقین دلایا۔

میں جلد آؤں گا..... وہ باہر نکل گیا۔

افسردگی سے سنبل نے جنداں بائی کی طرف دیکھا۔

جی جی..... ایک بات کا غم میرے من کو کھا رہا ہے۔ سنبل نے جنداں بائی کے شانے
ہاتھ رکھا۔

کوئی غم نہ کر..... بھگوان بھلی کریں گے سنبل نے جنداں بائی کے چہرے پر عجیب
چمک دیکھی۔

جی جی..... کیا سوچ رہی ہو..... سنبل حیران ہو کر بولی۔

یوں لگتا ہے جیسے ٹھاکر سیوک رام مہمان ہے سنسار کا..... جنداں بائی نے قیاس آرائی
لی۔

مہمان..... کیا وہ بہت بیمار ہے۔ سنبل بولی۔

بہت بیمار ہے..... دل کا پرانا مریض ہے..... بڑا دورہ پڑا تو داخل کروایا ہسپتال میں۔

جنداں بائی نے شاطرانہ انداز میں کہا۔

تمہیں کیسے پتہ چلا۔ وہ چونکی

میری بڑی مخبری ہے..... جس دن سے راجہ آنے لگا ہے..... میں اس دن سے اس
ی ٹوہ میں تھی..... جھوٹ نہیں بولا اس نے ہے وہ دولت مند پتا کا بالک۔ جنداں نے
سرے پان کی گلوری منہ میں رکھی۔

سنبل خاموش رہی..... وہ جنداں بائی کی چالاکی ہوشیاری پر حیران بھی تھی..... اس
ورت نے تمام جیون دوسروں کی دولت سمیٹنے میں گزار دی۔

چائے آ گئی بائی جی..... لڈن ٹرالی سجا کر لے آیا۔

اب کیا فائدہ..... وہ تو چلے گئے۔ سنبل کو غصہ آ گیا۔

یں چلے گئے..... لڈن وہیں ساکت ہو گیا۔

لے آؤ..... ہم پی لیں گے..... جنداں بائی نے کہا اور لڈن نے بنا کر سب کو چائے پلا
ی۔

یوک رام رخصت ہو گئے۔ آج رتن محل کا بہت بڑا نام دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اؤں کے اندر آندھیوں کی چنگھاڑ..... ماحول کی شوریدہ سری..... جیسے آکاش ٹوٹ
ر فرش دہلی پر آن گرا ہو..... سیوک رام کی موت کوئی معمولی انسان کی موت نہ تھی۔ ان
ے محل کے ہر شخص نے مختلف امید باندھ رکھی تھی..... لکشمی دیوی کا چاہنے والا ہر بات
پر سر تسلیم خم کرنے والا پتی..... شفقت و الفت کا مجسمہ..... رتن اور راجکمار کے لئے
بت کا پیکر..... اور درپن جس نے چاہت اور انس کی دولت ہی ان سے پائی تھی..... یوں
ا تھا جیسے درپن اور پوجا کے اوپر سے سائبان ہٹا لیا گیا ہو..... کتنی من مانی کرتا تھا وہ.....
ب وہ خود ہی پھونک پھونک کر قدم رکھتا تھا..... راجکمار بھوکے چیتے کی طرح اس کو دیکھتا
..... اور سوال کرنے کی کوشش کرتا۔

کاش میں رام جی کی چتا میں جل مرتی..... میں کیوں زندہ ہوں..... صوفے کی
پر سر رکھے رانی لکشمی دیوی نے خود سے کہا۔ رام جی..... کیوں چھوڑ گئے آپ
کے سہارے زندہ رہوں گی..... میری راہ کے کانٹے کون چنے گا..... میرے
آسانیاں کون پیدا کرے گا۔ وہ صوفے پر چہرا رکھے بلک بلک کے روتی رہیں.....
سسکیاں کمرے کے ماحول میں ارتعاش پیدا کرتی رہیں..... پوری کائنات کا نظام جیسے
برہم ہو گیا..... آکاش ٹوٹ کر آگرا ہو۔

ماما..... جانی پہچانی آواز نے ان کو چونکا دیا.....

درپن..... تم..... وہ آنسوؤں کے درمیان بولیں۔

آپ رو رہی ہیں..... درپن قریب آگیا۔

کیا کروں..... آج میں اپنے آپ کو بے بس سمجھ رہی ہوں..... میرے ہاتھوں
میری بادشاہت چھن گئی ہے۔ میں تہی دست ہو گئی ہوں..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے
بولیں۔

ایسا مت سوچئے..... بابا ہم میں موجود ہیں..... آپ کی سلطنت قائم ہے.....
کچھ آپ کا ہے ماما..... اس طرح دل برداشتہ ہو کر تو بابا کی روح اداس ہو جائے گی
درپن نے نہ چاہتے ہوئے بھی لکشمی دیوی کے سفید لرزتے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

درپن..... وہ آہستہ سے بھیگی پلکیں اٹھا کر بولیں۔

جی ماما..... وہ بڑی اپنائیت سے بولا۔

رام جی مجھے ایک دوراہے پر چھوڑ گئے ہیں..... کونسا راستہ اختیار کروں۔ وہ ملتجی نگاہیں
درپن کے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولیں۔

جو راستہ آپ کو آسان نظر آتا ہے وہ چن لیجئے..... درپن نے کہا۔

اور دوسرا۔ وہ چونکیں..... نگاہوں میں تجسس تھا۔

وہ میرے لئے چھوڑ دیجئے..... میں ہموار کرلوں گا..... کوئی راہ پرخار نہیں ہو
کس راہ کی بات کرتے ہو..... رام جی کی عدم موجودگی راہ پرخار سے کم نہیں.....
کے الفاظ میں حد درجہ کرب چھپا ہوا تھا۔

میں نے کہا نا..... بابا کو اپنے پاس تصور کیجئے..... وہ دنیا سے اوجھل ہوئے ہیں..
ہمارے احساس سے نہیں..... وہ ہمارے پاس ہیں۔ درپن نے کہا۔

میں کس طرح تمہاری بات مان لوں..... لکشمی دیوی نے درپن کے چہرے کو دیکھا
جس پر محبت، احساس اور ذمہ داری کا عکس نمایاں نظر آرہا تھا۔

دیوی جی..... رتی بی بی کو بہت بخار ہے..... ملازمہ نے فوراً اندر آکر کہا۔

بخار..... وہ تڑپ اٹھیں۔

Relacx ماما..... میں دیکھتا ہوں..... درپن نے کہا۔

تم اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ..... وہ بے جان سی صوفے پر گریں..... پھوٹ پھوٹ
دیں..... درپن برق رفتاری سے رتن کے کمرے میں داخل ہوا..... کب سے بخار
ہے۔ درپن نے بے ہوش پڑی رتن کے ماتھے کو چھو کر ملازمہ سے کہا۔

بخار کو تو کئی دن ہو گئے ہیں بابو جی..... ملازمہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

مجھے بتایا ہی نہیں۔ وہ افسردگی سے بولا۔

رام جی کی ارتھی اٹھتے ہی بی بی کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ ملازمہ نے درپن کے پژمردہ
ے کو دیکھا۔

رتی..... رتی..... آنکھیں کھولو..... چلو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں.....
پن نے بڑی محبت سے رتن کے بالوں کو درست کیا۔

درپن..... فون کرو..... ڈاکٹر کو یہیں بلا لو..... کہاں جائے گی اس قدر بخار میں رتی
... لکشمی دیوی اندر داخل ہوتے بولیں۔

Ok Mama..... وہ باہر نکل گیا۔

لکشمی دیوی رتن کے پاس ہی بیٹھ گئیں، گاڑی کی آواز پر وہ چونک گئیں۔ ڈاکٹر..... اس
جلدی..... لکشمی دیوی حیران رہ گئیں۔

نہیں دیوی جی..... راج بابو..... ملازمہ کی آواز میں گھبراہٹ پوشیدہ تھی۔

وں..... لکشمی دیوی خاموش کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔

ماما..... راجکمار اندر داخل ہوا۔

کیا کر رہے ہو تم..... تمہیں تو یہ بھی احساس نہیں کہ ہم سب پر کیا افتاد پڑی ہے.....
پنی ہی دنیا میں مست ہو تم۔ لکشمی دیوی کے انداز میں ترشی اور بے زاری تھی۔

ماما..... پہلی بات تو یہ کہ میرے احساس کرنے سے کیا ہو گا..... راجکمار پینٹ کی
دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے ملازمہ کی پشت سے ہوتا ہوا لکشمی دیوی کے پاس آگیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... لکشمی دیوی پلٹ کر غصیلے انداز میں بولیں۔

میرا مطلب ہے کہ آپ سب کا احساس کرنے والا وہ ہے..... مسلم کا بچہ......
زبردست طنز سے بولا۔

دیکھو..... یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے..... رتی بہت بیمار ہے ..... لکشمی دیو
نرم پڑ گئیں۔

ان حالات میں ایسا ہی ہو جاتا ہے..... آخر پاپا رتی سے محبت بھی بہت کرتے تھے..
پتا کا غم تو ہو گا۔ وہ لاپرواہ سا بولا۔

تم سے نہیں کرتے تھے..... لکشمی دیوی نے کہا۔

کرتے تھے..... اتنا نہیں جتنا درپن سے۔ وہ پھر نشتر چھونے لگا۔

بکواس بند کرو..... درپن کو مت بیچ میں لایا کرو۔ لکشمی دیوی کو اچھا نہ لگا۔

کیوں نہ لاؤں..... وہ میری جگہ لے رہا ہے..... حق چھین رہا ہے میرا..... وہ
آواز میں بولا۔

یہ تمہارا وہم ہے.....

وہم نہیں ہے..... جتنی پراپرٹی ہے..... ساری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے..
وہ سیاہ وسفید کا مالک ہے..... بلکہ..... اس کے دستخط کے بغیر آپ روپیہ نہیں نکلوا
..... وہ طیش میں غرایا۔

میرا علیحدہ اکاؤنٹ ہے۔ لکشمی دیوی نے راجکمار کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

میں بزنس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ جیسے پھٹ پڑا۔

تمہارے پاپا ایک عرصہ بیمار رہے ہیں..... کاروبار درپن ہی سنبھالتا رہا ہے.....
ہے لین دین تو اسی نے کرنا تھا۔ لکشمی دیوی حقیقت بیان کرنے پر اتر آئیں۔

اور اسی لین دین میں وہ سب پر قابض ہو جائے گا۔ راجکمار نے اپنے اندر چھپی
غلاظت ظاہر کی۔

ایسا نہیں ہے..... وہ اتنی ہی تنخواہ وصول کرتا ہے..... جتنی تمہارے پاپا نے
مقرر کی تھی۔ لکشمی دیوی نے پلٹ کر رتن کی طرف دیکھا۔

اور درپن ڈاکٹر کینڈی کو لے کر اندر داخل ہوا۔ درپن نے کینڈی اور پھر راج
طرف دیکھا..... لیکن اس نے بلانے کی جرات نہ کی..... وہ خود کبھی راجکمار سے گو

ہوتا تھا۔

رتی..... اٹھ کے بیٹھو..... ڈاکٹر صاحب تمہیں دیکھیں گے..... درپن کسی کی بھی
جودگی کا اثر لئے بغیر رتن کو بٹھا کر خود پیچھے بیٹھ گیا۔ اس طرح رتن کی کمزور بخار سے تپتی
ئی پشت درپن کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔

لکشمی دیوی پرسکون کھڑی رہیں..... ملازمہ ڈاکٹر کے دوسری طرف بیگ پکڑے
ی رہی..... اور راجکمار دونوں بازو پشت کی طرف باندھے دیکھتا رہا۔

ڈاکٹر کینڈی نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد کچھ دوائیاں لکھیں اور درپن کی طرف
ھایا۔

ڈاکٹر صاحب کوئی خطرناک بات تو نہیں ہے۔ لکشمی دیوی گھبرا اٹھیں

Dont warry .. NO No..... صرف صدمے کا اثر ہے..... یہ میڈیسن ابھی
نگوالیں..... مسٹر درپن..... ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں اعصاب پر زیادہ اثر ہوا
ہے۔ درپن ڈاکٹر سے چٹ لئے کھڑا ہو گیا۔ اور لکشمی دیوی رتن کے پاس بیٹھ گئیں۔

آیئے..... وہ ڈاکٹر سے بولا۔

ڈاکٹر کینڈی نے حسب عادت مریض کو دیکھا..... اور اپنا بیگ درپن کو پکڑا کر خود
ساتھ ہی باہر نکل گئے۔

دیکھا..... کچھ دیکھا آپ نے ماما..... راجکمار بڑے سرکش انداز میں گویا ہوا۔

کیا..... وہ رتن کو لٹاتے ہوئے بولیں۔

نہ ہی ڈاکٹر نے مجھ سے بات کی اور درپن کی نظر میں تو میری حیثیت ہی کیا ہے..... وہ
ملازم نہیں مالک ہے۔ وہ جل سا گیا۔

دیکھو..... راج..... میں بہت پریشان ہوں..... کسی وقت اس مسئلے پر بات کریں
گے..... لکشمی دیوی نے جیسے گزارش کی ہو..... وہ مجبور ضرور تھیں لیکن راجکمار کی
ثیت کو منوانا بھی چاہتی تھیں..... درپن کی حیثیت ایسی نہ تھی..... جس کو فراموش کیا
جا سکتا..... کاش رام جی کے ہوتے ان باتوں کا خیال کر لیا جاتا۔ کیا واقعی درپن کی وجہ سے
راجکمار کا حق تلف ہو رہا ہے..... نہیں نہیں ایسا نہیں ہے پوری جائیداد کا وارث راجکمار
ہے۔

وہ عجیب عجیب سوچوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن تھیں..... ان کی سمجھ سے یہ بات

بالاتر تھی کہ کیا کریں یا نہ کریں..... راجکمار لاپرواہ، عیاش، عیش پرست، فضول
نوجوان تھا..... انجان بن کر اس کو ساری جائیداد اور بزنس کا مختار کل نہیں بنایا جا سکتا
..... اور درپن جس کی خوبیوں اور وفاؤں سے منہ نہیں موڑا جاسکتا..... وہ سیوک
زندگی میں بھی سب بزنس کا اختیار ضرور رکھتا تھا..... لیکن اس نے کبھی اپنے آپ کو
یا مالک تصور نہیں کیا تھا۔ اس بارے میں تو لکشمی دیوی بھی مطمئن تھیں..... البتہ
اپنے بیٹے پر اعتماد نہیں تھا..... بیٹا ہونے کے ناطے وہ راجکمار کی محبت سے منحرف
تھیں لیکن اس کی ناجائز بات ماننا بھی اس اصول میں شامل نہ تھا..... جو اصول انہوں
بنالئے تھے۔

سوچوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ رام جی مستقل لکشمی دیوی کو پریشانیوں
سپرد کرچکے تھے..... جتنی آسائش اور بے فکری میں زندگی گزاری تھی..... وہ رام
موت کے بعد اتنی ہی دکھی اور پریشان ہوگئی تھیں۔

☆ O ☆

محل میں جان لیوا سناٹا تھا۔ فضا کی بوجھل سانس اردگرد کے ماحول کو اور بھی افسردہ بنا رہی
اس سناٹے میں شام کے پانچ بجنے کو آئے تھے..... چائے کا آخری گھونٹ حلق سے
ر لکشمی دیوی نے کپ واپس تپائی پر رکھ دیا..... آہ..... رام جی..... مجھ میں جینے کا
ملا نہیں۔ میں تو اس یقین کے ساتھ جی رہی ہوں کہ آپ کے پیار کا ایک خزانہ میرے
موجود ہے۔ وہ سمٹ سی گئیں..... ہوا کا سرد جھونکا ان کی روح تک کو ٹھٹھرا گیا.....
ماما..... دوسری طرف سے درپن نے ان کو چونکا دیا۔ وہ سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس کتنا
لگ رہا تھا..... لکشمی دیوی نے درپن کو اپنی طرف آتے نظر بھر کر دیکھا..... ماما.....
ٹھنڈ میں یہاں بیٹھی ہیں..... خیریت ہے نا..... وہ قریب آگیا۔
ایسے ہی۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکیں۔
چلئے اندر..... میں آپ کے لئے قہوا بھجواتا ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گیا۔
نہیں..... چائے پی ہے میں نے..... وہ مختصر سا کہہ گئیں.....
ٹھیک ہے..... ویسے کشمیری قہوا پینے میں حرج ہی کیا ہے.....
اٹھیئے آپ..... ٹھنڈ لگ جائے گی ماما..... وہ زبردست انسیت کے ساتھ کہنے
..... لکشمی دیوی انکار نہ کرسکیں..... وہ ہی تو ان کا خیر خواہ تھا۔ وہ کھڑی ہوگئیں.....
ماما ڈرائنگ روم میں آجائیے..... درپن نے کہا۔
ہاں کون ہے..... وہ پلٹ کر بولیں۔
اجے اور سنبل بھی آئے ہوئے ہیں..... گوتم اور سونیا بھی ہے اور وہ رتی کی دوست بملا
وہ مسکرا کر بولا۔
اور راجی..... وہ سوچ کر بولیں۔ درپن کی ترتیب وار گردان پر ہلکا سا متبسم ہوئیں۔
نی تو نہیں ہے..... شاید اپنے کمرے میں ہو۔ وہ ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا۔
ٹھیک ہے..... میرے کمرے میں ہی قہوا بھجوانا..... لکشمی دیوی کا دل کسی ہنگامے میں

شرکت کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

Ok Mama.....وہ سر تسلیم خم کرتے بولا۔

اور وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

ماما.....اندر آتے راجکمار نے کہا۔

آؤ.....کیسے آئے ہو.....کوئی کام ہے.....وہ تھکے تھکے انداز میں اپنی مسہری پر لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گئیں۔ کیا بغیر کام کے نہیں آسکتا۔ وہ مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا

تم جب بھی آتے ہو.....کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر آتے ہو.....وہ بڑی بیزاری اٹھ کر بولیں۔

مجھے مسئلوں سے دوچار کر دیا گیا ہے.....وہ بالوں کو درست کرتے بولا۔

آج بھی کسی مسئلے کے لئے آئے ہو.....اگر ہے تو درپن سے ڈسکس کرو۔ لکشمی دیوی جھلا کر بولیں۔

میں درپن سے ڈسکس کروں.....اپنے ملازم سے.....وہ اپنی دانست میں درپن اپنے قدموں تلے روندتا ہوا بولا۔ اس کو ملازم کہنا.....اس کی محبت انسیت اور وفا کی تو ہے۔ لکشمی دیوی جوش میں آ گئیں۔

اچھا.....یہ بات ہے.....جادو چل گیا نا اس کا.....راجکمار نے آنکھیں اٹھا زبردست غصیلے اور طنز بھرے لہجے میں کہا۔ تم سمجھتے کیوں نہیں.....میری لاکھوں نفرت کے باوجود وہ بیٹوں کی طرح میرے غم میں شریک رہتا ہے.....مجھے اداس دیکھتا ہے پریشان ہو جاتا ہے.....میں مجبور ہو گئی ہوں.....وہ آخری جملہ ادا کرتے سر خاموش ہو گئیں۔

اور میں کون ہوں.....وہ کھڑا ہو گیا۔

تم بیٹے ہو میرے.....تمہیں اپنی کوکھ سے جنم دیا ہے میں نے.....تم نے کبھی بن کر میرا خیال نہیں رکھا.....تمہاری بہن اس قدر بیمار رہی.....تم نے اس کی ایک عیادت نہیں کی.....وہ اس کے سراپا کو دیکھ کر بولیں۔

یہی تو بات ہے.....روز اول سے ہی اس کی موجودگی میں میری نفی کرتی رہی ہیں .....بھی اس کا دم بھرتے تھے۔

خاموش رہو.....خبردار اس قدر برے لہجے میں رام جی کا ذکر کیا۔ انہوں نے ہو

اچھا ہی کیا.....بھگوان انہیں شانتی دے.....وہ سامنے قد آدم سیوک رام کی تصویر کو دیکھ کر بولیں۔

ایک دم پردا اٹھا اور درپن کپ لئے داخل ہوا۔

ماما.....لیجئے.....دیر ہو گئی.....دراصل تمام ملازم ڈنر کی تیاری میں مصروف تھے.....میں خود بنا کے لایا ہوں.....دیکھئے.....وہ کپ لکشمی دیوی کے ہاتھ میں تھماتے بولا.....

Thank You.....بیٹا.....وہ کپ پکڑتے بولیں۔

راجکمار قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا.....لیکن لکشمی دیوی کے سامنے زبان بند رہی۔

آپ اس کے بعد آرام کیجئے.....کھانا تیار ہوتے ہی اطلاع پہنچ جائے گی آپ کو.....وہ بڑی چاہت سے لکشمی دیوی کو دیکھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے.....وہ کپ کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پہلے بولیں۔ اور درپن باہر نکل گیا۔

درپن ہماری زندگیوں میں زیادہ مخل نہیں ہونے لگا۔ پہلے تو ایسا نہ تھا.....راجکمار نے سوال کیا۔

حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں.....اس کے بنا چارا بھی نہیں۔ وہ قہوا پیتے بڑے اطمینان سے بولیں۔

یعنی کہ درپن اتنا ضروری ہو گیا ہے ہمارے لئے.....وہ زہر خند نگاہیں دروازے کی طرف ڈال کر بولا.....جہاں سے ابھی پردا اٹھا کر درپن باہر گیا تھا۔

آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو.....کھل کر بات کرو.....وہ کپ تپائی پر رکھتے بڑے اضطراب میں بلند آواز میں بولیں۔

اوہو Mama Relacs.....سوری.....وہ نرم پڑ گیا۔

تم کس لئے آئے ہو.....لکشمی دیوی بھنا کر بولیں.....وہ جانتی تھیں کہ وہ بغیر کسی وجہ سے ان کے پاس نہیں آسکتا۔

مجھے کام ہے آپ سے.....وہ نظریں لکشمی دیوی کے چہرے پر ٹکا کر بولا۔

بولو.....کیا کام ہے.....جلدی کہو.....

مجھے کچھ رقم چاہئے.....وہ لاپرواہ سا صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھتے بولا۔

اس دن پچاس ہزار تم نے لئے.....اور آج.....کیا کرتے ہو اس رقم کا.....وہ لہجہ تو

ترش اپنا گئیں لیکن بعد میں دھیمی پڑ گئیں۔

ماما سمجھا کریں..... اس دور میں اس رقم کی ویلیو ہی کیا ہے۔ اور پھر میں ٹھاکر سیوک رام کا اکلوتا سپوت ہوں..... وہ بڑی لے میں جھوم کر بولا۔

تمہیں معلوم ہے..... ٹھاکر سیوک رام نے دن رات مشقت کرنے کے بعد یہ دولت حاصل کی ہے..... تمہاری عیاشیوں کے لئے نہیں..... وہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گئیں۔

اچھا..... اب پھر پیسے مانگ رہا ہے بھائی..... رتن آنچل انگلیوں پر مروڑتی داخل ہوئی۔

بکواس بند کر..... وہ تنگ آ کر بولا۔

ماما..... ایک دن بھائی نے بیس ہزار کا چیک درپن سے لیا تھا۔ وہ بے اختیار یاد کر کے بولی۔

درپن کے باپ کا مال نہیں ہے..... احسان نہیں کرتا مجھ پر..... وہ غرا کر بولا۔

تمہارے باپ کا تو ہے نا..... کیوں برباد کر رہے ہو اس دولت کو..... لکشمی دیوی بے بسی کے عالم میں بولیں۔

اور وہ سانپ بن کے بیٹھا ہے میرے باپ کی دولت پر..... نفرت کی ایک لہر راجکمار کے جگر کو جلا کر راکھ کر گئی۔

سانپ بن کر نہیں بیٹھا وہ..... سارا کاروبار سنبھال رکھا ہے اس نے..... بے اختیار درپن کی حمایت میں رتن کے منہ سے نکلا۔

دیکھا..... اب اس کی بے جا طرف داری کرنے لگی ہے یہ۔ وہ دانت کچکچا کر رتن کی طرف بڑھا۔

ماما..... وہ لکشمی دیوی کی طرف دوڑی۔

راج..... خبردار..... رتی کو کچھ کہا تو نے..... لکشمی دیوی نے بلند آواز سے کہا۔ انہوں نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔ میں اس کے منہ سے درپن کی طرف داری پسند نہیں کرتا۔ وہ پاؤں پٹخ کر بولا۔

سچی بات تو کڑوی لگے گی۔ وہ لکشمی دیوی کی اوٹ میں پھر بولی۔

ماما..... وہ چلا اٹھا..... تم چپ کرو رتی..... لکشمی دیوی نے رتن کو خاموش کرایا۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں..... وہ راجکمار کے پاس سے گزر کر باہر نکل گئی۔

ایلمو راج..... تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو..... اپنے پتا کی دولت کو یوں ضائع نہ کرو..... وہ صلح کن انداز اپنا گئیں.....

ضائع کب کر رہا ہوں..... ضرورت کے لئے مانگ رہا ہوں..... وہ سر اٹھا کر خفیف سا بولا۔

اپنے اکاؤنٹ سے کیوں نہیں نکلواتے..... لکشمی دیوی کو یاد آیا۔

میرا اکاؤنٹ..... ہاں..... دیکھا جائے گا..... بس آج آپ مجھے تیس ہزار کا چیک دے دیں۔ وہ اب بے باک ہوا جا رہا تھا۔

دیوی جی کھانا تیار ہے۔ ملازمہ نے اندر آتے کہا۔

چلو آ رہے ہیں۔ اس موضوع پر پھر بات کریں گے..... آؤ کھانا کھاؤ..... وہ باہر نکل گئیں۔

اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اور پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

کون روک سکتا ہے وقت رینگتا رہا..... لکشمی دیوی حالات کا پانسا پلٹتا دیکھ کر حیران تو رہ گئی تھیں..... سیوک رام کے اس سنسار سے جاتے ہی راجکمار نے آنکھیں بدل لی تھیں..... ان کی موجودگی میں وہ دب کر بات کرتا تھا..... اور اب کھلم کھلا تکرار پر اتر آیا تھا۔ درپن نے سارے کاروبار کو سنبھالا دے رکھا تھا۔ گو ان کو راجکمار ہی عزیز تھا لیکن کیا کرتیں..... کالی دیوی پر خون کے چڑھاوے چڑھانے کے بعد ناگ دیوتا نے اتنے پیارے بیٹے سے نوازا تھا..... وہ کسی حالت میں بھی راجکمار کو فراموش نہیں کر سکتی تھیں..... سیوک رام جس قدر من کے اجلے اور پوتر تھے بیٹا اتنی ہی من کی میل رکھتا تھا..... شانتی اس کے جیون سے غائب تھی..... وہ درپن سے بلا واسطے کا بیر رکھتا تھا۔ درپن اگر کام کرتا تھا تو ان ہی کے لئے کرتا تھا..... تنخواہ کے علاوہ اس نے کبھی زیادہ لینے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اس پر بھی وہ اس کے اور رتن اور پوجا کے لئے بہت کچھ لے آتا تھا۔ درپن سادہ اور بے ضرر نوجوان تھا۔ جس سے کسی برائی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ وہ کئی مرتبہ راجکمار کو سمجھا چکی تھیں کہ درپن کے لئے جو وسوسے اور اندیشے تمہارے من میں ہیں ان کو نکال دو.....

ممی کیسے یہ اندیشے نکال دوں..... وہ سیاہ و سفید کا مالک ہے..... ایک دم پلٹ کر راجکمار نے کہا۔

تمہارا وہم ہے۔ لکشمی دیوی نے کپ کو واپس ٹرالی پر رکھا۔
وہم نہیں ہے ماما..... حقیقت ہے..... وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ راجکمار نے دور بند
نظروں سے دیکھا۔
رتن درپن کی باہوں میں جھولتی شریر انداز میں آ رہی تھی۔ دیکھا..... اب رتی
کہیں..... بچی نہیں ہے یہ..... وہ شکایتاً بولا۔
کچھ نہیں ہو گا..... ابھی رتی میں بچپنا ہے۔ درپن شریف نوجوان ہے۔ یہ بچی
ہے..... دیکھا آپ نے..... رتی کو گھسیٹتا ہوا لا رہا ہے راجکمار نے پھر کہا۔
لکشمی دیوی کھل کھلا کر ہنس دیں.....
جب درپن نے رتی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر لکشمی دیوی کے سامنے گھاس پر بٹھا
دیا۔ اسے منع کر لیجئے ماما..... میں مار دوں گا اسے..... درپن اپنے کالر کو ٹھیک کرتا بولا۔
رتن ہنستی ہوئی کپڑے جھاڑتی سامنے کرسی پر بیٹھ گئی.....
کیا ہوا..... لکشمی دیوی کو معلوم تھا کہ ضرور کوئی بڑی شرارت ہی کی ہو گی۔ آج
اس نے ٹائر سے ہوا نکال دی ہے..... وہ احتجاجاً بولا۔
تم پرانا ٹائر بدلوا کیوں نہیں لیتے..... وہ چہک کر بولی.....
دیکھ لیں ماما پلیز..... اس کو منع کر دیں..... وہ بڑے ہی شریف انداز میں بولا۔
کہیں جا رہے تھے..... لکشمی دیوی نے کہا۔
بنک جا رہا تھا..... بابا کے کاغذات تھے بنک میں..... وہ پرسکون بولا۔
راجکمار کو کچھ رقم چاہئے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔
اور راجکمار سراپا جل کر راکھ ہو گیا..... وہ یہ پسند ہی کب کرتا تھا۔ کتنی رقم۔ وہ حیر
سے بولا۔
رتن ٹرالی پر سے چائے بنا کر پینے لگی۔
یہی کوئی بیس ہزار..... وہ راجکمار کو دیکھ کر بولیں۔
مجھے بیس ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔
اور کتنے راجہ جی بھیا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا
درپن سے..... رتن ٹھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

زیادہ غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے..... کل لالہ لکھپت رائے کیا کہہ رہے تھے
ما کو..... وہ پھر بولی۔
رتی..... خاموش رہو..... میں خود ماما سے بات کر لوں گا..... وہ دھیمے لہجے میں بولا۔
کیا..... لکشمی دیوی کا سانس رک سا گیا۔
ب بکواس ہے..... یہ..... یہ لوگ میرے بارے میں محاذ قائم کر رہے ہیں.....
اس کی چال ہے..... یہی کرتا دھرتا ہے..... وہ نفرت و حقارت کی رکیک سی لکیر
کی پیشانی پر پڑ گئی۔ اگر راجکمار کے اختیار میں ہوتا تو وہ درپن کے پیٹ میں خنجر گھونپ
۔ درپن نے لکشمی دیوی کے تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف راجکمار کو ایک نظر دیکھا
اپنی نظریں لکشمی دیوی کے سوالیہ چہرے پر مرکوز کر لیں۔
خواہ مخواہ درپن کو دوش نہ دو بھائی..... کچھ کچھ تو چاچا لکھپت رائے کی باتیں میری سمجھ
آ گئی تھیں۔
رتی..... میں کہہ رہا ہوں..... تم خاموش رہو..... خبردار کوئی بات کی ماما سے
میں خود کروں گا ان سے..... وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔
ٹھیک ہے..... لو چائے پیو..... رتی کو بھی سمجھ آ گئی کہ ایسی باتوں سے ماما کو دکھ ہوتا
..... رتی نے کپ بنا کر درپن کو دیا۔
Thank You..... ماما..... رتی سمجھدار ہو گئی ہے۔ وہ مسکرا کر پیالی پکڑ کر بولا۔
جلدی کیجئے ماما..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔
درپن..... بیس ہزار کا چیک دے دو راج کو..... لکشمی دیوی نے کہا۔
ماما اب تک پچاس ہزار روپیہ میں بھائی صاحب کو دے چکا ہوں..... وہ مسکرا کر لکشمی
ی کے گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔
پچاس ہزار..... لکشمی دیوی کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی..... خبردار تم
بھائی کہا..... وہ جھلا کر بولا۔
تم میرے بھائی ہو..... اور بھائی ہی کہوں گا..... درپن ہنس دیا.....
کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... لکشمی دیوی حیرت استعجاب کے عالم میں گویا ہوئیں۔
بتا دوں گا..... اسے کہئے چیک کاٹے۔ وہ لاپرواہ سا درپن کی طرف اشارہ کرتے بولا۔
بھیا..... اپنے اکاؤنٹ سے نکلوا لو..... رتن نے پھر ٹہوکا دیا۔

ان کے اکاؤنٹ میں اب کچھ نہیں ہے ماما..... درپن نے اتنی سی خبر لکشمی دیوی کو د
دی۔
او..... بھگوان..... اتنا پیسہ کہاں اڑایا تم نے..... جوا کھیلتے ہو..... یا..... وہ رک
گئیں.....
میں ریس میں ہار گیا..... وہ بغلیں جھانکنے لگا۔
یہ لو..... درپن نے چیک کاٹ کر رتن کو تھمایا۔ بس یہی ملے گا ..... آئندہ امید نہ
رکھنا..... وہ پکڑاتے ہوئے بولی۔
بکواس بند کرو..... جھپٹا مار کر اس نے چیک چھینا اور گاڑی کی طرف تیز رفتاری سے
چل دیا۔
تم میری گاڑی لے جاؤ درپن..... وہ ڈوبتے ڈوبتے بولیں..... راجکمار نے انہیں
زندہ زمین میں گاڑ دیا تھا..... آخر ایسی کونسی بات ہے..... جس کے لئے وہ رقم کو داؤ پر لگا
رہا ہے..... کس مجبوری کا قیدی ہے۔
اچھا ماما اجازت..... وہ کھڑے ہوتے بولا۔
ہاں..... جاؤ ..... وہ آہستہ سے بولیں۔ جیسے گہرے کنوئیں سے آواز آئی ہو۔ وہ چل
دیا.....
درپن نے گاڑی سٹارٹ کی اور محل کے گیٹ سے نکل گیا۔
رتی..... لکشمی دیوی نے کہا۔
جی ماما ..... وہ چونکی..... اور ایک دم لکشمی دیوی کی طرف پلٹی..... کیا بات ہے
..... لکھپت رائے کیا کہہ رہے تھے..... لکشمی دیوی کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔
مجھے زیادہ نہیں معلوم..... درپن بتا دے گا نا آپ کو..... وہ اٹھتے ہوئے بولی.....
ہوں..... لکشمی دیوی نے نڈھال سے انداز میں اپنا سر کرسی کی پشت پر ٹکا دیا۔ ماما.....
ایسی بات نہیں ہے..... آپ پریشان مت ہوں..... وہ پچھتا رہی تھی کہ ایسے ہی بات بتا
دی.....
یوں لگتا ہے جیسے راج نے کوئی بڑا کھیل کھیلا ہے..... لکشمی دیوی کی چھٹی حس تیز ہو گئی
..... وہ جانتی تھیں کہ راج کے تیور ٹھیک نہیں ہیں.....
آپ اندر چلیں..... رتی نے قریب جا کر محبت سے کہا۔ وہ خاموش اٹھ کر اپنے کمرے

کی طرف چل دیں۔
اور رتن سوچتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ بستر پر بیٹھے وہ راجکمار کے بارے
میں سوچتی رہی..... کسی کام میں جی نہیں لگ رہا تھا..... نہ ہی کتاب اور رسالہ اچھا لگ رہا
تھا..... ٹن سے کلاک نے شب کے آٹھ بجائے اور وہ چونک اٹھی..... دروازہ کھلا.....
درپن بھناتا ہوا اندر داخل ہوا۔
تم آ گئے..... اتنی جلدی..... وہ حیران ہو کر بولی۔
آ گیا ہوں..... لیکن تم نے جو ہونا..... وہ اکڑتا ہوا بولا۔
بڑے گرم نظر آ رہے ہو..... ٹمپریچر دکھاؤ..... وہ درپن کی نبض پکڑ کر بولی۔
چھوڑو..... درپن نے بازو جھٹک کر چھڑا لیا۔
کیا بکواس ہے کیا ہوا ہے تمہیں ..... وہ چلا کر بولی۔
مجھے حیرت ہو رہی ہے..... تمہارے من میں اتنی سی بات نہ سما سکی۔ وہ جوش سے
قریب آ کر بولا۔
کونسی بات..... وہ یکسر جیسے بھول گئی۔
راجکمار کی..... وہ بولا۔
او اچھا..... بس میرے منہ سے نکل گیا..... شما کر دو.....
معلوم ہے تمہیں..... ماما کو سن کر کتنا دکھ ہو گا..... میں تو سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں کہ
کس طرح ماما کو بتاؤں..... وہ افسردہ ہو گیا۔
تمہیں بتانا تو پڑے گا۔ وہ سادگی سے بولی۔
تم نے ماما کا تجسس بڑھا دیا ہے..... میں کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ سوچتا ہوا کرسی پر
بیٹھ گیا۔ چند لمحے دونوں خاموش رہے..... ماحول خوفناک حد تک اداس تھا.....
درپن..... رتن نے سر اٹھایا۔
کہو..... وہ سوچ میں ڈوبا ہوا ابھرا۔
میرا خیال ہے تم ماما..... کو سب کچھ بتا ہی دو..... وہ صاف گوئی پر اتر آئی۔
تمہارا مطلب ہے کہ میں ماما کو صاف صاف بتا دوں کہ راجکمار نے ایک طوائف سے
شادی کر لی ہے..... جو دہلی کی معروف نائکہ کی بیٹی ہے۔ درپن ہمت نہ ہار رہا تھا۔
ہاں..... روز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ ایک مرتبہ ہی اس زہر کو پی لیا جائے۔ وہ

اٹھ کر درپن کے پاس آگئی۔

نہیں..... یہ سب کچھ ماما کے گوش گزار کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ بے بس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اور جب ماما کو اچانک معلوم ہوگا تو ان کے من میں طوفان اٹھے گا..... تم ماما کی عا سے بھی واقف ہو..... وہ بڑی حساس ہیں..... رتن نے بڑے خلوص سے درپن شانے پر ہاتھ رکھا۔

درپن نے لازوال محبت کے تحت اپنا بھاری ہاتھ رتن کے نازک کومل ہاتھ پر رکھا اقرار میں گردن ہلائی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ دونوں کوئی اور بات کرتے..... پردے کو کھینچنے کی صد پرے ہٹا کر کوئی دھڑام سے قالین پر گرا.....

ماما..... درپن اور رتن برق رفتاری سے لپکے..... لکشمی دیوی بے ہوش ہو تھیں.....

ماما..... میری جان..... ماما..... درپن رتن تڑپ کر درپن کی طرف دیکھ بولی.....

ماما..... پلیز..... ہوش کریں..... کیا ہوا ہے..... درپن نے لکشمی دیوی چہرے کو اپنے گود میں رکھتے ہوئے کہا.....

ماما..... رتن چیخی..... ملازم اکٹھے ہوگئے..... کیا ہوگیا دیوی جی.....

دیوی جی..... ہائے رام..... دیوی جی کو بھگوان شانتی دے۔ ملازمین کی چیخ و پکار درپن نے لکشمی دیوی کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹایا اور لحاف اوڑھا دیا۔

آپ سب لوگ جائیں..... ماما کو اور گھبراہٹ ہوگی۔ درپن کے کہنے سے سب ملا باری باری جانے لگے۔

میں ڈاکٹر کینڈی کو فون کرتا ہوں..... درپن نے دیکھا کہ لکشمی دیوی نے رتن کی گ میں سر رکھے آہستہ سے گہرا سانس لیا تھا۔

ہاں..... جلدی کرو..... رتن نے کہتے ہوئے لکشمی دیوی کا چہرا چوم لیا۔

چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ ڈاکٹر کینڈی ملازم کے ساتھ داخل ہوا.....

ڈاکٹر انکل..... ماما کو کیا ہو گیا۔

Don warry..... کچھ نہیں ہوا دیوی جی کو..... ٹھیک ہو جائیں گی۔ ڈاکٹر کینڈی نے حراساں پریشان رتن کو دلاسا دیا اور آلہ انتھ نکال کر لکشمی دیوی کا اچھی طرح چیک اپ کیا۔ ڈاکٹر نے آلہ واپس رکھتے درپن کی طرف دیکھا.....

ڈاکٹر کوئی ایسی بات..... درپن زبردست نراش میں بولا۔

نہیں نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... دیوی جی کے دل پر اچانک کسی صدمے کا اثر ہوا ہے..... رام جی کا غم ہے ان کو..... درپن اور رتن نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... (ماما نے ساری باتیں سن لی ہیں)

دونوں کے دل بار بار اسی بات کو دہرا رہے تھے..... (ماما نے سن لیا ہے) مسٹر درپن ..... یہ میڈیسن ابھی منگوالیں..... اور ان کو باقاعدگی سے دیں..... ٹھیک ہو جائیں گی ڈاکٹر کینڈی سفید کاغذ درپن کے ہاتھ میں تھما کر باہر نکل گئے..... درپن جلدی جاؤ ..... ہائے رام..... وہ بری طرح گھبرا کر بولی۔

تم گھبراؤ نہیں..... جارہا ہوں نا..... ابھی گیا..... ابھی آیا..... وہ رتن کو بھی پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ باہر نکل گیا.....

ہائے رام..... رتی بیٹی..... کیا ہو گیا..... دیوی جی..... پوجا گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئی.....

معلوم نہیں پوجا ماں..... اچانک ہی ایسا ہو گیا..... پوجا لکشمی دیوی کی پائنتی چرنوں کے پاس بیٹھ گئی..... اور کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ درپن لوٹ آیا.....

ماما..... لیجئے..... منہ کھولئے..... درپن نے بڑی تیزی کے ساتھ دوائی پانی میں حل کی اور لکشمی دیوی کے ہونٹوں سے لگادی.....

ماما..... درپن اور رتن کے ہونٹوں سے ایک ساتھ نکلا۔ لکشمی دیوی نے آنکھیں کھولیں۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا..... وہ درپن کو بڑی اپنایت سے دیکھ کر بولیں۔

ماما..... کیا ہو گیا تھا آپ کو..... درپن نے بڑی محبت سے لکشمی دیوی کے ہاتھ کو تھام لیا۔

ایک طوفان تھا جو میری ہستی کو زیروزبر کر گیا..... وہ انتہائی اداس لہجے میں بولیں

.....

اس کا مطلب ہے کہ آپ نے..... درپن نے کہا۔

ہاں..... میں نے سب کچھ سن لیا ہے..... جو تم چھپانا چاہتے تھے..... لکشمی دیوی بڑی نقاہت سے بولیں۔ رتن صرف خاموش دیکھتی رہی۔

ماما..... آپ تو بڑے مضبوط اعصاب کی مالک ہیں..... پھر..... ہاں بیٹا یہ سار میرے اعصاب سے کہیں طاقتور تھا..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹھاکر سیوک را اکلوتا بیٹا ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا۔ وہ نڈھال سی آنکھیں بند کرتے بولیں۔

پوجا نے سوالیہ نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈالیں..... جس کا مطلب تھا کہ کیا سا گیا۔ درپن نے نگاہوں ہی نگاہوں میں پوجا کو چپ رہنے کو کہا۔

آپ ٹھیک ہو جائیں ماما..... سب ٹھیک ہو جائے گا..... رتن نے لکشمی دیوی کے درست کئے۔

جو ہونا تھا وہ ہو چکا..... آپکو اپنا خیال رکھنا ہوگا..... پلیز ماما..... ہماری خاطر آپ ہماری کائنات کا محور ہیں..... درپن نے بے پناہ انسیت اور چاہت کے تحت لکشمی دیوی پر جھکتے ہوئے کہا۔

بیٹا..... کاش تم نے میری کوکھ سے جنم لیا ہوتا..... وہ مایوس انداز میں درپن کو کر بولیں۔

میں ہوں نا آپ کا کوکھ سے جنم نہیں لیا تو کیا ہوا..... میں بابا اور اس کے احساس لمحہ لمحہ جنم لیتا ہوں..... میری رگوں میں بابا کی محبت، شفقت اور وفا کا خون شا ہے..... میں آپ کا ہوں..... محبت کے لازوال جذبے کے تحت درپن نے لکشمی دیوی کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگایا اور گراں قدر مہر محبت ثبت کر دی۔

لکشمی دیوی گو ایک باہمت عظمت و جلال کی پیکر اور مضبوط اعصاب کی مالک تھیں.. بڑی سے بڑی بات کو انہوں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا لیکن راجکمار کی اس حرکت وہ ٹوٹ کر رہ گئیں تھیں..... راجکمار کی اس حرکت سے ان کا بھائی چھوٹ رہا تھا..... ا کی دیرینہ خواہش تھی کہ راجکمار کی دلہن صرف شیتل ہو..... شیتل ہی راج محل کی نے..... لیکن سارے خواب تشنہ رہ گئے۔ راجکمار نے پوری برہمن برادری کے منہ پر ا زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا تھا..... تکبر و نخوت کی فلک بوس دیواریں زمین بوس ہو تھیں..... وہ اپنے آپ کو قابل نفرت خیال کر رہی تھیں..... ایسا اونچا خاندان

ک رام کے سپوت کا یہ گھناؤنا فعل..... وہ سوچوں کی دہلیز پر خیالات کی ایڑیاں کر پاگل ہو گئی تھیں..... انہوں نے مسلسل چپ سادھ لی تھی۔ ایک ہی سوال ان کو زخمی کرنے کے لئے کافی تھا کہ سنتوش کو کیا جواب دے گی..... بھائی جس نے اس قدر محبت دی..... اس کے چھوٹے سے چھوٹے حق کو کبھی فراموش نہیں کیا تھا وہ کس طرح کہہ دے کہ اس کے اوباش بیٹے نے ایک بدنام زمانہ سنبل بائی سے شادی ..... سری نگر میں بات پہنچنے کے کم امکانات تھے..... اب تو دہلی میں مقیم تھے ..لوں بلکہ سیوک اور لال بہادر دونوں برادریوں میں ہر وقت آنا جانا رہتا تھا..... پ نہیں سکتی..... وہ یہی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھیں..... کیا ہوگا..... شب ج چکے تھے..... محل کے تمام لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ وہ کھڑکی کا پٹ کھولے بے معنی سا گہری تنہائی کا زہر چاٹ رہی تھیں..... رام مجھے کیوں چھوڑ گئے آپ..... وہ دل کو سنبھالا دے کر سیدھی ہوئیں..... گیٹ ر گاڑی داخل ہوئی..... ان کی نظر ٹرک پر پڑی..... اس وقت دس کا عمل ہوگا سوائے راجکمار کے اور کون ہو سکتا ہے..... کتے کی طرح بھونکنے والے ہارن سے نے اندازہ لگا لیا کہ یہ راجکمار ہی ہے۔ عادت کی طرح اس کا معیار بھی گھٹیا تھا..... ار حسب عادت گاڑی پورچ میں روک کر خود گول کئے ہونٹوں سے سیٹی بجاتا اپنے ی طرف بھاگ گیا پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولے اس نے لائٹ آن کی اور کوٹ ال کر پلنگ پر پھینکا.....

ی..... وہ ایک دم پلٹا.....

ما آپ..... اس وقت؟..... دروازے میں لکشمی دیوی کو کھڑے دیکھ کر وہ حیرت و کے عالم میں بری طرح چونک گیا۔

اں..... ایک عرصہ گزر گیا ہے تمہیں دیکھے ہوئے..... سوچا کل شاید ملنا ہو کہ نا ہو

سویٹ ماما..... دراصل آج کل Busy رہتا ہوں..... کوئی علیحدہ بزنس کر رہے لکشمی دیوی نے چھپا ہوا طنز کیا۔

س..... کروں گا..... لیکن ابھی نہیں..... ٹائم نہیں ہے.....

قت اور دولت ملے تو بزنس ضرور کروں گا۔ وہ لاپرواہی سے کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

کھانا کھا آئے ہو کہیں سے..... لکشمی دیوی نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔
جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا.....
لکشمی اس کے سامنے آرام کرسی پر بیٹھ گئیں..... ماما..... آپ کو نیند نہیں آ
جمائی لیتے ہوئے بولا۔
جس ماں کے جوان بیٹے کے ایسے لچھن ہوں..... ان ماؤں کی نیند اڑ جایا کرتی
دھیمے انداز میں بولیں..... بیٹے کی سرکشی بڑی تکلیف دہ تھی۔
آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا
میں نے جو سنا ہے..... وہ درست ہے..... مجھے جواب دو۔ وہ جوش میں بولیں۔
کیا سنا ہے آپ نے..... وہ بری طرح چونکا..... جیسے پاؤں پر کسی زہریلے کیڑ
کاٹ لیا ہو۔
یہی کہ تم نے سنبل بائی طوائف سے شادی کر لی ہے..... وہ اونچی آواز میں بولیں
ٹھیک سنا ہے آپ نے..... وہ نظریں چراتا ہوا بولا۔ لیکن اس کے رویے میں
نہیں تھی۔
تمہاری آنکھوں کا پانی ڈھل چکا تھا..... تمہیں اتنا بھی خیال نہ آیا کہ تم کس کے
.....
اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کا مجھے کوئی حق نہیں..... یہی میرے اختیار میں
زچ ہو کر اختیار پر زور لگا کر بولا۔
اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کے لئے تمہیں صرف سنبل بائی نظر آئی۔ یہ م
تمہارا..... اتنی بڑی برہمن برادری میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ وہ بے بس سی بیٹھ گئیں۔
وہ میری پسند تھی..... اس لئے میں نے شادی کر لی..... برادری..... ہنہ
بے باک انداز میں بولا لیکن نفرت کا پہلو شامل تھا۔
تمہاری شادی میں شیتل سے کرنا چاہتی تھی..... کتنی سندر لڑکی ہے شیتل...
دیوی کو دکھ ہوا.....
سندر تو وہ بھی ہے..... وہ بولا۔
لیکن شیتل جیسا اعلیٰ خاندان اور فہم و ادراک کی مالک نہیں ہو گی۔ لکشمی دیوی۔
بغور دیکھا..... جس پر کوئی اثر نہیں تھا۔

مجھے شیتل سے شادی کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ وہ با کمال ڈھٹائی سے بولا۔
کیا..... کیا کہہ رہے ہو تم..... وہ ورطہ حیرت میں اتر گئیں۔
اگر آپ چاہیں تو شیتل سے شادی ہو سکتی ہے۔ میں تیار ہوں وہ پھر بولا۔
ہرگز نہیں..... اس کے لئے ایک شرط ہے۔ وہ معنی خیز انداز میں سوچنے لگیں۔
شرط..... کیسی شرط..... تمہیں سنبل کو چھوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے
داق یہ حربہ آزمانا چاہتی تھیں۔
یہ نہیں ہو سکتا..... میں سنبل کو بیچ منجدھار میں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے
لہجے میں پختگی شامل تھی۔
تو وہ تمہیں چھوڑ دے گی۔ وہ طنز کے بھرپور تیر چھوڑ کر مسکرائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ماما
..... وہ مجھ سے محبت کرتی ہے.....
طوائف محبت نہیں سودا کیا کرتی ہے..... تم سناؤ کتنے میں سودا کیا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں
..
ماما..... پلیز..... مجھے اور پریشان مت کریں..... وہ جھنجھلا کر بولا۔
ایک بات کان کھول کر سن لو..... اس عورت کو محل میں لانے کی حماقت ہرگز نہ کرنا
..... اگر ایسا ہوا تو..... وہ شدید طیش میں باہر نکل گئیں.....
ہنہ..... وہ زور سے واپس پلٹا..... اپنے اندر غصیلی آگ کو نکالنے کے لئے اس نے
ری طاقت سے کرسی کو ٹھوکر ماری..... اور ایک کراہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھ گیا.....
ام شب کروٹ بدلتے گزر گئی..... لمحہ لمحہ وہ ڈوبتا ابھرتا رہا..... وہ سنبل سے شدید محبت
تا تھا۔ کسی پل سکون نصیب نہ ہوا تو شراب کی بوتل الماری سے نکالی اور ایک ہی سانس
ں چڑھا گیا..... دیکھا ایک زوردار ہچکی لے کر دھم سے بستر پر گرا اور مدہوش ہو گیا۔
لکشمی دیوی حالات کے بھنور میں ڈوبتی جا رہی تھیں..... راجکمار نے ان کو ہمیشہ کے
لئے دکھوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔ سیوک رام نے اپنے جیون میں کبھی لکشمی دیوی کو ان
یشانیوں کے سپرد نہیں کیا تھا..... وہ ہمیشہ لکشمی دیوی کو ٹین شین سے دور رکھتے اور ان کو
فضول قسم کی سوچوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور اب..... کون ان کے دکھوں کا مداوا
رے گا..... رام..... رام جی..... وہ اٹھ کر رام مورتی کے سامنے ماتھا ٹیک کر
لیں..... اور آنسو بہاتی رہیں..... رام جی میں تنہائی کی کڑی دھوپ میں کھڑی

ہوں..... ناگ دیوتا میری مدد کیجئے..... مجھے شما کر دیجئے..... وہ بہت دیر اسی کسمپ[رسی کی] حالت میں یوں ہی ناگ دیوتا مورتی اور رام مورتی کے سامنے ماتھا ٹیکتی رہیں..... آ[نسو ان] کے رخساروں پر سے پھسل پھسل کر ان کی سفید ساڑھی کے دامن میں گرتے رہے چاروں جانب عفریت منہ پھاڑے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راجکمار اتنا گر جائے گا.. کبھی انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ ایک صحرا ختم ہوتا ہے تو دوسرا صحرا شروع ہو جا[تا] ..... وہ لمحہ لمحہ تپتی ریت میں دھنستی جارہی تھیں.....

وہ ہراساں دیکھتی رہیں..... بادل چھٹ کر دھواں دھواں ہو چکے تھے۔ م پھیراہٹ کی اذیت کم ہو چکی تھی..... وہ مایوس پلٹ کر دیکھتی ہیں..... شب ہجراں دو بج چکے تھے..... ویرانیاں سمیٹ کر دکھوں کی چادر اوڑھے لیٹ گئیں..... لیکن کہاں اور اشکوں کا سیلاب پھوٹ کر رخساروں پر بہتا رہا اور کوسوں دور..... کوئی خیا کے غبار میں پکار رہا تھا..... دیوی..... دیوی جی.....

☆ O ☆

تی..... تم یہاں ہو..... محل کے مغربی باغ میں تلاش کرتا وہ وہیں پہنچ گیا جہاں وہ پھولوں کے پاس بڑی پژمردہ کھڑی تھی..... چہرہ عجیب عجیب سوچوں کا گہوارہ بنا ہوا

تن نے پلٹ کر دیکھا..... پھر بھی خاموش رہی..... ماما نے ڈانٹا ہے..... وہ شریر میں اس کے بالوں کو پھیلاتے ہوئے بولا۔

گ نہ کرو درپن..... وہ بال درست کرتے قریبی سنگ مرمر کے صوفے نما بنچ پر بیٹھ

گ..... میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں..... خوش کرنا چاہتا ہوں..... وہ اس کے پاس کیا۔

یرا کچھ بولنے کو جی نہیں چاہتا..... وہ خوامخواہ موتیے کے پھول توڑ توڑ کر گھاس پر تی جارہی تھی۔

ادھر دیکھو..... مجھ سے Share کرو..... آخر بات کیا ہے..... درپن نے رتن کو وں سے تھام کر اپنی طرف کر لیا.....

رپن..... جب ضبط کا چارہ نہ رہا تو وہ درپن کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی ارے..... ضرور کوئی بات ہے..... رتی..... تمہیں..... بھگوان قسم..... بتاؤ درپن نے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کئے۔ وہ اں جیسی معصومیت کے ساتھ سسک سسک کر رو رہی تھی..... رتی..... بولو نا..... ..... میں تمہاری پیاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا..... بتاؤ..... وہ بڑی ے اسے بہلاتے ہوئے بولا..... اور وہ روتی رہی..... سسکتی رہی..... وہ معصوم کی سسکیاں سن کر پاگل سا ہو گیا۔

تی..... بتاؤ..... نا..... تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے..... ماما کی وجہ سے پریشان ہو

.....وہ محبت کے لازوال جذبے کے تحت رتن کے بالوں کو سلجھا کر بولا۔

درپن.....وہ سیدھی ہو کر بولی۔

ہاں.....بولو..... کیا بات ہے.....وہ پیار سے بولا۔

تمہیں معلوم ہے.....بھیا نے کیا کیا.....وہ درپن کے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

بھیا نے شادی کرلی ہے.....اس بات سے پریشان ہو..... وہ مسکرا کر رتن چہرے پر ٹھہرے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں سے صاف کرتے بولا۔

تمہیں حیرت نہیں ہوئی۔وہ بھی حیران رہ گئی.....درپن پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے..... ٹھیک ہے اس نے شادی کرلی۔وہ ہا ہے.....زندگی تو اس نے گزارنی ہے نا.....درپن نے یوں ظاہر کیا جیسے کوئی بات ہوئی ہو.....اور نہ ہی وہ رتن کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ راجکمار نے اچھا نہیں کیا.. رتن کی ننھی جان پر ایسے پراگندہ خیالات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

دیکھو درپن.....اس نے ماما سے بھی نہیں پوچھا.....چپکے سے کسی بری عورت شادی کرلی.....وہ اپنی معصومیت سے بھرپور ادا کے ساتھ درپن سے بولی۔

پہلے اس نے کبھی کوئی بات پوچھی ہے ماما سے.....جواب پوچھے گا.....وہ اسے دیکھ کر بولا۔

ہاں.....اس پر طرہ یہ کہ عورت بھی اچھی نہیں ہے.....بڑی بری ہے..... اپنی آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

کوئی برا نہیں ہوتا.....حالات انسان کو اچھا یا برا بناتے ہیں.....وہ اس کے دل کو خیالات سے صاف کرنا چاہتا تھا.....جو اس کے لئے تکلیف دہ ہوں.....وہ رتن کو کسی حوالے سے دکھ دینا نہ چاہتا تھا۔ بہت دیر دونوں ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے خا رہے.....آخر کار رتن کے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو چکا تھا۔

درپن.....وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

کہو.....وہ فوراً ہمہ تن گوش ہو گیا۔

ماما اب اور بھی چپ رہنے لگی ہیں.....کسی کے کام میں دخل ہی نہیں دیتیں رتن نے ایک اور پریشان کن حالات کا اظہار کیا۔

ابھی زخم تازہ ہے نا.....آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی.....اس نے پھر دلاسا دیا

ہاں..... تمہیں کوئی بات سنجیدہ نہیں نظر آتی.....وہ چونکی.....

مگر نہیں.....محسوس نہیں ہوتی.....وہ شریر انداز میں رتن کی غلطی بتاتے بولا۔

ہو.....چلو یوں ہی سہی.....تمہارے دل کو کوئی بات بری نہیں لگتی.....وہ پھر

سب کچھ بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے.....اس سے بہتری کی آشا رکھو.....وہ آویزاں بڑی سی رام چندر کی مورتی کو دیکھ کر بولا۔

تمہیں برا کیا لگتا ہے۔وہ مسکرا دی۔

ہر وہ بات جو تمہیں تکلیف دے.....اور تمہاری آنکھ میں آنسو.....وہ بڑی چاہت ن کی خمار آگیں سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں کی جھالر میں سے جھانک کر بولا۔

بملا آ رہی ہے۔رتن نے دور درخت کے نیچے سے آتے دیکھ کر اپنے آپ کو سیدھا کر

کیا بات ہے بملا.....درپن چونک کر استفسار کے لہجے میں بولا۔

چاندنی چوک سے مہمان آئے ہیں بابو سرکار.....

نئی نیتا ہوں گی.....رتن نے خیال ظاہر کیا۔

ہاں جی وہ ہی.....ان کے ساتھ ایک عورت کومل تار ہے۔بملا نے کہا۔

کومل تار.....سونیا تو نہیں.....وہ بولی۔

معلوم نہیں جی.....بملا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

ماما کہاں ہیں.....انہیں خبر کرو.....درپن نے کہا۔

وہ ڈاکٹر کے ہاں گئی ہیں جی.....بس آنے ہی والی ہیں۔بملا بولی۔

ڈاکٹر کے پاس.....ماما کی طبیعت ٹھیک تو ہے.....

درپن بڑے دکھ سے بات کاٹ کر بولا۔

ماما ٹھیک ہی نہیں رہتیں.....اس پر ستم یہ کہ دل کی بات ظاہر نہیں کرتیں۔رتن نے اضطرار سے بولی۔

تم ڈرائینگ روم میں بٹھاؤ.....رتی آ رہی ہے۔درپن پلٹ کر بملا سے بولا۔

بملا واپس لوٹ گئی ..... جاؤ وہ لوگ تمہارے منتظر ہوں گے۔ درپن نے کہا۔

تم بھی آؤ.....وہ اٹھا کر بولی۔

نہیں۔وہ مسکرا کر انکار کی صورت میں بولا۔

میرے ساتھ کیوں نہیں آؤ گے ..... میں ہرگز اکیلی نہیں جاؤں گی۔ وہ بے ا
درپن کے سینے پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر بولی۔

جانِ درپن ..... تمہیں معلوم تو ہے کہ ٹینا آنٹی کی طبیعت پر میں گراں گزرتا ہ
..... تم جاؤ..... شاباش۔ وہ یوں پچکارتے بولا جیسے رتن چند سال کی بچی ہو۔ یہ بات
درست ہے تمہاری..... وہ ہنستے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلتے بولی۔

رات کو ملاقات ہوگی۔ درپن نے وعدہ لیا۔

Ok..... وہ کہتی ہوئی ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

نمسکار آنٹی۔ وہ داخل ہوتے بڑے مودب انداز میں بولی۔

رتی..... سویٹ بے بی..... کتنی سندر اور پوتر..... کیسی ہو..... ٹینا نے بے ان
شدید محبت کے ساتھ رتن کو لپٹا لیا اور ماتھا چوما۔ سونیا نے بڑی بے کلی سے رتن کو ساتھ
لیا۔

بیٹھیں۔ وہ دونوں کو بیک وقت بیٹھنے کے لئے کہنے لگی۔

تم بھی بیٹھو..... میرے پاس..... میری سپتری..... میرے پاس بیٹھے..... ٹینا
رتن کو اپنے پاس بٹھا کر ایک بازو کے حصار میں لے لیا (سمجھ نہیں آ رہا کہ اس قدر محبت
اظہار کیوں) وہ سوچنے لگی۔

بڑی دیر کے بعد چکر لگایا آپ نے۔ رتن نے کہا۔

بس لگا لیا نا..... تمہیں یا لکشمی کو تو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ ایک ہی شہر میں بس ر
ہیں ہم سب..... ٹینا کے ہاں ہی چلے جائیں..... ٹینا نے شکوہ کیا۔

اب تو ماما کہیں بھی نہیں جاتیں..... پاپا ساری خوشیاں اپنے ساتھ لے گئے۔ ر
افسردہ سی بولی۔

او ہو..... میری جان..... میرا مطلب تمہیں اداس کرنا نہیں تھا..... ٹینا نے
کی طرف دیکھ کر کہا۔

شاید ماما آگئی ہیں..... ہارن کی آواز پہچانتے رتن نے کہا۔

دوسرے لمحے لکشمی دیوی سفید ساڑھی میں ملبوس سفید جوتا پہنے داخل ہوئیں۔

چند ثانیے ٹینا اور سونیا دیکھتی رہ گئیں۔

حسن میں اب بھی یکتا ہو لکشمی..... سیوک یوں ہی نہیں مرتا تھا۔ ٹینا لکشمی

دلکش جاذب نظر حسن کو دیکھ کر جیسے سکتے میں آگئیں۔

نمستے.....

نمستے.....

دونوں نے ایک خواب سے چونک کر کہا..... لکشمی دیوی ایک ساحرا تھی..... اب بھی
ں کا حسن سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

رتن نے سیٹ خالی کر دی اور سونیا کے پاس بیٹھ گئی۔

لکشمن..... کیسی ہو..... ٹینا کا لہجہ سنجیدہ سا تھا۔

بس ٹھیک ہوں..... وہ پژمردہ سی بولیں۔ انکے بجھے بجھے لہجے میں لاکھوں یادوں کا
مایہ پوشیدہ تھا۔

ماما..... طبیعت ٹھیک ہے آپ کی..... ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں۔ رتن نے چونک کر
ا۔

ذرا چکر سے آنے لگے تھے..... سوچا چیک اپ کروا لوں۔ وہ رتن کو پریشان کرنا نہ
اہتی تھیں۔

کسی کو ساتھ لے جاتیں۔ رتن نے تشویش کا اظہار کیا۔

درپن کو فرصت نہیں تھی۔ ان کی نظر میں سوائے درپن کے اور کون تھا۔ خانساماں آگیا
ے۔ چائے بنوا لو..... وہ دوسری طرف رتن کی طرف منہ کرتے بولیں۔

ٹھیک ہے ماما..... رتن اٹھ گئی۔

ٹینا نے بھرپور نظر ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتے رتن کو دیکھا۔ بھگوان نے رتی کو کتنا
سندر بنایا ہے۔ ٹینا نے بھرپور چاہت کا اظہار کیا۔

کاش..... مقدر کا ستارہ بھی سندر ہوتا..... لکشمی دیوی نے سیوک رام کی قد آدم
تصویر کی طرف دلگیر انداز میں دیکھا۔

بھگوان پر کسی کا دوش نہیں ہے..... پھر رتی کا مقدر ان سے تو منسوب نہیں۔

ٹینا اصل موضوع کی طرف آنا چاہتی تھی۔ کتنی پیاری تھی رتی اپنے پتا کی..... اور اب
..... لکشمی دیوی نے آنکھیں صاف کیں۔

ایسا مت سوچو..... سدا لمحے ایک جیسے نہیں ہوتے..... سے گزر جاتے ہیں.....
جاتی رتوں کو کون واپس لایا ہے۔ ٹینا نے زمانے کی بے ثباتی کا احساس دلایا۔

ہاں..... ٹینا تم ٹھیک ہی کہتی ہو...... لیکن رام جی کے بن میرا جیون بے معنی سا
ہے۔ لکشمی دیوی کا جیسے اس سنسار سے جی بھر گیا ہو۔

تمہیں سنسار سے جی لگانا پڑے گا..... بھئی تم نے بہت کچھ کرنا ہے۔ ٹینا نے لکشمی دی
کے جذبے کو ہوا دینا چاہی۔ ٹینا نے محسوس کیا کہ لکشمی دیوی بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

تم ٹھیک کہتی ہو ٹینا...... میں بیزار سی رہنے لگی ہوں..... کسی کام میں جی ہی نہیں ل
لکشمی دیوی نے مجبوری ظاہر کی۔

ابھی وقت نہیں ہے ایسا سوچنے کا..... ہماری مجبوری ہمارے بچے ہیں۔ ٹینا نے کہا۔

ہمیں بچوں کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ لکشمی دیوی نے جیسے ٹینا سے ہار مان لی ہو۔

ہمیں اپنے بچوں کے لئے کچھ کرنا چاہیے..... ٹینا نے کہا۔

کیا کریں..... مہرہ الٹ گیا ہے ٹینا...... راجکمار نے مجھے بہت نراش کیا ہے۔ لک
دیوی کے چہرے پر مایوسی کے انگنت سائے لہرانے لگے۔

ہاں..... سنا تو میں نے بھی ہے..... ایک طوائف کو شریک حیات بنانے کی بجا
..... کہیں شریف برہمن کی لڑکی کو پسند کر لیتا۔ بے شک غریب ہوتی۔..... ٹینا
آہستہ سے کہا۔

ہمارے ہاں باہر شادیاں کب ہوتی ہیں۔ میں رتی کے پاس جا رہی ہوں۔ ٹینا نے جاتی
کو دیکھا اور دوسری طرف لکشمی دیوی کی طرف مخاطب ہوئیں۔

نئی پود..... ایسا ہی کر رہی ہے..... اب تو شودر لڑکیاں برہمن لڑکے پسند کرنے
ہیں۔ ٹینا نے بڑے رکیک انداز میں کہا

رام..... رام..... لکشمی دیوی کے ساتھ ٹینا نے بھی کانوں کو ہاتھ لگایا۔

اب کیا سوچا!..... ٹینا دوبارہ گویا ہوئی۔

میں تو بھیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی..... راجکمار کے لئے شیتل کو لانا چا
تھی میں۔ وہ اپنے الفاظ میں تشنگی کا عنصر لا کر بولیں..... شیتل کو بہو بنانے کی ان کو کس
خواہش تھی..... شیتل ہر لحاظ سے لاکھوں میں ایک تھی..... کاش راجکمار اس انمو
موتی کی قدر کرتا۔

لکشمی..... کیا سوچ رہی ہو..... رتی کے لئے سوچا کچھ..... ٹینا آہستہ آہستہ
موضوع کی طرف بڑھ رہی تھی۔

رتی کے لئے میں نے کبھی سوچا ہی نہیں..... اجے تو رتی کو بہن کہتا ہے..... وہ شیتل
کی طرح اسے پیار کرتا ہے..... ویسے بھی بقول اجے کے اس کی عمر رتی سے بہت زیادہ ہے۔
لکشمی دیوی نے حقیقت بیان کر دی۔

اجے کی نسبت ٹھہرائی کہیں۔ ٹینا بال کی کھال اتارنے پر تلی ہوئی تھیں۔

نہیں..... وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانا چاہتا ہے..... ابھی اس کا شادی کا کوئی ارادہ
نہیں ہے۔

بھیا سنتوش کی طرح باہر سے پسند کرے۔ ٹینا نے کہا۔

یہ تو بھگوان کو معلوم ہوگا..... سنتوش بھیا کی شادی تو بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی
...... یہ بھی اچھا ہوا کہ اُشا برہمن تھی..... اگر اور کوئی ذات ہوتی تو شاید میری راج ماتا نہ
مانتیں..... لکشمی دیوی کو اس وقت بیگم جواہر لعل شدت سے یاد آنے لگیں۔

چند لمحے دونوں خاموش رہیں..... ماحول بڑا سہما سہما سا لگ رہا تھا......

لکشمن..... ٹینا چونک کر آگے جھکی۔

لکشمی دیوی نے سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں سے ابھر کر سر اٹھایا..... میں بھی تمہارے
پاس من کی آشا پوری کروانے آئی ہوں۔ ٹینا نے لہجہ عاجزانہ بنا لیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ لکشمی دیوی کو کچھ کھٹکا۔

رتی تو پورن ماشی کا چاند ہے..... مجھے دے دو..... گوتم رتی کی جوڑی بہت اچھی رہے
گی۔

ٹینا نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

تمہاری بات بھی درست ہے..... گوتم اچھا نوجوان ہے..... لکشمی دیوی نے کہا۔

پھر ارادہ ظاہر کر دو نا..... ٹینا کو جلدی تھی..... وہ رتی کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

ابھی وقت نہیں ہے ٹینا..... رام جی کی برسی قریب آ رہی ہے..... دوسری بات کہ
میرا ایک ہی تو بھائی ہے..... ان سے پوچھنا بھی ضروری ہے۔ لکشمی دیوی نے مجبوری ظاہر
کر دی۔

ٹھیک ہے..... تم سنتوش بھائی سے مشورہ کر لو..... لڑکیاں اندر آنے کے بعد باتوں
کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ملازم نے ٹرالی میں انواع و اقسام کی مزے دار چیزیں پیش کی
تھیں.....

ارے واہ..... آنٹی..... خانساماں بڑا ہوشیار ہے آپ کا..... سونیا نے کہا۔

خانساماں نہیں..... درپن سے ساری چیزیں منگوائی ہیں میں نے..... کہتے ہوئے وہ دروازے سے باہر بھاگی.....

درپن..... آ جاؤ..... بڑی مزے کی چائے ہے..... تم بھی پی لو..... وہ باہر ملازم سے باتیں کر رہا تھا..... وہ ہاتھ کے اشارے سے آنے کا اشارہ کرتے بولا۔

جلدی آؤ..... ٹھنڈی ہو جائے گی چائے..... اور وہ پکوڑیاں بھی..... وہ اونچی آواز میں بولی۔

آ رہا ہوں..... آ رہا ہوں..... بابا..... درپن نے بوڑھے ملازم کے شانے پر ہاتھ مارا..... اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا غلام گردش میں آ گیا۔

اونچی آواز میں مت بولا کرو..... گلا خراب ہو جائے گا۔ وہ شریر انداز میں رتن کو ڈانٹ کر بولا۔

کچھ نہیں ہوتا..... تم آؤ..... وہ اس کے بازوؤں میں جھولتی اندر داخل ہوئی..... اس کی عادت جو تھی.....

نمستے..... نمستے..... درپن نے باری باری ٹینا اور سونیا سے کہا۔

نمستے..... سونیا نے آہستہ سے جواب دیا..... لیکن ٹینا نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ وہ رتن کے پاس جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔

کہاں تھے..... صبح سے تمہیں دیکھا نہیں..... رتن اور سونیا مل کر چائے بنا رہی تھیں..... اور ٹینا نے معنی خیز نظریں لکشمی دیوی کے سوالات کو سمجھنے کے لئے گھمانا شروع کر دیں.....

میں تو آج جلد لوٹ آیا تھا..... بابا کی برسی کے لئے انتظامات کرنے تھے..... اس کی لسٹ بنا رہا تھا۔ وہ ایک نظر میں سب کے چہرے پڑھ چکا تھا۔

ہوں..... رتن نے سب سے پہلے کپ ٹینا کو پھر لکشمی دیوی..... بعد میں درپن کو دیا۔ وہ مسکرا کر لکشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

میں آپ کو باہر لے جاؤں گا..... وہیں تمام ٹیسٹ ہوں گے..... ٹینا دیکھ رہی تھی کہ لکشمی کس قدر انہماک سے درپن کی طرف متوجہ تھی۔ مجھے کوئی خاص بیماری تو نہیں ہے..... وہ مسکرا کر بولیں۔

بھگوان نہ کرے..... آپ کو کچھ ہو..... میں تو اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں..... کہ آپ کی صحت کیوں گر رہی ہے۔ وہ فکر مند نظر آنے لگا تھا۔

بالکل ٹھیک ہے درپن..... باہر چلیں گے۔ میں بھی جاؤں گی نا..... وہ درپن کا شانہ ہلا کر بولی۔

ہاں ہاں..... تم بھی چلو گی..... تمہاری زبان کا بھی چیک اپ کروانا ہے۔ ضرورت سے زیادہ چلنے لگی ہے ماما..... رکتی نہیں..... بس چلتی رہتی ہے..... وہ سب رتن کو چڑاتے لکشمی دیوی سے بولا۔

دیکھا..... ماما..... منع کریں..... مجھے تنگ کرتا ہے..... میں زیادہ بولتی ہوں۔ رتن نے لکشمی دیوی سے شکایتاً کہا۔

لکشمی دیوی نے ہنس کر ٹینا کو دیکھا۔

اچھا ماما..... اجازت..... درپن کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو..... چائے اور لے لو..... لکشمی دیوی اپنائیت سے بولیں۔

درپن..... چپس لے لو..... بڑے مزے کے ہیں۔ وہ پلیٹ درپن کی طرف بڑھاتے بولی۔

بس رتی..... اب گنجائش نہیں ہے..... تم کھاؤ..... سونیا کو دو..... وہ معذرت خواہی کے انداز میں بولا۔

دیکھو تو سہی..... کتنے مزے دار..... کھاؤ..... لے..... وہ پلیٹ اس کی طرف بڑھا کر تحکم آمیز لہجے میں بولی۔

اچھا بھئی..... جان نہیں چھوڑو گی..... وہ ایک ٹکڑا چپس اٹھا کر بولا۔

اب جاؤ..... رتن نے جیسے اجازت دیدی۔ اس معصوم شرارت پر سونیا بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکی.....

Thank You Sir.. وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

ایک بات کہوں Feel محسوس نہ کیجئے گا۔ ٹینا سے ضبط کرنا محال تھا۔

کون سی بات..... بے تکلف کہو۔ وہ جانتی تھیں کہ سوائے درپن کے اور کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ وہ درپن کا دخل ازل سے ہی پسند نہیں کرتی تھیں۔

درپن کچھ زیادہ با اختیار نہیں ہو گیا..... اہل محل پر..... ٹینا کے انداز میں طنز کی چبھن

تھی۔

درپن با اختیار نہیں ہے ٹینا..... لیکن ہمارا دائرہ حیات اس کے مرکز پر گھومتا ہے... درپن کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لکشمی دیوی نے صاف صاف الفاظ سے بیان کر دیا۔

وہ کیوں؟ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ سوال کرنے سے نہ چوکیں.....

سارے محل کو درپن نے سنبھال رکھا ہے آنٹی..... پاپا کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب کچھ کرتا تھا۔ رتن نے ایک دم کہا۔

آپ نے خود اسے با اختیار کیا ہوا ہے..... اب اس کے بغیر گزارہ نہیں آپ کا۔ ٹینا کو ناگوار گزرا۔

کونسا کام ہے جو درپن نہیں کرتا..... اب ہم درپن کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لکشمی دیوی جیسے بے بس لگ رہی تھیں۔

کیوں نہیں کر سکتے..... رتی کی شادی کر دیجئے..... اور داماد کو سب سونپ دیجئے۔

آنٹی..... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں..... میری شادی..... سونیا سنا تم نے..... اس کے ساتھ ہی رتن کھل کھلا کر ہنس دی.....

کیوں نہیں بیٹی..... ایک دن تو پیا کے گھر جانا ہے نا..... ٹینا نے رتن کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھا۔

جانے بھی دیں..... سونیا کی شادی کریں..... میں تو ماما کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ وہ بڑے مستحکم انداز میں بولی اور برتن سمیٹنے لگی۔

اچھا..... لکشمی اجازت دو..... لیکن سوچنا جو میں نے کہا ہے..... ہوں..... اور جب بات کسی طور پر ٹھیک نشانے پر نہ بیٹھی تو دونوں ماں بیٹی اپنی حویلی روانہ ہو گئیں۔

رات کو کھانے کی میز پر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ گوتم کہاں ہے۔ ٹینا نے ملازم سے کہا جو برتن رکھ رہا تھا۔

وہ کھانا باہر کھائیں گے سرکار..... ملازم نے کہا۔

کیوں..... بتایا کچھ نہیں..... ٹینا نے کہا۔

ان کے دوست ہیں ناپال سنگھ..... ملازم کو یاد آیا۔

ہاں..... اسے کیا ہے..... ٹینا چونکی

انہوں نے بلایا ہے دعوت پر..... ملازم نے کہا۔

ٹھیک ہے..... ٹینا نے ڈونگے میں سے سالن نکال کر ڈونگا سونیا کی طرف بڑھایا۔

ممی..... ایک دو ماہ میں ڈیڈی آنے والے ہیں...... سونیا نے حلق سے نوالہ نگل کر کہا۔

یہی تو میں چاہتی ہوں کہ ان کے آتے ہی گوتم کا مسئلہ حل ہو جائے۔ ٹینا نے گلاس میں پانی انڈیلا۔

کیسے حل ہو گا..... درپن کی موجودگی لکشمی آنٹی کے ہاں میری سمجھ میں نہیں آتی..... سونیا نے حیرت سے کہا۔

What..... ٹینا نے چونک کر کہا۔

یہ تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ سیوک محل میں پل کر جوان ہوا ہے..... اور جو اختیار دیئے گئے ہیں..... ان کی سمجھ نہیں آ رہی۔ ٹینا سوچنے لگی۔

ممی..... ایسا تو نہیں کہ وہ رتن کو درپن کے ساتھ بیاہنا چاہتی ہوں..... سونیا نے خیال پیش کیا۔

ایسا نہیں ہو سکتا..... لکشمی ایسی بھی بے تکی عورت نہیں..... ایک مسلمان کے بچے کو برہمن کی بیٹی دے دے..... میں نہیں مانتی..... ٹینا کے الفاظ میں نفرت کا پہلو شامل تھا۔

ایسا ہو بھی سکتا ہے..... پوجا ماں نے اس کی پرورش کی ہے۔ سونیا کا شک دور نہیں ہو سکتا تھا۔

ہرگز نہیں..... اولاد تو وہ بلند خان کشمیری کی ہے..... لکشمی ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔ ٹینا کو مکمل یقین تھا۔

دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ سونیا نے پانی کا آخری گھونٹ حلق سے اتار کر گلاس رکھ دیا۔

سونیا..... تم نے تو پریشان کر دیا.....

یہ بات مجھے بھی پریشان کن لگتی ہے..... ویسے بھی گوتم رتن کو دل سے پسند کرتا ہے سونیا نے سنجیدگی سے کہا۔

گوتم کی خواہش کو میں رد نہیں کر سکتی۔ ٹینا نے کہا اور سامنے آتے ملازم کو دیکھا جو قہوے کی طشتری لا رہا تھا۔

جاؤ..... سونیا نے اس کے ہاتھ سے طشتری پکڑ کر درمیانی آرائشی میز پر رکھ دی
ایک بات جو تشویش طلب ہے..... اس نے مجھے ذہنی مین شین میں مبتلا کر دیا ہے۔ ٹینا
سوچتے سوچتے کپ ہونٹوں کو لگایا۔

میں جانتی ہوں..... آپ درپن کے بااختیار ہونے پر پریشان ہیں۔ سونیا نے قیاس
لگایا۔

یہ تو ہے..... لیکن رتن کا اس قدر بے تکلف انداز کہ ہمارے سامنے بھی اس کا ہاتھ
تھام کر کان میں نہ جانے کیا کہہ رہی تھی..... ٹینا کو رتن کی اس حرکت سے شکایت تھی۔

یہ ایسی بات نہیں ہے ممی..... جس کو مسئلہ بنایا جائے..... درپن دس بارہ برس اس
سے بڑا ہے..... رتی اس کی گود میں کھیلی ہے..... بہت مانوس ہے اس سے..... کوئی بڑی
بات نہیں ہے..... سونیا کے لئے یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔

یہ بھی درست ہے..... ایلی گورنس نے بہت عرصہ دونوں کی پرداخت کی ہے.....
اس وقت بھی رتی درپن کے بنا نہیں رہتی تھی..... ٹینا کا لہجہ پھر تشویش طلب تھا۔

او ہو مما..... مت ایسی باتیں سوچیں..... سیوک محل میں بچے کون تھے.....
درپن یا ہم کبھی کبھار چلے جاتے تھے..... رتن کو درپن سے کمپنی ملتی تھی..... راجکمار
..... اس وقت بھی الگ تھلگ رہتا تھا۔ سونیا نے ایک ہی سانس میں زچ ہو کر ٹینا کی تسلی
کر دی۔

سونیا..... میرا ایک مشورہ ہے..... اگر ایسا ہو جائے تو..... ٹینا نے گہری سوچ سے
ابھر کر کہا۔

کیا؟..... سونیا چونکی۔

تمہیں درپن کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرنا ہو گی۔ ٹینا نے سونیا کو بغور دیکھا۔

وہ کیسے؟ ٹینا نے آنکھیں کھولیں اور کپ کو واپس ٹرے میں رکھ دیا۔

میں چاہتی ہوں کہ رتن سے زیادہ وہ تمہاری ذات میں دلچسپی لے..... ٹینا کی خود غرضی
عروج تک پہنچتی دیکھ کر سونیا کھل کھلا کر ہنس دی.....

کیا مطلب کہ میں درپن سے محبت کا ناٹک کھیلوں..... Imposisble ناممکن.....

تم نے صرف ناٹک کھیلنا ہے..... حقیقت نہیں..... ٹینا نے ہنس کر کہا۔

اگر وہ حقیقت سمجھ بیٹھا تو..... سونیا پھر ہنس دی۔

مطلب نکل جانے کے بعد ختم..... مائی ڈیئر..... تمہارے لئے تو میں نے اجے کو
اپ کیا ہے..... اجے سے بہتر کوئی نوجوان میرا داماد نہیں بن سکتا..... ٹینا نے بڑے
مضبوط ارادے سے اپنا دائیاں مکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔

ویسے ممی درپن کی Personality بھی بہت ہے..... بڑی پروقار قدو قامت کا
مالک ہے صرف پرسنلٹی ہے..... اس کی حیثیت کچھ نہیں..... آخر کو تمام جائیداد لکشمی
دیوی اور راجکمار کی ہے..... وہ تو بس ملازم ہے..... ٹینا نے کہا۔

باند خان کشمیری ہونے کی وجہ سے درپن کا فیوچر تاریک ہے..... یہی بات ہے.....
ہمیں تو اپنا الو سیدھا کرنا ہے..... ٹینا نے مسکرا کر کہا۔

ممی..... اس طرح تو گدھے کو باپ بنانا پڑے گا..... اس کے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹی
فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دیں۔

ممی..... ممی..... میرا خیال ہے گوتم آیا..... ٹینا نے کہا۔

آجاؤ..... سونیا نے اندر سے ہی بولی..... یہ گوتم کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ آتے
ہی ..... بیوپار تا..... نمستے مم..... ٹینا نے ہنس کر اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

Thank you.....

قہوا پیو گے۔ ٹینا نے کہا۔

کیسا رہا فنکشن۔ سونیا نے کہا۔

بہت اچھا..... کشمیر جنت نظیر ہے..... یونہی نہیں مسلمان پیچھے پڑے ہوئے.....
گوتم نے کہا۔

بھئی وہ کشمیر کو اپنے ملک کا حصہ سمجھتے ہیں..... سونیا نے کہا۔

خوامخواہ..... کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے..... ان کا حصہ ایسے ہی..... گوتم اونچی
آواز میں بولا۔

یہ کشمیری اور مجاہدین سکون سے نہیں بیٹھتے..... آزادی کے نعرے لگا لگا کر بھارت کی
معیشت ڈاؤن کر دی ہے ان لوگوں نے۔ سونیا پھر افسوس سے بولی۔

Right..... سالانہ اربوں کا اسلحہ استعمال ہو رہا ہے لیکن کشمیری ٹس سے مس نہیں ہو
رہے..... جو جی میں آئے کریں..... لیکن کشمیر ہم نہیں دیں گے..... گوتم نے جوش
سے کہا۔

کشمیری ہمارے نہیں ہیں..... وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں..... سونیا بولی۔

میری ماتا جی کہتی تھیں اسی طرح جانیں گنوا کر پاکستان آزاد کروالیا مسلمانوں نے بڑا خون خرابہ ہوا تھا..... سونیا کو دیکھ کر ٹینا نے کہا۔ یہ سب محمد علی جناحؒ کا کیا دھرا..... حیرت ہے..... اتنی بڑی تحریک چلانے کے بعد بھی اس نے ایک دن..... ایک گھنٹہ جیل نہیں کاٹی..... سونیا نے اپنی معلومات ظاہر کی.....

بہت بڑا سیاستدان تھا وہ..... اور وہ اقبالؒ..... ایسا شاعر تو دنیا کے کسی خطے میں نہیں ہوا..... اور نہیں ہوگا..... گوتم نے حقیقت کو جھٹلانا پسند نہیں کیا۔

تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو..... مطلب کی بات کرو..... ٹینا نے جھنجھلا کر کہا۔

مطلب کی یہ بات کہ اپنے پیارے بھیا کے لئے ہم نے رتی کو چن لیا۔ سونیا نے قہقہہ لگایا.....

کیا..... رتی کو میرے لئے..... او بھگوان..... گئیں تھیں آپ لکشمی آنٹی کے ہاں..... خوشی کے مارے گوتم اچھلا جیسے دیوانہ ہو گیا ہو..... او مائی گاڈ..... وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر چلایا..... [illegible]

ٹینا نے گوتم کی بے کلی اور زبردست چاہت کو مد نظر رکھتے ہوئے سونیا کو دیکھا.....

ممی..... گوتم کو مایوس نہیں کیا جاسکتا..... وہ زبردست چاہت کے اظہار کے ساتھ گوتم کو دیکھ کر بولی۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ گوتم گوتم ہے..... درپن نہیں..... جسے معمولی خواہش کے لئے تشنہ رہنا پڑے۔ ٹینا کے لہجے میں تکبر و نخوت اور ظالمانہ فرعونیت جھلک رہی تھی۔

او ماما..... وہ دن میرے جیون کا عظیم ترین دن ہوگا..... جب حسن کے آکاش کا ستارہ میری جھولی میں ہوگا..... جسے رتن کہتے ہیں..... وہ محبت کے بھرپور اظہار کے لئے کھڑا ہو گیا۔

بھگوان سے آشا رکھو..... ایسا ہی ہوگا..... ٹینا نے کہا اور پرسکون انداز میں اپنے تراشیدہ بالوں کو جھٹک کر ایک طرف کیا اور لیٹ گئی۔

ماما..... بڑے پراسرار انداز میں گوتم نے ٹینا سے کہا..... سونیا اپنے کمرے میں چل دی۔

اب کیا ہے۔ ٹینا ریسٹ کرنا چاہتی تھی۔

وہ جو درپن ہے..... رہا تھا۔

..... بلکہ رتن اسے اپنے..... اپنے بارے میں..... تم سننے کی بات کر رہے ہو..... میں تمہارا وہم ہے..... کچھ نہیں کرتی۔ وہ معصوم بچوں کی طرح اس کے شانے پر سر

اگر ہو گیا تو..... گوتم بولا۔

اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے..... لا۔

یک دم بولی۔

.....

Ok Mama..... وہ اپنی پینٹ پر تسکین

کے کان میں یہ بات ڈالی ہے کسی نے۔ وہ

رتی..... ڈارلنگ..... تم نے دیوانہ بنا دیا ہے۔

بن کر..... تیرے حسن کی کلیاں میرے جیون کی عمارا۔

کب آئے گا..... محبت تو تھی..... لیکن اب تو تیرے بن رہ

اپنی صورت اے کامنی میری نیندیں اڑا رہی ہے..... ایک کراہ کے ساتھ اس نے کروٹ لی.....

اور وہ شب بیدار رہنے لگا..... محبت کے مارے کو نہ چین آئے نہ موت آئے..... کئی دن اسی طرح گزر گئے..... رتن نے اس کے اضطراب میں زیادتی پیدا کر دی تھی۔ آخر ایک دن دل بیقرار کو لئے سیوک محل چل دیا..... گاڑی سے اتر سیدھا رتن کے کمرے میں داخل ہوا۔

رتی..... وہ آئینے کے سامنے بیٹھی رتی کو بال سنوارتے دیکھ کر منجمد سا ہو گیا..... اس کے دراز گیسو کمرے سے پھسل کر کولہوں تک لہرا رہے تھے..... (رتی تو اس قدر حسین ہے) دیوانہ وار سوچ کر آگے بڑھا.....

گوتم..... تم..... اس وقت..... رتن نے پلٹ کر دیکھا..... اور برش کو ایک طرف رکھ دیا.....

کیا میں اس وقت نہیں آسکتا۔ گوتم آگے بڑھا.....

گوتم..... تم میرے کمرے میں دستک کے بغیر ہی آگئے..... رتن کھڑی ہو گئی۔

تو کیا ہوا..... ہم آئندہ ایک ہونے والے ہیں..... اس پر مجھے تمہاری آگیا کی کوئی ضرورت نہیں.....

کشمیری ہمارے نہیں ہیں..... وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ لوتم کی طرف بڑھ
میری ماتاجی کہتی تھیں اسی طرح جانیں گنوا کر پاکستان آزاد کر وہ مسرت کے بھرپور
بڑا خون خرابہ ہوا تھا..... سونیا کو دیکھ کر ٹینا نے کہا۔ یہ سب
..... حیرت ہے..... اتنی بڑی تحریک چلانے کے بعد۔ وہ بے ساختہ گوتم سے
ایک گھنٹہ جیل نہیں کاٹی..... سونیا نے اپنی معلومات سے آگ برسنے لگی..... جیسے وہ شعلوں
بہت بڑا سیاستدان تھا وہ..... اور وہ اقبال
نہیں ہوا..... اور نہیں ہو گا..... گوتم نے ..... جھوٹ..... وہ دروازے کا پردا پھاڑ
تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو..... ب ہو چکی تھی.....
مطلب کی یہ بات کہ اپنے پیارے ہی چلا کر بولی.....
لگایا.....
..... دوسرے کمرے سے وہ ایک دم باہر نکلا..... درپن.....
وہ کسی کملائی سی لتا کی طرح درپن کے بازوؤں میں جھول گئی..... کیا ہو گیا..... کسی نے کچھ کہا
وہ اپنے بازوؤں کے حصار میں رتن کو اندر لے آیا۔
تم نے سنا..... وہ..... وہ..... وہ تیز تیز سانسوں کے زیر و بم کو قابو میں کرتے
بولی.....
ہاں..... ہاں..... کیا..... میں نے تو کچھ نہیں سنا..... وہ لاعلمی سے بولا۔
وہ پتہ ہے کیا کہنے آیا تھا۔ ہچکیوں کے درمیان رتن نے کہا۔
رونا بند کرو رتی..... مجھے تکلیف ہوتی ہے..... وہ محبت سے رتن کے رخساروں سے
آنسو صاف کرتے بولا۔
اگر سدا کا رونا میرے پلے پڑ گیا تو..... وہ بڑی بڑی سرخ انگارہ آنکھیں پھیلا کر بولی۔
بھگوان نہ کرے..... تم سدا ہنستی مسکراتی رہو۔ وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے بولا۔
تم دیکھنا..... میں مر جاؤں گی..... گوتم سے شادی ہرگز نہیں کروں گی۔
کیا..... وہ بری طرح چیخ اٹھا..... یوں جیسے آکاش سے دھرتی کی سنگلاخ چٹانوں پر کسی
نے اسے دے مارا ہو..... اس کے جسم کا ہر ٹکڑا پکار پکار کر رتن کی بھیک مانگ رہا ہو.....
رتن نے گہری نظروں سے دیکھا۔
رتی..... یہ تم نے کیا کہہ دیا..... کس سے سنا..... کیا یہ سچ ہے..... اسے اپ

اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔
میں جھوٹ بولوں گی..... اپنے بارے میں..... تم سننے کی بات کر رہے ہو..... میں
اپنے ساتھ کسی کا نام بھی پسند نہیں کرتی۔ وہ معصوم بچوں کی طرح اس کے شانے پر سر
رکھے ہوں۔
تم نے کس سے سنا۔ وہ آہستہ سے بولا۔
گوتم آیا تھا..... اس نے کہا..... وہ ایک دم بولی۔
اپنے ہی کہہ دیا ہو گا..... وہ ٹال گیا۔
ہرگز نہیں..... ایسے نہیں..... ضرور اس کے کان میں یہ بات ڈالی ہے کسی نے۔ وہ
پچھلے دنوں کو یاد کرتے واقعات تلاش کرنے لگی۔
کہیں مینا آنٹی نے تو اس سے بات نہ کی ہو۔ وہ سوچ کر بولا۔
میرا تو خیال ہے۔ ماما کو پتہ ہو گا۔ وہ بولا۔
درپن..... وہ اور قریب آ گئی۔
ہوں..... وہ بولا۔
تم ماما سے بات کرو..... میں گوتم سے شادی نہیں کروں گی..... میں بات کروں
ماما سے..... دیوانی لڑکی..... ایسی بات اس طرح نہیں کی جا سکتی..... وہ رتن کی
طرف چہرہ کئے افسردگی سے بولا۔
میں کہہ دوں گی..... گوتم..... کبھی بھی نہیں..... وہ سینہ تان کر بولی۔
نہ نہ..... یہ ظلم نہ کرنا..... ماما تو پہلے ہی بیمار ہیں..... ان کو دکھ ہو گا۔ بے ساختہ
درپن نے رتی کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔
تو میں کیا کروں..... خاموش تماشائی بنی رہوں..... وہ جھلا کر بولی اور بے کلی میں
درپن کے گریبان کو کھینچا.....
چند دن خاموش رہو..... میں کوئی موقع تلاش کر کے ماما سے بات کروں گا۔ وہ سوچتے
ہوئے بولا۔
مجھے معلوم ہے..... تم کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے..... میں تو حیران ہوں کہ
تمہارے من میں کوئی بات بری نہیں لگتی..... وہ پھر پژمردہ سی بولی..... جیسے ابھی رونے
لگے گی.....

درپن کی جان..... کہہ دوں گا نا..... ابھی سے جذباتی ہونے کی کیا ضرورت..... وہ رتن کے شانے پر محبت سے تھپکی مارتے بولا۔

اس وقت کہنا..... جب کھیل ختم ہو جائے گا..... میری ارتھی گوتم کے ... جائیگی..... تم دیکھتے رہنا..... وہ اضطرابیت کے عالم میں درپن کے شانے سے لپٹ..... اور وہ خاموش رہا.....

او ہو..... رتی..... کیوں اپنے من میں فضولیات کو جگہ دے رہی ہو..... ... ہو گا..... میں سنبھال لوں گا نا..... وہ دل کے زخموں کو دبا کر رتی کو تشفی دینے لگا.....

درپن..... میں مر جاؤں گی..... دیکھنا..... ہاں..... وہ بچوں کی طرح بلک بلک رونے لگی..... روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی.....

رتی..... او بھگوان..... وہ اس کو اپنے قریب کرنے لگا۔

بس رہنے دو..... روکو ماما کو..... وہ اٹھی.....

بیٹھو رتی..... وہ اس کو پکڑنے کے لئے لپکا.....

نہیں..... جا رہی ہوں..... آج ہی ماما سے بات کرنا..... وہ ہچکیوں کے درمیان سسک سسک کر رتی بھاگ گئی.....

رتی..... اندر آتے پوجا نے حیران حیران سے دیکھا..... کیا ہوا..... درپن..... پوجا نے درپن کو اداس ملول دروازے میں کھڑے دیکھا..... جھگڑا ہو گیا..... اس طرح کیوں رو رہی تھی..... پوجا نے سبزی کی ٹوکری ایک طرف رکھتے اپنے بکھرے بالوں کو درست کیا۔

میرے خیال میں رتی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ وہ اپنے اداس حواس مجتمع کرتے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... کس قیامت کی بات کر رہے ہو..... پوجا اندر آتے بولی۔

اس نے سن لیا ہے کہ ماما اس کی شادی گوتم سے کرنا چاہتی ہیں۔ درپن نے کہا۔

ٹھیک ہے..... مایا سے مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ ..... وہ بڑی افسردگی اور اضطرابی کیفیت کے ساتھ بولی۔

اس بات کا گوتم سے کیا واسطہ..... درپن نے کہا۔

ہے نا بیٹے..... ایک ٹینا ہی تو دیوی جی کی ہم پلہ ہے..... برہمن برادری میں ایسا ... ہے جو رتی کا سوال کر سکے..... پوجا جو ازل سے اچھی طرح سیوک رام کے اصولوں کو ...

... یہ لوگ بیٹی کا رشتہ باہر کبھی نہ کرتے تھے..... ان کا سنجوگ صرف اپنوں کے ہم ... لوگوں سے ہی بندھا ہوتا ہے۔ دولت ان کے گھر کی لونڈی ہے..... ہر رات ان کی دیوالی ہوتی ہے.....

ماں..... کیا سوچنے لگیں..... درپن نے کہا۔

یہ سوچیں اب جیون کے ساتھ ساتھ چلیں گی..... رتی نے اپنی محبت کے جال میں الجھا کر باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں چھوڑا..... ہم ایسے قفس میں گرفتار ہیں جہاں سے نکلنا دشوار ہے..... اور وہ خاموش نہ جانے کہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ خود کلامی کرتی رہیں..... بہت دیر دونوں حالات کا تانا بانا بنتے رہے..... رتی سے دونوں شدید محبت کرتے تھے۔ لیکن نوعیت جدا جدا تھی۔ درپن اپنی محبت کے اظہار کے لئے لب بستہ ضرور تھا لب کشائی سارے حالات کو زیروزبر کر سکتی تھی..... وہ سن چکا تھا کہ ہندو مسلم ایک دوسرے کے متر نہیں ہو سکتے..... وہ بلند خان کا بیٹا تھا..... اس کی تصدیق عرصہ ہوا سیوک رام اور لالہ کامیت رائے نے کر دی تھی..... اس پر طرہ یہ کہ بھون سنگھ نے اس کی صورت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بلند خان کشمیری کا بیٹا ہے..... یہ وجہ تھی جو بابا سیوک رام اسے کشمیر چھوڑنے کو کہتے تھے..... اب جبکہ کشمیر چھوڑ دیا ہے تو اس نئی مصیبت نے گھر دیکھ لیا ہے۔ گوتم اس کے حواس شکستہ کرنے ہر دوسرے تیسرے دن محل میں آ جاتا تھا..... ماما کا رویہ بھی پہلے سے کہیں نرم اور شفقت آمیز تھا۔ وہ محبت کے ایسے مقام پر کھڑا تھا جہاں سے وہ اپنی چاہت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لب بستر دل ویراں کے نہاں خانے میں محبوب کی تصویر سجائے پوجا کئے جا رہا تھا..... وہ خیالات کے دشت کو عبور کرتے کرتے نہ جانے کہاں پہنچ گیا.....

پوجا کی روح لرز گئی..... ماضی فلم کی ریل بن کر اس کے سامنے گھوم گیا..... بلند خان کا خوبصورت ہیولہ جیسے تاج محل حسن و وجاہت میں یکتا..... وہ خان حویلی میں دلہن بنی پھولوں کی نازک سیج پر گھونگھٹ کی اوٹ میں وسیع و عریض خوبصورت آرائشی ڈرائینگ روم سے ملحقہ کشادہ خواب گاہ کو دیکھ رہی تھی جو بلند خان کی خواب گاہ تھی..... بلند خان کشمیر کا معزز ترین انسان تھا..... لاکھوں کا مالک اور لاکھوں ایکڑ اراضی کا واحد ذمہ دار..... اس کے کئی سیبوں اور انگوروں کے باغات تھے۔ کشمیر میں اس کا بڑا نام تھا..... وہ زبردست حریت پسند تھا..... جب سے اس نے مجاہدین کے ساتھ مل کر آزادی کا نعرہ بلند کیا تھا۔

ہندو ملٹری اس کی جان کے درپے ہو گئی تھی۔ اسی دشمنی کی وجہ سے بھون سنگھ نے اس گھر پر حملہ کر کے اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی اور بہن کو شہید کر دیا تھا۔ اس شادی کو چند سال ہی ہوئے تھے..... درمیان میں یہ بات ٹھنڈی پڑ گئی تو اس کی ماں شاہ بانو نے مشورہ دیا.....

بلند بیٹے..... کب تک تنہا رہو گے..... شادی کر لو..... بوڑھی ماں کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کی مضبوطی کو جان چکا تھا کہ ماں اب بھی اس کا گھر آباد کرنا چاہتی ہے اور اس آنگن میں پھول کھلانا چاہتی ہے..... لیکن یہ ماں کی خام خیالی تھی..... ماں نے پھر کہا..... بیٹا..... میری بات کا جواب دو..... پھر نہ جانے کب ملاقات ہو..... شاہ بانو بڑے عاجزانہ انداز میں بولیں..... ان کے الفاظ میں خواہش حد درجہ تھی

اماں..... کیا جواب دوں..... کچھ نہیں سوجھتا..... بلند خان بے بس نظر آ رہا تھا۔

ایسا مت سوچو بیٹا..... میری بات مان لو..... زرغونہ اچھی لڑکی ہے..... اور پروشہ کی بہن ہے..... شاہ بانو نے بلند خان کو زرغونہ کی طرف مائل کرنا چاہا۔

اماں..... میں ایک سپاہی ہوں..... اپنے وطن کے لئے جان، مال اور خاندان کی بازی لگا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں..... حالانکہ میں پروشہ سے بھی شادی کے حق میں نہیں تھا..... بلند خان حد درجہ ملول ہو گیا.....

خدا عذاب نازل کرے ان بھارتی بھیڑیوں پر..... میری بہو اور بیٹی کو کس بے دردی سے قتل کیا..... اے میرے خدا غرق کر ان کو..... مظلوم کی داد رسی تو ہی کرنے والا ہے..... وہ پروشہ اور اپنی بیٹی کی یاد آتے ہی رونے لگیں.....

اماں..... حوصلہ کریں..... آزادی ان معصوم جانوں کے خون سے لکھا جانے والا نغمہ ہے۔ یہ قربانیاں رنگ لائیں گی..... باہر گولہ پھٹنے کی آواز آئی اور بلند خان تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

بیٹھے رہو..... جب تک مجھے کوئی مثبت جواب نہ دو گے..... تمہیں نہیں جانے دوں گی..... ماں کے حکم کے سامنے وہ سر تسلیم خم کر چکا تھا.....

کہیئے..... وہ محبت سے ماں سے بولا۔

زرغونہ سے شادی کر لو..... وہ ایک دم بولیں.....

ٹھیک ہے کر لوں گا..... باہر والا دروازہ زور زور سے بجنے لگا..... خدا حافظ اماں.....

...ہاں..... وہ بڑی سرعت کے ساتھ دیوار پھلانگ گیا.....

...کہاں ہے..... بلند خان؟..... ہم نے اس رات کی تاریکی میں ادھر آتے دیکھا ہے۔ ...افسر نے شاہ بانو سے کہا.....

...تم جھوٹ بولتے ہو..... ایک عرصے سے میں اپنے بیٹے کی صورت کو ترس رہی ہوں..... میرے سارے خاندان کو تم نے مار دیا..... اب کیا..... وہ آنسو بہاتے بولیں۔

تقریر نہ کرو..... بلند خان کہاں ہے..... وہ ملٹری افسر چلا کر بولا۔

مجھے نہیں معلوم..... ساری حویلی میں تلاش کر لو..... مل جائے تو لے جانا..... وہ حوصلے اور صبر سے گویا ہوئیں۔

...ملٹری افسر نے سپاہیوں کو ساری حویلی کو اپنی نگرانی میں لے کر ہر کمرے میں ...طرح چھان بین کرنے کے بعد وسل کی۔

NO SIR..... کچھ نہیں..... وہ مظلوم اور بے بس عورت دیکھتی رہ گئی.....

...ملٹری افسر بوڑھے ملازم کو دھکیل کر چلے گئے..... اور جاتے ہوئے نوجوان ملازم کو ...مار دی۔ شاہ بانو ان کے جانے کے بعد سجدے میں گر گئیں اور بلک بلک کر خدا سے ...ی کے لئے دعا مانگنے لگیں۔

اے خدا..... کشمیر آزاد کر دے..... بھارتی بھیڑیوں کے تسلط سے کشمیر آزاد کر ...اللہ ہماری سن لے..... اے خدا..... وہ روتی جاتیں تھیں..... حویلی کے ملازم ...روح فرسا منظر کو دیکھتے اور خود بھی اپنے رخساروں سے آنسو صاف کرتے رہے۔

پھر ایک دن رات کے پچھلے پہر بڑی ہی خاموشی اور اسراریت کے ساتھ زرغونہ اور بلند ...کا شاہ بانو اور وفادار ملازم حسین کے سامنے نکاح پڑھوا دیا گیا..... سب خوشیاں تاریکی ...اب کر رہ گئیں..... رات کے چند پہر گزار کر بلند خان اپنی مخصوص راہداری سے ...صت ہو گیا..... اس کے بعد چند ہی بار آیا ہو گا کہ ملٹری کو خبر ہو گئی کہ رات کی تاریکی ...بلند خان آتا ہے..... وہ رات کس قیامت کی رات تھی جب اچانک ایک سال بعد حویلی ...باہر نکلتے ملٹری نے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا..... آخری سانسوں کے درمیان اس نے اپنی ...کو آنے والے وفادار ہندو ملازم کالو ناتھ کو رکتے رکتے کہا..... زرغونہ اور بچے کو سیوک ...م کے پاس لے جاؤ..... وہ اس کی حفاظت کرے گا..... اور اس کے ساتھ ہی اس نے دم

اور کالوناتھ حویلی میں پہنچا..... ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر طرف دردناک آہوں
سینہ چھلنی کر دیا تھا۔ اتنے ہنگامے کے باوجود بھی سناٹا تھا۔ حویلی کا صحن خون سے لت پت
تڑپتے ملازم سسک سسک جان دے رہے تھے..... شاہ بانو نے سینے سے نکلتے خون کو ا
سے دبایا اور جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ کالوناتھ نے بچے کو اٹھایا اور گرتا پڑتا
سے نکل گیا..... زرغونہ دیوانہ وار عزت بچا کر کالوناتھ کے تعاقب میں بھاگی.....
رات کی ڈراؤنی خوفناک دہشت زدہ تاریکی میں وہ راستہ کھو گئی۔ قدم قدم پر دل دہلا دینے
شور..... ایک خوفناک عفریت چنگھاڑتے پھنکارتے اژدھوں کی طرح اس کا تعاقب کر
تھی..... چاروں جانب گھپ اندھیرا اور ہواؤں کا شور..... خزاں رسیدہ پتوں
چرمراہٹ..... وہ سہا دینے والے دھماکوں کے شور سے چھپتی چھپاتی گھنی جھاڑیوں میں
لیتی۔ ایک مسجد میں داخل ہوئی..... اس وقت صبح پانچ کا عمل تھا..... حافظ صاحب
نوجوان کشمیری لڑکی دیکھ کر حیران ہوئے۔

بیٹی تم کون ہو.....

حافظ جی..... میں بلند خان کی بیوی ہوں..... خدا کے لئے مجھے کچھ دن پناہ دے دیں
..... وہ گڑگڑا کر بولی۔

بلند خان..... آؤ آؤ بیٹی..... محفوظ تو یہاں کوئی کشمیری نہیں..... آجاؤ اندر...
دیکھو..... کسی کو علم نہ ہو..... وہ اسے ڈرتے ڈرتے اندر مسجد میں لے گئے.....

بلند خان کو مار دیا ملٹری نے..... وہ گہری سانس لیتے بولے

جی..... میرے سارے خاندان کو قتل کر دیا ہے..... میرا بچہ..... وہ سسک
.....

حوصلہ کرو..... صبر سے کام لو بیٹی..... میرے دو جوان بیٹوں کی لاشیں کل ملٹری
نے میرے سامنے مثلہ کی ہیں..... دیکھو میں زندہ ہوں..... زرغونہ نے بالوں کو درست
کیا.....

بابا..... اب کیا ہوگا..... میں کہاں جاؤں گی..... جینے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔
بڑے کرب سے بولی۔

خدا خود ہی راستہ بنا دے گا..... تم چند دن میرے گھر میں رہو..... لیکن معلوم نہ
.....

اور وہ چند دن حافظ کے گھر تنہائی کا زہر چاٹتی رہی..... ایک دن ہاتھ میں اخبار پکڑے
حافظ جی نے کہا۔

بیٹی..... یہ اشتہار ہے۔ اس میں سیوک رام کی حویلی میں اس کے بچے کو ایک آیا کی
ضرورت ہے..... اگر چاہو تو تم وہاں نوکری کی کوشش کر لو برہمن ہے لیکن اچھا آدمی ہے
تمہاری عزت محفوظ رہے گی.....

ہاں..... ہاں..... میں وہاں آیا کی نوکری کر لوں..... پر..... وہ سوچنے لگی..... کیا
..... حافظ جی نے چونک کر کہا۔

ان کپڑوں میں کہاں وہ مجھے نوکری دیں گے۔ وہ اپنے گھیر دار فراک اور کاڑھی ہوئی
اوڑھنی کو دیکھ کر مایوسی سے بولی۔

غم نہ..... سفید ساڑھی تمہیں میں دوں گا..... میری بیوی جو ہندو عورتوں کی
ساڑھیوں پر چنٹ ڈالا کرتی تھی..... جب سے ہنگامے شروع ہوئے ہیں چند ساڑھیاں پڑی
ہیں..... وہ بڑے کرب سے بولے۔

اور آپ کی بیوی..... وہ بھی بیٹوں کے ساتھ چلی گئی..... دل کی مریض تو وہ تھی ہی
..... زرغونہ نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا..... کتنا دکھی ہے یہ انسان..... وہ اپنی بھیگی پلکیں
صاف کرنے لگی۔

اور پھر وہ پوجا بن کر احمد..... یعنی کہ درپن کی پرورش کرنے لگی..... آنسو لڑھک
لڑھک کر اس کے رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

پوجا ماں..... درپن بے چین و مضطرب قریب آ گیا۔ رو رہی ہیں آپ..... اماں
..... مجھے نہیں بتائیں گی..... وہ افسردہ صورت پوجا کے قریب آ گیا۔

کچھ نہیں بیٹا..... ماضی یاد آ گیا تھا۔ پوجا نے آنچل سے رخسار صاف کئے۔ کتنا دکھی ہے
ماضی..... مجھے بتائیں ماں..... میں دکھ سمیٹ لوں گا اماں..... وہ دو زانو پوجا کے قریب
بیٹھ گیا۔

نہیں ماں کی جان..... تیری موجودگی سے دکھ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ مسکرا دی۔
ماضی کو بھول جاؤ پوجا ماں..... میرے ہوتے کوئی دکھ آپ کے پاس نہیں پھٹکے گا.....
تو زندہ رہے..... یہ دکھ کیا چیز ہیں..... پوجا نے درپن کو بڑی محبت بھری نظر سے
دیکھا۔

اماں..... جھک کر درپن نے پوجاماں کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

ٹرن ٹرن..... باہر والے دروازے پر کال بیل کی آواز پر دونوں چونکے۔

کون :..... یہاں تو کوئی نہیں اس دروازے سے آیا میں دیکھتا ہوں..... وہ لپکا اور گیٹ کے پاس ایک بوڑھے سیاہ فام ہندو کو دیکھا.....

نمستے.....

نمستے..... درپن نے جواباً کہا۔

کس سے ملنا ہے آپ کو۔ درپن نے کہا۔

اپنی ماتا کو کہو کہ کالوناتھ آیا ہے..... وہ بولا۔

ٹھیک ہے۔ وہ اندر چلا گیا۔

پوجاماں..... کوئی کالوناتھ ہے..... آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

کالوناتھ..... وہ سہمی سی بولی..... درد کی ایک ٹھیس اٹھی..... اور تڑپ اٹھی

ہاں..... ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ..... میں آتی ہوں..... وہ بولی۔

اور ساڑھی درست کرتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کالوناتھ..... وہ عالم میں وہیں رک گئی۔

درپن حیرت زدہ سا کھڑا رہا۔

ہاں..... چھوٹی بی بی..... پرنام..... پرنام..... کالوناتھ بڑے ادب سے بولا۔

کالوناتھ..... تم..... کہاں تھے اتنے برس.....

میں بمبئی چلا گیا تھا..... جب آقا ہی نہ رہا تو رہنے کا کیا فائدہ میں تو اسی وقت ہی کشمیر چھوڑ گیا تھا..... کالوناتھ نے درپن کی طرف دیکھا۔

جانتے ہو..... یہ کون ہے..... پوجا نے کہا۔

محسوس تو ہو رہا ہے..... یہ وہی بچہ ہے جو میں رات کے سناٹے میں سیوک رام جی کو دے کر گیا تھا..... بھگوان نے کتنا سندر بنایا ہے اس کو..... بالکل آقا بلند خان جیسا.....

درپن نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے کالوناتھ اور پوجا کو دیکھا..... یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔

پوجا نے ایک بریف کیس کو دیکھا جو کالوناتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا۔

یہ آپ کی کچھ چیزیں جو میں بعد میں سمیٹ کر لایا تھا..... میرے پاس پڑی تھیں.....

کیا ہے..... پوجا نے لپک کر بریف کیس پکڑا.....

چھوٹی بی بی..... میں نے وفا کی آتش پرستی میں کمی نہیں آنے دی۔ آج موقع ملا تو چلا آیا.....

کالوناتھ..... تم بڑے پوتر ہو..... تم جیسا وفادار انسان کہاں ہوگا۔ وہ بڑی احسان مندی سے دیکھنے لگی.....

صاحب زادے آپ کھولئے..... آج اس راز سے پردہ بھی اٹھ جائے تو اچھا ہے۔ کالوناتھ نے درپن سے کہا۔

درپن حیرت واستعجاب کے عالم میں بڑھا..... اور بریف کیس کھول دیا۔

ارے..... ایک دم دیوانہ وار اس میں پڑی ہوئی بلند خان اور زرغونہ کی عروسی تصاویر نکالی۔

اماں..... آپ..... یہ آپ کی تصویر ہے..... اور یہ بلند خان..... اور..... میں کون ہوں..... آپ بتایئے..... میں کون ہوں..... وہ تڑپ کر کالوناتھ کے قریب چلا گیا۔

آپ..... بلند خان کے بیٹے ہیں..... اور چھوٹی بی بی..... جسے پوجا کہتے ہیں..... بی بی زرغونہ ہے..... آپ کی حقیقی ماتا..... آپ میری ماں ہیں..... اور میں بلند خان کا بیٹا ہوں..... وہ چلا اٹھا..... اور بے ساختہ پوجا کو لپٹا لیا۔

ہاں بیٹے..... میں تمہاری حقیقی ماں..... تمہیں جنم دینے والی..... اور بلند خان تیرا باپ ہے..... میرا بچہ ہے..... میرا بیٹا..... میرا جگر، میرے دل کا ٹکڑا..... بے چین ہو کر پوجا نے درپن کی خوبصورت پیشانی کو چوم لیا۔

آپ نے ابھی تک مجھ سے چھپائے رکھا..... لیکن آپ کی محبت سے مجھے کبھی کبھی یہ گمان ہوتا تھا کہ کیا واقعی پوجاماں میری ماں نہیں ہے۔

میرے بیٹے..... تیری محبت ہی تو چلتی تلواروں کے سائے میں مجھے یہاں لے کر آئی تھی..... بھگوان سیوک رام کو شانتی دے۔ وہ دل سے بولی۔

چھوٹی بی بی..... اپنی امانت دیکھ لیں..... میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں..... کالوناتھ بولا۔

دیکھ لوں گی..... تم بیٹھے رہو..... رات کا کھانا کھائے بغیر تم نہیں جاؤ گے۔ وہ اپنائیت سے بریف کیس میں رکھی تصاویر اور زیورات کو الٹ پلٹ کرتے بولی۔ دل دکھ اور

کرب سے شگفتہ اور پلکیں آنسوؤں سے بوجھل.....

درپن نے ایک بڑا فریم اٹھا کر بغور دیکھا اس میں زرغونہ دلہن بنی بلند خان کے پہلو بیٹھی تھی۔

نگاہوں نے اس تصویر کو چوم لیا..... میں بلند خان کا بیٹا ہوں۔ بڑے تفاخر سے اس نے دیکھا۔ پوجا زیورات دیکھ رہی تھی..... کالوناتھ..... وہ بولی.....

جی بی بی۔ کالوناتھ بیٹھے بیٹھے چونکا۔

یہ لو..... اس زیور کو اپنی بیٹیوں کو پہنا دینا..... میرا خیال ہے تمہاری بیٹیاں تو ہوں گی۔

بیٹی تو میری ایک ہے..... بی بی..... یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔ وہ پوجا کے ہاتھ سے زیورات پکڑے دیکھ کر بولا۔ بس تم نہیں بولنا..... یہ لو..... وہ سونے کے دو سیٹ جو کہ بیش کئی ہزار کے ہوں گے کالوناتھ کو پکڑاتے بولیں۔

بی بی..... یہ آپ کیا کر رہی ہیں..... اتنا زیور..... وہ سکتے میں آ گیا۔

تمہاری محبت و وفا کے آگے تو یہ سب ہیچ ہے..... میں تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں..... اس لئے تمہیں لینے ہوں گے۔ وہ میز پر اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

بی بی..... یہ بہت زیادہ ہیں..... صاحب زادے منع کیجئے نا بی بی کو وہ درپن سے التجا کرنے لگا۔

کوئی بات نہیں..... آپ رکھ لیں..... اماں کے پاس بہت ہے۔ درپن نے قریب سے چمڑے کا بیگ اٹھایا..... یہ ٹھیک ہے..... کالوناتھ اس میں رکھ لو!.... درپن نے خود ہی زیورات اس میں ڈال دیئے۔

اماں ..... آپ کھانے کا بندوبست کریں ..... پھر جی بھر کے بابا کی باتیں کریں گے..... درپن اداس ہو گیا۔

ٹھیک ہے..... دو دن رہو میرے پاس..... جانا ہی ہے..... وہ جاتے جاتے بولیں۔

دیوی جی کو پتہ نہ چل جائے۔ کالوناتھ خوفزدہ ہو گیا۔

انہیں کون سا یاد رہا ہے..... پھر ادھر وہ بہت کم آتی ہیں۔ پوجا تسلی دیتے باہر نکل گئی۔

رام جی تو عدم سدھارے..... دیوی جی کا کیا حال ہے۔ کالوناتھ کو افسوس ہوا۔

بیمار رہتی ہیں..... بابا کے بعد ان کو چین نہیں آیا۔ درپن نے کہا۔

رام جی بڑے پوتر تھے..... میں جب آتا..... مجھے ضرور انعام سے نوازتے..... وہ یاد کر کے بولا۔

میرے جیون میں سارے رنگ بابا نے بھرے ہیں..... کیا بات تھی ان کی..... درپن نے سیوک رام کو دل سے یاد کیا۔

واقعی درپن جی..... بلند خان بہت اچھے آدمی تھے..... کالوناتھ نے کہا۔

کالوناتھ..... تھوڑی دیر کے بعد پوجا اندر آتے بولی۔ کالوناتھ نے آنکھیں اٹھائیں

آخری وقت تم نے حویلی دیکھی تھی۔ وہ بڑے کرب سے کالوناتھ کو دیکھ کر بولی۔

ہاں جی..... میں چھپتے چھپاتے گیا تھا..... حویلی کو تالا لگا کر چابی رام جی کو دے دی تھی.....

پچیس سال گزر گئے ہیں..... خاک اڑ رہی ہو گی..... پوجا حد درجہ ملول ہو گئی.....

حویلی کو چھوڑیئے..... کاش بابا زندہ رہتے..... وہ بڑے دکھ سے بولا۔

بھگوان جو چاہیں کریں..... انسان کا کوئی دوش نہیں ہے..... کالوناتھ نے کہا۔

بہت دیر یوں ہی ادھر ادھر ماضی کی باتیں ہوتی رہیں..... تینوں ہی افسردہ رہے۔

کالوناتھ درپن اور پوجا کے اصرار پر چند دن رہا پھر واپس بمبئی چلا گیا.....

☆ ○ ☆

درپن..... پوجا نے ساڑھی کے پلو سے ہاتھ پونچھتے درپن سے کہا۔

جی اماں..... وہ فائلوں میں الجھا ہوا ایک دم چونکا۔ کالو ناتھ کس قدر اچھا آدمی تھا

پوجا حیرت سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

ہاں اماں..... اچھے اور برے تو ہر قوم اور مذہب میں لوگ ہیں..... لیکن

مذہب کے حوالے سے تو یہ آدمی بہت ہی اچھا نکلا..... پوجا نے کہا۔

کوئی دھرم برائی کی ترغیب نہیں دیتا..... پاپ تو ہر انسان کا خود کردہ فعل ہے اماں

ہوں..... پوجا خاموش رہی۔

چند سیکنڈ ماحول پر سکون رہا..... پوجا نہ جانے کیا سوچتی رہی..... بغور اس

درپن کے خوبصورت چہرے کو دیکھا..... جس پر ہمیشہ سے بلند خان کی شبیہہ جھلکتی تھی۔

اماں..... کیا دیکھ رہی ہیں۔ وہ بولا۔

تم میں تیرے پتا کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ غمگین سی ہو گئی۔

کیسا تھا میرا پتا..... تصویر تو اب میں نے دیکھ لی ہے۔ درپن کی آنکھوں سے روشنی

پھوٹ رہی تھی۔

بالکل تیری طرح..... تو آئینے کے سامنے اپنے آپ میں اپنے پتا کو دیکھ لے.....

پوجا نے آنکھیں صاف کیں۔

ایسا تھا میرا باپ..... وہ ایک دم اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

بالکل تیری طرح... بھگوان نے تجھے ان کی طرح بنانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی

..... وہ کھڑی ہو گئی.....

بیٹھیں نا اماں..... اور باتیں کریں..... وہ پوجا کو شانوں سے پکڑ کر بٹھاتے

بولا.....

نہیں..... آج مندر جاؤں گی..... بہت دن ہو گئے ہیں..... وہ ساڑھی کا آنچل

مت کرتے بولی۔

مندر..... اماں مسجد کیوں نہیں..... اب تو ہم..... تم ٹھیک کہتے ہو..... ہم اس

بھی مسلمان تھے..... جب میں تمہاری وجہ سے محل میں آئی تھی۔ وہ ایک دم

کاٹ کر بولی۔

پھر..... وہ چونکا۔

پھر..... اس بات کو چھپائے ہی رکھا..... اور وہ ہی ہندو طریقہ اپنا لیا..... مبادہ

کھل جانے پر یہ لوگ مجھے تم سے جدا نہ کر دیں..... پھر بھگوان اسے جہنم رسید کرے

..... وہ کون ہے..... بھون سنگھ..... جانی دشمن ہے ہمارا..... سوچنے کے بعد ذہن

دردیتے بولی.....

اماں..... اگر کہیں تو رتی کو بتا دوں..... کہ آپ میری ماں زرغونہ ہیں۔ وہ مسرت

انداز میں پوجا کو اپنے حصار میں لے کر بولا۔

نہ..... بیٹا..... یہ..... نہ کرنا..... لکشمی دیوی کی دفن شدہ نفرت کہیں پھر نہ سر

اٹھا لے..... اب تیرا دکھ نہیں دیکھا جائے گا..... بیٹا..... درپن نے کہا۔ پوجا کی

آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ جس میں التجا بھی تھی..... اور راز کو خفیہ رکھنے کی

درخواست بھی..... اس کی ممتا تڑپ رہی تھی.....

نہیں اماں..... آپ بے فکر رہیں..... کیا ضرورت ہے..... میں نے تو رتی کے

سامنے میں یونہی کہہ دیا تھا۔ وہ پوجا سے معذرت خواہ تھا۔

رتی معصوم اور ناسمجھ ہے..... انجانے میں اس سے بات نکل بھی سکتی ہے۔ ٹھیک

..... میرا خیال ہے آرہی ہے..... وہ صحن میں دیکھ کر بولا۔

رتی پیلی اوڑھنی لہراتی ادھر ادھر دیکھتی آرہی تھی.....

اماں..... یہ پاگل ہے..... اس کی بات کا یقین نہ کریں..... دیکھ لوں گا.....

چور..... چور..... ایک تو چوری اور پھر سینہ زوری..... وہ بلند آواز میں رتی کو

کے لئے بولنے لگا..... پوجا نے ہلکی سی مسکان کے ساتھ اندر آتی رتن کو دیکھا

پوجا اماں..... یہ مجھے کہہ رہا ہے..... کیا چرایا اس کا میں نے..... میں تو بس

چلی جاتی ہوں.....

اس سے پوچھو بیٹا..... میں کچن میں جارہی ہوں.....

درپن منہ بسورے کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ درپن..... کیا گم ہو گیا تیرا..... درپن کے پاس آکر بڑے نرم لہجے میں دریافت کرنے لگی۔

کیا گم ہو گیا..... تو تو نے توبرباد کر دیا..... کچھ نہیں چھوڑا میرے پاس..... کچھ لوٹ کے لے گئی..... وہ جھگڑالو انداز میں بولا۔ ادھر کچن میں پوجا ہنس دی۔

ہیں..... ہائے رام قسم..... میں نے تو تیری کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا یوں بیٹھی..... یوں چلی گئی.....

اچھاجی..... جھوٹ تو کوئی آپ سے سیکھے..... ہاتھ لگایا..... تو چھین کے لے گئی ہے..... کچھ نہیں رہنے دیا میرے پاس..... سب اڑا کر لے گئی..... بس خالی پنجرہ..... وہ فضا میں ہونٹوں سے پھوٹنے والی ہنسی کو دباتے انگلیوں کو لٹکا کر ہلاتے بولا۔

بکواس تو کرو..... کیا چرایا ہے..... مجھے بھی پتہ تو چلے..... وہ گرم ہو گئی.....

تو نے..... بتاؤں..... وہ بولا۔

ہاں ہاں..... جلدی بتاؤ..... درپن نے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر رتن کو بہت قریب کر لیا..... سنو.....

وہ اپنے ہونٹ اس کے کانوں کے پاس لے گیا۔

اب بولو بھی..... وہ انداز خود سپردگی کے عالم میں اس کے قریب ہو گئی۔

میرا دل..... اس کے ساتھ ہی درپن نے اسے پوری طاقت سے بھینچ لیا۔

ہائے رام، درپن..... وہ درپن کے سینے میں ہی منہ چھپا کر لاج سے دوہری ہو گئی

رتو..... تو نے مجھے اپنا بھی نہیں رہنے دیا..... مجھ سے مجھے چھین لیا..... تو براہے..... وہ ہنس دی.....

بس یونہی ہنستی رہا کرو..... تیرے چہرے پر اداسی اچھی نہیں لگتی..... درپن نے بڑے ہی پیار اور چاہت کے ساتھ رتن کے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹایا اور پاس کرسی پر بٹھا دیا۔

درپن..... کیا تو مجھے اتنا چاہتا ہے۔ وہ حیرت زدہ سی مسکرا دی۔

تجھے یقین نہیں آتا۔ وہ بولا۔

یقین تو ہے..... لیکن..... اتنی چاہت..... کبھی دیکھی نہ سنی..... وہ ہنس دی

..... اب دیکھ لینا..... سن تو لیا..... وہ آگے جھک کر بولا.....

ہاں..... درپن..... تمہیں کیا بتاؤں بچپن سے ہی تمہاری محبت نے میرے من میں جگہ لے لی ہے..... تیرے بنا من کو شانتی نہیں ملتی۔ وہ چاہت بھری نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈال کر بولی۔

دیکھو رتی..... محبت مجھے ہی کرنا..... یہ مت دیکھنا کہ میں کون ہوں..... وہ جیسے بے بس ہو گیا۔

مجھے صرف درپن چاہئے..... تم جس کے بھی ہو..... میرے ہو..... وہ بڑے ہی خلوص انداز میں درپن کے ہاتھ کو دبا کر اپنی آنکھوں کو لگا کر بولی..... پوجا چائے لے لی تھی۔

درپن نے ایک دم اٹھ کر ٹرے پکڑلی..... اماں آجایئے..... وہ ٹرے رکھتے ہوئے بولا۔

آرہی ہوں بیٹا..... پوجا باہر چلی گئی۔

میرا خیال ہے تیرے پسند کی ضرور کوئی چیز بنی ہو گی۔ وہ آتی پوجا کو دیکھ کر بولا۔

لو بیٹی..... تمہارے لئے..... ڈش پکڑاتے پوجا نے کہا۔

سموسے..... اور وہ بھی بھرے ہوئے..... اور اور چٹنی..... وہ چٹخارے دار منہ بنا واپس ڈش پکڑ کر بیٹھ گئی۔

تینوں پاس پاس بیٹھ گئے۔ اور مزے مزے کی باتوں کے ساتھ چائے ختم ہو گئی.....

جب سونیا اور ٹینا کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو ایک دن لکشمی دیوی نے سنتوش سے ملنا مناسب سمجھا..... وہ سفید ساڑھی سیاہ جوتے میں ملبوس اپنے بڑے دراز بالوں کا خوبصورت سا جوڑا بنائے سنتوش کے ہاں روانہ ہو گئیں۔ آج انہوں نے اکیلے ہی جانا بہتر سمجھا..... شاید بچوں کے سامنے کھل کر بات نہ ہو سکے۔

بیٹھتے بھیا..... وہ صوفے سے اٹھتے ایک دم بولی.....

سکھی رہو..... سنتوش نے بڑے کرب ناک انداز میں لکشمی دیوی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

اب سکھ مجھ سے روٹھ گئے ہیں بھیا..... میرا سب سکھ چین رام جی لے گئے ہیں

..... لکشمی دیوی نے عینک ہٹا کر آنکھیں صاف کیں.....

جیجا جی سیوک رام کو بھگوان لے گئے..... جنہیں ہم روک نہ سکتے تھے.....
دوش بھی کیا تھا ان پر..... سنتوش پاس بیٹھتے خاصا غمزدہ لگنے لگے تھے۔

بس یہی چنتا لگی رہتی ہے..... اس بڑے سنسار میں اکیلی رہ گئی ہوں..... وہ
ب سے بولیں۔

اپنے آپ کو مت اکیلی جان سمجھو..... تیرا بھائی تیرے ساتھ ہے..... تمہیں
ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... دل کی بات کہہ نہ مجھ سے..... وہ بڑی چاہت
لکشمی دیوی کو دیکھ کر بولے۔

اسی لئے تو آئی ہوں..... لکشمی دیوی بولیں۔

رتی کو نہیں لے کر آئی..... وہ چونکے.....

اسے بتائے بغیر آئی ہوں.....

کیوں؟.....

اس لئے کہ اس کے روبرو کھل کر بات نہ ہو سکے گی..... ضروری مشورہ کر
..... لکشمی دیوی نے ٹیک لگالی۔

ٹینا ایک دن آئی تھی..... سنتوش نے لکشمی دیوی کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

پھر تو آپ کو ساری بات کا علم ہو گیا ہوگا۔ لکشمی دیوی چونکیں۔

ہاں..... لیکن میں تمہاری زبانی سننا چاہتا ہوں..... سنتوش نے کہا۔

بھیا..... بھابی اُشا کہاں ہیں..... آئی نہیں ہے..... لکشمی دیوی حیرت زدہ
میں بولیں۔

کویتا سے ملنے گئی ہے..... رگو کی موت کا کویتا پر زیادہ اثر ہو گیا ہے.....
سنتوش نے کہا۔ رگو کو تو شراب نوشی نے مارا ہے۔ زیادہ پی کر اس کے اعصاب
ہو گئے تھے۔

رام..... رام..... لکشمی دیوی نے انتہائی نفرت سے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

کویتا تو یوں لگتا ہے جیسے مرگھٹ کی راکھ ہو..... موت کی منتظر ہے جیسے
بولے۔

کیسی ہے..... بیمار رہنے لگی ہے۔ لکشمی دیوی بولیں۔

بیمار..... وہ تو ستر سال کی عورت نظر آتی ہے..... پہچانی نہیں جاتی..... سنتوش
افسوس ہو رہا تھا۔

ہائے رام..... دکھیاری مُورکھ ناری..... اسے بھی مرد کی بے وفائی مار گئی.....
مت..... مردوں کے ہی دکھ ہیں..... لیکن نوعیت جدا جدا ہے۔ لکشمی دیوی اداس
میں بولیں۔

اچھا..... بات کرو..... دکھ سکھ تو جیون کے ساتھ ہی چلتا ہے..... وہ بات کا رخ
بولے۔

میں تو آپ کے پاس آئی تھی کہ اب میں کیا کروں..... راجکمار نے بدنام زمانہ
ت سے شادی کر کے مجھے آپ سے بھی شرمندہ کروایا..... لکشمی دیوی نے بغور
ش کو دیکھا۔

مجھ سے..... راجکمار کا اپنا فعل ہے..... تمہارا اس میں کیا دوش..... وہ حیران ہو
لے

میں اس کے لئے شیتل چاہتی تھی..... شیتل میرے من کی سیوا تھی..... لکشمی
افسردہ ہو گئیں.....

ایسا مت سوچو..... تمہارا کوئی اور بیٹا ہوتا تو شیتل اس کی دلہن بنتی..... بھگوان کو
منظور تھا..... کوئی وشواش من میں لانے کی ضرورت نہیں۔ سنتوش کھلے دل کے
تھے۔

آپ نے شما کر دیا نا..... وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولیں
او ہو..... لکشمن..... ہمارے من میں تو ایسی کبھی سوچ بھی نہیں آئی.....
معلوم ہے میرا پریوار وسیع القلب اور کثیر النظر ہے..... وہ ہنس دیئے.....
بھائی..... وہ خوش ہوتے بولیں۔
بالکل سچ..... تم کسی قسم کا فکر نہ کرو..... ہماری محبت تمہارے لئے جوں کی توں
وہ بےلوث انداز میں بولے۔

Thank You..... بہت شکریہ بھائی..... مجھے فخر ہے اپنے بھائی پر..... وہ
کے لازوال دیئے اپنی آنکھوں میں روشن کرتے بولیں۔
خوش رہو..... تمہارے بھیا کی یہی آشا ہے۔ وہ مسکرا کر لکشمی دیوی کے سر پر

ہاتھ رکھتے بولے۔

لکشمی دیوی نے ہاتھ پکڑ کر آنکھوں کو لگالیا۔ میرے پاس ٹینا آئی تھی۔

وہ ملازم کو دیکھ کر بولے جو انتہائی قیمتی ٹرالی میں انواع واقسام کی چیزیں رکھے چلا رہا تھا۔

رکھ دو بابا..... میں بناتی ہوں چائے..... لکشمی دیوی بوڑھے خانساماں سے ٹرالی ہینڈل پکڑ کر اپنے قریب کرتے بولیں۔

سکھی رہو..... بٹیا..... بوڑھا محبت سے دیکھتا باہر نکل گیا۔

چند لمحے دونوں خاموش رہے۔

لیجئے..... لکشمی دیوی نے کپ سنتوش کے سامنے رکھا..... اور دوسرا خود لے

کھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے.....

بھیا..... اب کہاں وہ وقت..... مجھ سے کچھ بھی نہیں کھایا جاتا..... لکشمی دیوی نے مسکراتے ہوئے معذوری کا اظہار کیا۔

کوئی بات نہیں..... ملازم پیک کر دے گا۔ سنتوش نے کہا اور لکشمی دیوی کھل کھلا ہنس دی۔

وہ بغور دیکھ کر افسردہ ہوگئے۔

بھیا..... کیا دیکھ رہے ہیں آپ۔ لکشمی دیوی کو حیرت ہوئی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بہن ہنستی کتنی اچھی لگتی ہے..... لکشمن..... تم خوش کرو نا..... ہو گیا سو ہو گیا..... سنتوش نے جیسے التجا کی۔

کیسے خوش رہوں بھیا۔ میرے جیون میں اب خوشی کہاں۔

ایسا مت سوچو..... اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ سنتوش نے کہا

میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... ٹینا گوتم کے لئے اسے مانگ رہی ہے ا رتی کے لئے بضد ہے..... لکشمی دیوی نے تشویش ناک انداز میں کہا۔

میرے پاس بھی ٹینا نے یہی کہا تھا کہ وہ گوتم کے لئے رتی ہی کو پسند کرتی ہے.....

ٹھیک ہے..... گوتم ہر لحاظ سے رتی کے ہم پلہ ہے۔ عزت دولت سب کچھ ہ ان کے پاس..... لیکن وہ خاموش ہو گئے۔

کیا مطلب..... آپ رک کیوں گئے۔ لکشمی دیوی کو کھٹکا..... سنتوش کے چہ

کیا نہ کہنے والی بات کی چھایا دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

رتی درپن سے زیادہ مانوس ہے..... بلکہ بچپن سے اب تک اس نے صرف درپن کو ا دیکھا ہے..... سنتوش نے جیسے لکشمی دیوی کے گوش گزار کرنا چاہا۔

یہی میں محسوس کر رہی ہوں..... کہیں رتی اور درپن ایک دوسرے کو پسند تو نہیں تے..... بلکہ وہ کرتے ہیں..... لکشمی دیوی نے سوچ کر کہا۔

میں نے رتی کی آنکھوں میں وہ چمک دیکھی ہے..... اس کی معصوم چھیڑ چھاڑ میں پن کی چاہت کا عنصر نکلتا ہے۔

میں بھی محسوس کرتی ہوں..... کہ رتی دلچسپی رکھتی ہے..... لکشمی دیوی اقرار سے کار نہ کر سکیں۔

درپن اچھا نوجوان ہے..... سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک..... سنتوش کھو سے گئے۔

وہ مسلمان بھی تو ہے..... اور ہندو مسلم کا میل نہیں ہو سکتا بھیا..... جیسے لکشمی ی کو درپن کے مسلمان ہونے کا افسوس ہوا ہو۔

یہی میں بھی سوچتا ہوں..... اگر درپن ہندو ہوتا تو رتی کا جوڑ تھا..... لیکن..... من..... سنتوش ایک دم چونک گئے.....

دیکھو..... درپن نے پرورش تو پوجا کی گود میں پائی ہے..... اس کا طرز تمدن سارا ا ہے.....

اس سے کیا ہوتا ہے بھیا..... بلند خان کو کون نہیں جانتا..... وہ باغی تھا..... اور ی ملٹری اس کی شکل وصورت سے آشنا ہے۔ لکشمی دیوی نے مجبوری ظاہر کی۔

لوگ جانتے ہیں کہ درپن بلند خان کا بیٹا ہے۔ سنتوش نے کہا۔

اور کیا..... ایک تو درپن کی صورت ہو بہو بلند خان سے ملتی ہے..... وہ عام نظر بلند خان کی شبیہہ ہی نظر آتا ہے..... میرا دل نہیں مانتا..... وہ مجبور سر کو انکار ہلاتے بولیں۔

پرابلم ہے..... تم رتی سے گوتم کے بارے میں بات کرو..... سنتوش نے کہا۔

ارتی ہوں کہ اگر رتی نے انکار کر دیا تو مجھے طیش آجائے گا..... اور ہماری بہن انکار کی عادی نہیں..... سنتوش نے ہنستے ہوئے لکشمی دیوی کی بات مکمل کر دی.....

جی ہاں..... وہ ہنس دیں.....

بھائی..... میرا خیال ہے میں رتی کی بجائے درپن سے بات کروں..... لکشمی دیوی نے ترکیب نکالی۔

ٹھیک ہے..... ایسا کر کے دیکھ لو..... درپن ضرور رتی کو سمجھا دے گا۔ سنتوش نے کہا۔

رتی اس کی بات بھی مانتی ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

کوشش کر لو..... ایک بات ہے..... درپن کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.. لیکن رتی کو کسی بھی رشتہ کے لئے مجبور ہرگز نہ کرنا۔ وہ خاموش کھڑی ہو گئیں.....

آپ کب آئیں گے..... بھابی اُشا کو لائیے کسی دن..... وہ جانے کے موڈ میں بولیں۔

رات کو چلی جانا..... رتی کو فون کر کے بلا لیتے ہیں..... سنتوش نے کہا۔

نہیں بھائی..... چلتی ہوں اب..... بچوں کا فون آیا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

ہاں..... شیتل اکثر فون کرتی ہے..... برطانیہ میں اس کی پسندیدہ یونیورسٹی داخلہ مل گیا ہے..... اجے بھی ٹھیک ہے۔ وہ بڑے تفاخر سے بولے

اچھا کیا..... بھگوان کی دیا سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گے دونوں بچے..... دیوی سنتوش کے ساتھ چلتے چلتے بولیں۔ گاڑی قریب آ چکی تھی..... ڈرائیور نے دروازہ کھولا..... اور لکشمی دیوی بیٹھ گئیں..... وہ سوچتے سوچتے واپس پلٹ آئے۔

لکشمی دیوی گاڑی سے اتر کر غلام گردش سے ہوتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل .....

ماما..... ماموں کے ہاں گئی تھیں..... مجھے کیوں نہیں ساتھ لے کر گئیں۔ وہ بو ہوئی لکشمی دیوی کے پاس منہ بسورتے ہوئے کھڑی ہو گئی.....

تمہارے ماموں سے ضروری بات کرنی تھی..... وہ ساتھ ساتھ چلتی ہوئی بولیں

میرے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ رتن نے کہا۔

نہیں بیٹا..... تمہارے سامنے کرنے والی بات نہیں تھی..... آج تو اُشا بھی تھی..... تمہارے ماموں اکیلے ہی تھے محل میں..... لکشمی دیوی جیسے صفائی پیش کر رہی تھیں۔

اُشا آنٹی کہاں تھیں۔

وہ کویتا سے ملنے گئی تھی..... شیتل اور اجے کے بغیر سونا سونا محل لگتا ہے۔ لکشمی دیوی اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں.....

رتی..... وہ پلٹ کر رتی کو پکاریں..... جو جا رہی تھی.....

جی ماما..... رتن چہرے کو موڑ کر بولی.....

میرے کمرے میں آؤ..... کہاں جا رہی ہو..... لکشمی دیوی نے ذرا تلخ انداز میں

درپن کے پاس ماما..... اس نے شام کو آنے کا کہا تھا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

نہیں جانا..... میرے کمرے میں آؤ..... تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

مجھ سے..... وہ تذبذب کے عالم میں لکشمی دیوی کے ساتھ اندر چلی گئی.....

بیٹھو..... لکشمی دیوی نے کہا۔

تمہیں معلوم ہے نا کہ میں بیمار رہتی ہوں..... وہ چند لمحے ٹھہر کر بولیں۔

علاج ہو رہا ہے نا آپ کا..... درپن کہتا تھا ماما بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔ وہ پریشان سی ہو گئی۔

ہاں..... علاج تو ہو رہا ہے..... لیکن روح کا گھاؤ کون مندمل کرے گا۔ وہ بڑے دکھ سے بولیں۔

کیوں ماما..... ایسی دل شکنی کی باتیں تو نہ کریں..... وہ بڑے مضطرب انداز میں لکشمی دیوی کے پاس بیٹھ گئی.....

میرے جیون کی دھوپ ڈھلتی جا رہی ہے بیٹی..... تیرے پاپا کی موت نے میرا اندر چھلنی کر دیا ہے..... چند برس بیت گئے..... پھر بھی یوں لگتا ہے چند سے کی بات ہو۔ ان کی روح میرے آس پاس ہی رہتی ہے..... لکشمی دیوی حد درجہ بکھری ہوئی لگ رہی تھیں..... یوں جیسے اپنے بدن کی کرچیں سمیٹ رہی ہوں..... جسم کا شیش محل ٹوٹ چکا ہو۔

پاپا کی یاد تو محل کے کونے کونے میں بکھری ہوئی ہے..... پاپا بھولتے نہیں ہیں۔ رتن ملول و پریشان ہو گئی۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ بولیں۔

کیا..... وہ ایک دم خوفزدہ ہو گئی۔

اس سے پہلے کہ میرے جیون کی شام ہو جائے..... تیرا گھر آباد ہو جائے۔ لکشمی دیوی نے معصوم سی رتن کو بغور دیکھا..... جس کا چہرا انتہائی دلکش اور جاذب نظر لگ رہا ہے..... وہ تر و تازہ گلاب کے پھول کی طرح نظر آرہی تھی..... اس کے رخساروں پر پھوٹنے والی شفق میں آکاش کا سورج ڈوبتا نظر آرہا تھا..... یوں جیسے کمرے کا ماحول الا گوں ہو جائے۔ کیا دیکھ رہی ہیں..... اپنی طرف گھورتی لکشمی دیوی کو پر سکون انداز میں دیکھ کر رتن نے کہا۔

کتنی پیاری ہے میری بیٹی..... بھگوان تجھے سکھی رکھے۔ لکشمی دیوی نے ہاتھ بڑھا کر رتن کے بالوں کو سنوارا.....

میں..... آپ کہتی ہیں نا..... اور وہ..... درپن جب بھی جھگڑا کرتا ہے... یہی کہتا ہے میں بہت بری ہوں..... لڑتی رہتی ہوں اس سے..... ماما وہ نصیحتیں بہت کرتا ہے۔ بس پنڈت مراری لال بنتا رہتا ہے..... اس کے ساتھ ہی وہ ہنس دی۔

وہ ضرور تمہیں کوئی اچھی بات ہی کہتا ہوگا..... لکشمی دیوی بھی ہنس دیں.....

کیا معلوم..... کیا کیا باتیں کرتا ہے..... رتن ہنس دی.....

آپ کیا کہنے والی ہیں ماما..... بتائیں نا..... رتن نے اصرار کیا۔

بیٹی..... میں چاہتی ہوں کہ تمہاری شادی کر دی جائے..... لکشمی دیوی ایک دم بولیں۔

شادی..... ہائے رام..... ماما..... وہ انگلیوں پر آنچل لپیٹتی کمرے سے بھاگ گئی۔

پگلی..... وہ اس کی معصومانہ ادا سے مسکراتی ہوئی اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ اور وہ جھٹ پٹ بھاگتی ہانپتی مغربی باغ کو عبور کرتی درپن کے پاس پہنچ گئی۔

ٹھک ٹھک..... پو جاماں دروازہ کھولو..... دیکھو..... واپس آگئی ہے رتی...

بھگوان بھلا رکھیں..... اپنے کمرے سے پو جا نے کہا۔ اور بھاگ کر ایک دم درپن نے دروازہ کھول دیا۔

رتی..... اتنی رات کو..... واپس آگئی..... کیا ہوا..... وہ رتن کو اپنے قریب کرتے بولا۔

اندر آؤ..... بتاتی ہوں..... وہ درپن کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

بڑی عجلت میں درپن نے دروازہ بند کیا اور لپک کر اندر داخل ہوا۔ جلدی بتاؤ کیا ... اس وقت کیوں آئی ہو..... ماما نے نکال دیا گھر سے..... اگر نکال دیا تو اچھا ہے..... آجاؤ میرے پاس..... وہ آخر شریر ہو گیا۔

درپن..... ماما نے کہا ہے..... کہ میں شادی کر لوں..... رتن سنجیدگی سے بولی۔

شادی..... کس سے۔ درپن کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

یہ تو نہیں بتایا..... ویسے ماما..... پریشان بہت ہیں..... درپن کی چھٹی حس بیدار ہو چلی تھی..... لیکن وہ ابھی زبان پر لانا نہیں چاہتا تھا..... وہ اندازہ تو لگا چکا تھا۔

رتی..... مجھے بتاؤ بیٹی۔ آخر بات کیا ہے..... پو جا اندر آتے بولی۔

درپن خاموش اسے دیکھ رہا تھا۔ قوت گویائی جیسے سلب ہو چکی ہو۔

پو جاماں..... ماما میری شادی کر دینا چاہتی ہیں۔ وہ آہستہ سے بولی..... جیسے لکشمی دیوی کا شکوہ کر رہی ہو۔

شادی تو ہر لڑکی کی ہوتی ہے..... اس میں ایسی پریشانی کی کیا بات ہے۔ پو جا درپن کو مردہ دیکھ چکی تھی۔

پو جاماں..... شادی ہو جائے تو لڑکی پیا کے ساتھ دوسرے دیس چلی جاتی ہے نا... وہ بولی۔

ہاں بیٹی..... ایسا ہی ہوتا ہے..... راجے مہاراجے بھی اپنی بیٹیاں گھر میں نہیں رکھتے..... سنسار کی ریت ہے بیٹی..... درپن خاموش کھڑا تھا۔

لیکن..... میں..... تو نہیں جا سکتی نا پو جاماں..... وہ درپن کو دیکھ کر بولی۔

کیوں؟ پو جا چونکی۔

درپن تو یہاں ہے نا..... اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں گی..... وہ درپن کے چہرے کو حسرت و یاس کا مرقع بن کر دیکھنے لگی۔ وہ بت بنا اسے دیکھتا رہا۔

درپن..... تمہارے پاس رہوں گی نا میں..... وہ بے خودی کے عالم میں درپن کے شانے ہلاتے بولی۔

بہت دیر ہو چکی ہے رتی..... چل تجھے محل چھوڑ آؤں..... وہ سیدھے سادے الفاظ میں رتی کا چہرا دیکھ کر بولا۔

ہاں..... بٹیا رتی کو چھوڑ آؤ..... شب کے نو بج چکے ہیں۔ پو جا نے سامنے آویزاں کلاک کو دیکھا۔

چلو..... درپن نے رتی کا بازو پکڑا اور محل کی طرف چل دیا۔
چلو..... اندر کمرے میں۔ درپن نے رتی کو اندر جانے کو کہا۔
آ جاؤنا..... ٹھہر کے چلے جانا..... وہ پلٹ کر بولی۔
نہیں..... تم چلو..... سو جاؤ جا کر..... وہ پلٹا..... لاتعداد آشاؤں کا م
..... ایک ایک قدم سو من کا.....
درپن..... وہ پھر اس کی طرف آئی۔
تم چپ کیوں ہو..... وہ درپن کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔
کچھ نہیں..... تم جاؤ اندر..... صبح ملیں گے..... جاؤ شاباش وہ بچوں کی ط
اسے پچکار کر بولا۔
اچھا..... وہ بادل نخواستہ اسے دیکھتی ہوئی اندر چلی گئی۔
اور وہ لٹے ہوئے جواری کی طرح پلٹ آیا.....
آ گئے..... بیٹا..... پوجا ابھی تک صحن میں کھڑی تھی.....
ہاں..... اماں..... اسے چھوڑ آیا ہوں۔
وہ سست روی سے پوجا کے ہم قدم اپنے کمرے میں ہی آ گیا۔
مجھے وشواش ہے کہ ٹینا نے کوئی چکر چلایا ہے۔ پوجا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
میرا خیال ہے ماما گوتم کے لئے کہہ رہی ہوں گی۔ وہ سوچ کر بولا۔
کیا؟..... پوجا نے چونک کر کہا۔
ٹینا آنٹی نے گوتم کے لئے رتن کو پسند کیا ہے۔ درپن نے کہا۔
رتن تو ایسا پھول ہے جس کو کون پسند نہیں کرے گا۔ پوجا سنجیدگی سے بولی۔
پوجا ماں..... اب کیا ہوگا..... آپ نے رتی کے تیور دیکھے۔ درپن نے کہا۔
ہاں..... وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی ہے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ پوجا کو رتن
رحم آ رہا تھا۔
اماں..... ماما مان جائیں گی۔ وہ یوں جیسے ڈوبنے لگا ہو۔
گوتم کے لئے۔ وہ بولیں۔
ہاں..... خیال ہے بیٹا..... سوائے گوتم کے اور اہل محل کے ہم پلہ کون ہے.....
پوجا نے ٹھنڈا سانس لیا۔

لیکن وہ تو گوتم کو پسند نہیں کرتی۔ درپن بولا۔
رتن کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے..... لکشمی دیوی کی مرضی ہے
پوجا نے درپن کے چہرے پر بلا کا کرب دیکھا..... وہ ٹوٹا ہوا نظر آ رہا تھا..... جیسے
ؤں سے دھرتی پر کسی غیر مرئی طاقت نے پٹخ دیا ہو۔ اور اس کا وجود ہزاروں ٹکڑوں کی
رت میں کائنات میں بکھر جائے۔ وہ چاہے بھی تو متحد نہیں ہو سکتا تھا۔
وہ صرف دیکھتا رہا..... ساکن..... بے حس و حرکت برف کے تودے کی طرح۔
بیٹا..... لیٹ جاؤ..... اور سونے کی کوشش کرو..... پوجا بے چین بے قرار دل
ی تڑپ دبا کر باہر نکل گئی۔
نیند کہاں ہے اب میری آنکھوں میں..... رتی تم کیا جان لیوا خبر سنا گئی ہو..... میں
ب تمہاری جدائی کیسے برداشت کروں گا..... رتی..... وہ حواس باختہ سا بستر پر گرا
اور آنکھیں موند لیں..... لیکن ذہن پکتے پھوڑے کی طرح رستا رہا..... دل کی ہر
دھڑکن کے ساتھ رتن چاروں جانب اس کو حصار میں لئے ہوئے تھی..... جنم لیتے ہی
اس نے صرف رتن کو دیکھا تھا۔ رتن اس کے قلب و جگر پر پوری طرح قابض تھی.....
تمام شب اس نے تڑپ کر گزار دی..... اگر وہ چین کھو بیٹھا تھا تو کیا رتن نے چین پا
لیا ہوگا.....
ہرگز نہیں..... وہ بھگوان کی مورتی کے پاس جاتے ہی تڑپ تڑپ کر رو دی.....
بھگوان..... مجھے بچا لیجئے..... میرا تو بس درپن ہی ہے..... میں اس بن نہیں جیوں
گی..... مر جاؤں گی اس بن..... بھگوان میری آشا کو امرت بنا دیجئے..... میں گوتم
کے ساتھ شادی نہیں کروں گی..... وہ بھگوان کی مورتی کے سامنے روتی رہی.....
بلکتی رہی..... نہیں..... میں تو بس درپن کو پیار کرتی ہوں..... وہ ہی میرا ہے.....
درپن تمہیں رام قسم..... بھولنا نہیں مجھے..... وہ خود سے ہی ہم کلام رتی..... جہاں
اسے اپنے آپ میں درپن نظر آ رہا تھا.....
دن یوں ہی پر لگ کر پنچھی کی طرح اڑتے رہے۔ حالات کی ڈور طویل سے طویل تر
ہوتی رہی..... وہ شب و روز خاموش درپن سے جدائی کے غم میں گھلتی رہی..... کئی
دنوں سے وہ لکشمی دیوی سے بھی نہیں ملی تھی..... لکشمی دیوی اس کی اداسی کو اچھی
طرح سمجھتی تھیں۔ اپنے کمرے میں صوفے پر دراز ضروری کاغذات کی جانچ پڑتال

کرتے انہیں ایک دم خیال آیا اور فوراً کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

دیوی جی ملازمہ مودب ہاتھ جوڑے داخل ہوئی۔

راجکمار..... اپنے کمرے میں ہے .. . اسے کہو..... ہم نے بلایا ہے۔ لکشمی دیوی نے سخت انداز میں کہا۔

بہتر سرکار۔ ملازمہ لوٹ گئی۔

اور دوسرے لمحے راجکمار داخل ہوا۔ آپ نے بلایا ماما۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

ہاں..... میں نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولیں۔

فرمایئے..... کیا حکم ہے۔ وہ مسکرا کر بولا۔

طوائف کی ساحری سے باہر نکلے ہو کہ نہیں۔ لکشمی دیوی نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

ماما..... وہ میری پتنی ہے..... میں اس قسم کی گفتگو کم از کم اپنی پتنی کے لئے پسند نہیں کروں گا۔ وہ ایک ابرو اُٹھا کر بڑے باغیانہ انداز میں بولا۔ جس میں ناگواری بھی شامل تھی۔

تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ کس سے مخاطب ہو..... لکشمی دیوی کچھ تھرا سی گئیں۔

ماما..... میں نے آپ کو پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے اپنے ڈھب سے جیون گزارنے دیں.....

اپنے ڈھب سے زندگی گزارو..... تمہیں کون منع کرتا ہے..... لکشمی دیوی چلا کر بولیں.....

تو پھر کیا مسئلہ ہے..... مجھے ہر بار ٹارچر کیوں کیا جاتا ہے..... میرے تمام حقوق غصب کروا لئے گئے..... مجھے اپنا حق چاہئے..... وہ اصل موضوع کی طرف آ گیا۔

کیا، تم حق مانگ رہے ہو..... شرم آنی چاہئے تمہیں..... لکشمی دیوی طیش میں بولیں۔

شرم..... کس بات کی..... کیا میں سیوک رام کا سپوت نہیں ہوں..... بتایئے..... وہ پاؤں پٹخ کر بولا۔

تم سیوک رام کے سپوت ہو..... لیکن تم نے مجھے بہت نراش کیا ہے۔ وہ بڑی

مایوسانہ چہرا لئے اسے دیکھ کر بولیں۔

بس یہی نا..... کہ میں نے اپنی پسند سے شادی کر لی..... وہ پھر حد ادب پار کر گیا۔ لہجے میں سرکشی تھی۔

تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا..... اس محل میں شیتل کو ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ امید بھرے لہجے میں شکستہ شکستہ نظر آنے لگیں۔

میں کب انکار کر رہا ہوں..... لے آیئے شیتل کو..... وہ کمال ڈھٹائی سے بولا۔

بکواس بند کرو..... تم جس قابل تھے..... تمہیں مل گیا۔ لکشمی دیوی بڑے رکیک انداز میں متبسم ہوئیں۔

کیا مطلب؟ وہ چونکا

مطلب یہ کہ تمہیں ایک اچھی لڑکی کی بجائے طوائف کی ضرورت تھی..... تمہیں مل گئی..... بس..... اور کیا چاہئے..... وہ تمسخرانہ لہجہ اختیار کر گئیں۔

ماما..... کیا طوائف اور لڑکی میں فرق ہے۔

وہ ہنس دیا۔ شادی لکشمی دیوی کی باتوں میں اسے رقابت کا عکس نظر آ رہا تھا۔

بہت فرق..... طوائف ایک ایسا جام ہے..... جو کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کرتا ہے۔ وہ ایسا خودرو پھول ہے جسے ہر راہ گیر بڑھ کر توڑ سکتا ہے..... وہ ایک سرِراہ جھرنا ہے۔ جس سے ہر پیاسا اپنی پیاس بجھا سکتا ہے.....

ماما..... چپ ہو جایئے۔ میں اس قدر تحقیر برداشت نہیں کروں گا..... مجھے میرے حصے کی تمام جائیداد دے دی جائے۔ وہ تن گیا۔

ہرگز نہیں..... تمہارے پاس ایک فیکٹری ہے..... بہت ہے۔ وہ جوش میں کھڑی ہو گئیں.....

میں..... میں..... درپن کو قتل کر دوں گا..... نہیں چھوڑوں گا اس کو.....

راجکمار..... وہ دل تھام کر دوبارہ بیٹھ گئیں..... ان کی آواز ان کے حلق میں اٹک گئی۔

ماما.....

رتن نے آتے ہی لکشمی دیوی کو سہارا دیا..... ماما..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... بھائی کو دے دیں سب کچھ..... وہ کھڑا دیکھتا رہا.....

کیوں دے دوں اس کو..... تیرے پتا نے کتنی محنت سے اس کاروبار کو آگے بڑھایا

ہے..... میں ان کمزور ہاتھوں میں دے دوں..... وہ ہانپ رہی تھیں۔

وہ سب برباد کر دے گا..... ایک فیکٹری کا دیوالیہ نکال دیا ہے اس نے..... تمہارا کیا خیال ہے سارے کاروبار کا دیوالیہ نکال دے..... وہ سانسوں کے زیر و بم میں آہستہ آہستہ بولیں۔

ماما..... آپ چپ کریں.....

رتی..... کیا ہوا ماما کو..... اس نازک وقت میں درپن کو دیکھ کر لکشمی دیوی نے جیسے سکون کا سانس لیا ہو۔

ماما..... طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی..... وہ لکشمی دیوی پر جھک کر بڑی محبت اور اپنائیت سے بولا۔

مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو درپن..... مجھے سانس رک کر آ رہا ہے..... وہ التجا آمیز لہجے میں بولیں۔

رتی نے درپن کی طرف دیکھا..... اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

بیوقوف ہو تم..... کیا ہے ماما کو..... کچھ بھی..... ٹین شین ہے وہ رتی کے شانے پر تھپکی مار کر بولا۔

درپن..... ماما.....

راجکمار کو میں نے اندر سے نکلتے دیکھا ہے..... وہ بڑی عجلت میں تھا..... درپن نے پلٹ کر.......

درپن..... ماما کو سانس کیسے آ رہی ہے..... وہ چہرا صاف کرتے بولی۔

تم مت پریشان ہو..... میں ماما کو ابھی کینڈی کے پاس لے جا رہا ہوں..... چلو

....

درپن..... میں..... مر رہی ہوں..... کیسی باتیں کرتی ہیں..... درپن نے محبت کے بھرپور جذبے کے تحت لکشمی دیوی کو بازوؤں پہ اٹھایا اور گاڑی تک لے گیا۔

کمرے سے پورچ تک ملازمین کی ایک لمبی قطار بھگوان سے دعا گو تھی.....

میں چل لوں گی بیٹا..... وہ راستے میں بولیں۔

نہیں..... ماما..... جب آپ کا بیٹا زندہ ہے تو پھر..... کیوں آپ دکھ سہیں..... وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹاتے بولا۔

لکشمی دیوی نے احسان مند نگاہوں سے درپن کو دیکھا..... اور ماضی ایک تصویر کی طرح بن کر اس کی نگاہوں میں پھرنے لگا۔

یہ نوجوان..... کتنا پوتر ہے..... ماضی میں اس قدر ظالمانہ سلوک اس کا محل میں آنا جانا تھا..... وہ میرے سامنے سہما سہما سا رہتا تھا..... پھر بھی اس قدر محبت..... بے پناہ چاہت..... میری کوکھ سے جنم لینے والا میرا ہمدرد اور غمگسار نہیں ہے..... اس کو تو رام جی نے پرورش کیا ہے..... پوجا کی گود میں پرورش پائی ہے۔ یہ بلند خان کا اچھا خون ہے..... بلند خان بھی رام جی کا ہمدرد غمگسار تھا۔ وہ عجیب عجیب خیالات میں اتنی مسافت طے کر گئیں کہ ان کو احساس ہی نہ رہا کہ وہ کہاں ہیں.....

جب رتی اور درپن اس پر جھکے ہوئے تھے.....

ماما..... اب سانس کیسا آ رہا ہے..... درپن نے کہا۔

اب ٹھیک ہوں..... درپن بیٹا..... چلو گھر چلیں..... وہ بڑی چاہت بھری نظر درپن پر ڈال کر بولیں۔

رتی کہاں ہے..... وہ بولیں

رتی..... ابھی تو یہاں تھی..... رتی..... وہ پلٹا..... کمرے سے نکل کر باہر آیا..... اس نے دیوار سے ٹیک لگائے رتی کو روتے دیکھا۔

دیوانی ہو گئی ہو..... ماما ٹھیک ہیں..... آؤ..... وہ اپنے ہاتھوں سے رتی کے رخساروں پر سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے بولا۔ اس کی سسکی بند گئی تھی۔

بس..... خاموش..... تمہیں معلوم ہے..... تمہارے اس طرح رونے سے ماما کو دکھ ہو گا..... وہ درپن کے شانے سے لگی بلک بلک کر رو دی..... بس چپ..... اچھے بچے یوں نہیں روتے ہیں..... وہ بڑے بزرگ کی طرح اس کے چہرے کو اپنے قریب لا کر محبت سے رخساروں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

آؤ..... دونوں اندر چلے گئے۔

رو رہی تھی رتی..... تو پاگل ہے..... ابھی تو تمہیں..... لکشمی دیوی بڑے دکھ سے دونوں ہاتھ پھیلا کر رتی کو ساتھ لپٹاتے بولیں۔

ماما..... مت ایسی باتیں کریں..... کیا ہے..... اچھی بھلی تو ہیں..... وہ جان بوجھ کر لکشمی دیوی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا..... جانتا تھا کہ جو ڈاکٹر کینڈی اور ... بتلا...

ڈگری یافتہ ہے..... کچھ نہیں بتا رہا..... ضرور ماما کو خاص بیماری ہے..... وہ آ
آہستہ برف کے تودے کی طرح پگھل کر اس قدر کمزور نہ ہو جاتیں۔
تم مجھے نراش نہیں کرتے..... درپن..... میں جانتی..... میری سانس کی ڈ
جگہ جگہ سے شکستہ ہے..... کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ انہوں نے آنسوؤں
امڈنے والے سیلاب کو روکنے کے لئے چہرا دوسری طرف کر لیا.....
اف..... یہ وہ عورت تھی..... جس نے کبھی شکست قبول نہیں کی تھی.....
درپن نے لکشمی دیوی کے کمزور سفید ہاتھ کو چوم لیا۔
ڈاکٹر..... کینڈی کے اندر آتے ہی درپن اور رتن دونوں ایک ساتھ کھڑے
گئے۔
God is great..... (خدا بڑا ہے) دیوی جی..... دل چھوڑ دیا.....
کینڈی مسکرا کر بولے۔
نہیں ڈاکٹر..... ماما ایک مضبوط سٹیمنا کی مالک ہیں..... درپن نے کہا۔
مجھے معلوم ہے..... دیوی جی مضبوط اعصاب کی مالک ہیں..... ان میں ضبط
..... اور ہونا بھی چاہئے..... ڈاکٹر کینڈی نے درپن کو بغور دیکھا.....
ڈاکٹر..... میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ لکشمی دیوی نے بوریت محسوس کی۔
دو دن اور رکھنا پڑے گا..... چند ٹسٹ باقی ہیں۔ ڈاکٹر کینڈی نے خاموش بیٹھی
کو دیکھا۔
ڈاکٹر..... مجھے بیماری کیا ہے؟ لکشمی دیوی نے چہرے کو ڈاکٹر کی طرف کرتے کہا۔
آپکو کوئی بیماری نہیں..... صرف معمولی معمولی باتوں کو اپنی لائف کا حصہ بنا
ہیں..... یہ ہی بیماری ہے آپ کو..... آپ سوچتی بہت ہیں..... ڈاکٹر نے مسکرا
کہا۔
رام جی مجھے..... ان لامحدود سوچوں کے حوالے کر کے خود عدم سدھار گئے۔
وہ حد درجہ افسردہ ہو گئیں۔
ماما..... مجھے بتایئے نا..... میں آپ کے تمام دکھ لینے کو تیار ہوں.....
سوچیں ہیں..... کیا میں share نہیں کر سکتا..... بیٹا ہوں آپ کا..... وہ
..... وہ گاز ر کے ساتھ بولا۔

تم کیا کیا share کرو گے..... یہاں دکھوں کے انبار لگے ہوئے ہیں..... اک
دھوپ میں نہ ختم ہونے والی مسافت..... میرا جیون خوفناک عفریت کا شکار ہے
..... بیٹا.....
ان کی آنکھوں سے آنسو لڑھک لڑھک کر رخساروں پر بہتے رہے..... جن کو رتن
پیلی اوڑھنی میں سموتی رہی۔
دو دن اسی طرح گزر گئے..... ڈاکٹر سے اجازت لے کر درپن لکشمی دیوی کو محل
واپس لے گیا..... ڈاکٹر نے دو دن اور گزر جانے کے بعد آنے کا کہا تھا..... وہ ڈاکٹر
کینڈی کی ہدایت کے مطابق وقت مقررہ پر ڈاکٹر کینڈی کے پاس پہنچ گیا۔
دیوی جی..... کیسی ہیں آپ..... کیا Feel محسوس کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر نے بیٹھنے کا
اشارہ کرتے کہا۔
اچھا فیل feel کر رہی ہیں..... درپن نے دیکھا..... ڈاکٹر کینڈی نے اپنے میز کی
دراز سے ایک فائل نکالی.....
ٹسٹ آ چکے ہیں دیوی جی کے..... مسز سیوک رام..... ٹیسٹ تسلی بخش نہیں
ہیں۔ ڈاکٹر نے مجبوراً کہا۔
جی..... ماما ٹھیک تو ہو جائیں گی نا..... وہ بری طرح تڑپ گیا۔
God is great..... وہ سب کچھ کر سکتا ہے..... اس کے اختیار میں ہے۔
ڈاکٹر کینڈی نے سادہ سے چہرے کے ساتھ اپنی طرف سے درپن کو مطمئن کرنا چاہا۔
ڈاکٹر..... ماما کو بیماری کیا ہے..... وہ پر اصرار انداز میں بولا۔
سننا چاہتے ہو۔ ڈاکٹر نے کہا۔
سننا چاہتا ہوں..... آخر ان کو آرام کیوں نہیں آتا..... علاج میں تو کوئی کمی نہیں
..... آپ بتائیں نا..... بتائیں ڈاکٹر..... وہ ڈاکٹر کینڈی کا شانہ ہلاتے ہوئے بولا۔
مسز سیوک رام کو پھیپھڑوں کا کینسر ہے۔
کینسر..... وہ چلا اٹھا.....
میں نے ابھی تک اس بات کو چھپائے رکھا تھا..... آپ مریض سے چھپائے رکھیئے
..... یہ بیماری ایسی ہے کہ سنتے ہی مریض آدھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔
ٹھیک ہے ڈاکٹر..... کیا اگر ماما کو باہر لے جایا جائے تو..... وہ ڈوبتے ڈوبتے ابھرا۔

کوئی فائدہ نہیں..... یہاں بہت اچھا علاج ہے..... بلکہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا.....

ڈاکٹر..... ماما کی سانس کو ٹوٹنا نہیں چاہیے..... وہ انتہائی دکھی انداز میں بولا..

اوپر والا سب کچھ کر سکتا ہے مسٹر درپن..... ڈاکٹر درپن کے ساتھ ہی کھڑا ہوا......

ایک بات اور ضروری ہے..... مسز سیوک رام کو ٹین شین سے بچانا ہے..... کسی قسم کی پریشانی ان کے پاس پھٹکنے نہیں پائے..... ڈاکٹر نے بڑی سختی سے ہدایات جاری کیں۔

ہیں..... ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ وہ واپس پلٹ آیا..... گاڑی سے اتر کر سیدھا لکشمی دیوی کے کمرے میں خاموش داخل ہو گیا..... کیسی طبیعت ہے..... وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوتے ملازمہ اور ایک طرف ملول و مضطرب رتن سے بولا۔

دیکھ لو..... رتن نے کہا۔

درپن گہری نیند سوئی ہوئی لکشمی دیوی کے پاس چلا گیا۔ بہتر لگ رہی ہیں..... درپن نے کہا۔

بھگوان بھلی کریں..... جو دیوی جی کو شانتی ملے..... ملازمہ مایا نے کہا۔

بس بھگوان سے دعا کرو۔ رتن نے لکشمی دیوی کی آتی جاتی سانس کو دیکھ کر کہا۔

درپن..... تم نے کچھ کھایا..... رتن کو خیال آیا کہ تین دن سے وہ ہسپتال اور گھر میں سرگرداں ہے۔ کھانا پر سکون کہاں کھایا ہوگا۔

مجھے بھوک نہیں..... تم نے کچھ کھایا۔ فوراً درپن نے کہا۔

رتی بی بی نے کچھ نہیں کھایا..... صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا..... مایا فوراً بولی۔

کیا..... تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا..... مایا..... وہ جاتی مایا کو پکارا..... اس وقت چھ بجنے والے ہیں..... تم ڈرائنگ روم میں کھانا لگاؤ..... اور سب ملازمین کو کہو.. کھانا کھائیں..... وہ جانتا تھا کہ جب تک دیوی جی کھانا نہیں کھا لیتیں..... گھر کا ملازم پہلے کھانا نہیں کھا سکتا۔

اچھا درپن بابو..... بھگوان شانتی دے۔ وہ لاکھ لاکھ شکر کرتی باہر نکل گئی۔

درپن..... ماما ٹھیک ہو جائیں گی نا..... وہ بڑے کرب ناک انداز میں بولی۔

ماما کو کچھ نہیں ہو گا..... صرف ٹین شین برداشت نہیں کر سکتیں..... تمہیں معلوم ہے نا..... بابا کو..... ماما کی..... کبھی کوئی بات رد نہیں کرتے تھے..... درپن نے کہا۔

یہی تو بات ہے..... بھائی کے رویے نے ماما کو زیادہ پریشان کیا ہوا ہے۔ رتن نے کہا۔

راجکمار کی بات کو ماما سنجیدگی سے مت لیں..... وہ دکھی بولا۔

کیا کریں..... ماما کو اپنی بات منوانے کی عادت ہے..... بابا کہاں ٹالتے تھے ماما کی بات..... راجکمار کیا کہتا ہے۔ درپن کو کھٹکا.....

اس نے کیا کہنا ہے..... وہ ہی روز روز کا قصہ..... درپن زبان روکتے رتن کو دیکھ رہا تھا۔

اس دن بھی میں نے محسوس کیا تھا کہ جھگڑا ہے ماما سے۔ درپن نے لکشمی دیوی کو دیکھا۔

وہ اب اور کچھ کہتا ہے..... جسے ماما پسند نہیں کرتیں..... رتن نے بالوں کو ہٹاتے کہا۔

کیا کہتا ہے اب وہ..... دوسری فیکٹری کی بات کرتا ہو گا..... پہلی کا تو دیوالیہ نکل گیا..... فیکٹری سے زیادہ قرض ہے..... درپن نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

وہ اپنے حصے کی جائیداد لینا چاہتا ہے..... جو ماما نہیں مانتیں..... رتن نے کہا۔

حصہ..... ساری جائیداد کا وہ واحد مالک ہے..... بابا کی جتنی پراپرٹی ہے..... وہ ہی اس کا حق دار ہے۔ صاف دل و دماغ کے مالک درپن نے کہا۔

اور تم..... رتن کو حیرت ہوئی۔

میں تو ملازم ہوں..... گو بابا نے مجھے سب کچھ دے کر مختار اعلیٰ تو بنا دیا تھا..... لیکن میں حصے دار نہیں ہوں۔ درپن مسکرا دیا۔

کھانا لگ گیا سرکار۔ ملازمہ نے آ کر کہا۔

چلو..... رتی..... کھانا کھائیں..... وہ بازو سے پکڑ کر رتن کو اٹھاتے بولا۔

ماما..... وہ بولی۔

ماما اب بالکل ٹھیک ہیں..... کال بیل ان کے پاس ہے..... ضرورت ہوئی تو بلا لیں

گی۔ وہ رتن کو بازو سے پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے گیا۔
درپن نے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری اپنے سامنے.....
تمہارے ساتھ ہی کھالوں گی۔ وہ اپنی پلیٹ کو پرے سرکاتے بولی۔
ٹھیک ہے..... اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں..... وہ مسکرا کر اپنی پلیٹ اس پاس سرکاتے بولا۔ وہ بھی ہنس دی۔
لو..... میرے ہاتھ سے کھاؤ..... درپن نے لقمہ بنا کر رتن کے چھوٹے سے دہا کی طرف بڑھایا..... رتن نے بڑی محبت سے درپن کا بڑھایا ہوا لقمہ منہ میں رکھ لیا
دونوں نے ہنستے ہوئے کھانا شروع کیا۔
رتی بی بی..... گوتم بابو آئے ہیں۔ مایا نے چپاتی رکھتے ہوئے کہا۔
کون ملے گا ان سے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... میں مل نہیں سکتی..... درپن سے ان کو چڑ ہے..... وہ ماموں کے ہاں چلے جایا کریں..... رتن زچ ہوتے بولی۔
مایا..... گوتم بابو کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ..... کہو..... درپن آرہا ہے.. درپن نے کہا۔
درپن آرہا ہے..... یا سیلاب آرہا ہے۔ رتن ہنس دی۔
مایا چلی گئی۔ تم دیکھنا میرا نام سنتے ہی وہ چلا جائے گا۔ درپن نے گلاس رکھتے ہوئے کہا
وہ بڑا ڈھیٹ ہے..... مجھے ملے بغیر نہیں جائے گا..... وہ جھلا سی گئی۔
تو حرج کیا ہے..... چند لمحے ملنے میں کیا برائی ہے۔ درپن فراخدلی سے بولا۔
نہیں ملنا مجھے اس سے..... تم جاؤ..... میں نہیں جاؤں گی..... وہ اٹھتے ہو بولی۔
ارے رے..... کھانا تو کھالو..... مجھے چھوڑ کے کہاں جارہی ہو..... ایک لپک کر درپن نے رتن کے بازو کو دبوچا۔
تم کہہ دو..... ماما تو بیمار ہیں..... تم کس سے ملنا چاہتے ہو۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔
وہ ایک دم چونک گیا۔ موبائل کی گھنٹی بج رہی تھی۔
ماموں جان..... درپن بول رہا ہوں..... وہ ہنس کر نوالہ نگل کر بولا۔
لکشمن کی طبیعت کیسی ہے..... میں ہسپتال کے بعد تم سے ملا ہی نہیں..... دوسرا طرف سنتوش نے ازراہ معذرت کہا۔

وہ اب ٹھیک ہیں..... آپ چنتا نہ کیجئے گا..... سو رہی ہیں۔ درپن نے کہا۔
مجھے دو..... رتن نے موبائل کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ رتی بٹیا..... ماما اب ہیں نا..... وہ رتی کی آواز پہچان کر بولے.....
بھگوان کی دیا سے وہ ٹھیک نظر آتی ہیں..... لیکن آپ ایک کام کریں۔ وہ بولی۔
درپن نے کان کھڑے کئے..... کام..... کہو..... میرے بچے..... کیا کام ہے.. سنتوش چونک گئے۔
ماموں..... گوتم ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے..... اس کو فون کیجئے کہ وہ کس سے ملنے آیا ہے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... وہ بڑے عاجزانہ انداز میں بولی۔
بٹی..... تمہارا مقصد کیا ہے۔ سنتوش ادراک رکھتے تھے۔
وہ آپ سے ملنے چلا جایا کرے..... جب تک ماما ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔
ٹھیک ہے بٹی..... تم لکشمن کا خیال رکھو..... درپن کو فون دو..... وہ ادھر سے بولے۔
ماموں سے بات کرو..... درپن خاموش صرف باتیں سن رہا تھا
لو..... وہ فون پکڑ کر گویا ہوا۔ درپن
جی ماموں..... میں ڈاکٹر کینڈی سے ملا تھا.....
ماموں..... میں..... آپ سے ملوں گا..... فون میں اس قدر طویل بات نہیں ہو سکتی..... وہ ایک دم بوکھلا کر بولا۔
ٹھیک ہے..... کسی وقت آجاؤ..... تم سے کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔ ٹھیک ہے۔ اور فون رکھنے کی آواز آئی۔
بابو جی..... وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔ ملازمہ آتے ہی بولی۔
گوتم..... درپن حیرت سے بولا۔ رتن نے بڑی ناگواری سے دیکھا.....
ہیلو..... رتی..... گوتم اندر داخل ہوتے بولا۔
درپن ڈرائنگ روم میں چلو..... میں کشمیری قہوہ لے کر آتی ہوں۔ رتن نے کہا۔
نہیں بھئی نہیں..... میں ڈرائنگ روم میں نہیں جاؤں گا..... البتہ آنٹی کے کمرے میں جایا جاسکتا ہے۔ وہ بے تکلف نگاہیں رتن کے خوبصورت سرخ و سفید چہرے پر

ڈال کر بولا۔ ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... رتن نے کہا۔

تو کیا..... وہ ملنا پسند نہیں کرتیں۔ وہ تکرار کے موڈ میں تھا۔

ایسا نہیں ہے..... ڈاکٹر نے زیادہ بولنے اور ملنے جلنے سے منع کیا ہے۔ درپن جان چھڑانا چاہی.....

رتی بی بی..... دیوی جی بلا رہی ہیں..... ملازمہ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا

ماما نے بلایا۔ وہ پلک جھپکتے ہی لکشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

میرا خیال ہے مجھے اب آنٹی سے ملنا چاہئے۔ گوتم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے..... دونوں لکشمی دیوی کے کمرے میں داخل ہوئے۔

نمستے..... آنٹی..... کیسی طبیعت ہے..... گوتم داخل ہوتے بولا۔

بھگوان کا کرم ہے ..... ٹھیک ہوں..... ملازمہ نے قیمتی آرائشی گاؤ تکیہ دیوی کے پیچھے رکھ دیا۔

آپ کی بہت ضرورت ہے آنٹی..... وہ معنی خیز گفتگو کرتے بولا۔

لکشمی دیوی صرف ہنس کر رہ گئیں۔

بابو جی..... یہاں لے آؤں..... یا ڈرائنگ روم میں ..... ملازمہ مایا نے کہا۔

باہر ہی..... یعنی کہ ڈرائنگ روم میں..... گوتم نے چونک کر ملازمہ کو دیکھا

مجھے اجازت دیجئے..... گوتم کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو یار..... درپن نے بے تکلف انداز میں کہا۔

پھر کبھی..... وہ تیز رفتاری سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ریسیور رکھتے ایک دم سے وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

اتنی جلدی لوٹ آئے..... محل میں رتن نہیں تھی۔ ٹینا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

تھی..... مگر نہ ہونے کے برابر۔ وہ تھکا تھکا سا بیٹھ گیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ ٹینا نے جھلا کر پوچھا۔

وہ مجھے..... کوئی اہمیت نہیں دیتی..... پہلے تو کبھی بول لیا کرتی تھی..... اب سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی۔ وہ بڑی ناگواری سے بولا۔

درپن کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ ٹینا نے قیاس آرائی کی۔

شاید..... ایسا ہی ہے۔ گوتم نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی.....

لکن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی..... اپنے بیٹے کی خواہش کو عملی جامہ پہنانا ا مہ داری ہے۔ وہ بڑے مستحکم ارادے سے ہنس دیں..... ان کی مسکراہٹ میں ی زبردست خواہش شامل تھی..... شاید گوتم سے بھی زیادہ..... ممی..... مجھے لوں میں تیل نظر نہیں آتا..... گوتم کے چہرے پر ناامیدی کے سائے ٹھرا رہے

تمہیں اس قدر نراش ہونے کی ضرورت نہیں..... بھگون سے آشا رکھو..... رتن ی دلہن بنے گی۔ وہ گوتم کے شانے پر ہاتھ رکھتے بولیں۔

مجھے یقین نہیں آتا ممی۔ وہ بڑا کمزور نظر آ رہا تھا..... اور مایوس بھی..... تمہیں مجھ ین نہیں رہا یا اپنے مقدر پر..... ٹینا نے گہری سوچ سے ابھر کر اپنے تراشیدہ بالوں کو

میں رتن کو کھونا نہیں چاہتا..... لیکن میں اپنے مقدر سے بھی پریشان ہوں۔ وہ اس د تشنہ تشنہ سا لگ رہا تھا۔

میں تمہارا مقدر بدل دوں گی..... رتن تمہاری ہو گی وہ دانت پیس کر بولی۔

اگر آنٹی لکشمی نہ مانیں تو..... وہ بولا۔

نہ ماننے والی تو بات ہی نہیں..... رتن تمہارے نام لکھی جا چکی ہے اور درپن..... تو رتن کی ہوا کو نہیں چھو سکتا.....

ابھی تک تو وہ اہل محل کی تمام ہواؤں کو چھو رہا ہے..... گوتم نے ہنستے ہوئے کہا۔

جس ہوا کی بات میں کر رہی ہوں..... وہ درپن نہیں چھو سکتا..... ٹینا نے کہا۔

کیوں ممی..... درپن لکشمی آنٹی کو پسند بھی بہت ہے..... اور سب ان کو پیار بھی ے کرتے ہیں۔

ان سے کیا مطلب؟..... ٹینا نے کہا۔

یعنی پوجا ماں..... وہی دونوں ..... محل والے ان کو پسند کرتے ہیں تم لکشمی کی ری کو محبت کا نام دے رہے ہو۔ ٹینا نے مسکرا کر کہا۔

مجبوری..... کیسی مجبوری ممی۔ گوتم نے چونک کر کہا۔

بیٹا..... جائیداد کی مجبوری..... کاروبار کو سنبھالنے کی مجبوری..... ٹینا نے اصل سامنے رکھ کر گوتم کی پریشانی دور کرنا چاہی لیکن رتن کی بے خودی جو وہ درپن کے لئے

دیکھ چکا تھا.....اسے دل سے کون نکال سکتا تھا۔

یہ سب چیزیں ہوں گی'ممی..... لیکن لکشمی آنٹی جس انداز سے اسے اپنے قر،
رکھتی ہیں.....اس سے اندازہ تو یہی ہوتا ہے کہ وہ رتن کو کہیں درپن کے حوالے نہ
دیں۔ گوتم نے کہا۔

رام.....رام..... یہ کیسی بات کرتے ہو، کیا لکشمی دیوی اتنی جاہل ہے کہ رتن
مسلم کے بیٹے سے بیاہ دے گی..... تڑپ کر ٹینا نے کانوں کو ہاتھ لگائے.....
زبردست نفرت کا اظہار کیا۔

درپن کی پرورش تو پوجا ماں نے کی ہے۔ گوتم اچھی طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا..
تمہارا کیا خیال ہے..... کہ پوجا کی آغوش میں پرورش پاکر درپن برہمن برا..
کے قابل ہو جائے گا..... ہرگز نہیں..... ٹینا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

گوتم خاموش رہا.....اسے اپنی ماتا کی باتوں میں حقائق کی روشنی نظر آرہی تھی
دل کے اندر جو وسوسے اندیشے گھر کر چکے تھے ان کو نکالنا اس کے بس کی بات نہ
..... جیون کی سب سے بڑی خوشی صرف رتن تھی۔ رتن اس کی خوشیوں کا
..... گو ممی کے الفاظ میں خاصی صداقت ہے..... وہ اپنی بات منوانے میں خاصہ
رکھتی ہیں..... لیکن درپن ایک ایسی چٹان ہے جس کو ہٹانا آسان نہیں.....

کیا سوچ رہے ہو..... اپنے کمرے میں جاؤ..... اور آرام کرو..... ٹینا جان
تھی کہ وہ رتن کے بارے میں سنجیدہ ہو چکا ہے.....

جا رہا ہوں ممی..... میں کسی دن حتمی فیصلے کے لئے لکشمی کے پاس جاؤں گی
دوسرے دروازے سے باہر نکل گئیں۔

لیکن گوتم کو چین کہاں.....

وہی ہی اضطراب، بے چینی..... بے قراری

☆ O ☆

ماما..... آپ نے بلایا..... درپن مودب انداز میں اندر داخل ہوا۔

لکشمی دیوی نے پانی کے بلوریں گلاس کو ہونٹوں سے الگ کیا اور قریب ہی تپائی پر رکھ دیا۔

آ..... بیٹھو..... وہ اپنے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے بولیں۔

Thank you.....وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

ماما..... کیا دیکھ رہی ہیں..... وہ آنکھیں چرا کر دیکھتی لکشمی دیوی کو دیکھ کر بولا۔

تم بہت اچھے ہو بیٹا..... یہی وجہ تھی رام جی تمہیں چاہتے تھے۔ لکشمی دیوی نے سیوک
رام کی قد آدم تصویر کو بھیگی آنکھوں سے دیکھا۔

بابا کو بھگوان شانتی دیں..... ان جیسا انسان کسی جنم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ افسردہ ہو
گیا۔

شاید بھگوان کو بھی ان کی ضرورت تھی..... بابا آپ کو خوش دیکھنا پسند کرتے
تھے..... کم از کم ان کی روح کو تو دکھی نہ کریں..... وہ بے پناہ محبت اور خلوص سے بولا۔

کیا کروں بیٹا..... ان کو بھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے..... وہ صوفے کی پشت سے
ٹیک لگا کر بولیں۔

ہم کہاں بابا کو بھولے ہیں ماما..... وہ بھولنے والے نہیں تھے..... وہ پیار سے لکشمی
دیوی کو دیکھ کر بولا۔

میں اپنے آپ کو ان کے بغیر دھرتی کا بوجھ سمجھنے لگی ہوں..... لیکن کیا کروں.....
رتن میرے جیون کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ انہوں نے گہری نظروں سے درپن کو دیکھا
..... بہتے جھرنوں کی طرح شفاف نظر آرہا تھا۔

کمزوری..... رتن..... وہ آکاش پر روشن چاند کی طرح ہے۔ جس کے نور سے اس
گھر کا کارزار حیات چل رہا ہے۔

وہ بیتاب کہہ گیا۔ تمہیں معلوم ہے..... اسے ایک دن اپنے گھر بھی جانا ہے.....

وہ کہہ گئیں..... کونسا گھر۔ اس کا دل حلق سے اچھل کر باہر آنکیا۔

پگلے..... اس کی شادی نہیں کرو گے..... اپنی رتن کو سہاگ کا جوڑا نہیں پہناؤ گے

لکشمی دیوی نے درپن کے تاثرات دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ اسے بہت افسوس ہو رہا ہے۔

ہاں..... آپ ٹھیک کہتی ہیں..... رتن نے اپنے گھر جانا ہے۔ وہ دھیمے لہجے میں مسکرایا۔

ٹینا بار بار آتی ہے..... گوتم اچھا لڑکا ہے..... پھر ہماری ہی برادری برہمن سے تعلق رکھتا ہے..... لکشمی دیوی کہتی رہیں اور وہ خون کے گھونٹ حلق سے اتارتا رہا۔

آپ نے رتی سے بات کی۔ وہ بولا

کی تھی..... پھر..... وہ تڑپا.....

وہ نہیں مانتی..... چلا چلا کر رونے لگی..... تمہیں معلوم ہے اس کا بچپنا گیا نہیں.. ضدی بہت ہے۔ لکشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔

مان جائے گی..... شروع شروع میں یوں ہی ہوتا ہے۔

درپن نے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔

اس کے بابا رتی کی ہر بات مانتے تھے..... لاڈ پیار میں پروان چڑھی ہے..... مشکل مانے گی۔ لکشمی دیوی جانتی تھیں کہ رتی کس قدر اکھڑ ہے۔

آپ بے فکر رہیے ماما..... میں اسے راضی کرلوں گا..... مان جائے گی..... وہ اٹھا

..... بیٹھو لکشمی دیوی نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا.....

کاش..... تم بلند خان کے بیٹے نہ ہوتے..... میں ہر قیمت پر رتن تم سے بیاہ دیتی..... وہ سوچتی رہ گئیں۔

نہیں ماما..... مجھے آفس جانا ہے..... اور چند دنوں کے لئے شملے جانا پڑے گا.....

کیوں؟.....

مزدوروں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے..... دیکھتا ہوں..... جاکر..... وہ دروازے کے پاس جاکر پلٹا.....

تنخواہوں کی بات ہو گی..... لکشمی دیوی نے کہا۔

یہ بات نہیں ہے..... اچھے لوگوں میں کچھ شر پسند لوگ ہوتے ہیں..... جو سکون سے نہیں بیٹھنے دیتے۔

ہوں..... یہ بات تو ہے..... اور ہاں..... درپن..... وہ کچھ یاد آتے چونکیں۔

جی ماما..... وہ بھی ایک دم بولا۔

آج ڈاکٹر کینڈی سے ٹائم نہیں لیا ہوا تھا۔

او سوری ماما..... میں بھول ہی گیا..... چلئے..... آپ تیار ہو جائیے میں گاڑی نکالتا ہوں۔ وہ ایک دم بولا۔

لیکن تم نے تو..... وہ بولیں۔

یہ کام سب سے ضروری ہے..... ویسے اب طبیعت کیسی ہے۔ وہ قریب آگیا۔

کافی افاقہ ہے..... وہ مسکرادیں۔

چلئے..... بھگوان آپ کو شانتی دے..... آپ ٹھیک ہوں گی تو مجھے بھی سکون ہو گا۔ وہ باہر نکل گیا۔

گیٹ کے اندر گاڑی داخل کرتے اس نے دیکھا کہ لکشمی دیوی اور درپن جا رہے تھے..... اور رتن نہیں ہے..... مسرت و انبساط میں بھرپور اظہار کے لئے اس نے مکہ سٹیرنگ پر مارا..... اور گاڑی پورچ میں روک دی۔

گھر..... کوئی نہیں گوتم بابو۔ گیٹ پر کھڑے پہرے دار نے مودب کہا۔

رتی تو ہے نا۔ وہ سامنے فلک بوس محل کی عمارت کو دیکھ کر بولا۔

وہ ہو سکتی ہیں..... پہرے دار نے کہا۔

ٹھیک ہے..... وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا..... رتن کے کمرے کی جانب چل دیا۔

ہیلو..... رتی..... اجازت..... وہ خالص ہندوستانی انداز میں جھک کر بولا۔

گوتم..... وہ ایک ہاتھ سے کیسٹ کو ٹیپ سے نکالتے بولی۔

میں گوتم..... پہچانا نہیں کیا۔ تم نے۔ وہ والہانہ لہجے کے ساتھ اس کے قریب آگیا۔

کیوں نہیں..... پہچانا کیوں نہیں..... ہماری پہلی ملاقات ہے کیا۔ وہ ٹیپ کو بند کرتے کرسی پر بیٹھ کر بولی۔

تمہیں اب تو اور پہچاننا چاہئے..... وہ سامنے بے تکلف بیٹھتا ہوا بولا۔

اب کوئی خاص بات ہے۔ رتن نے کہا۔

بالکل خاص بات..... ہمارا سمبندھ ہو چکا ہے۔ وہ بڑی خوشی سے بولا۔

سمبندھ..... تمہارے ساتھ..... میں نے تمہارے ساتھ کوئی پریکار نہیں کیا۔ وہ

چونکی.....

پریکار سے کیا ہوتا ہے..... بڑوں کا یہی فیصلہ ہے۔ وہ ہنس دیا..... جیسے ساری کائنا
کنٹرول میں کرلی ہو۔

بڑوں کا فیصلہ..... ماما نے کہا تم سے۔ وہ ورطہ حیرت میں اتر گئی۔

ماما نے کہا..... انکل سنتوش بھی مان گئے..... بہت جلد ہماری شادی ہو جائے گی
..... میں تمہارا پتی..... تمہارا بھگوان بن جاؤں گا..... وہ محبت و چاہت کے بھرپو
جذبے کے تحت دونوں بازو پھیلا کر بولا۔

بھگوان..... تم ہوش میں تو ہو..... ایک انسان بھگوان کیسے بن سکتا ہے.....
کھڑی ہو گئی۔

او نادان ناری..... پتی بھگوان ہوتا ہے..... تم سمجھتی کیوں نہیں..... وہ مسکرایا

میں نہیں مانتی..... بھگوان کو سجدہ کرتے ہیں..... ماتھا ٹیکتے ہیں اور پتی تو انسان
..... انسان اور بھگوان کا کیا جوڑ.....

تم درپن کے ساتھ رہ کر اپنے دھرم سے باغی ہو گئی ہو..... گوتم میں نے سامنے رکھی
رام جی کی مورتی کو ماتھا ٹیکا..... میں اپنے دھرم سے باغی نہیں ہوئی..... تمہیں وشواش ہو
گیا..... وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

کیا..... تم میرے ساتھ شادی کرو گی..... وہ نرم لہجے میں بولا۔

ہرگز نہیں..... وہ چلا کر بولی۔

یہ تمہارا وہم ہے..... تمہیں ہر حال میں مجھے پتی کے روپ میں ماننا ہو گا..... تمہاری
اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آنٹی کی زبردست خواہش ہے۔ وہ اسے یقین دلانے کے لئے
جھکا.....

ہنہ..... وہ ناپسندیدگی کا بھرپور اظہار کے لئے منہ دوسری طرف پھیر کر بولی۔

او ہو رتی..... رتی..... تمہیں اس بات کا اندازہ کیوں نہیں کہ مسلمان کبھی ہندو کا وفا
دار نہیں ہوتا..... یہ متر نہیں ہوتے۔ گوتم نے نفرت دلانے کے لئے ایک اور حربہ
استعمال کیا۔

کون مسلمان..... درپن..... وہ پلٹ کر بولی۔

ہاں..... وہ کسی ہندو کا نہیں بلند خان کا بیٹا ہے..... وہ بلند آواز سے بولا۔

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے..... بس وہ پاپا سے محبت کرتا تھا اور کرتا رہے گا
..... ہمارے راستوں میں آنے والے تمام کانٹے..... اس نے اپنی آنکھوں سے چنے ہیں
..پگ پگ ہموار کیا ہے اس نے..... وہ دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ بھینچ کر بولی.....
وہ بڑی چاہت سے بولی۔

تم سب اس کے سحر میں قید ہو..... اس نے اپنی محبت و وفاداری کا ڈھونگ رچا کر تم
سب کو خرید لیا ہے۔ وہ زبردست اشتعال انگیز لہجے میں غرایا.....

دیکھو گوتم..... میں تمہارا بھی احترام کرتی ہوں..... اگر تم درپن کے بارے میں ایسی
باتیں اچھالو گے تو تمہیں معاف ہرگز نہیں کروں گی..... وہ سیخ پا ہو گئی۔

کیا..... کیا..... تم اس کی برائی سننا پسند نہیں کرتی..... وہ حیرت و استعجاب کے لہجے
میں بولا۔

نہیں..... وہ دیوتا ہے محبت کا..... اس سے سب پیار کرتے ہیں۔ اس میں بھی درپن کا
مفاد شامل ہے۔ وہ بولا۔

مفاد..... اس میں کیا مفاد ہے اس کا..... رتن نے جھلا کر کہا۔

یہ دولت..... عزت شہرت کاروبار..... جس پر وہ ناگ بن کر بیٹھا ہے..... اس کو
چھوڑنا نہیں چاہتا..... گوتم نے کوشش کی کہ کوئی کمزور پہلو رتن کے سامنے رکھا جائے۔

تمہیں غلط فہمی ہے..... درپن گیا گزرا نہیں ہے..... بابا اس کے پتا کی تمام جائیداد
اس کے حوالے کر گئے تھے.....

درپن نے ایک پردا اٹھایا۔ اس پر بھی وہ محل میں رہ رہا ہے۔

گوتم نے یہ بھی جاننا چاہا۔ گو وہ حصہ محل سے ملحقہ ہے..... لیکن اس کی جائیداد کا حصہ
ہے..... اچھے وقتوں میں بلند خان نے یہ حویلی ہمارے ساتھ ہی خرید کی تھی۔ رتن نے
مضبوط الفاظ کے ساتھ اس کو یقین دہانی کروائی۔

گاڑی کی آواز آئی.....

میرا خیال ہے ماما آگئی ہیں۔ وہ بولی۔

اور گوتم نے اٹھ کر ایک نظر دریچے سے باہر ڈالی..... وہ لکشمی دیوی کو اپنے بازوؤں
کے حصار میں باحفاظت لا رہا تھا۔ راجکمار کبھی نظر نہیں آیا۔ گوتم بیٹھتے ہوئے بولا۔

بھیا کو کئی ہفتے ہو چکے ہیں گھر سے گئے ہوئے۔ رتن اداس لہجے میں بولی۔

اس میں بھی درپن کا کیا دھرا نظر آتا ہے۔ گوتم بولا۔

تمہارا خیال ہے کہ بھائی درپن کی وجہ سے باہر رہتا ہے..... ایسا ہرگز نہیں ہے وہ عیش و عشرت کے لئے باہر رہتا ہے..... کثیر شراب نوشی اسے یہاں رہنے نہیں ..... سمجھے تم..... وہ طیش میں آگئی۔

رتی..... لکشمی دیوی اور درپن داخل ہوا۔

ماما آگئیں..... رتی نے کہا۔

میں اب چلتا ہوں..... درپن کو دیکھ کر گوتم نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

بیٹھو یار..... چائے آرہی ہے..... بیٹھ جاؤ..... درپن بااخلاق انداز میں مسکرا بولا۔

No Thank you..... وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

یہ دور کیوں بھاگتا ہے مجھ سے۔ وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

اس کا خیال ہے کہ تم اس کا حق غصب کر رہے ہو۔ رتن نے ہنس کر درپن کے بالوں بڑے شریر انداز میں بکھرا دیا۔

کیا کرتی ہو..... ان کو قابو میں رکھو..... وہ محبت کے زوال جذبے کے تحت رتن ک دونوں ہاتھوں کو چوم کر بولا۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔

اب میرے پاس جواب کے لئے الفاظ نہیں..... وہ بغور رتن کی محو خواب آنکھوں م جھانک کر بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا.....

مطلب ظاہر ہے کہ وہ میری کائنات چھیننا چاہتا ہے..... میرے سنسار کو اپنی مٹھی م بند کرنا چاہتا ہے..... وہ تمہیں لے جانا چاہتا ہے..... درپن بے اختیار لپکا..... اور پورا طاقت سے رتن کو اپنے ساتھ بھینچ لیا اور دیوانہ وار اس کی پیشانی کو چوم لیا.....

درپن..... کیا بات ہے..... تمہاری محبت میں اتنی اضطرابیت بے قراری اور تڑ ..... میں نے کبھی محسوس نہیں کی..... وہ درپن کی گردن میں اپنی بازوؤں کو حمائل کر اسے جکڑ کر بولی۔

شاید آج سے پہلے میں نے اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ انتہائی کر سے نظریں رتن کی نظروں میں گاڑھتے ہوئے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... تم بے بس کیوں ہو گئے ہو..... مجھے کوئی تم سے چھین کے لے جائے گا۔ وہ تڑپ کر اٹھی

ہاں..... ماما نے تمہارے لئے گوتم کو پسند کر لیا ہے۔ وہ بولا۔

بکواس کرتے ہو تم..... ماما میری مرضی کے خلاف ایسا نہیں کر سکتیں..... درپن .. نہیں کر سکتیں۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ طیش میں اس کی آنکھیں انگارہ ہو گئیں۔

- ایسا ہو چکا ہے درپن کی جان..... گوتم میرا جگر نکال کر لے جائے گا..... وہ دلگیر انداز میں بولا۔

نہیں..... نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... میں..... میں صرف تمہاری ہوں..... آنکھ کھولتے میں نے تمہیں دیکھا ہے..... تمہارے بنا کوئی دوسرا میرے جیون میں داخل نہیں ہو سکتا..... سنا تم نے..... رتن نے درپن کے گریبان کو نوچ لیا۔

میں ماما کو صاف صاف کہہ دوں گی..... گوتم ہرگز میرا جیون ساتھی نہیں بن سکتا۔

نہیں..... رتی..... ایسا مت کرنا..... تمہیں معلوم ہے..... ماما کو کس قدر دکھ ہو وہ پہلے ہی اذیت سے گزر رہی ہیں۔ وہ افسردگی سے بولا۔

اذیت سے..... ماما..... اب ٹھیک تو ہیں..... وہ سن سی ہو گئی۔

ہاں..... دیکھنے میں وہ ٹھیک نظر آتی ہیں۔ وہ دوسری طرف چہرہ کرتے افسردہ ہو گیا ...

درپن..... تم کچھ چھپا رہے ہو..... بتاتے کیوں نہیں۔ رتن نے ایک ہاتھ سے درپن چہرا اپنی طرف کیا۔

کچھ نہیں..... دراصل ماما کو سانس کی تکلیف ہے نا..... اگر ان کو کوئی تکلیف دہ بات لگی تو ان کو دکھ ہو گا۔ وہ بظاہر مطمئن انداز میں کہتا رہا۔ اور وہ خاموش سنتی رہی۔

تمہیں معلوم ہے..... راجکمار کا دکھ ان کا سکون تباہ کر گیا ہے اور اب اگر تمہاری طرف سے انکار سنا تو..... وہ اس کو اصل راستے کی طرف لانا چاہتا تھا۔

تم چاہتے ہو کہ میں چپ چاپ اس چتا میں جل جاؤں۔ رتن نے ویران نگاہیں تباہ حال درپن پر ڈالیں۔

اس کے سوا کوئی چارا نہیں۔ وہ دور صحرا کے گرد و غبار کے بگولے میں ڈوبتا ابھرتا ابھرتا ر ..... رتن کو اس کی آواز بڑی دور سنائی دے رہی تھی۔

میں..... تمہارے بن مر جاؤں گی..... درپن..... ایک بات کہوں۔ وہ مضطر اس کے پاس آئی۔

کہو..... مجھے کہیں لے چلو..... ہم یہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

پاگل ہو تم..... جس خاندان کی عزت کے لئے میں نے ساری عمر گزار دی سیوک رام کو جیون بھر پتا کا درجہ دیا..... کیا اس کے ناموس کی آنجہانی ہونے کے گندگی تعفن زدہ ڈھیر بنادوں..... نہیں..... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اس کے پہلو لگ کر سسکتی رہی..... بچوں کی طرح بلکتی رہی.....

میرا تو کام تم سے محبت کرنا ہے..... تم ہمہ وقت میرے پاس ہو..... میں کسی تمہیں فراموش نہیں کر سکتا..... شادی ضروری تو نہیں..... محبت یوں بھی ہوتی لیکن وہ روتی رہی..... اس کی ہچکی بندھ چکی تھی۔ لو پانی پیو..... شاباش۔ درپن نے کو بٹھا کر پاس سے گلاس اٹھایا اور اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

شہر میں بہت بڑی سرکس آئی ہوئی ہے..... دیکھنے چلیں۔ وہ گلاس کو ایک طرف بولا۔

رتن نے صرف انکار میں سر ہلایا..... اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

کیوں نہیں..... ماما سے پوچھ کے چلتے ہیں..... چائے آ گئی درپن بابو..... ٹرالی مایا چائے لے آئی تھی۔

Very Good..... مایا..... تم نے بہت اچھا کام کیا..... چائے کی زبردست طلب محسوس ہو رہی تھی۔

رتن صرف دیکھ رہی تھی..... ہر قسم کے جذبات سے عاری چہرا لئے۔

کیا بات ہے..... رتی بی بی رو رہی ہیں کیا..... مایا نے رتن کی متورم آنکھوں کو دیکھ کہا۔

ماما کی وجہ سے پریشان ہیں

بھگوان دیوی جی کو شانتی دے..... اب تو وہ اچھی لگ رہی ہیں..... مایا نے ہاتھ جوڑ اپنی طرف سے رتن کو مطمئن کرنا چاہا۔

مایا..... ٹھہر کے برتن لے جانا۔ وہ بولا۔

بہتر سرکار بابو اور مایا باہر نکل گئی۔

بہت دن گزر جانے کے بعد جب درپن کے چہرے پر مسکراہٹ کا نشان تک نہ دیکھا تو بیٹے کی پژمردگی کی تشویش ہوئی..... شام کو واپسی پر بریف کیس لئے سیدھا اپنے ے میں گھس گیا۔

بیٹا..... پوجا داخل ہوئی..... بوٹوں سمیت پلنگ پر اوندھے لیٹے دیکھ کر وہ پریشان سی گئی۔

درپن بیٹے..... کیا بات ہے..... سیدھے ہو جاؤ..... وہ پیار سے درپن کے الجھے کو سنوارتے ہوئے بولی۔

جی ماما..... وہ سیدھا ہو گیا۔

بیٹا..... پوجا نے سارے سنسار کی ویرانیاں درپن کی آنکھوں میں دیکھیں..... اس کی وں کے لال ڈورے پھیلے ہوئے تھے، اور آنکھیں خاصی متورم نظر آ رہی تھیں..... ے جہان کا کرب..... اف..... پوجا کا دل ٹوٹ گیا۔ من میں کانٹے سے چبھنے لگے۔

میں تمہارا دکھ جانتی ہوں..... لیکن سوائے صبر کے اور کوئی چارا نہیں۔ وہ خود بے بس رہی تھی۔ میں نے تو زہر کا پیالہ پی لیا ہے..... اور وہ صبر نہیں کر رہی..... وہ کہیں مر ئے..... اس کی تڑپ نہیں دیکھی جاتی..... ماں..... کیا کروں میں..... وہ بے ہو کر بولا۔

وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر پوجا ماں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اپنے جذبات رول میں کرنے کی کوشش کرو..... میں رتی کو جانتی ہوں..... اس کا من گوتم کو نہیں کرے گا۔ پوجا بھی افسردہ ہو گئی۔

وہ اتنا چاہتی ہے..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا..... اس کا بلک بلک کر رونا..... روح کو زخمی کر رہا ہے..... یوں جیسے میرے زندہ بدن میں میری کھال ادھیڑی ہو وہ بے چین و مضطرب پھر لیٹ گیا۔

تمہیں رتن کے سامنے ثابت قدم رہنا ہو گا..... اگر تم کسی لمحے بھی کمزور پڑ گئے تو وہ ہا نہ کر پائے گی۔

ب کوشش تو کر رہا ہوں..... وہ بے بسی کے عالم میں نگاہیں اٹھا کر بولا۔

ں کھانا لاؤں تمہارے لئے..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولیں۔

وک نہیں ہے۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

صبح بھی سوائے ایک کپ چائے کے کچھ نہیں کھایا..... کب تک ایسا ہو گا...
بیٹے کی پریشانی دیکھ کر خود افسردہ ہو گئی۔

دل نہیں چاہتا..... وہ پھر کروٹ بدل کر بولا۔

دیکھو بیٹا..... پیٹ سے دشمنی اس مسئلے کا حل نہیں ہے..... دال چاول پکائے ؟
نے..... تھوڑا سا کھالو..... ماں کی جان..... پو جا پلٹ گئی۔

کاش جان و دل دے کر تجھے پالوں..... یہ سودا مہنگا نہیں ہے رتی..... وہ رتی
آدم تصویر جو سامنے آویزاں تھی..... دیکھ کر بڑبڑایا۔

نہ جانے اس نے کچھ کھایا ہے کہ نہیں..... مایا اندر داخل ہوئی..... نیم گرم
خوبصورت کپ لکشمی دیوی کے پاس سنگ سیاہ میز پر رکھا۔

وہ پلٹی.....

مایا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

جی دیوی جی..... مایا فوراً پلٹی۔

رتی نے کچھ کھایا.....

وہ کچھ نہیں کھاتیں..... صرف ایک دو مرتبہ چائے پی ہے..... وہ بھی تیز
دودھ کا تو نشان کرتی ہیں۔ رتی بی بی..... مایا نے فوراً سب کچھ گوش گزار کر دیا۔

رتی کو بلاؤ۔ لکشمی دیوی کا دل کٹ کر رہ گیا۔

ابھی لاتی ہوں دیوی جی۔ مایا بھاگم بھاگ رتی کے کمرے میں پہنچی۔

رتی بی بی..... دیوی جی بلا رہی ہیں۔ مایا نے کہا۔

تم نے ضرور کچھ کہا ہو گا۔ رتی ایک دم بستر سے اٹھ کر بولی۔

نہیں جی نہیں..... میں نے..... میں نے کیا کہنا تھا۔ مایا خوفزدہ ہو گئی۔

یہی کے میں نے کھانا نہیں کھایا..... رتی بھی لکشمی دیوی سے خوفزدہ تھی۔

انہوں نے پوچھا تھا..... میں نے کہا صرف چائے پی ہے۔ مایا نے سچ سچ کہہ دیا۔

جا رہی ہوں۔ رتی آہستہ آہستہ لکشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

ماما..... وہ پر دا سر کاتے آہستہ سے بولی۔

رتی..... آؤ بیٹا..... ادھر آؤ..... وہ کپ واپس رکھتے بڑی محبت سے رتی سے
..... جو چند دنوں میں خزاں رسیدہ پھول کی طرح مرجھا چکی تھی۔ اس کے رخسا

ک اور آنکھوں کی شگفتگی نہ جانے کہاں غائب ہو چکی تھی..... وہ بیٹی کا دکھ جانتی
.... لیکن اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں تھا..... درپن ہر طرح سے اچھا نوجوان تھا لیکن
شادی رتی سے نہیں ہو سکتی تھی..... ہندو مسلم ایک دوسرے کے متر نہیں ہو سکتے
صدیوں سے ان کی دشمنی چلی آ رہی ہے اور پھر شادی..... ایک ہندو لڑکی کی شادی
انا مرد سے کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہمارا دھرم قبول نہیں کرتا..... سیوک رام کی بیٹی
مسلمان کے ساتھ۔ بہت بڑا پاپ ہے..... رام..... رام..... وہ ایک دم جیسے
ہی گئیں۔ تپتی باریک سلاخ اس کے دماغ کو چیر گئی۔

ما..... آپ نے بلایا تھا۔

رتی نے چند سیکنڈ لکشمی دیوی کے خاموش سوچوں میں مستغرق چہرے کو دیکھا پھر جرات

تم خوش ہو نا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

میں..... بہت خوش ہوں..... کیوں آپ کو کیا خیال آگیا..... میں تو خوش ہی رہتی
وہ زبردستی متبسم ہونٹوں سے بالوں کو پشت کی جانب گرا کر بولی۔

میں نے تیرے ان بے ربط جملوں سے اندازہ لگا لیا ہے کہ تو کیسی ہے..... کئی دنوں سے
بھی اچھی طرح نہیں کھا رہی۔ لکشمی دیوی نے اپنی تمام تر توجہ رتن کی طرف مبذول کر

مایا جھوٹ بولتی ہے ماما..... کھانا تو میں کھاتی ہوں..... البتہ درپن بازار سے میری
کی چیزیں جو لے آتا ہے..... وہ میں پسند کرتی ہوں..... سارا دن ان کو کھاتی رہتی
..... وہ لکشمی دیوی کی تسلی کے لئے جھوٹ کا سہارا لینے لگی۔

پھر تیرے چہرے پر پہلے جیسی شگفتگی کیوں نہیں ہے..... تیرے گالوں کی وہ رنگت
نہیں ہے۔ سب سے اہم بات کہ اب تم درپن سے لڑتی بھی نہیں ہو..... وہ تمہاری
شکایت کی میرے پاس شکایت بھی نہیں کرتا..... لکشمی دیوی نے نڈھال ہو کر گاؤ
سے ٹیک لگالی۔

اور رتی صرف ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پکڑ کر مروڑتی رہی..... لکشمی دیوی سانس
زیر و بم کو قابو کرتے سیدھی لیٹ گئیں۔

ماما..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... درپن تو مصروف رہتا ہے..... رتن نے یقین

دلانا چاہا۔

میں جانتی ہوں..... تم دونوں ہمیشہ سے ایک ساتھ رہے ہو..... تم نے صرف درپن کو ہی دیکھا ہے..... اسنے بھی تمہارے جذبات کا احترام کیا ہے۔ لیکن بیٹی..... مجبوری کی دیوار دھرتی سے آکاش تک بلند ہے۔ وہ ہم نہیں گرا سکتے۔ لکشمی دیوی بے بس آنے لگی۔

رتن نے صرف لکشمی دیوی کے چہرے کو دیکھا۔

ہم برہمن ہیں۔ ہمارے ہاں ذات پات کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگ تو دھرم کے شودروں کو لڑکی دینا پاپ سمجھتے ہیں۔ اور درپن تو مسلمان ہے..... لکشمی نے رتن کے دل سے ایسے خیالات کو صاف کرنا چاہا۔ جس میں درپن موجود ہو۔

وہ خاموش سنتی رہی۔

تم بولتی نہیں ہو..... میری بات کا جواب تو دو۔ وہ عاجزانہ لہجے میں بولیں۔

کیا بولوں ماما..... تمام راستے بند ہیں..... نجات کا کوئی روزن میری طرف کھلتا۔ رتن نے دریچے سے باہر دیکھا.....

سب بھول جاؤ..... بھگوان اتنا جیون عطا کر دیں..... جو میں تیری ڈولی سجا .....

لکشمی دیوی کے رخساروں پر آنسو لڑھک لڑھک کر ان کا دامن بھگونے لگے۔

ماما..... ایسی باتیں مت کریں..... ورنہ میں رو دوں گی۔ وہ چہرے پر ہاتھ ر سسک اٹھی۔

تیرے رخصتی کے وقت میری کیا حالت ہو گی..... تمہاری جدائی کے تصور سے کانپ اٹھتی ہوں۔ لکشمی دیوی نے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دن ایک ایک کر کے گزر گئے..... گوتم کے ساتھ رتن کی نسبت پکی ہو گئی.....

اس وقت تک شادی طے ہونے میں تاخیر کی گئی جبکہ نیتا کے شوہر جے پال انگلینڈ سے نہیں آ جاتے اور اجے شیتل کے ساتھ نہیں لوٹ آتا..... شادی کی تمام تر ذمہ دا درپن کے سپرد تھی..... اور کرتا بھی کون..... سنتوش کاروبار میں اس قدر مصروف کہ انہوں نے خود درپن کو سلیکٹ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ درپن بیٹے تمہارے پاس ہر کے اختیارات ہیں..... بس تم ہماری بہن اور بیٹی رتی کی پسند کا خیال رکھنا۔ لکشمی

درپن کو دیکھ کر ہنس دیں۔

تمہارے ماموں کی سند کسی سے کم تو نہیں۔ لکشمی دیوی نے بھائی کو دیکھا۔

تمہاری محبت ہے میری لاڈلی بہن ویسے درپن کافی ٹرینڈ ہے۔ درپن نے ہنس کر چہرہ جھکا لیا۔

لکشمن..... جی بھائی۔

راجکمار کو بہت دن ہو گئے دیکھے ہوئے..... باہر رہتا ہے کیا۔ سنتوش نے حیران ہو کر پوچھا۔

کل سے آیا ہوا ہے..... میرے ساتھ اس کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ تم نے بلایا بھی نہیں۔

نہیں..... بھیا..... اس کی جلی کٹی دل خراش گفتگو میرے من کو دکھ پہنچاتی ہیں۔ وہ ذے کرب سے ویران نگاہیں درپن کے ملائم چہرے پر ڈال کر بولیں۔

ماما..... کہا نا..... آپ راجکمار کے بارے میں مت سوچا کریں۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا..... دل کا برا نہیں ہے وہ..... درپن نے لکشمی دیوی کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

لکشمی دیوی نے احسان مند نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈالیں اور اپنا نازک کمزور ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

سنتوش نے ایسے شفاف ذہن کے مالک درپن کو بغور دیکھا..... وہ انتہائی دکھوں کے باوجود بھی وفا کی آگ میں جل رہا تھا..... اس نے بچپن سے لے کر اب تک آتش پرستی کی کمی نہیں آنے دی.....

مجھے آگیا دیجئے ماما..... درپن کھڑا ہو گیا۔

رتی کا زیور تو مکمل ہے نا۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

بالکل مکمل ہے..... ابھی لانا باقی ہے..... درپن نے کہا۔

اس کی پسند کی کوئی چیز بنوائی۔ لکشمی دیوی جاننا چاہتی تھیں کہ رتن کے من سے پسندیدگی کا زہر محو ہوا کہ نہیں۔

نہیں ماما..... اس نے کسی چیز کے لئے اپنی پسند ظاہر نہیں کی..... میں نے خود بنوالیا ہے..... آشا ہے کہ آپ کو پسند آئے گا۔

ٹھیک ہے..... تم اس کی پسند کو بہتر جانتے ہو۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

اور کوئی ضروری بات..... درپن نے کہا۔

میرا خیال ہے نینا کے لئے ایک بڑا رانی ہار بنوالو تو اچھا ہے۔ لکشمی دیوی نے نینا کی زیورات کا اندازہ لگایا۔

ماما..... دونوں ماں بیٹیوں کو دس دس تولے کے مکمل سیٹ بنوا دیئے ہیں۔

درپن حیرت سے بولا۔

رہنے دو لکشمن..... بہت ہے۔ سنتوش بولے

نہیں بھیا..... میں چاہتی ہوں کہ رتی کی ساس ہونے کے ناطے خوش ہو جائے۔

دیوی کی آنکھوں میں چمک سی بڑھ گئی۔

تو پھر درپن بیٹا..... دونوں ماں بیٹی کے رانی ہار بنوالو..... سنتوش نے کہا۔

چلو ٹھیک ہے ماموں..... جیسے آپ کہیں۔

ہاں..... لکشمی دیوی نے اقرار میں گردن ہلائی۔ وہ باہر نکل گیا۔

لکشمن..... درپن کتنا شفاف انسان ہے..... اس کے من میں کسی کے بارے برائی نہیں ملتی۔

سنتوش نے پسندیدگی سے کہا۔

اب تو سب کچھ درپن کی وجہ سے ہے..... کاروبار..... گھر سب اس نے سنبھال ر ہے..... میں کئی مرتبہ سوچتی ہوں..... رام جی کے بعد کون تھا جو ڈوبتی نیا کو سہارا ا

لکشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔

درپن تمہارے گھر کے لئے پتوار کا کام دے رہا ہے۔ سنتوش بولے

میرا جیون گرتی دیوار کی طرح ہے..... بعد میں نہ جانے کیا ہو.....

اچھی ہو جاؤ گی۔ اتنا اچھا علاج ہو رہا ہے..... دل مضبوط رکھو۔

(مسٹر سنتوش مسز سیوک رام کو پھیپھڑوں کا سرطان ہے..... مسٹر درپن کو علم ..... آپ ان سے بات نہ کیجئے گا.....) وہ سراپا لرز کر رہ گئے جب ڈاکٹر کینڈی کے الفاظ کی سماعت سے ٹکرائے۔

کیا سوچنے لگے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

کچھ نہیں..... درپن کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اگر ہندو دھرم رکھتا تو ایسا اچھا ہاتھ سے نہ جاتا۔ وہ جان بوجھ کے بات کا رخ پلٹ گئے۔

جی بھیا..... اس کا تو مجھے بھی دکھ پہنچتا ہے۔

خیر..... اب آگے بھگوان اچھا کرے..... تم ذہن پر زور کم دینا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔

جا رہے ہیں آپ۔ لکشمی دیوی نے دیکھا۔

خیال ہے اب جانا چاہئے میں پھر آؤں گا۔ سنتوش نے لکشمی دیوی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

بھیا..... اُشا اور بچوں کو جلد لے آیئے..... رونق رہے گی۔ لکشمی دیوی نے محبت سے کہا۔

ضرور کیوں نہیں..... بس اجے اور شیتل آلیں..... ہم سب تمہارے پاس شفٹ ہو جائیں گے..... وہ پیار سے بولے اور باہر نکل گئے۔

لکشمی دیوی نے صوفے کی پشت پر سر ٹکا دیا..... اور ان کا ذہن ارد گرد کی سوچوں کا محور بن چکا تھا۔

دیوی جی برتن لے جاؤں۔ مایا اندر آتے بولی۔

ہوں۔ لے جاؤ..... لکشمی دیوی جھک کر سیدھی ہو گئیں.....

سنو..... وہ بولیں۔

جی دیوی سرکار۔

راجکمار کو بلاؤ.....

بہتر جی۔ مایا برتن اٹھا کر چل دی

چند لمحے گزرنے کے بعد راجکمار دروازے پر نمودار ہوا۔

اجازت ہے ماما..... وہ پردا سرکاتے بولا۔

اجازت..... اپنی ماتا کے کمرے میں کیسی اجازت بیٹے۔ وہ بڑی محبت بھری نظر ڈال کر بولیں۔

ہے ماما..... اگر اجازت نہیں تو صرف درپن کو..... وہ طنز کے تیروں کی بوچھاڑ کرتا اندر آگیا۔

بیٹھ جاؤ۔ وہ مختصر بولیں۔

Thank you..... وہ بیٹھتے ہوئے غیریت کا انداز اپنا گیا۔

تم میرے بیٹے ہو..... زیادہ وقت گھر میں رہا کرو..... تمہاری ضرورت ہے۔ وہ بولیں۔

لیکن کیوں؟..... کیا رکھا ہے اس گھر میں..... پھر میری ضرورت..... ہنہ...

وہ طنزاً ہنس دیا۔

تمہاری بہن کی شادی ہے..... ایسے وقتوں میں بھائی پاس ہونے چاہئیں۔ وہ بغور سرکش بیٹے کا چہرہ دیکھتیں رہیں۔

ماما..... میں نے کہا نا..... اس گھر کو میری نہیں..... درپن کی ضرورت ہے۔ اور وہ موجود ہے آپ کے پاس..... میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

تم اس کا ہاتھ بٹاؤ..... بھائی ہے تمہارا..... لکشمی دیوی راجکمار کے دل سے عداوت کا کانٹا نکالنا چاہتی تھیں۔

بھائی..... کیسی باتیں کرتی ہیں آپ..... وہ میرا بھائی کیسے ہو سکتا ہے پھر ایک مسلم زادہ..... وہ نفرت کے رکیک لہجے میں بولا۔

یہ خیال دل سے نکال دو۔ اس کی پرداخت ہندو دھرم میں ہوئی ہے اور ہندو عورت کی گود میں پلا بڑھا ہے وہ..... دشمن نہیں ہے تمہارا..... وہ ہمارا ہے..... وہ آخر میں یوں سسک کر پھر بلند آواز میں..... جیسے تھک چکی ہوں۔

کچھ بھی ہے..... وہ میرا ہمسر نہیں ہے..... آپ نے اور پاپا نے اسے اس قدر ڈھیل دے رکھی ہے کہ اب وہ پورا پورا اختیار ہے اور..... وہ آنکھیں کھول کر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... آج اس کا فیصلہ ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔ لکشمی دیوی روز روز کی جھک جھک ختم کرنا چاہتی تھیں۔

میں اپنے حصے کی جائیداد لینا چاہتا ہوں..... وہ نڈر لگنے لگا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے..... ٹھیک ہے..... تمہارا جو حصہ نکلتا ہے..... تمہیں دے جائے گا۔ لکشمی دیوی نے سینے پر ہاتھ رکھا اور لیٹ گئیں اور گہرے گہرے سانس لینے لگیں..... جیسے سانس کی ڈوری ٹوٹنے لگی ہو۔

پانی..... پانی لیجیے ماما..... راجکمار نے ایک دم لپک کر پانی کا گلاس لکشمی دیوی کے ہونٹوں سے لگایا۔ دو گھونٹ پینے کے بعد گلاس انہوں نے واپس تپائی پر رکھا۔

اب کیسی طبیعت ہے۔ وہ بولا۔

میں ٹھیک ہوں..... تم فکر نہ کرو..... صرف جائیداد کی بات کرو..... لکشمی دیوی

...وقت راجکمار کا انداز شدید ناگوار لگ رہا تھا.....

...ما..... میں تو..... وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

میں جانتی ہوں..... اور چاہتی بھی یہی ہوں کہ اب جائیداد کا بٹوارہ ہو جائے..... ...ے بعد آنے والے سے نہ جانے کیسے ظالم ہوں۔ وہ بولتی رہیں اور لکشمی دیوی کا چہرہ دیکھتا

تمہیں معلوم ہے تمہارا پاپا اپنے جیون میں ہی ساری جائیداد کو تقسیم کر چکے تھے.....

...انکہ وہ..... آپ پھر درپن کا ذکر کریں گی..... وہ بات کاٹ کر بولا۔

بکواس بند کرو..... اس کا ذکر کیسے نہ کروں..... وہ پتوار ہے اس گھر کا..... سب سنبھالا ہوا ہے اس نے..... اگر وہ نہ کرتا یہ سب کچھ..... کون کرتا..... مجھے کون سنبھالتا ...میں مر رہی ہوں..... میرا خیال رکھتا ہے..... میری ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ سانس لیتا ہے..... تم کہتے ہو اس کا نام نہ لوں..... وہ ہانپ رہی تھیں..... جیسے ایک ...ویل راستہ کٹھن گزار پگڈنڈی پر طے کیا ہو..... وہ لاپرواہ سا دیکھتا رہا..... اسے اب ...شمی دیوی کے پاس آنے کی جرات نہ ہو رہی تھی۔

تمہارے پاس ایک فیکٹری تو ہے نا۔ وہ سانس پر قابو پاتے بولیں۔

وہ صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

باقی تمہارا حصہ..... کسی دن درپن تمہیں دے دے گا..... میں تمہیں مکمل حصہ دے ...دوں گی..... کیوں کہ بعد میں کسی جھگڑے کا احتمال نہ رہے۔ میں پسند نہیں کروں گی کہ ...میرے بعد تم درپن سے بیر رکھو.....

Thank you..... وہ مسکرا کر بولا۔

کیا خیال ہے اپنی بہن کا خیال رکھو گے..... تمہیں تو عیاشیوں سے ہی فرصت نہیں ملے ...گا..... وہ زہرخند مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بولیں۔

یہ کمی بھی درپن پوری کرے گا..... وہ کرسی کو ٹھوکر مارتا تیز رفتاری سے باہر نکل گیا ...اور بے کلی اضطرابیت سے تڑپتے ہوئے انہوں نے اپنا سر تکیے پر گرایا اور آنکھیں موندلیں۔

☆ O ☆

جوں جوں شادی کے دن قریب آ رہے تھے ان کی ہستی سے قطرہ قطرہ کوئی خون نچوڑ رہا تھا..... ان کے آسمان کے تمام ستارے ماند ہو رہے تھے..... آج رتن کو ملے کئی دن ہو چکے تھے..... اس کی صورت کو ایک دن نہیں دیکھتا تھا تو بے چین ہو جاتا تھا اور آج اس کو دیکھے کئی دن ہو گئے تھے۔ کیسے جاتا محل مہمانوں سے بھرا پڑا تھا..... اسے تو کام سے ہی فرصت نہیں مل رہی تھی..... رتن کو وہ کیسے دیکھتا..... اپنے آپ کو مشینی پرزے کی طرح فٹ کرتے کام میں جتا ہوا تھا۔

اس وقت شب کے سات بج چکے تھے..... ضروری امور سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں ہی لوٹ آیا..... دروازہ کھولتے ہی وہ بوکھلا سا رہ گیا۔

رتی..... تم یہاں..... وہ حیرت زدہ سا آگے بڑھا۔

درپن..... وہ اس کے سینے سے لگی سسک سسک کر رو دی۔

کیا ہوا..... کسی نے کچھ کہا۔

درپن اسے بازو کے حصار میں لے کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔

او ہو..... بھئی رونا بند کرو..... وہ اپنے ہاتھ سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا.....

یہاں میرے آنسو پونچھ لو گے..... اور وہاں..... وہ بڑے کرب سے بولی۔

تم پاگل ہو..... خبردار وہاں ایک آنسو بھی ضائع کیا..... وہ محبت سے اسے ڈانٹ کر بولا۔

میرا اختیار نہیں ہے..... درپن..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتی..... وہ پھر اس کے شانے پر سر رکھے رو دی۔

ان آنسوؤں کو روک لو رتی..... اور کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے اور میرے بس میں کب ہے..... وہ کرب ناک آواز سے بولا۔

پھر تم نے کیوں مجھے اس کے حوالے کیا..... وہ آنسو بھری آنکھوں کو درپن کو دیکھ کر بولی۔

میں نے تمہیں حوالے نہیں کیا..... تمہارا جدا ہونا گویا میرا نصف بدن سولی پر لٹکا دیا گیا ہے..... میں تمام شب کانٹوں پر بسر کرتا ہوں..... نہ نیند آتی ہے اور نہ چین..... رتی میں کیا کروں..... ماما کی وجہ سے وہ بیتاب مضطرب رتی کو لپٹا کر پھوٹ کر رو دیا..... جیسے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے..... وہ موم کی طرح گرمیٔ عشق سے پگھلا جا رہا تھا وہ اس سے لپٹی بلک بلک کر رو دی.....

تم نے..... درپن ایسا کیوں کیا..... وہ چہرہ اٹھا کر درپن کے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں میں سموتی رہی۔

میں نے نہیں کیا..... تمہارے دھرم نے ایسا کیا ہے..... مجھے قبول نہیں کیا تمہارے دھرم نے..... لیکن میری وفا کو مانتے ہو..... اور میں بابا کا حق نمک ادا کر رہا ہوں..... مجھے تم سے محبت ہے..... اور یہ ضروری تو نہیں کہ محبت میں شادی لازمی ہے..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں وہ رتن کا دلکش چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر آنسوؤں کے درمیان رک رک کر کہہ گیا.....

درپن..... وہ ایک دم چہرہ صاف کرتے بولی۔

کیا؟..... درپن نے آنکھیں اٹھائیں۔

مجھے اب بھی روک لو..... کہیں لے جاؤ..... میں ہر حال میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں..... آؤ کہیں دور چلے جائیں..... جہاں یہ دنیا والے ہم تک نہ پہنچ پائیں۔ وہ اس کے شانے پر سر رکھے بولی۔

نہیں..... درپن کی جان..... تم عزت ہو بابا کی..... تمام ہندو برادری کی..... اور میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ سیوک رام کی عزت پر کوئی انگلی اٹھائے..... ان کے ناموس کی حفاظت میرا فرض اولین ہے۔ وہ محبت کے بے پناہ جذبے کے تحت بولا.....

میں کیا کروں..... یہ دل کہیں ٹھہرتا نہیں ہے..... تم سے دور جانے کا تصور میری رگ و پے میں نشتر چلا رہا ہے۔ وہ بے سہارا بچے کی طرح اس کے شانے سے چمٹ گئی۔

دیکھو رتی..... میرے پاس وہ الفاظ تو نہیں جو تمہیں یقین دلا سکیں کہ مجھے تم سے کس قدر محبت ہے..... تمہیں کانٹا بھی چبھ جائے تو میں تڑپ جاتا ہوں..... اور اب مجھے دوسروں کے حوالے کیوں کر رہے ہو..... درپن..... مجھے سمیٹ لو..... نہ جانے دو

مجھے..... وہ احتجاج کرتے جیسے منت بھرے لہجے میں بولی.....

تم سمجھتی کیوں نہیں رتی..... میری بان سمجھو حالات کی نزاکت کو..... وہ بے کے انداز میں رتن کے شانے کو تھام کر بولا۔

وہ نڈھال سی پھر اس کے ہاتھوں پر سر رکھے رو دی..... میں ماما کو کسی قسم کا دکھ نہیں چاہتا..... ماما ہمارے پاس شاید.....

وہ دکھ اور تکلیف سے رتن کے بالوں پر چہرہ رکھے رو دیا۔

کیا ہے ماما کو..... بتاؤ نا..... وہ تڑپ اٹھی.....

وہ خاموش رتن کا چہرہ دیکھتا رہا..... اس کی نگاہیں رتن پر مرکوز تھیں۔

درپن..... ماما کو کیا ہے..... بولتے کیوں نہیں..... اس نے درپن کو پوری طا سے ہلایا۔

کچھ بھی نہیں..... میرا مطلب کہ وہ شدید بیمار ہیں..... ان کو سانس کی تکلیف..... ہو سکتا ہے کوئی جان لیوا صدمہ ان کو اور تکلیف نہ دے..... وہ جھوٹ کا سہارا لے ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

ہاں..... یہ بات تو ہے..... تم خوش رہو گی نا..... تو وہ بہت خوش ہوں گی..... طرح ان کو سکون ملے گا..... ان کے من کو آشتی ملے گی..... عمر بڑھ جائے گی ان کی نصیحت بھرے لہجے میں بولا۔

وہ اس نوجوان کے خوبصورت ملائم چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی وفاؤں کو ایک ایک کے یاد کرتی رہی..... کیا ساری قربانیوں کا ٹھیکہ تم نے لے رکھا ہے..... وہ پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔

کیا دیکھ رہی ہو۔ وہ چونک کر بولا۔

تمہیں..... جس کے چہرے پر خود غرضی کی ایک شکن بھی نظر نہیں آتی۔ وہ بولی۔

تمہاری محبت میری غرض ہی تو ہے..... وہ بڑے کرب سے مسکرایا۔

محبت..... وہ حیرت زدہ سی بولی۔

ہاں رتی..... محبت صرف شادی تک محدود نہیں ہوتی..... چاہنے والے محبوب کو ہر حال میں پیار کرتے ہیں۔ اس کے ارادے کا استحکام رتی کو چونکا گیا۔

چاہے..... تمہاری محبت گوتم کی دلہن بن جائے۔ وہ بولی۔

ہاں..... گوتم کی دلہن..... سیوک محل کی یہی آشا ہے۔ سارے دکھ سمیٹ کر بولا.....

اور پھر ایک دن وہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گوتم کی دلہن بن کر اس کے ساتھ سسرال سدھار گئی۔ وہ دل تھام کر رہ گیا..... پورے سنسار میں اس جیسا کوئی نظر نہ آیا۔ اپنے اردگرد یوں جیسے کائنات ماتم کدہ بن چکی ہو..... اس نے حالات سے سمجھوتہ کرنا سیکھا تھا۔ آج بھی وہ سمجھوتہ ہی کر رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے دوسروں کے حوالے کیا..... اپنے جسم کا ایک حصہ گوتم کو دے دیا..... وہ یوں جیسے اپاہج ہو گیا ہو..... رتی اس کی مسکراہٹیں چھین کر لے گئی تھی۔ وہ صرف شکایت کرے تو کس سے کرے..... کوئی ہمدرد و غمگسار نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں نے رتن کا تڑپنا دیکھا تھا۔ وہ سنتوش ماموں اور لکشمی دیوی ماما سے لپٹ کر بلک بلک کر روئی تھی..... اس کے اس طرح ٹوٹ کر رونے سے کائنات تھرا اٹھی تھی..... پوجا ماں نے اسے اپنے سینے میں بھر لیا لیکن اس کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا..... اس کی رخصتی کا منظر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ ایک زلزلہ جو محبت کرنے والے ذہنوں کی عمارت مسمار کر گیا اور وہ رخصت ہوئی..... سب تہہ و بالا ہو گیا۔ ایک طلاطم جو محبت کے سمندر کو زیروزبر کر گیا۔

وہ ایک محل سے اٹھ کر دوسرے محل میں چلی گئی تھی..... یوں جیسے کسی مغل شہنشاہ کا بنوایا ہوا تاج محل۔ رام جی کی مورتی کو ماتھا ٹیکنے کے بعد رتن کو پھولوں کی سیج پر بٹھایا۔

اور گوتم نے بڑی بے کلی کے ساتھ رتن کا گھونگھٹ پلٹ دیا..... بھگوان نے تجھے کتنا سندر بنایا ہے رتن..... تمہارے حسن کا جوبن پورے سنسار کو حسین بنا رہا ہے۔ گوتم پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دونوں ہاتھوں کی اوک میں رتن کے چہرے کو تھام کر دیکھتا رہا.....

میں ماضی میں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کو فراموش کر رہا ہوں..... تم اور درپن میرے ساتھ کر رہے تھے..... اور تمہیں وہی محبت دوں گا جس کا تمہیں حق ہے..... وہ لرز گئی.....

رتی..... گوتم تمہارا پتی ہے اس سے وہی سلوک کرنا جو ہندوستانی عورت کا شیوہ ہے۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ گوتم نے رتن کے یاقوتی ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھ دی۔

وہ صرف آنکھیں جھپکا کر رہ گئی۔

جو شخص میرے کمرے کے دروازے پر نہیں پھٹک سکتا تھا..... اب وہ میری ذات کا مالک بن چکا ہے..... بھگوان بن گیا ہے۔ اس کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آر ہے تھے۔

تمہیں حیرت ہو رہی ہے شاید..... یہاں میری جگہ درپن کو ہونا چاہئے تھا..... گوتم نے کہا۔

رتن نے بے چین نظریں گوتم کے چہرے پر ڈال دیں

I am sorry..... وہ شرمندہ سا لگنے لگا۔

رتن بے کل مضطرب گھٹنے میں چہرہ چھپائے بری طرح رو دی۔

رتی..... بھئی معاف کر دو..... انجانے میں بات منہ سے نکل گئی..... ایسی غلطیاں روز تھوڑی ہوتی ہیں۔ وہ معذرت خواہ نظر آ رہا تھا۔ گوتم نے بڑی اپنایت سے کہا۔

ایک دم دونوں ہڑبڑا سے گئے۔ لڑکیوں نے ہلا بول دیا..... اور تمام شب ان کی نذر ہو گئی۔

دن یوں ہی دعوتوں اور پارٹیوں میں کٹ گئے..... ٹینا کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا..... ذرا ان ہنگاموں سے فرصت ملی تو شادی کو ایک ماہ ہو چکا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد دونوں اپنے کشادہ آرائشی کمرے میں آ گئے..... زیورات کو آئینے کے سامنے بیٹھے شیشے کے ٹرے میں رکھتے رتن نے گوتم سے کہا جو لباس اور جوتوں سمیت لیٹ چکا تھا۔ تھک گئے؟ وہ پلٹ کر بولی۔

نہیں..... تمہارے ساتھ مجھے تھکن کا احساس نہیں ہوتا..... گوتم نے اس کی طرف پلٹ کر کہا۔

ایک بات کہنا تھی۔ وہ اپنے دراز بالوں کو کھول کر بکھرا کر بولی۔

وہ مدہوش سا ہو گیا..... ساری کائنات اس کی حسین زلفوں میں سمٹی نظر آ رہی تھی

ایک نہیں سو بات کہو۔ وہ مدہوش سا ہو گیا۔

بہت دن ہو گئے ماما سے ملے..... کل چند دنوں کے لئے ہو آئیں۔ وہ رک کر بولی..... جانتی تھی کہ گوتم جانے سے گریز کرتا ہے۔

کیا؟..... گوتم کے تیور فوراً بدل گئے۔

میں نے کوئی انہونی بات تو نہیں کہہ دی۔ رتن مسکرا دی۔

یہی کہا ہے نا کہ محل ہو آئیں..... چند دنوں کے لئے۔

وہ بیٹھ گیا۔ وہاں لے چلوں..... جہاں وہ ہے..... جو مجھے.....

ہاں..... یہ کوئی حیران کن بات تو نہیں۔ وہ آنکھیں کھول کر حیرت سے بولی۔

کیا ضرورت ہے..... چند دن ہوئے سب لوگ تو آئے تھے۔ گوتم نے یاد دلایا۔

سنتوش ماموں اور ان کے اہل خانہ..... ماما کب آئیں تھیں۔ رتن نے اسے یاد دلایا۔

رات کو چلیں گے۔ چند منٹ بیٹھیں گے آ جائیں گے۔ وہ بڑی ظالمیت سے بولا۔

میں بھیا سے بھی ملنا چاہتی ہوں..... بلکہ سب سے..... وہ ویران نظریں ڈال کر بولی۔

ہوں..... جانتا ہوں ان سب میں کون کون شامل ہے..... ہے نا ایسی بات..... وہ اپنے اندر چھپے ہوئے زہر کو اگل کر بھرپور طنز کرتے بولا۔

گوتم..... میں ایسی گفتگو ہرگز پسند نہیں کرتی..... آئندہ خیال رکھئے..... وہ شروع میں سیخ پا ہو گئی اور بعد میں نرم پڑ گئی۔

سوری..... سوری..... رتی..... ٹھیک ہے..... خیال رکھوں گا۔ وہ کسی خیال کے تحت ندامت آمیز لہجے میں نرم پڑ گیا۔

رتن نے معنی خیز نظروں سے گوتم کو دیکھا۔

نہ جانے کیوں..... میں اس خیال کو من سے نہیں نکال سکتا۔ وہ مجبور نظر آ رہا تھا۔

کیا سارا جیون یہ نشتر میرے من کو زخمی کرتا رہے گا..... وہ آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو ضبط کرتے بولی۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں میرے بیٹے بہو میں۔ ٹینا نے آتے ہی کہا۔ رتن کی متورم آنکھیں تشویش کا باعث تھیں

کچھ نہیں آنٹی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی

گوتم..... رتن پریشان کیوں ہے..... ٹینا نے اپنی چھٹی حس کے ذریعے محسوس تو کر لیا تھا۔

رتی محل جانا چاہتی ہے..... چند دنوں کے لئے۔ گوتم نے کہا۔

چند دنوں کے لئے..... ابھی سے..... ٹینا نے تیوری چڑھائی۔

ایک ماہ ہو گیا ہے آنٹی..... میں ماما کے پاس رہنا چاہتی ہوں..... رتن نے جرات سے

کام لیا۔
اٹھارہ انیس سال تم وہاں رہی ہو..... اب اپنے گھر میں جی لگاؤ..... ٹینا
جذبات سے واقف تھیں۔
تو کیا کبھی نہ جاسکوں گی۔ وہ مایوس سی دکھائی دینے لگی۔
کیوں نہیں..... صبح لے جاؤ گو تم..... تمام دن رہو..... رات کو بے کر آ جا
وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولیں۔
آنٹی..... رہنے میں کیا حرج ہے..... وہ پلٹ کر منت بھرے لہجے میں بولی.....
وہ جاچکی تھیں۔
مجھے نہیں جانا..... وہ دل مسوس کر رہ گئی۔
دیکھو نارتی تمہاری جدائی ماما سے بھی برداشت نہیں ہوتی..... سب تم سے
کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔
وہ خاموش بیٹھ گئی..... چٹان سے سر پھوڑنے سے بہتر ہے خاموش رہا جائے لیکن
خون کے آنسو رو رہا تھا..... وہ جان چکی تھی کہ یہ لوگ کس وجہ سے اسے محل نہیں
دیتے..... کیا یہ جانے نہ دیں گے..... کیسے کیسے خیالات نے اس کے ذہن کو پراگند
..... وہ کئی دن پریشان رہی..... شاید یہ پریشانی اس کا مقدر بن چکی تھی، وہ ہمہ وقت
رہنے لگی..... اس نے بننا سنورنا بھی کم کر دیا تھا..... دروازہ کھلا..... ٹینا داخل ہوئی
رتن..... ٹینا نے دیکھا وہ آج مندر پوجا پاٹ کے لئے نہیں گئی تھی..... اور ا
اسے یعنی اپنی ساس کے چرنوں کو چھوا تھا..... تم ابھی تک بستر پر پڑی ہو۔ ٹینا نے ا
انداز میں کہا۔
ہاں..... آنٹی..... طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
جب سارا دن بند کمرے میں گزرے گا تو طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے تو پھر کیا کروں
وہ بے بس سی بولی۔
گھر کے کاموں میں حصہ لو..... دل بہل جائے گا۔ ٹینا نے طنز کیا۔
وہ بالوں کو ہٹا کر خاموش بیٹھی رہی۔
ٹینا اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔
حصہ..... کیسا حصہ..... باورچی کو چھٹی کروا دیجئے..... رتن جل کر بولی۔

دیکھو بیٹی..... چند دنوں میں تم ہنی مون کے لئے باہر جا رہے ہو..... اپنے موڈ کو اچھا
رکھو..... بھول جاؤ..... سب باتیں..... ٹینا نے چھپے چھپے لہجے میں کہا اور انداز بدل
ا۔
آنٹی..... ٹینا کمرے سے نکل گئی۔ وہ کھڑی رہی.....
اور ہاں..... اپنی حالت درست کرو..... کوئی ملنے ملانے والا ہی آ جاتا ہے..... ایسے
خواہ رسوائی ہوگی۔ وہ پلٹ کر بولیں پھر پلٹ گئیں۔
دو موٹے موٹے آنسو لڑھک کر رتن کے رخساروں سے بہہ کر اس کے دامن کو بھگو
ئے۔
بہو بیگم..... بہو بیگم..... درپن بابو آئے ہیں۔ ملازمہ نے اندر آتے ہی کہا۔
درپن آیا ہے..... وہ بے قرار بے اختیار باہر کی طرف بھاگی جیسے قفس توڑ کر پنچھی نکل
ائے..... درپن غلام گردش کا زینہ چڑھتے ٹھٹکا.....
درپن..... وہ دیوانہ وار اس سے لپٹ گئی..... اور بری طرح رونے لگی..... رتی
..... تم ٹھیک تو ہو..... ایک بازو کے توانا حصار میں لے کر وہ خود ڈھول گیا۔
ڈرائننگ روم میں آجائیے بابو سرکار۔ ملازم نے مودب کہا۔
وہ روتی رہی..... ڈرائننگ روم میں داخل ہوتے درپن نے رتن کے سراپا کو بغور دیکھا
ماما..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں۔ وہ اپنے خون ہونے والے دل کے ٹکڑے سمیٹ کر
کرایا..... اس کی حالت سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ خوش نہیں ہے.....
میں تمہیں لینے آیا ہوں..... تیار ہو جاؤ..... وہ دکھی نظر رتن کے چہرے پر ڈال
ر بولا..... اس کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ رتی خوش نہیں ہے۔
یہ لوگ جانے نہیں دیتے..... وہ بے بسی کے عالم میں درپن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر
لی۔
نہیں جانے دیتے..... تم ماما سے بھی نہیں مل سکتی..... وہ پریشان ہو گیا۔
نمستے..... آنٹی..... اچانک ٹینا کو اندر آتے دیکھ کر اس نے مودب کہا.....
بیٹھو..... وہ از راہ اخلاق بولیں۔
Thank you..... وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

رتی..... تم بھی بیٹھو..... وہ افسردہ رتی کو کھڑے دیکھ کر بولا۔
نہیں..... میں تمہارے لئے چائے لاؤں..... وہ پلٹ کر بولی۔
ارے نہیں..... تم بیٹھو..... مجھے جلد جانا ہے..... ادھر آؤ..... وہ رتی کی
سے مغلوب ہو کر بولا۔ وہ ٹینا کے پاس ایک طرف بیٹھ گئی۔
کیسے آئے ہو..... ٹینا نے ایک ابرو چڑھا کر کمال عیاری سے کہا.....
ماما نے بھیجا ہے..... رتی کو لینے آیا ہوں..... وہ ملنا چاہتی ہیں..... وہ مسکرا کر ر
دیکھ کر بولا۔
گوتم گھر پر نہیں ہے..... ٹینا نے کہا۔
گوتم بمبئی گئے ہوئے ہیں..... رتن نے کہا۔
کب آنا ہے انکا..... درپن فوراً بولا۔
کوئی پتہ نہیں درپن! تم مجھے ماما کے پاس لے جاؤ..... میں جاؤں گی..... رتی
پر اصرار بھرے لہجے میں کہا۔
یونہی..... تمہیں گوتم کی اجازت کے بغیر کیسے بھیج دوں..... ٹینا بے ساختہ بولی۔
ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ رتی کو یاد کر رہی ہیں..... درپن نے کھڑے
کہا۔
لکشمی کی طبیعت تو اب ایسی ہی رہے گی..... کوئی اور بہانہ کرو..... ٹینا نے ب
سفاک لہجہ اختیار کر گئیں۔
آنٹی..... بھگوان سے ڈریئے..... بیماری پر کسی کا اختیار نہیں..... درپن کو
گیا.....
دیکھو..... دونوں ہنی مون کے لئے باہر جا رہے ہیں..... جاتے ہوئے آئیں
کے لئے..... ٹینا نے پرسکون انداز میں کہا۔
لیکن میں رتی کو اب لے کے جاؤں گا..... ماما رتن کے بغیر بڑی اداس ہیں آنٹ
رتی کو میرے ساتھ جانے دیجئے..... وہ اصرار کرنے لگا۔
کیسے جانے دوں..... گوتم کے بغیر میں ہرگز نہیں جانے دوں گی..... ٹینا کے
پر فرعونیت ناچ رہی تھی۔
میں نے کہا نا..... ماما سے مل لے..... میں ایک گھنٹے میں چھوڑ جاؤں گا۔ وہ اصر

ے لگا۔
تم اس کا پیچھا چھوڑ دو..... اب رتی کی شادی ہو چکی ہے..... نہ جانے لکشمی۔ وہ حسب
ت چلا کر تمام آداب گفتگو فراموش کر گئیں۔
ٹینا آنٹی..... میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں..... لیکن جب بابا اور ماما کی بات آ
ئے تو میں برداشت نہیں کروں گا..... وہ تن کر بولا۔
رتن کا ماتھا ٹھنکا..... تمہیں نہیں معلوم شوہر کے بغیر رتن کیسے تمہارے ساتھ چلی
ئے..... گوتم اس بارے میں کس قدر حساس ہے..... جانتے ہو..... تم جاؤ۔ وہ سرکش
ہ میں بولیں۔
نہیں..... میں رتی کو لے کر جاؤں گا..... ماما بہت بے چین ہیں اس کے لئے..... اور
ابھی اتنے دن ماما سے دور نہیں رہی۔ وہ بضد ہو گیا۔
درپن..... تم جاؤ..... میں آ جاؤں گی..... تم جاؤ..... نا..... وہ آنسوؤں کے
میان درپن سے بولی۔
ہاں ہاں..... ہنی مون جاتے ہوئے مل لے گا لکشمی سے..... رتن ساتھ ہو گی۔ ٹینا
پرواہی سے بولی.....
ہاں..... درپن میں آؤں گی..... تم جاؤ نا.....
رتی..... ٹینا چلائی..... جی آنٹی..... وہ بولی۔

درپن! ماما کو نمستے کہنا..... گوتم کے ساتھ میں آؤں گی..... رتن نے معاملہ رفع دفع
رنا چاہا..... تم چلو اپنے کمرے میں..... خود ہی چلا جائے گا..... ٹینا نے رتن پر حکم
لاتے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کے لئے کہا..... وہ ضبط نہ کر سکی..... اتنی بے
ں مجبور تو وہ کبھی بھی نہ تھی..... وہ سامنے کھڑی سسک اٹھی۔
میں کہتی ہوں جاؤ..... چلی جاؤ..... یہاں سے..... ٹینا نے طیش میں رتن کو بازو سے
کر دروازے کی طرف دھکیلا..... آنٹی..... وہ دل کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے
ڑپ اٹھا.....
ہنہ..... ٹینا باہر نکل گئی۔
اور وہ مایوس لٹا ہوا واپس محل لوٹ گیا۔ جیسے ہارا ہوا جواری.....

گاڑی سے اتر کر وہ سیدھا پو جاماں کے ہاں پہنچا۔ آ گئے..... رتی ٹھیک تھی..... !
تھی اپنے گھر..... ایک ہی سانس میں پو جا نے کئی سوال کر لئے۔
ٹھیک تھی وہ۔ وہ خاموش چپ چپ سا بیٹھ گیا۔
بیٹا..... کیا بات ہے..... تم پریشان نظر آ رہے تھے..... کیا رتی اپنے گھر میں خوش!
نہیں ہے۔ وہ درپن کے چہرے سے اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔
پو جاماں..... وہ سہما سہما سا لگ رہا تھا۔
بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو۔ پو جا نے سبزی ایک طرف رکھ دی۔
میں نے رتی کو کبھی اتنا بے بس نہیں دیکھا..... جتنا آج..... وہ دکھے دل کی چیخ دبا،
بے بس..... کیا مطلب ہے تمہارا..... تم لینے گئے تھے..... پو جا چونک گئی۔
ٹینا آنٹی نے نہیں آنے دیا۔ وہ بولا۔
کیوں..... تم نے کہا تھا کہ دیوی جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ بولی۔
کہا تھا..... سب کچھ کہا تھا۔
پھر.....
لیکن اس سنگ دل پر اثر نہیں ہوا۔ وہ بولا۔
کہتی کیا تھی۔ پو جا کا دل دھک سے بیٹھ گیا۔
وہ میرے ساتھ رتن کو بھیجنا ہی نہ چاہتی تھیں۔ درپن کو افسوس ہو رہا تھا۔
تم کہتے نا کہ مجھے ماما نے بھیجا ہے۔ پو جا نے کہا۔
کہا تھا..... رتی نے منت بھی کی..... میں نے جلد واپس لانے کا وعدہ بھی کیا..
لیکن وہ نہیں مانی..... بلکہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ افسردہ صورت ٹیک لگا کر بیٹھے
انداز میں لیٹ گیا۔
دیوی جی سے ملے..... پو جا نے کہا۔
نہیں..... میں ہمت نہیں پا رہا..... وہ افسردگی سے بولا۔
پھر بھی بتانا تو ہو گا..... پو جا نے کہا۔
اماں..... ایک کپ چائے بنا دیجئے..... وہ تھکا تھکا سا بولا۔
ابھی لاتی ہوں۔ وہ کچن کی جانب چلتے چلتے بولی۔
جلدی جلدی چائے بنا کر وہ درپن کے لئے باہر لے آئی۔

بسکٹ لو گے۔ وہ کپ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔
نہیں ماں..... کچھ نہیں..... چائے کا ایک گھونٹ حلق سے اتار کر بولا۔
چند لمحے ٹھہر کر پو جا طشتری میں چائے اور لے آئی۔
نہیں اماں..... بس..... واپسی پر۔ وہ کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔
ٹھیک ہے..... ساری بات دیوی جی کے گوش گزار کر دینا۔ پو جا نے اپنے لئے کپ بنایا
وہ باہر والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ غلام گردش سے گزرتے وہ ٹھٹھکا۔
راستے میں رتن کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر ٹھٹھکا..... دل دھک سے رہ گیا.....
م خود بخود ہی اٹھ گئے۔
رتی..... وہ داخل ہوتے ہی بڑبڑایا..... کمرہ سنسان پڑا تھا..... وہ جس طرح چھوڑ گئی
..... اس کے کپڑے، جوتے..... رنگین زرد اوڑھنی پلنگ سے لٹک رہی تھی۔
لعوری طاقت نے اسے پکارا..... لیکن وہ کہاں تھی..... اوڑھنی کو اٹھا کر اپنی آنکھوں
ہونٹوں سے لگایا..... پھر واپس صوفے کی پشت پر ٹکا دیا..... یوں جیسے ابھی آئے گی
اسے پکارے گی..... وہ گھبرا کر باہر نکل آیا۔
مایا..... وہ جاتی ملازمہ مایا کو پکارا
جی بابو سرکار..... وہ کھڑی ہو گئی۔
رتی کے کمرے کی صفائی کون کرتا ہے۔ وہ بولا۔
میں کرتی ہوں درپن سرکار۔ مایا گھبرا کر بولی۔
تو کیا رتی کے جاتے ہی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئی ہو۔ وہ خفا خفا سا بولا۔
نہیں بابو سرکار..... بس وقت نہیں..... میں کئے دیتی ہوں..... وہ بوکھلائی ہوئی
الی۔
ابھی صفائی کرو..... اور روز ایک مرتبہ کمرہ دیکھ لیا کرو..... مت سوچو وہ یہاں نہیں
ہ..... وہ ہے..... ہمارے آس پاس..... وہ کہتا ہوا لکشمی دیوی کے کمرے کی طرف
ھ گیا۔
ماما..... وہ دروازے میں ہی پکارا..... وہ مسلسل کھانس رہی تھیں..... سانس غیر
وازن تھا.....
ماما..... کھانستے ہوئے لکشمی دیوی نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

یہ لیجئے..... اب سکون سے سانس لیجئے..... برق رفتاری سے درپن نے ہیلر لکشمی دیوی کے ناک کو لگایا۔ لکشمی دیوی نے انتہائی احسان مند نگاہوں سے درپن کو دیکھا۔ وہ بیٹھا رہا.....

چند سیکنڈ گزر جانے کے بعد جب سانس بحال ہوئی تو انہوں نے ہیلر کو اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔

اب کیسی طبیعت ہے۔

ٹھیک ہوں..... تم سناؤ..... رتی سے ملے..... وہ بیٹھتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

ملا تھا.....وہ مختصر سا بولا۔

تمہارے ساتھ نہیں آئی..... لکشمی دیوی کے انداز میں اک آس پوشیدہ تھی۔

نہیں.....وہ بولا۔

کیوں..... ٹینا نے شاید نہیں آنے دیا۔ لکشمی دیوی ٹینا کی تیز طرار طبیعت سے واقف تھیں۔

نہیں ماما..... گوتم گھر پر نہیں ..... اور اس کی عدم موجودگی میں رتی کا آنا ٹینا کو ناپسند تھا۔

چند لمحوں کے لئے لے آتے..... میں اسے دیکھ تو لیتی..... وہ بڑے کرب سے بولیں۔

میں نے کہا تھا کہ رتی کو تھوڑی دیر کے بعد واپس چھوڑ جاؤں گا.....وہ جیسے خود گار تصور کر رہا تھا۔

پھر بھی نہیں مانی.....وہ عورت ہی ضدی ہے۔ لکشمی دیوی کو ٹینا پر غصہ آنے لگا۔

آپ ریلیکس رہیں.....وہ ایک دم لکشمی دیوی کو خبردار کرنے لگا۔

مجھے یاد پڑتا ہے..... میں نے رتی کو موبائل دیا تھا۔ لکشمی دیوی نے ذہن پر زور دیا۔

وہ شاید اس معصوم سے لے لیا گیا ہے۔وہ بولا۔

رتن خوش تو تھی..... لکشمی دیوی کے من میں شک کا کانٹا چبھنے لگا۔

ٹھیک تھی.....وہ نظر چرا کر بولا۔

اگر ٹھیک ہوتی تو تم اس قدر نراش نہ لوٹتے..... تمہارے چہرے پر اداسی چھا

ے ہے۔ لکشمی دیوی نے درپن کے چہرے پر ویرانی دیکھ کر کہا۔

کیا خیال ہے میں رتی کو فون نہ کروں۔ وہ مسرت بھرے لہجے میں بولیں.....نہ جانے ں چاہ رہا تھا رتی سے ملنے کو.....

ضرور کیجئے.....وہ جھکا اور لکشمی دیوی کو قریبی میز پر سے ریسور تھما دیا۔

ہیلو..... ہیلو..... لکشمی دیوی نے کئی مرتبہ کہا۔

Bell جا رہی تھی اٹھا کوئی نہیں رہا۔ وہ بولیں.....

ہیلو..... کون..... ایک دم دوسری طرف سے آواز آئی۔

ٹینا..... تم..... کہاں ہو بھئی..... کوئی خبر ہی نہیں

رتی کو بلا دو..... میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ لکشمی دیوی بولیں۔

رتی تو گھر پر نہیں ہے۔ دوسری طرف سے ٹینا نے کہا۔

گھر پر نہیں ہے..... کہاں ہے۔ لکشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔

جھوٹ.....ماما جھوٹ ہے یہ..... یہ عورت جھوٹ بولتی ہے۔ وہ بولا۔ اسے غصہ آ

لکشمی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔

کہاں ہے رتی..... میرا مطلب کہ کہیں گئی ہوئی ہے۔ لکشمی دیوی بولیں۔

لکشمن..... تمہیں تو معلوم ہے..... گوتم اسے باہر گھمانے لے گیا ہے۔ ٹینا نے کہا۔

کب باہر سے لوٹیں گے وہ تو..... لکشمی دیوی نے عاجزانہ انداز میں کہا۔

ہو..... لکشمن تمہیں کس بات کی پریشانی ہے..... تمہیں معلوم تو ہے کہ نئی نئی ہوئی ہے..... بچوں کو سیر سپاٹے سے ہی فرصت نہیں..... ٹینا نے لاپرواہ سا لہجہ اپنا لکشمی دیوی کی بات کاٹ دی۔

ٹینا..... میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... میں ایک گھنٹے تک درپن کو.....

نہیں..... اسے مت یہاں بھیجنا..... دوسری طرف سے ٹینا نے بات کاٹ دی۔

کیوں..... درپن کیوں نہ آئے۔ لکشمی دیوی کو ناگوار گزرا.....

بس کہہ دیا نا کہ اسے مت یہاں بھیجنا..... میں خود گوتم کے ساتھ رتی کو تمہارے ہاں دوں گی۔ ٹینا نے فون بند کر دیا.....

ہیلو..... ہیلو..... ٹینا نے فون بند کر دیا۔ لکشمی دیوی ٹوٹے دل کے ساتھ ریسور

رکھتے ہوئے بولیں۔

ماما..... پلیز لیٹ جائیے..... آجائے گی رتی..... گوتم لے آئے گا..... درپا

تسلی دینا چاہی۔

مجھے بیٹا کی باتوں میں بغاوت کی بو آتی ہے۔ لکشمی دیوی نے کہا۔

بغاوت..... کیسی بغاوت ماما..... وہ چونکی.....

ان کو رتی چاہئے تھی..... رتی کے عزیز و اقارب سے انکو کوئی سروکار نہیں۔ رتی
لوگوں سے دور رکھنا چاہتی ہے بیٹا..... لکشمی دیوی نے کہا۔

اپنی چاہت اور خلوص کا جو ناٹک کھیلا تھا وہ جھوٹ تھا۔ درپن بولا۔

ہاں..... وہ جھوٹ تھا۔

ماما..... گوتم احساس کمتری کا شکار ہے۔ درپن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے بیٹا..... یہ اس کا وہم ہے..... اگر وہ ایسا سوچتا ہے تو لکشمی دیوی
ادراک رکھتی تھیں..... وہ جان چکی تھیں کہ درپن کیا کہنا چاہتا ہے۔

میں تو چاہتا ہوں رتی جہاں بھی رہے سکھی رہے..... اس نے آج تک کوئی دکھ
دیکھا..... بابا کو تو بھگوان لے گئے..... اس میں انسان کا دوش نہیں ہے۔ وہ غمزدہ سا

مجھے تم پر فخر ہے بیٹا..... رام جی تم سے بہت خوش تھے..... تم نے اپنی وفا
نہیں آنے دی..... اپنی خاندانی عظمت کا ثبوت پیش کر دیا بیٹا..... لکشمی دیوی نے
محبت سے درپن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ماما..... مجھے اپنے مقدر پر فخر ہے..... اگر میں یہاں نہ ہوتا تو آج زندہ رہنے کے
کوئی ٹھکانہ تلاش کر رہا ہوتا..... یا ملٹری مین کا غلام ہوتا..... آپ نے مجھے زندہ
سلیقہ سکھایا ہے..... میرے لئے کتنے تفاخر کی بات ہے کہ کاروباری حلقوں میں لوگ
سیوک رام کے حوالے سے جانتے ہیں..... اور جب لوگ مجھے سیوک رام کا بیٹا
پکارتے ہیں تو میرا سر فخر سے تن جاتا ہے..... ماما..... مجھے صرف آپ کی محبت
..... اور کچھ نہیں..... بڑی اضطرابیت سے وہ جھکا اور لکشمی دیوی کے نازک ہاتھوں
فتہ وار کئی بوسے دے دیئے۔

افسوس راجکمار میری کوکھ سے جنم لینے والا تم سا کیوں نہیں نکلا۔ وہ پچھتاوے
پر کھڑی ایک ٹک دریچے سے باہر دیکھتی رہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ..... راز

ہوا نہیں ماما..... درپن نے مطمئن کرنا چاہا۔

لکشمی دیوی اس نوجوان کو دیکھتی رہیں..... جس کے ماتھے پر کبھی ناگوار شکن انہوں نے
نہ دیکھی تھی..... وہ اچھی بات سوچتا اور محسوس کرتا۔ اچھا ماما آگیا دیجئے..... پھر ملیں
گے۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

جاؤ..... آرام کرو..... وہ بڑے پیار سے بولیں۔

☆ ○ ☆

سنبل.....راجکمار اندر جاتے ہی غرایا۔

جی کمار جی۔ سنبل گھبرا سی گئی۔

تمہیں میں نے گانے سے بھی منع کیا تھا نا۔ وہ قریب آ گیا۔

سردار جی اصرار کر رہے تھے اس لئے ہم نے گا دیا۔

تم میری پتنی ہو.....اس کا خیال رکھا کرو.....وہ چلایا.....

کیا ہو گیا کمار بابو.....کوٹھا سر پر کیوں اٹھا لیا۔ جنداں بائی نے خشمگیں انداز میں راجکمار سے کہا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کوٹھا میں نے سر پر کیوں اٹھایا ہوا ہے۔ وہ چلا کر بولا۔

بس چھوڑ اس کلیان کو..... سنبل نے جنداں بائی سے کہا۔

تمہیں اس بات سے ناراض نہیں ہونا چاہئے.....گانا تو ہمارے دھرم میں شامل ہے۔ جنداں بائی نے کہا۔

ٹھیک ہے.....لیکن یوں نہیں کہ سرداروں، ٹھاکروں کو خوش کرنے کے لئے..... وہ ناگواری سے بولا۔

اور کس لئے گایا جائے.....بتاؤ.....جنداں نے جھک کر کہا۔

بھگوان کی سیوا میں گاؤ..... سمجھی۔ اور زوردار پاؤں قالین پر مارتا ہوا ہال سے نکل کر سامنے کمرے میں چلا گیا۔

راجہ جی.....مت من میلا کریں..... ہم تو آپ کے ہیں..... سنبل نے ناراض ناراض راجکمار کے شانے پر پیار سے ہاتھ رکھا.....میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم اب یہ کام نہیں کرو گی.....وہ پلٹ کر بولا۔

تم ہم کب کرتے ہیں.....رام قسم.....کسی سے نہیں ملتے.....باقی سارا کام تو کوٹھے کی دوسری لڑکیاں کرتی ہیں.....ہم تو کبھی کبھی گانا سناتے ہیں.....وہ بھی نہیں

.....وہ جوش سے بولا۔

ایک دم دروازہ کھلا..... تم اس کو اپنے محل میں کیوں نہیں لے جاتے.....جب یہاں ہے گی تو پرستار ضد کریں گے۔ جنداں بائی زوردار آواز کے ساتھ اندر آتے بولی۔

لے جاؤں گا.....بس کچھ عرصہ درکار ہے.....وہ سوچتا ہوا بولا۔

کیا مطلب؟.....

جائیداد کا چکر چل رہا ہے.....خیال ہے.....میرے نام ہو جائے تو سنبل کو اپنی کوٹھی میں لے جاؤں.....

کوٹھی.....ہائے راجہ جی.....ہماری کوٹھی ہو گی.....دیوی جی مان جائیں گی۔ سنبل نے جنداں بائی کی طرف دیکھ کر زبردست چاہت کا اظہار کیا۔ کیوں نہیں مانیں گی.....

آخر کو وہ جائیداد راج بابو کی تو ہے.....ساری نام لگا دیں..... آپ ہی مالک ہیں۔

جنداں نے پرہوس نگاہیں ڈال کر کہا۔

راجکمار نے لالچ کی ماری اس عورت کو دیکھا جو برسوں سے دوسروں کی دولت پر بھروسہ کر رہی تھی۔

ٹن سے کلاک نے شب کے نو بجائے.....کھانا لاؤں آپ کے لئے..... سنبل نے کہا۔

نہیں.....صرف کشمیری قہوہ.....وہ صوفے پر بیٹھتے تھکے تھکے انداز میں بولا۔

ابھی لائی..... سنبل پازیب کے چھناکے سے ایک دم اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی جنداں بائی باہر آ گئی۔

سنو.....سنبل.....دونوں کچن میں داخل ہو گئیں۔

تم چلو..... سنبل نے خانساماں کو جانے کے لئے کہا۔

جا رہا ہوں.....خانساماں باہر نکل گیا۔

دیکھو سنبل..... تمہیں ایک ضروری بات بتا دوں.....جنداں بائی اس کے کان کے قریب منہ کرتے بولی۔

کیسی ضروری بات اماں.....

یہ جو ہے نا راجکمار.....ہاں.....ہاں..... آگے بول.....کیا بات ہے.....

جنداں بائی کے پراسرار انداز سے سنبل کو حیرت ہوئی۔

رئیس ہے ساری دہلی کا..... ٹھیک ہے اس نے تمہیں پتنی تو بنالیا لیکن اب جانے سے پہلے اپنے نام کچھ لگوالے..... جنداں بائی نے سرگوشی کی۔

سنبل نے حیرت سے آنکھیں کھولیں۔

میرا مشورہ ٹھیک ہے..... یہ جو دولت مند ہوتے ہیں..... کسی کے سجن نہیں ہوئے..... اور پھر راجہ جیسا نوجوان..... جس کی نظر کسی ایک پھول پر ٹکتی نہیں..... بلبل کی طرح ہر خوبصورت پھول کا پجاری ہے۔ جنداں نے رئیس زادوں کی فطرت کو ظاہر کر دیا۔

تم ٹھیک کہتی ہو اماں..... اس کی خاطر..... میں نے سب کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں.....

ہاں..... اب تو بھی کچھ جائیداد اپنے نام لگوالے..... وہ کوٹھی جس کی وہ بات کر رہا تھا..... اور وہ فیکٹری..... تیرے نام کر دے جنداں بائی کے منہ میں پانی آگیا۔

اتنا کچھ اماں..... ابھی تو دیوی جی نے اس کے نام کچھ نہیں لگایا..... سنبل نے کہا۔

سب لگے گا..... دیوی جی کا راجہ کے سوا اور کون ہے..... سب کچھ راجہ جی کا تو ہے۔ جنداں مطمئن تھی۔

اماں..... تمہیں معلوم تو ہے وہ جو ہے..... کیا نام ہے اس کا..... سنبل ذہن پر زور دیتے بولی۔

وہی..... درپن..... جنداں کو یاد آگیا۔

ہاں..... اس کے اختیار میں ہے سب کچھ۔ سنبل کو تشویش ہوئی۔

وہ تو ملازم ہے..... مالک تو راجہ ہے نا۔ جنداں نے سنبل کو تسلی دلائی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے۔

ہائے رام..... ایک دم پکتے ہوئے پانی کو اتار کر برتن میں انڈیلا۔

جلدی کرو..... وہ منتظر ہوگا۔ جنداں باہر آگئی۔

وہ نیم دراز سا ٹانگیں سامنے میز پر رکھے..... نہ جانے کیسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اور بوٹوں کو ہلا رہا تھا۔

لیجئے..... قہوا حاضر ہے۔ سنبل بڑے خوشگوار موڈ میں طشتری رکھتے ہوئے بولی۔

بہت دیر لگادی..... وہ سیدھا ہوتے بولا۔

اماں باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے پھر کہا۔ وہ قیافہ شناسی میں ماہر تھا۔

ہاں..... راجہ جی..... لیجئے قہوا..... بڑے مزے کا ہے..... وہ دلچسپ انداز میں اس کی طرف بڑھاتے بولی۔

مزے کا تو ہوگا..... جب سنبل جی بنائیں گی..... وہ اس کے ہاتھ سے کپ پکڑ کر... اور سنبل نے ادائے دلربائی سے نظریں پھیر لیں۔

راجہ جی..... سنبل اٹھ کر راجکمار کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

ہوں..... بولو..... وہ مدہوش سا ہو گیا۔

ہمیں لے چلیں نا..... اب آپ کے بنا جی نہیں بہلتا..... وہ سرشار انداز میں راجکمار کے شانے پر سر رکھتے بولی۔

تمہارے بن میں خود اداس رہتا ہوں..... لیکن مجبوریاں ہیں۔ وہ کپ کو رکھتے ہوئے بولا۔

مجبوریاں..... کیا آپ کے محل میں ہمارا داخلہ ممنوع ہے۔ اس نے جیسے راجکمار کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

تمہارے ماما کو راضی کرنا ہوگا۔ وہ سچ بول گیا۔

راجہ جی..... جیسے سنبل نے ہمت کی۔

آپ سے کچھ کہنا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

کہو..... کیا کہنا ہے۔ اکثر سنبل کی بات کا مفہوم راجکمار کو کھٹک جاتا ہے۔

اماں کہتی تھی کہ..... جائیداد نام کروالو..... راجکمار نے فوراً بات مکمل کر دی۔

ہائے رام..... آپ تو واقعی بھگوان ہیں..... کیسے اندازہ لگا لیا۔ سنبل نے بڑے شامندانہ انداز میں راجکمار کے شانوں کو دبایا۔

یہی کہا ہے نا جنداں بائی نے..... بخشتی نہیں کسی کو وہ..... راجکمار بے زاری سے بولا۔

سنبل نے صرف ہنس کر دیکھا۔

جب وقت آئے گا نام بھی کر دیں گے..... وہ مختصر سا بولا۔

اب کیا ہے۔ سنبل نے کہا۔

ابھی تو جائیداد کا حساب ہو رہا ہے..... ماما..... میرے حصے کی تمام جائیداد مجھے دے گی۔ وہ مسرت بھرے انداز میں پہلو بدل کر بولا۔

اماں کہہ رہی تھیں کہ راجہ محل میرے نام کر دیں..... سنبل نے ایک دم کہا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئی ..... اور تمہاری اماں سٹھیا گئی ہے۔ راجکمار تڑپ کر ا
..... جیسے زلزلہ آگیا ہو۔

ہم نے کچھ کہہ دیا راجہ جی..... سنبل راجکمار کے بگڑے تیور دیکھ کر سہم گئی۔

اتنا بڑا محل..... تمہارے نام..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔

کیا..... ہم اس محل کے قابل نہیں..... محبت کرتے ہیں آپ سے..... وہ آنکھو میں آنسو بھرتے بولی۔

او ہو..... سنبل..... تم سمجھتی کیوں نہیں ہو..... جو کچھ ہمارا ہے وہ تمہا ہے..... سمجھا کرو نا..... وہ سنبل کو اپنے قریب کرتے بولا۔

سمجھ لیا..... آپ ہمیں اپنا ہی نہیں سمجھتے..... وہ منہ بسور کر روٹھے روٹھے انداز میں بولی۔

اچھا اچھا..... من میلا نہ کرو..... کچھ نہ کچھ تمہارے نام ضرور کروں گا..... وہ اسے یقین دلاتے بولا۔

اب کیا ہے۔

ارے بھئی ابھی تو میرے نام کوئی چیز نہیں ہے..... ساری پراپرٹی کا حساب کتاب چند دنوں میں ہو جائے گا۔ وہ سنبل کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔

وہ..... وہ جو ہے نا..... درپن نامی..... آپ کا ملازم..... ہڑپ کر جائے گا سب کو ..... سنبل نے کہا۔

ایسا نہیں ہو سکتا..... ویسے وہ ایسا فراڈیہ ہے بھی نہیں۔ راجکمار نے کہا۔

کیوں نہیں..... دولت اور جائیداد بڑے بڑے پنڈتوں کو راہ سے گمراہ کر چکی ہیں۔ سنبل نے گزشتہ کسی خیال کے تحت کہا۔

نہیں..... درپن سے مجھے دشمنی ضرور ہے..... لیکن میں اس پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا ..... وہ ایسا نہیں ہے۔ راجکمار نے کلاک کی طرف دیکھا۔

ایسی کیا بات ہے اس میں..... وہ دشمن بھی ہے..... اور اس پر اعتماد بھی..... حیرت ہے۔ سنبل نے حیرت سے کہا۔

خیر چھوڑو اس قصے کو..... مجھے چلنا چاہیے..... وہ تیار ہو گیا۔

اتنی رات کو..... صبح چلے جائیے..... وہ کلاک کی طرف دیکھ کر چونکی..... جو نصف

ت کا اعلان کر رہا تھا۔

بمبئی جانا ہے مجھے..... ملنا ہے کسی سے۔ وہ دو قدم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے اگر مجبوری ہے تو جائیے..... ہمیں منتظر رہنا ہے آپ کا..... وہ اٹھلا کر لی۔

دیکھو..... سنبھل کر..... ہمیں سب خبر ہوتی ہے۔ وہ باہر نکلتے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے لا۔

ہائے رام کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اب تو آپ کے ہاں..... وہ مسکرا کر بولی۔

اور راجکمار نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

میں نے سن لی ہیں سب باتیں..... وہ تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا۔ جنداں بائی نے ل کو واپس آتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

اماں..... اس نے انکار تو نہیں کیا۔ سنبل نے جنداں بائی کے ہمقدم جلدی کمرے میں ی۔

میری جان اس نے اقرار بھی نہیں کیا۔ جنداں بائی خالص کاروباری لہجے میں بولی۔

ابھی تو اس کے نام کوئی چیز نہیں ہے۔ سنبل نے صفائی پیش کی۔

سب کچھ ہے اس کے پاس..... وہ بہانے بنا رہا ہے۔ جنداں بائی کمال ہوشیاری سے و کھڑا کر کے بولی۔

اماں..... یہ سچ ہے..... ابھی وہ درپن لڑکا ہے نا..... وہ حساب کتاب کر رہا ہے۔ ل نے کہا۔

یہ درپن ہے کیا چیز..... اس نے تو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جنداں بائی سوچنے لگی۔

یوک جائیداد کو درپن نے ہی سنبھالا ہوا ہے۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔ سنبل اں کو یقین دلانا چاہا۔

ٹھیک ہے..... بھلا ایک ملازم کے اس قدر اختیارات..... کہ راجہ جی خود اس کے ہر ا ہیں۔ جنداں بائی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

اسی بات نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے..... سنبل نے گہری سوچ کے ساتھ اپنے ا فرارے کو ایک طرف کرتے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس سے ملنا چاہو گی..... جنداں بائی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

جی تو چاہتا ہے ایسے بھاگوان کو دیکھو جو اتنا نردوش ہے..... سنبل نے کہا۔

اسی نردوش کی وجہ سے راجہ جی نردھن ہو گئے ہیں۔ جنداں بائی کو افسوس ہونے لگا۔

نردھن نہیں اماں..... نرجلا کاوشی (یہ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے) پر راجہ جی میرے لئے زیورات کا سیٹ لے کر آئے تھے۔ سنبل نے یاد کروایا۔

ایسے رئیس نردھن ہوتے ہیں..... یہ زیورات تو معمولی چیز ہے..... جنداں بائی نے لاپرواہی کا اظہار کیا۔

اور ہاں..... سنو..... سنبل..... کوٹھی کے بارے میں بات ہوئی۔ جنداں بائی کو جیسے ایک دم یاد آیا۔

ابھی نہیں۔ سنبل نے کہا۔

کبھی بھی نہیں..... وہ کبھی تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا..... اور اگر ایسا ہوا تو تمہیں اس کے ساتھ رخصت نہیں کروں گی۔ جنداں بائی انتقاماً بولی۔

آ گئی غصے میں..... ابھی سے نراش ہو گئی ہو..... کچھ دیر ٹھہر تو جاؤ..... سنبل کو ماں کی بات اچھی نہ لگی۔

اور کتنا انتظار کروائے گا..... ہمارا کام تو دینے لینے سے ہی بنتا ہے نا..... جنداں بائی نے اصلیت بیان کی۔

اماں..... اور کیا دے..... اتنا روپیہ تو دے دیا اس نے..... وہ زچ ہو گئی۔

کیا..... کیا دے دیا اس نے..... تمہاری قیمت دی ہے اس نے..... مجھ پر احسان نہیں کیا..... تمہارا دھندہ چھوڑنے سے مجھے نقصان ہوا ہے اب اس نے گانے پر پابندی لگا دی۔ جنداں بائی طیش میں نہ جانے کیا کیا بکتی رہی۔

میں سونے جا رہی ہوں..... سنبل لاجواب سی باہر نکل گئی۔

سمجھ لوں گی اس کو..... ہنہ..... راجہ جی کو..... دانت کچکچا کر وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی..... اور منہ میں ڈالی پان کی گلوری کو پچر پچر چبانے لگی۔ تمام شب یوں ہی گزر گئی۔

سنبل اپنے اندازے کے مطابق سوچوں کے محور میں گھومتی رہی..... اور جنداں بائی دولت مند بننے کے چکر میں دہلی میں بنے سب سے بڑے محل راجہ محل کا سودا کرتی رہی..... انہیں سوچوں میں کئی دن اور راتیں گزر گئیں۔

اپنی خوبصورت آفس چیئر کو گھما کر ریسور کان کو لگایا۔

سر..... مس سنبل ملنا چاہتی ہیں۔ اس کی سیکرٹری نے اطلاع دی۔

مس سنبل؟..... وہ حیرت سے بولا۔

وہ یہاں پہلی مرتبہ آئی ہیں..... آپ سے ضروری ملنا چاہتی ہیں۔

بھیج دو..... وہ کھویا کھویا سا سوچنے لگا..... کہیں رتی..... نہیں نہیں..... وہ جس جا میں ہے۔ اسے کون اکیلے آنے دے گا..... پھر کون ہے..... وہ سوچتا رہا..... کہ ایک سریلی دلکش آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

نمستے..... درپن جی..... وہ سر کو جھکا کر خالص ہندوستانی انداز میں ہاتھ باندھ کر

نمستے..... وہ احتراماً کھڑا ہو گیا..... کیونکہ عورت کا احترام واجب تھا۔

تشریف رکھئے پلیز..... وہ سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود بھی بیٹھ گیا۔

Thank you..... سنبل نے نہایت شائستگی کا اظہار کر کے بڑے دلربائی انداز میں ہوئے کہا۔ پھر ایک دم اٹھی..... Beautiful..... کس قدر سندر ہے آفس آپ کا اوئی رام..... رام چندر کی مورتی..... وہ قریب جا کر ماتھا ٹیکتے ہوئے واپس آتے ..... وہ صرف دیکھتا رہ گیا..... اتنی بے باک لڑکی اس کی نظر میں آج تک نہ گزری

فرمایئے..... کیسے آنا ہوا۔ وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

میرا نام لیلیٰ ہے..... میں اپنی کچھ جائیداد فروخت کرنا چاہتی ہوں وہ ظاہرداری کا لبادہ اوڑھ چکی تھی۔

کیوں فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی..... باہر جا رہی ہیں۔ وہ معمولی سا متبسم

ایسی ہی بات ہے۔ سنبل نے بغور درپن کے سراپا کو دیکھا..... حسن و وجاہت میں وہ یکتا تھا..... جیسے تاج محل..... وہ اس قدر وجیہہ..... مردانہ وجاہت اس نے اپنے کسی میں نہ دیکھی تھی۔

ہم ایسا کام نہیں کرتے..... البتہ میں آپ کو کسی معقول پراپرٹی ڈیلر سے ملوا دوں گا براہ راست بات چیت ہو سکتی ہے۔ درپن نے ریسور منہ کو لگایا۔

کیا پسند کریں گی..... چائے یا کافی..... وہ بولا۔

کچھ بھی نہیں .....وہ مسکرا دی۔

پھر بھی..... آپ کی پسند چلے گی۔ وہ بہترین مہمان نواز تھا۔

چلیں کافی سہی.....وہ دلربائی سے بولی۔

کافی.....درپن نے کہتے ہی ریسور رکھ دیا۔

کچھ لمحے گزر جانے کے بعد ملازم خوبصورت طشتری میں کافی کی دو پیالیاں لے آیا۔

لیجیے۔ درپن نے ایک کپ سنبل کے سامنے رکھا دوسرا خود لے لیا۔ چند سیکنڈ خو…
ماحول میں باتیں ہوتی رہیں..... کلاک نے دن کے ایک بجنے کا اعلان کر دیا۔

اجازت دیجئے..... میں چلتی ہوں.....Thank you

درپن کھڑا ہو گیا۔

بائے.....وہ محبوبانہ انداز میں کہتی باہر نکل گئی.....

سرکار.....جوشی نے اندر آتے درپن کو حیرت زدہ سا دیکھا.....

آؤ..... مسٹر جوشی..... بیٹھو.....درپن نے ایک دم چونک کر کہا۔

آپ جانتے ہیں اسے۔ جوشی تذبذب کے عالم میں بولا۔

میں کیا جانوں گا بھئی..... ویسے بھی میرا حلقہ احباب ہے۔ حلقہ خواتین نہیں۔"
دیا۔

پھر بھی یہ کون تھی۔ جوشی نے کریدنا چاہا۔

کہا نا..... میں نہیں جانتا..... ویسے جائیداد فروخت کروانے کے چکر میں آئی
درپن نے ازراہ ہمدردی کہا۔

یہ بڑی حرافہ عورت ہے..... چکر تو نہیں دے گئی۔ جوشی سنجیدگی سے بولا۔

کیا..... تم جانتے ہو۔ درپن نے آگے جھک کر کہا۔

یہ دہلی کی مشہور و معروف طوائف..... سنبل بائی..... آج کل اس نے کسی
زادے کو پھانسا ہوا ہے۔ جوشی بولا۔

رئیس زادے کو..... کیا نام ہے اس رئیس زادے کا درپن کے ذہن میں را…
ہیولہ گھوم گیا۔

معلوم نہیں..... سنا ہے وہ اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہے۔ جوشی نفرت سے بولا۔

تمہیں بڑی نالج ہے..... اسے جانتے ہو..... درپن نے سرگوشی کی۔

ائی بھی جانتا تھا..... جب سے اس نے رقم بٹور لی..... اس وقت سے سب چھوڑ چھاڑ
ل زل پتی کے ہو لئے۔ جوشی کو جیسے افسوس ہونے لگا تھا۔

تمہیں کسی گیانی نے مشورہ دیا تھا کہ ایسی عورتوں کے چکر میں پھنسو..... درپن
ری سے بولا۔

ائی..... بابو جی..... جوانی ظالم شے ہے..... شراب و طوائف انسان کو اندھا کر دیتی
..... رام رام..... جوشی نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

غیر عورتوں پر نظر رکھنے کی بجائے گھر میں اپنی پوتر پتنی سے پیار کرو..... وہ تمہارے
کی وارث ہے..... تمہارا خیال رکھتی ہے۔ درپن نے بڑے بوڑھوں کی طرح کہا۔

بھول ہو گئی بابو جی..... میں نے اس کے چکر میں پھنس کر بڑی دولت گنوا دی
وہ پچھتا رہا ہو جیسے۔

اب بھگوان سے شانتی مانگو..... وہ تمہیں معاف کریں گے۔ درپن نے کھڑے ہوتے
نے کہا۔

جا رہے ہیں آپ..... جوشی بھی کھڑا ہو گیا۔

تک جا رہا ہوں..... اگر دیر ہو گئی تو گھر ورنہ واپس..... وہ چابیاں لہراتا باہر نکل گیا۔

درپن بابو..... تیرے جیسا آدمی بھی ہندوستان میں نہیں ہو گا..... جسے کسی عورت
دلچسپی ہی نہیں..... کاش تیرے جیسے سارے مرد ہو جائیں..... تو کسی ناری کا گھر
نہ ہو۔ وہ آفس سے باہر نکل گیا۔

تک میں دیر ہو چکی تھی..... سیدھا محل پہنچا اور اندر داخل ہوتے ہی پوجا نے کہا۔

بتا..... رتی کا دو مرتبہ فون آیا تھا..... تمہیں بلا رہی تھی۔

رتی کا..... کب..... وہ بریف کیس رکھتے ہی فون کی طرف لپکا..... چند لمحے گزرے
..... تم خود کر کے دیکھ لو..... وہ پوجا کی باتیں سنتے ہی ریسور اٹھانے لگا..... کہ گھنٹی
ی۔ شاید رتی نے پھر فون کیا۔

ہیلو..... رتی..... تم..... سناؤ کیسی ہو.....

ٹھیک ہوں..... تم نے کیسے پہچانا..... دوسری طرف سے رتی نے گہرا سانس لیا۔

تمہارے بے ربط سانسوں کا زیر و بم مجھے اپنی دھڑکنوں میں سنائی دیتا ہے۔ وہ فون کو
ں کے قریب لاتے بولا۔

ماما کیسی ہیں..... طبیعت کیسی ہے..... ٹھیک ہیں نا..... وہ ایک ہی سانس میں ... گئی۔

ٹھیک ہیں..... تم کب ملو گی ان سے..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں... بڑے دکھ سے بولا۔

تمہیں کیا بتاؤں..... میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے..... وہ جیسے سسک اٹھی۔

میں جانتا ہوں..... گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سلو درپن..... ماما کو تم یہاں لے آؤ..... مل لیں گی..... رتی بڑے خوش ... میں بولی۔

میں ڈرتا ہوں کہ وہ پریشان ہوں گی.....؛ دوسرے وہ اس قابل بھی نہیں کہ ... سکیں..... منع جو کیا ہے ڈاکٹر نے۔ وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا.....

ٹھیک ہے..... چند دنوں میں ہم ہنی مون کے لئے نیویارک جا رہے ہیں۔ وہ ادا... میں بولی۔

جاؤ..... لیکن خوش رہنا..... وہ بولا۔

ہاں..... بہت خوش..... تم تو جانتے ہو..... کون سی بات مجھے خوش کرتی...

کون سی ادا اس..... وہ ایک دم تڑپ اٹھی.....

گوتم..... گوتم نے ریسور چھین کر واپس رکھ دیا۔

ہیلو..... ہیلو..... رتی..... یوں لگتا ہے..... گوتم نے ریسور چھین لیا ہے درپن افسردگی سے واپس رکھتے ہوئے بولا۔

چھین لیا ہے۔ پوجا قریب کھڑی تذبذب کے عالم میں بولی۔

رتی کی آواز میں اضطرابیت اور خوف محسوس کیا ہے میں نے۔ وہ غصے اور غم سے ... ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

رتی اتنی محکوم ہے..... اپنی مرضی سے وہ فون بھی نہیں کر سکتی۔ پوجا نے کہا۔

وہ شاید اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... وہ میری وجہ سے اس کو اذیت دے رہا ہے..... میں جانتا ہوں ماما..... اس نے سنپولئے سے شادی کی ہے..... رتی کے لئے آستین کا سانپ ہے..... ڈستا ہے اس کو..... بچھو کے ڈنگ لگاتا ہے..... بے کلی اور اضطراب میں بے چین پوجا سے بولا۔

صبر سے کام لو میرے بچے..... ظلم کو استحکام نہیں ہے۔ پوجا نے درپن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ ایسی اذیتوں کی عادی نہیں ہے..... اس نے بڑی آسائش اور آزادی سے زندگی کے انیس سال گزارے ہیں..... آپ کو یاد ہے..... بچپن میں ماما اسے کتنا منع کرتی تھیں..... راجکمار جھڑکتا تھا وہ..... وہ پھر بھی میرے پاس آ جاتی تھی..... کبھی مانی تھی اس نے بات کسی کی..... وہ بے قراری سے اٹھا جیسے پوجا کو سمجھا رہا ہو۔

پوجا نے بیٹے کو اس قدر ٹوٹا دیکھ کر اپنی آنکھیں صاف کیں۔ بھگوان پر بھروسا رکھو میرے بیٹے..... اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ پوجا نے کہا۔

میں شکست تسلیم کر لوں..... کیا میں ہار گیا ہوں..... وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر بولا۔

ہار تو گئے ہو..... اور شکست تسلیم کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ پوجا نے اس کا شانہ دبایا۔

پوجا ماں..... اس کی دوری تو برداشت کر رہا ہوں..... لیکن جس قسم کا سلوک اس کے ساتھ ہو رہا ہے..... وہ میری برداشت سے باہر ہے۔ مجھ سے وہ اس قدر آزردہ نہیں دیکھی جاتی..... وہ قفس میں ہے..... اپنے ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر وہ سسک اٹھا۔

حوصلہ رکھو..... میں تمہارے لئے چائے لاتی ہوں..... وہ اسے دلاسا دے کر کچن میں چل دی.....

ٹرن ٹرن.....

ابھی لپک کر درپن نے ریسور کان کو لگایا تھا کہ گوتم کی کرخت و ترش آواز سن کر ٹھٹکا۔

آئندہ رتن کو فون کرنے کی کوشش مت کرنا.....OK۔

میں نے تو ماما کی وجہ سے کیا تھا..... ورنہ..... وہ ایسا رویہ اپنا گیا جس سے رتن پر آنچ نہ آئے۔

ورنہ ورنہ کچھ نہیں..... ٹھک سے فون رکھ دیا.....

رتن اپنے کمرے میں جا چکی تھی..... تمہیں کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ درپن سے رابطہ ختم کر دو..... تم اب میری پتنی ہو..... درپن سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ چلا کر بولا۔

گوتم..... میں... میں.....

ہاں ہاں..... میں جانتا ہوں..... اس نے آنٹی کیلئے تمہیں فون کیا تھا..... وہ مجھے
..... ممی کو اطلاع کرتا..... تمہیں اس نے کیوں فون کیا..... وہ طیش میں بولا۔

میں اسے منع کر دوں گی..... نہیں کرے گا وہ فون..... وہ آہستہ سے بولی۔

اتنی بے بس لاچار..... وہ کب تھی..... صوفے کی پشت پر چہرا بازوؤں میں چھپا۔ بلک بلک کر رو دی.....

گوتم..... کیا بات ہے..... رتی کیوں رو رہی ہے..... ٹینا نے جاتے جاتے رتی کی آواز سن کر اندر آ گئی۔

ممی..... میں نے کچھ نہیں کہا..... صرف منع کیا تھا کہ درپن تمہیں فون مت کرے..... وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

وہ اس کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتا..... کیوں کرتا ہے اسے فون..... ٹینا اونچی آواز میں بولی۔

آنٹی..... اس نے ماما کی اطلاع دی تھی کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ وہ روتے روتے بولی..... وہ سمجھی چکی تھی کہ درپن نے اسے بچانے کے لئے یہی کہا کہ اس نے ماما کی طبیعت کا بتایا ہے۔

آئندہ خیال رکھو..... اور گوتم چند دنوں میں تم جانے والے ہو۔ تیاری کرو..... آنکھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا کہہ کر باہر چل دی۔

☆ ○ ☆

شام کی ملگجی روشنی پھیل چکی تھی۔ وقت تیزی سے گزر گیا..... ہر دن ایک نیا سورج لے کر نکلا..... چاند بھی اپنی چاندنی سے کائنات کو منور کرتا رہا لیکن ان تین ماہ میں دل کی ویرانی نہ گئی..... ٹینا حد درجہ اداس ہی رہتی..... لان میں کرسیاں بچھی ہیں..... دونوں ماں بیٹی بیٹھی ہیں..... ملازم کب سے چائے چھوڑ گیا تھا..... لیکن ٹینا خالی خالی نگاہوں سے فضا کو دیکھ رہی تھی۔ جس پر ویرانی ڈیرا جمائے تھی۔ در و دیوار پر یوں لگ رہا تھا... جیسے اداسیاں بال بکھرائے ماتم کناں ہوں..... یہ فضا سے چیخیں کیوں بلند ہو رہی ہیں۔ ٹینا نے چونک کر سونیا سے کہا۔

چیخیں..... کیسی چیخیں..... آپ بھیا کی وجہ سے اداس ہیں نا..... آپ کو ہوا بھی ایسی لگ رہی ہے جیسے دستک دے رہی ہو۔ سونیا مسکرا دی۔

فضا کو بام پر ماتم کناں تو اس نے بھی محسوس کیا تھا لیکن ٹینا نے کوئی جواب نہ دیا۔

بہت لمحے دونوں خاموش رہیں کسی نے بھی اس جمود کو توڑنے کی کوشش نہ کی۔ آخر سونیا نے اس سکوت کو توڑا۔

ممی..... چپ کیوں ہیں..... بھائی کی وجہ سے اداس ہیں۔

ہاں..... بھگوان نے چاہا تو کل آ ہی جائے گا..... وہ دھیرے سے متبسم ہو گئیں۔

بھائی کی رونق بہت ہے..... سونیا نے چائے کی پیالیوں میں چینی ڈالی۔

وہ سب رونقیں اپنے ساتھ لے گیا..... ٹینا نے اداس لہجے میں کہا۔

کبھی ہم سے جدا نہیں ہوا..... اب آ جائے گا..... کتنا خوش ہو گا۔ سونیا نے ہنس کر پیالی ٹینا کے سامنے رکھی۔

اس نے تو خوش ہی ہونا تھا..... اپنے ڈیڈی سے ملنے کی خوشی پھر رتی اس کے ساتھ تھی۔

ممی..... رتی کیا ملی کہ بھیا نے پورے سنسار کو پا لیا۔ سونیا نے کہا۔

ہاں..... خوش رہیں..... مجھے ہر حال میں گوتم کی خوشی چاہئے۔ بے سدھ سی ٹینا کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

آپ کی طبیعت ٹھیک ہے..... سونیا نے ٹینا کو دیکھا۔

ٹھیک ہوں..... دل ڈوب رہا ہے.....

ناشتہ کیا آپ نے..... میرا خیال نہیں کیا..... سونیا نے ایک دم یاد کیا۔

جی نہیں چاہ رہا..... وہ افسردگی سے بولی۔

یہ بات تو ٹھیک نہیں ممی..... آ جائے گا نا بھیا..... آپ نے ان تین مہینوں میں روگ لگالیا ہے۔ اگر یہی بات تھی تو نہ جانے دیتیں۔ سونیا نے بڑے انس سے ٹینا کو دیکھا۔

ٹرن..... ٹرن..... فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

فون سرکار..... ملازم نے تیز رفتاری سے فون ریسور سمیت ٹینا کے سامنے رکھ دیا
بڑی تیزی کے ساتھ ٹینا نے ریسور کو اچھالا۔

کیا..... جہاز کریش ہو گیا..... گوتم..... ایک فلک شگاف چیخ بلند ہوئی..... اور دھڑام سے فرش پر گری۔

ممی..... سونیا اس کے اوپر جھکی..... ممی..... ٹینا بے ہوش ہو چکی تھی.....

گوتم کی موت کی خبر دہلی میں پھیل چکی تھی اور رتی کا معجزانہ طور پر بچ جانا ایک عجیب غریب حادثہ تھا۔ کسی فنی خرابی کی وجہ سے طیارے میں آگ بھڑک اٹھی اور طیارہ تباہ ملبے کا ڈھیر غیر آباد جگہ پر گرا..... طیارے میں دو سو کے قریب مسافر سوار تھے جن صرف دس زندہ بچ سکے..... جن میں رتی بھی شامل تھی۔ قدرت کے عجیب کھیل ہیں رتی کو خراش تک نہیں آئی تھی..... یہ خبر سیوک محل میں پہنچ چکی تھی.....

رتی بیوہ ہو گئی..... اس کا سہاگ اجڑ گیا..... درپن..... رتی کا خیال رکھنا۔ تیسرا ان کو کہنا نصیب نہ ہوا..... وہ ٹوٹے درخت کے تناور تنے کی طرح گریں اور ہمیشہ ہمیشہ لئے منہ موڑ گئیں..... لکشمی دیوی کی موت نے سیوک محل کا شیرازہ حیات درہم برہم دیا تھا..... ہر طرف ماحول میں سسکیاں سنائی دے رہی تھیں..... در و دیوار سے ادا ٹپک رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز واقعہ جو رونما ہوا..... وہ راجکمار کی دیدہ دلیری تھی اپنی ماتا لکشمی دیوی کی موت اس کے لئے بہتر ثابت ہوئی..... وہ سنبل کو محل میں لے آیا
..... اور جب یہ خبر ملازمین نے درپن کو سنائی تو وہ سکتے میں آ گیا۔

ہاں جی..... بابو جی..... وہ عورت یہاں آ گئی..... جس کو دیوی جی گھسنے نہیں دیتی تھیں..... ذرا برابر غم نہیں اس کو..... ایسا نہ کہو..... بابا..... وہ اب تمہاری مالکن ہے..... تمہیں اس کے ساتھ رہنا ہے۔

درپن نے دونوں بازو پشت کی جانب کرتے افسردہ سے ایک لمبا سانس لیا۔ ہائے رام..... بابو سرکار..... وہ ہماری مالکن ہو گی..... آپ رتی بی بی کو لے آیئے گا..... بابا نے منت کی

ایسا نہیں ہو سکتا بابا..... رتی پر اب اور بھی زیادہ پابندیاں عائد ہو چکی ہوں گی..... ٹینا نے اس معصوم کا دائرہ حیات تنگ کر دیا ہے..... گوتم کی موت کی ذمہ دار اس بدنصیب کو سمجھا جا رہا ہے۔ رتن کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگیں۔

یہ سب تو بھگوان کے اختیار میں ہے..... رتن بی بی کا اس میں کیا قصور۔ قریب سے گزرتے ایک بوڑھے ملازم راجندر سنگھ نے کہا۔ وہ صوفے پر نیم دراز بیٹھا تھا.....

ایک دم پردا اٹھا..... اور سنبل داخل ہوئی۔

آپ..... لیلیٰ..... درپن بھونچکا سا رہ گیا۔

وہ اس وقت سنہری ساڑھی میں ملبوس قتل کے تمام ہتھیار سجائے داخل ہوئی۔ ملازم اسے دیکھ کر باری باری کھسک گئے۔

لیلیٰ نہیں..... سنبل..... وہ بے تکلف سامنے صوفے پر دراز ہو گئی۔

نام تبدیل کرنے کی وجہ۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں غیریت تھی۔

آپ بیٹھیں..... وجہ بعد میں بتاؤں گی۔ وہ بڑھ کر درپن کے بازو کو پکڑ کر بولی۔

مجھے دو چہروں والے انسان اچھے نہیں لگتے۔ ظاہر باطن ایک ہونا چاہئے۔ درپن نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور باہر نکل گیا۔

درپن..... وہ پرلطف انداز میں اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ بیٹھا تھا۔ ایک آوارہ حسن پرست عورت تھی..... درپن کی دلکش جوانی نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیا تھا۔ وہ اپنے حسن کا جال بچھا کر درپن کا دل موہ لینا چاہتی تھی..... لیکن ایسا نہ ہو سکا..... درپن نے محل جانا بند کر دیا تھا..... ویسے بھی اب تمام تر کنٹرول راجکمار کے اختیار میں تھا..... تمام قسم کی بندشیں ختم ہو چکی تھیں۔ کاروبار تقسیم ہو چکا تھا۔ رتی کے حصے کی جائیداد کے تمام کاغذ درپن کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ہر قیمت پر وہ جائیداد رتی کو دے دینا چاہتا تھا۔ وہ یہ تو جانتا

تھا کہ رتی ایک عذاب میں مبتلا ہے..... گوتم کی بے وقت موت نے اس سے زندگی کی آسائشیں چھین لی تھیں..... ٹینا نے اس کا جینا دوبھر کر دیا تھا..... اس کی بندیا نوچ لی گئی..... ایک عورت نے بڑھ کر اس کی چوڑیاں توڑ دیں..... اس کے لباس کو ساڑھی میں بدل دیا..... اس کے خوبصورت پاؤں جو تا پہننے سے محروم کر دیے گئے... اپنے دراز بالوں کو کھول سکتی تھی لیکن جوڑا نہیں کر سکتی تھی..... وہ ہنس نہیں سکتی ..... وہ کھل کے رو نہیں سکتی تھی..... ہر وقت اپنے کمرے میں بند رہنے کی وجہ سے کی صحت پر اثر پڑ رہا تھا..... کومل نازک وجود کی مالک تو وہ پہلے ہی تھی لیکن مسلسل بیداری اور ذہنی اذیت نے اسے بیمار بیمار سا بنا دیا تھا۔

کھانا لگاؤ..... صاحب کے مہمانوں کو اطلاع کر دو۔ ٹینا نے ملازم سے کہا۔

بہت اچھا سرکار۔

سنو..... سونیا کہاں ہے۔ ٹینا نے کہا۔

وہ ادھر گئی تھیں..... ملازم زبان دبا گیا۔

اس کے کمرے میں تو نہیں گئی۔ ٹینا نے کہا۔

ممی..... رتی کو بہت بخار ہے..... تپ رہی ہے وہ..... پلیز کسی ڈاکٹر کے پاس جائیں اس کو۔ سونیا نے ڈرتے ڈرتے ٹینا سے کہا۔

تم اس کے کمرے میں گئی تھی..... اس اپاگن کے پاس، وہ نحوست کی پوٹ... میرے بیٹے کو کھا گئی..... تم اس کے پاس گئی تھی..... وہ اچھوت ہو گئی ہے..... اس سائے سے بھی تمہیں ڈرنا چاہئے..... وہ بیوا ہے..... اس کا سہاگ اجڑ چکا ہے اپنا پتی گئی ہے..... وہ خود ناگن بن کر شوہر کو ڈس چکی ہے.....

ممی..... چپ کریں..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر یہ دقیانو خیالات ہیں آپ کے..... اس سے پہلے کہ سونیا سنبھلتی..... ٹینا بے ہوش کر صو پر گری..... حسب عادت پانی کے چھینٹے مارے..... ہوا دی..... ایک گھنٹے کے بعد نیند گولی دے کر گہری نیند سلا دیا۔

آج آفس میں بھی اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ سیکرٹری کافی بنا کر کپ میز پر رکھ کر گئی تھی۔ لیکن رتی کی تکلیف نے سکون و قرار چھین لیا تھا..... وہ اس سے محبت کرتا ..... اس کی تکلیف اس کے دکھ کو وہ ہی محسوس کر سکتا تھا..... اس قدر محبت لاڈ میں پر

منے والی رتی آج اس قدر آزردہ ہو گئی..... کیا بیوہ عورت کو جینے کا کوئی حق نہیں۔ نہیں .. اگر گوتم موت کی وادی میں چلا گیا ہے تو اس میں معصوم رتی کا کیا قصور..... کیا وہ ر بھی نہیں جا سکتی..... شودر سے بھی زیادہ اچھوت ہو گئی۔

بابو سرکار..... ایک شخص ملنا چاہتا ہے..... اپنا نام گوپی داس بتا رہا ہے۔ ملازم نے کہا۔

گوپی داس..... بھیجو بھیجو..... جلدی کرو..... وہ بے چین سا ہو گیا۔

بہتر سرکار اور چند لمحوں کے بعد گوپی داس داخل ہوا۔

نمستے بابو جی..... گوپی داس نے اندر آتے کہا۔

نمستے..... آؤ..... گوپی داس خیریت تو ہے..... کیسے آئے ہو۔ رتن کا افسردہ سراپا ن کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

سب ٹھیک ہے سرکار..... گوپی داس خود بڑا پریشان لگ رہا تھا۔

پھر کیا بات ہے..... پلیز جلدی بولو..... میں انتظار نہیں کر سکتا..... سرکار گوتم بابو م سدھارے دو ماہ ہو چکے ہیں..... گوپی داس نے کہا۔

اتنا عرصہ تو ہو چکا ہے۔ درپن بولا۔

آپ نے رتن بی بی کے بارے میں کیا سوچا..... گوپی داس کھل کر بات نہیں کر رہا تھا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... درپن نے کہا۔

میں ایک نوکر ہوں سرکار..... لیکن دل کے اندر کوئی نرم گوشہ تو ہوتا ہے نا..... ن بی بی کو یہاں لے آیئے..... وہ میری سپتری کی طرح ہے۔ گوپی داس کے چہرے پر حد رجہ افسردگی ٹپک رہی تھی۔

اب کیسی ہے رتی۔ وہ بے چینی سے بولا۔

رتن بی بی بہت مشکل میں ہے بابو سرکار..... گوتم بابو کی موت نے مالکن کو نیم پاگل بنا ہے..... وہ رتن بی بی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ گوپی داس بات کو دبا گیا۔

مارا ہوگا..... ضرور اس پر تشدد کیا ہوگا ان لوگوں نے..... وہ بے چین مضطرب کھڑا گیا۔

کل شاید گلدان سے چوٹ لگی ہے رتن بی بی..... وہ تو بروقت ڈاکٹر نے پٹی کر دی ..... بہت خون ہو گیا.....

اف..... گوپی میں کیا کروں..... وہ لوگ میرا وجود دیکھنا پسند نہیں کرتے..... میں

کیسے رتی کو لے کر آؤں..... راجکمار..... وہ میری ہوا سے نفرت کرتا ہے..... میں ا
کروں..... درپن نے سر پکڑ لیا۔

آپ جائیں سرکار..... سب کچھ آپ نے کیا..... دیوی جی کو کس قدر بھروسہ تھا
آپ پر..... رتن بی بی کو لے آیئے گا..... کم از کم ان کی زندگی میں سکھ تو ہو..... گوپی
داس نے مشورہ دیا۔

میں جاؤں گا..... بعد میں دیکھا جائے گا..... میں چھین لوں گا رتی کو..... وہ جوش
میں بولا۔

اسی وجہ سے میں آپ کے دفتر آیا ہوں..... محل میں نہیں گیا..... راجکمار بابو کی
دلہن بھی ہے..... کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔ وہ سمجھ دار اور اک رکھنے والا شخص تھا۔

تم نے اچھا کیا..؟.. درپن نے کہا۔

اب آ گیا دیجیئے سرکار..... لیکن کسی کو میرے آنے کا علم نہ ہو..... میں چھپ کے
ہوں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

بے فکر رہو..... ایسا نہیں ہوگا۔ درپن گوپی داس کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے ہی وہ باہر نکلا.....

بابو سرکار، آپ..... ملازم نے کہا۔ وہ سامنے بالکونی پر کھڑے ویران حراساں رتی کو
دیکھ کر ٹھٹھکا..... درپن..... وہ برق رفتاری سے زینہ اتر کر درپن کے پاس آ گئی۔

درپن..... تم آ گئے..... مجھے معلوم تھا تم ضرور آؤ گے..... میں آج تمہارے
ساتھ جاؤں گی..... لے جاؤ..... وہ والہانہ وار اس سے لپٹ گئی۔

رتی..... تم اس قدر کمزور..... یہ چوٹ..... وہ اسے لپٹا کر خود تڑپ اٹھا.....

مجھے یہاں سے لے چلو..... چلو..... ورنہ اپنے ہاتھ سے میرا گلا دبا دو..... میں نہیں
رہوں..... وہ بچوں کی طرح درپن سے لپٹ کر التجا کرنے لگی.....

گھبراؤ نہیں..... میں تمہیں لینے آیا ہوں..... بس رونا نہیں..... وہ محبت کے
جذبے سے مرغوب اپنے ہاتھوں سے اس کے رخساروں سے آنسو صاف کرتے بولا۔

درپن..... قہر سے تھرتھرائی ہوئی آواز..... جوش اور جنون سے لرزیدہ..... ٹینا
قریب آ رہی تھی.....

درپن..... یہ عورت مجھے مار دے گی..... مجھے چھپا لو..... وہ ہذیانی کیفیت کے

ساتھ درپن کی اوٹ میں ہو گئی۔

کس لئے آئے ہو۔ ٹینا اور قریب آ گئی۔

میں رتن کو لے کر جا رہا ہوں..... تمام ملازم جہاں کھڑے تھے ساکن ہو گئے.....
ایک کونے میں پریشان سونیا حیران کھڑی تھی۔

وہ درپن کے حصار میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔

کیا رشتہ ہے تمہارا اس کے ساتھ..... ٹینا گرج دار آواز سے بولی.....

میرا رتن کے ساتھ اٹوٹ کا رشتہ ہے..... جنم جنم کا ساتھ ہے..... وہ برجستہ جواب
دے کر بولا.....

ٹینا نے قہر آلود نظر رتن پر ڈالی اور اپنے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کو گھمایا۔

نہیں..... جنم جنم کا ساتھ نہیں ٹوٹتا..... وہ سنسار کا ساتھ تھا..... ٹوٹ گیا۔ درپن
در ہو چکا تھا لیکن وہ رتن کو اپنی اوٹ میں کرتا ٹھٹھکا، لیکن یہ جنونی عورت گولی نہ چلا دے
... وہ اس دوزخ میں رتن کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

آپ کیا چاہتی ہیں۔ درپن اونچی آواز میں بولا۔

تم اسے نہ لے کر جاؤ..... یہ گوتم کی ہے..... اور اسی کی رہے گی..... وہ خونخوار
نظروں سے رتن کو گھورنے لگی۔

نہیں..... نہیں..... میں جاؤں گی..... درپن مجھے لے جاؤ..... وہ رونے لگی
... میں یہاں نہیں رہوں گی..... درپن نے اسے اپنے عقب میں چھپا لیا۔

میں اسے جان سے مار دوں گی..... سونیا نے پلٹ کر ٹینا سے ریوالور چھیننے کی کوشش کی
... ممی کیا کر رہی ہیں آپ..... آپ کو پتہ ہے..... گولی لگ جائے گی۔

تو..... سونیا نے جھپٹ کر ریوالور چھین لیا۔

اور وہ دھڑام سے گری اور بے ہوش ہو گئی۔

درپن پلیز..... رتی کو چھوڑ جاؤ..... ممی تمہارے ساتھ رتی کو کبھی نہیں بھیجیں گی
.. تم راجکمار کو کہو..... رتی..... دیکھو..... مان جاؤ..... راجکمار تمہیں لے جائے گا
.... سونیا نے رتی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے.....

اچھا درپن راج سے بات کر لینا..... وہ کہاں آئے گا..... آج تک اس نے کون سے
مسئلے حل کیے ہیں..... وہ بھائی نہیں ہے۔ اور افسردگی سے اپنے کمرے کی طرف چل دی

.....اور درپن مایوس لوٹ گیا۔

لیکن چین اس کی زندگی سے اٹھ گیا..... واپسی کی رات نہ جانے اس نے کس طرح گزاری۔ رتن کا دکھی چہرہ..... اس کا بلک بلک کر اس کے ساتھ آنے کی ضد کرنا..... وہ تمام شب بے چین رہا..... اگلی صبح اس نے راجکمار سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا۔ وہ آہستہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ملاقات کا اور کوئی بہتر ٹھکانہ نہ تھا۔

بابا..... جاؤ راجکمار سے کہو..... درپن ملنا چاہتا ہے۔

ابھی گئی سرکار..... بابا بھاگ گئی۔

چھوٹی سرکار..... درپن بابو ملنا چاہتے ہیں۔ ڈرائنگ روم میں.... بابا نے کہا۔

مجھ سے..... کیا کوئی خاص بات۔ وہ صوفے سے اٹھ کر حیران رہ گیا۔

مل لیجئے..... شاید کوئی کام کی بات ہو۔ اس کے پہلو سے اٹھ کر سنبل نے کہا۔

ٹھیک ہے..... آرہا ہوں..... وہ بابا کے بعد ڈرائنگ روم میں بڑھ گیا۔

او..... آج کیسے آنا ہو گیا..... رئیس زادے..... وہ طنزیہ مسکرایا۔

تم سے ضروری بات ہے..... اگر اجازت دو تو کہوں..... درپن نے اس کے طنز کا کوئی اثر نہ لیا۔

ضرور کہو..... آخر کونسی بات ہے..... جو رئیس زادے کو میرے پاس آنا پڑا.....

تمہیں اس کا اندازہ تو ہے نا کہ رتی اپنے سسرال میں بہت پریشان ہے۔ وہ افسردگی سے بولا اور راجکمار کے طنز کا کوئی نوٹس نہ لیا۔

پریشان تو ہوگی۔ شوہر کے بنا کیا جیون ہے عورت کا.....

اگر شوہر عدم سدھار جائے تو عورت کا کیا دوش..... روز روز کے مرنے سے بہتر تھا کہ وہ ستی ہو جائے۔ درپن جوش سے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا۔

رتی پر ظلم ہو رہا ہے..... اس کا دائرہ حیات تنگ ہے..... ٹینا آنٹی نے اس کا جینا حرام کر دیا ہے۔ تم رتی کو محل واپس لے آؤ..... درپن نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

تم تو خود بڑے ہمدرد غمگسار ہو رتی کے..... لے آؤ نا جا کر..... راجکمار نے کہا۔

گیا تھا..... انہوں نے میرے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا ہے..... درپن نے کہا۔

اگر تمہارے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا ہے تو میرے ساتھ بھی وہ نہیں بھیجیں گے۔

مار کے الفاظ میں انکار کی بو آرہی تھی۔

گیا..... کیا کہہ رہے ہو تم..... درپن حیران رہ گیا۔

تم جاؤ..... لے آؤ اس کو..... میں ٹینا آنٹی کے ہاں نہیں جاؤں گا..... وہ تمہارے بھیجنا چاہتی ہیں.....

کیوں..... درپن نے کہا۔

میری انا کا مسئلہ ہے..... وہ ہمیشہ سے وہ لوگ مجھے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اب میں کے سامنے نظریں نہیں جھکا سکتا۔ وہ اکڑ گیا۔

رتی تمہاری بہن ہے..... اسے اس جہنم سے نکال لاؤ..... وہ احتجاجاً بولا۔

تم جاؤ لے آؤ..... تمہیں کون روکتا ہے..... گزشتہ کی طرح یہ کام تم ہی کرو..... وہ لوٹ گیا۔

اور درپن ایسے ظالم خود غرض بھائی کے ش قدم کو گھورتا رہا۔ جس کی نظر میں خونی ؤں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

ٹھیک ہے..... میں اس جہنم میں رتی کو یں رہنے دوں گا۔

ایک مستحکم ارادے کے تحت وہ واپس ٹا اور دوسرے دن پھر ٹینا کے ہاں پہنچ گیا.....

کار کی آواز سن کر سیدھا رتن کے کمرے کی طرف چل دیا۔ دروازے کی اوٹ میں وہ

نا خونخوار بھیڑیئے کی طرح اندر داخل ہوئی.....

تم نے..... تم نے میرے بیٹے کو مارا..... جہاز سے دھکا دے دیا..... وہ چلا کر بولی۔

نہیں نہیں آنٹی میں نے نہیں مارا گوتم کو..... نہیں مارا..... رتی گڑگڑا کر کہنے لگی۔

کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں.....

نہیں مارا..... تمہیں کیوں نہیں کچھ ہوا..... آگ لگ گئی تھی نا..... وہ رتن کے الی۔

ی آنٹی..... جہاز کو آگ لگ گئی..... آگ کی وجہ..... بس بس..... بکواس کرتی ..... تم کیوں نہیں جلی..... تمہارا حسن تمہارے یہ دراز گیسو..... سلامت ہیں تم راکھ نہیں ہوئیں..... اس کے ساتھ ہی وہ بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹی اور ایک ے رتن کے بال نوچ کر پکڑے اور کھینچے۔

آنٹی مجھے چھوڑ دو..... سونیا..... سونیا..... وہ منت سماجت کرنے لگی۔

ٹینا آنٹی..... پوری طاقت سے ہاتھ کھول کر درپن نے رتن کو آزاد کروایا۔

درپن تم آگئے..... مجھے لے جاؤ..... اب چھوڑ کے مت جانا..... وہ معصوم بچے کی طرح درپن سے لپٹ گئی۔

تم..... کیا کرنے آئے ہو..... تم نے اُس سے کہہ کر میرا گوتم قتل کروایا ہے..

تمہیں نے..... تمہیں..... وہ درپن پر بری طرح جھپٹی.....

ممی..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... پشت سے ایک دم سونیا نے ٹینا کو پوری طاقت سے پکڑ لیا.....

درپن رتن کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے دو قدم پیچھے کی جانب بڑھا.....

سونیا..... مجھے افسوس ہے کہ آنٹی..... ٹینا لمبے لمبے سانس لے کر ہانپ رہی تھی

ممی..... ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں..... تم بے شک رتی کو لے جاؤ..... ممی گوتم کی موت کا ذمہ دار ٹھہرا رہی ہیں۔ سونیا نے ابھی تک پوری طاقت سے ٹینا کو تھاما تھا۔ درپن سہمی ہوئی رتن کو لئے دروازے کی طرف بڑھا۔

چند دنوں میں ممی کو باہر لے جا رہے ہیں..... ڈیڈی نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں۔

سونیا نے ہانپتی ہوئی ٹینا کو صوفے پر بٹھا دیا..... لیٹ جائیں..... چائے لاؤں کے لئے.....

نہیں..... میرا گوتم لادو..... میں نے کیا بگاڑا تھا بھگوان کا جو میری گود سے میرا لال چھین کر لے گیا۔ وہ منہ چھپا کر سسک سسک کر رونے لگیں.....

تم ممی کے پاس ٹھہرو..... میں چائے بھجواتی ہوں..... پلا دینا..... سونیا درپن کے ساتھ ساتھ چلتی ملازمہ ادھما سے بولی۔

تینوں ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

مجھے افسوس ہے..... آئی ایم ویری سوری رتی..... تمہارے ساتھ یہاں اچھا سلوک نہیں ہوا۔ سونیا کے لہجے میں معذرت اور ندامت تھی۔

ہراساں رتی نے درپن کی طرف دیکھا جو اس وقت بھی اس کے ساتھ د...وئی تھی۔

ایسی کوئی بات نہیں..... سب کچھ بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... درپن معمولی مسکرا دیا۔

چلو نا درپن چلیں..... آنٹی پھر آ جائیں گی..... رتن نے باہر والے دروازے کی ...ف دیکھا۔

چلتے ہیں..... میں ہوں نا تمہارے پاس..... خوفزدہ ہو چکی ہے..... درپن نے سونیا ...کہا۔

دراصل..... ممی سے بہت دہشت زدہ ہے..... خیر آنٹی کا خود ساختہ فعل نہیں ...ہے..... درپن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

...تی تمہاری چیزیں جلد ہی تمہارے ہاں پہنچ جائیں گی..... گھبرانا نہیں۔ سونیا نے ...میں صاف کیں۔

سونیا..... کسی وقت کسی لمحہ میری ضرورت ہو تو بلا جھجک فون کیجئے میں حاضر ہو جاؤں ...درپن کو ان لوگوں پر رحم آنے لگا۔

Thank you..... ڈیڈی آ جائیں تو آپ سے رابطہ کریں گے۔ بالکل بے تکلف ..آپ مجھے اپنا بھائی سمجھیں.....OK سونیا نے صرف مسکراہٹ کے ساتھ اقرار کیا۔

اور وہ اپنی کائنات سمیٹ کر محل واپس لوٹ آیا۔ سونیا مایوس مجبور واپس اپنے کمرے میں ...گئی۔

درپن اچھا انسان ہے..... کیا ہوا اگر اس نے ایک مسلم عورت کی کوکھ سے جنم لیا ہے ...ممی کو خواہ مخواہ نفرت ہے..... سونیا نے پھر کروٹ لی.....

ٹینا کی بیماری طویل ہوتی جا رہی تھی..... نہ جانے وہ کب سکون حاصل کر سکیں گی۔ رتی ...کی آرزوؤں، آشاؤں کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ چار دن بھی نہ گزرے کہ بھیا ملک عدم ...کیا..... اس میں رتی کا کیا قصور..... یہ ہمارا معاشرہ کیا ہے..... ایسی عورتوں کو یہ ...شوہر کے ساتھ ستی کر دیتے تھے..... چاہے وہ جلنا نہ بھی چاہے..... اس کو زندہ شوہر ...ساتھ جلا دیا جاتا تھا..... نہ کسی کو بچوں پر رحم آتا اور نہ اس کی جوانی پر..... ہندوستانی ...معاشرے میں عورت کو شوہر کے بعد جینے کا کوئی حق نہیں ہے..... یہ حق کس نے چھینا ہے ...اسی معاشرے نے..... میں..... میں ہرگز شادی نہیں کروں گی۔ میں اس رسم و ...رواج کی قائل نہیں ہو سکتی..... نہیں..... ہرگز نہیں۔ اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

...بی بی..... بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں..... ملازمہ نے کہا۔

...کہاں ہیں اس وقت۔ سونیا یکسر بھول گئی کہ وہ کہاں چھوڑ آئی ہے۔

بہو بیگم کے کمرے میں سرکار۔ ملازمہ نے جیسے یاد کروایا۔

اچھا..... وہ ملازمہ کے ساتھ رتی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

ممی..... کیسی طبیعت ہے۔ ... نے ٹینا کو پرسکون بستر پر لیٹے تصویر دیکھتے ہو
دیکھا۔

ٹھیک ہوں..... دیکھو..... میرے بیٹے اور بہو کی تصویر..... ٹینا نے سونیا کو تص
دکھائی۔

سونیا نے بھیگی پلکوں سے تصویر کو بغور دیکھا۔ اچھی ہے نا..... ٹینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

بہت اچھی..... سونیا نے ٹینا کو بغور دیکھا۔

کب آئیں گے دونوں باہر سے..... ٹینا نے سونیا سے تصویر پکڑ کر سینے سے لگالی۔

آ جائیں گے..... وہ بولی۔

پھر بھی کتنے دن لگیں گے..... ان کے آنے پر بہت بڑا فنکشن کروں گی.....
اور شہنائیاں بجیں گی..... رتی کو دیکھا تم نے..... دیکھو..... غور سے دیکھو.....
پیاری ہے نا میری بہو..... وہ زبردستی اصرار کے ساتھ تصویر دکھانے لگی۔

ممی دیکھ لی ہے..... وہ بیزار بیزار سی لگنے لگی۔

سونیا..... ایک دم چونک کر وہ بولی۔

جی ممی..... سونیا نے کہا۔

گوتم اپنی دلہن کے ساتھ آئے گا..... آئے گا نا..... ٹینا نے سونیا کا شانہ ہلایا۔

آپ اٹھیے..... اپنے کمرے میں..... سونیا نے جھلا کر کہا۔

ایسے ہی..... گوتم آئے تو چلی جاؤں گی..... وہ پھر لیٹ گئی۔

نہیں نا ممی..... وہ اپنے کمرے میں کسی کو نہیں آنے دیتا..... سونیا نے سمجھانے کی
کوشش کی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے..... ٹینا نے مسکرا کر سر ہلایا۔

بڑے دکھی انداز میں سونیا نے ٹینا کے بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے درست کیا۔ ا
بازو پکڑ کر باہر لے گئی۔

☆ O ☆

راجہ جی..... سنبل نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھتے برش سے بال درست کیے۔

راجکمار نے فائلوں سے الجھے ہوئے سر اٹھایا۔

وہ آگئی ہے۔ وہ رکیک سے انداز میں بولی۔

کون؟..... راجکمار نے چونک کر کہا

جناب کی دیدی..... رتن جی..... وہ طنزاً بولی۔

رتی آگئی..... اچھا ہوا..... کس کے ساتھ..... راجکمار نے خوشی کا اظہار کیا۔

اسی کے ساتھ..... جس کی پناہ میں دیوی جی چھوڑ گئی تھیں..... وہ شانے اچکا کر
طرائی۔

اچھا ہوا..... ورنہ میں ٹینا آنٹی کا سامنا نہ کر پاتا۔ راجکمار نے ٹیک لگائی۔

ارے چھوڑیے..... دریں ہی خیر خواہ ہے رتن کا..... لے آیا نا..... وہ راجکمار کے
ں بیٹھ گئی۔

اچھا ہوا لے آیا..... راجکمار نے کہا۔

آپ جاتے تو ہرگز نہ آتی۔ وہ بات کو ہوا دینے لگی۔

تمہارا مطلب کہ میرے جانے سے رتی نہ آتی..... راجکمار نے سنبل کی طرف دیکھا۔

اور کیا..... وہ کبھی نہ آتی آپ کی رتن دیدی..... سنبل نے پھر نفرت کا اظہار کیا۔

تمہاری بھی کچھ ہے..... آپ کی آپ کی کیا رٹ لگا رکھی ہے۔ راجکمار کو غصہ آ گیا۔

اوئی رام..... میری وہ کچھ نہیں..... اپنے پتی کو کھا گئی۔ چار روز بھی نہ ہنس کے
دارے اس نے..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی۔

دیکھو سنبل..... تمہاری ایسی باتوں سے نفرت ہے مجھے..... تمہیں تو..... وہ
ہوش ہو گیا۔

راجہ جی..... ابھی بہن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی..... محبت بیدار ہو گئی۔ وہ راجکمار

کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے بولی۔

ہٹو..... راجکمار نے جھٹک کر اس کے بازوؤں سے اپنے آپ کو الگ کیا۔

راجہ جی..... ناراض ہو گئے..... بری بات کہہ دی کیا..... وہ نرم لہجے میں بولی

دیکھو سنبل..... وہ میری بہن ہے..... میں اس قسم کی گفتگو اپنی بہن کے ... نہیں کرتا۔ وہ اسے سمجھانے کے لہجے میں بولا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

کون..... آجاؤ..... سنبل نے کہا۔

استاد جسونت سنگھ آئے ہیں۔ خاص ملازم نے کہا۔

ہائے رام..... جسونت جی..... آرہی ہوں..... آرہی ہوں..... بٹھاؤ ڈرائنگ روم میں۔ وہ بڑے بے قرار انداز میں بولی۔

ملازم واپس لوٹ گیا۔

تم نے جنداں بائی کو بتایا نہیں تھا کہ یہاں کوئی نہ آئے..... یہ گھر ہے کوٹھا نہیں۔ راجکمار خشمگیں انداز میں بولا۔

تو ملنے ملانے پر بھی پابندی ہے..... یہ کیا ہوا۔ وہ حیرت سے بولی۔

خبردار تمہارا کوئی چاہنے والا تمہیں یہاں ملنے نہ آئے..... جسونت جی تو بہت ب... گائیک ہیں..... سنبل نے بالوں کو جھٹکا۔

جو بھی ہے..... اسے منع کر دو..... آئندہ یہاں مت آئے..... وہ غصیلے انداز میں کمرے سے باہر نکل گیا۔

سنبل اٹھلاتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی..... اور ایک دم ٹھٹھکی...

عزت افزائی ہے ہماری ..... سنبل بائی..... دھکے دے کر نکالا جا رہا ہے۔ جسونت سنگھ خفا سا بولا۔

ہمیں یہاں کبھی نہ آنے کا کہا گیا ہے سنبل جی..... جسونت سنگھ نے ایک طرف پلٹ دیکھا۔

کس نے منع کیا ہے آپ کو۔ سنبل نے کہا۔

میں نے کیا ہے..... یہ شریف لوگوں کا گھر ہے..... قہوا خانہ نہیں..... ہر کوئی اٹھائے چلا آئے۔ درپن کی آواز میں ناپسندیدگی اور نفرت اسے کاٹ کھائی۔

تم کون ہوتے ہو منع کرنے والے۔ وہ باغیانہ انداز میں بولی۔

میں کون ہوں..... آپ کو علم ہے۔ درپن واپس لوٹ گیا۔

درپن..... غلام گردش سے گزرتے وہ چونکا۔ رتی اس کے پاس آرہی تھی.....

موڈ آف ہے تمہارا..... وہ ہنس دی..... چند لمحے وہ اسے گھورتا رہا۔

ننگے پاؤں۔ سفید ساڑھی..... بکھرے بال اداس چہرا..... جس پر ویرانی ہی ویرانی۔ وہ اس کے سراپا کو دیکھتا رہا۔

کیا اپنے کمرے سے ننگے پاؤں آئی ہو۔ وہ یوں بولا جیسے اس کے اندر کوئی عمارت دھڑام سے گری ہو۔

ہاں..... بھابی منع کرتی ہے نا۔ وہ سادگی سے بولی۔ کہ جوتا نہیں پہننا۔

وہ قریب آگیا۔

ہاں..... درپن..... گوتم جو مر گیا ہے..... جب عورت بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کو بناؤ سنگھار اور بننے سنورنے کا حق نہیں ہے..... اور نہ ہی جوتا پہننے کا ..... بس یہ سفید ساڑھی ہی..... وہ معصوم سی ادا کے ساتھ درپن کو دیکھ کر بولی۔

تم ایسا نہیں کرو گی..... یہ ساری کائنات تمہاری ہے..... ابھی تمہارے حصے کی بہت خوشیاں باقی ہیں..... اگر گوتم مر گیا ہے تو تمہیں پابند نہیں کر گیا..... جوتا پہنو..... وہ کمرے کی جانب تیز رفتاری سے بڑھا۔ پلک جھپکتے گیا اور رتن کا جوتا اسے پہنایا..... پہن لوں وہ جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔

کیوں جوتا پہنا رہے ہو درپن..... تمہیں معلوم ہے یہ اب سہاگن نہیں ہے۔ سنبل نے سخت الفاظ میں کہا۔

خود ساختہ رسومات نے اسے بے گناہوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ درپن کو برا لگا۔

خود ساختہ رسومات نہیں..... ہندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ سنبل نے تن کر کہا۔

کیا ہندوستانی معاشرے میں غیر مردوں کا دل لبھانا بھی ہے۔ غیر مردوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر آزاد گھومنا ہندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ درپن نے نشتر زدہ الفاظ سنبل کو تیخ پا کر گئے..... وہ چیخ اٹھی..... تم میری توہین کر رہے ہو۔ وہ بولی۔

آپ کی توہین نہیں بھابی صاحبہ..... آپ کی بات کا جواب دے رہا ہوں۔ رتن کو ذرا سا دیکھ کر وہ مسکرایا۔

تم چلو کمرے میں..... رتی..... کھانا کھا لیا..... وہ ایک دم بولا۔ جیسے کوئی ا
ہوئی ہو۔

نہیں..... مایا لے کر نہیں آئی۔ وہ پلٹ کر بولی۔

ڈائننگ روم میں کیوں نہیں جاتی..... سب مل کے کھایا کرو..... درپن نے
دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

رتی وہاں نہیں جا سکتی۔ سنبل نے کہا۔

کیوں..... اس لئے کہ وہ سہاگن نہیں ہے.....

ہنہ..... وہ قہر آلود نظروں سے دیکھتی ہوئی..... لوٹ گئی.....

چلو کمرے میں..... درپن..... کیا کروں..... یہاں تو اور بھی اداسی ہے.....
بات کرنے والا نہیں..... وہ درپن کو جیسے دکھ سنانے لگی۔

پوجا ماں کے پاس چلی جایا کرو..... وہ بولا۔

بھابی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ دہشت گردہ سی بولی۔

رتی..... مت ایسا سوچو..... ڈرو گی تو تمہارا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ درپن نے
اپنایت سے کہا۔

درپن..... وہ معنی خیز انداز میں گویا ہوئی۔

کہو..... وہ پرسکون انداز میں مسکرا کر بولا۔

میری خوشیاں میرے جیون سے روٹھ گئی ہیں..... کیا ساری عمر یوں ہی بیت جا
گی۔ وہ بڑے کرب سے بولی۔

میرے اختیار میں نہیں ہے..... ورنہ سارے سنسار کی خوشیاں تیرے قدموں
ڈھیر کر دیتا..... تیرے چرنوں میں چاند تارے بکھیر دیتا..... رتی..... وہ خود بے قرا
ماہی بے آب کی طرح مچل گیا۔

تم مجھے اپنے پاس لے جاؤ..... تمہاری داسی بن کر جیون گزار دوں گی۔ وہ محبت
مغلوب بولی۔

تم دیوی ہو..... محبت کی دیوی..... جس سے ٹوٹ کر پیار کرنا میرا فرض اولین ہے

آئندہ کیا ہوگا..... وہ آئندہ کے لئے فکر مند نظر آنے لگی۔

کچھ ماہ کے لئے مجھے باہر جانا ہے..... واپسی پر بھگوان بہتر کر دیں گے۔ وہ اس کو دیکھ

ئے بولا۔

تم جا رہے ہو..... مجھے چھوڑ کر..... مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ..... وہ بے چینی سے
بولی۔

دیوانی..... وہ ہنس دیا۔

میں نے کیا کہا ہے۔ سمجھے نہیں ہو۔ وہ بولی۔

میں سمجھ گیا ہوں..... تمہاری ہر بات میں اچھی طرح سمجھ جاتا ہوں۔ تو پھر بولتے
وں نہیں.....

میں تمہارے لئے کوئی بہتر حل تلاش کرنا چاہتا ہوں..... اس طرح میرے ساتھ
نے میں تمہیں برادری میں مرکز نگاہ نہیں بنانا چاہتا۔ وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

مجھے بتاؤ..... واپسی پر کیا کرو گے۔ وہ اصرار کرنے لگی۔

سننا چاہتی ہو..... تو سنو.....

ہاں..... رتی نے کان درپن کے ہونٹوں کے قریب کر دیا۔ اس نے سرگوشی کی اور وہ
بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس دی.....

سچ..... ہائے رام..... کب ایسا ہوگا..... جھک کر اس نے درپن کے ہاتھوں کو چوم
لیا۔

اجازت..... درپن نے جانے کے لئے کہا۔

بیٹھو..... آج جی خوش ہے..... نہ جاؤ درپن..... میرے جیون کی آخری خوشی بس
تم ہی تم ہو..... وہ بازو پکڑ کر بٹھاتے بولی.....

اچھا بابا..... لو بیٹھ گیا..... بیٹھتے ہی مایا طشتری میں چائے لے آئی۔

ارے مایا..... تمہیں کیسے علم تھا کہ مجھے اس وقت چائے کی طلب ہے۔ درپن نے خوش
ہو کر کہا۔

بابو سرکار یہاں سے گزری تو رتی بی بی کی ہنسی ایک مدت کے بعد سنی..... خیال آیا
چائے ہی لے چلوں.....

واقعی تم بڑی ذہین ہو..... درپن نے کہا۔

بنا دوں جی..... مایا نے کہا۔

نہیں مایا..... تم کام کرو..... میں بنا لوں گی۔

بہتر جی..... وہ باہر چل دی۔ اور رتن نے ٹرالی اپنے قریب کرلی۔

تمہیں کتنے سے لگ جائیں گے۔ رتن نے کپ درپن کے سامنے میز پر رکھا۔

میں تمام کاروبار ہی جرمنی میں سیٹ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک مستحکم ارادے کے تحت بولا۔

اور میں..... وہ لرز سی گئی۔

پاگل لڑکی صرف چندماہ کی بات ہے..... یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہی تو کررہا ہوں۔ وہ سرشار نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

نہ جانے یہ وقت کیسے گزرے گا..... درپن..... وہ آہستہ سے اداس انداز میں بولی۔

دیکھنا..... میرا جیون پہلے ہی بڑا بے معنی اور کم قیمت ہو گیا۔ میں سراب کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہتی۔ وہ اندیشوں وسوسوں کے انگنت ناگ اپنی آنکھوں کے سامنے رقص کناں دیکھ رہی تھی۔

کیسی باتیں کرتی ہو..... تم..... تم تو انمول موتی ہو..... جس کی قدر جوہری ہی جانتا ہے..... دنیا والے کیا جانیں..... خواہ مخواہ اپنے من کو میلا نہ کرو۔ وہ اسے نصیحت کرنے لگا۔

وہ مسکرادی..... ایک دلکش سی جان لیوا مسکراہٹ.....

بہت اچھی لگتی ہو..... اس طرح مسکراتی ہوئی۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

دنیا والے ہنسنے نہیں دیتے درپن..... تمہیں تو معلوم ہے میں کیا ہوں۔ وہ بڑے کرب سے بولی۔

جو ہو گیا سو ہو گیا..... بیتے لمحے کو ایک سپنا جان کر بھول جاؤ..... تم وہی ہو جو ایک برس پہلے تھی..... ہیرا ہیرا ہے..... تمہاری چمک میں تو فرق نہیں آیا۔ وہ رتن کے شانے پر تھپکی دیتے بولا۔

یہ تم کہتے ہو..... ورنہ یہ جگ والے تو میری پرچھائیں سے خوف کھاتے ہیں۔

وہ پاگل ہیں..... انہیں بھگوان کے وجود کا احساس نہیں..... بس تم ریلیکس کرو..... وہ آخر میں دھیما پڑ گیا۔

درپن کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ صبح پوجاماں کے پاس چلی جانا..... وہ بولا۔

بعد میں..... جب تم نہیں ہو گے..... وہ پژمردہ سی لگنے لگی۔

سنتوش ماموں کے ہاں تمہیں چھوڑ آؤں گا..... چند دن رہ لینا..... جی بہل جائے گا۔ وہ بغور رتن کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔

وہ خاموش رہی۔ کیا ہوا..... وہ جھک کر اس کی نگاہوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ وہاں بھی جانے کو من نہیں چاہ رہا۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی دروازے تک آ گئی۔

ارے بھئی اب تو شیتل اور اجے بھی آئے ہوئے ہیں۔ وہ بولا۔

ان کو آئے ہوئے تو بہت عرصہ گزر گیا ہے..... لیکن شیتل ایک مرتبہ بھی میرے نہیں آئی..... اجے مجھے اپنی بہن کہتا ہے..... اس نے آج تک میرا دکھ نہیں سنا..... اور ہو سکتا ہے اُشا آنٹی..... پھر میں.....

بس بس اور دکھی ہونے کی ضرورت نہیں..... جو جی میں آئے وہ کرنا..... ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اسے تھپکی دیتا باہر نکل گیا۔

وہ مسکرا کر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ ارے بعد میں کچھ نہیں ہو گا..... وہ واپس پلٹ آئی۔

اتنی مایوس مجبور وہ تو کبھی نہ تھی..... کیا ماما نے اس دن کے لئے مجھے گوتم سے بیاہا تھا..... کہ میرے چاروں جانب اندھیرے ہی اندھیرے پھیل جائیں..... روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی..... اندھیروں کے بعد سحر نمودار ہوتی ہے..... کیا میرے نصیب میں سحر ہے..... میرے جیون میں اجالے ہیں..... کہاں ہیں..... بھگوان کہاں ہیں وہ پلنگ کی پشت سے سر ٹکائے روتی رہی..... کوئی پریشان حال نہ تھا۔ کوئی اسکا دکھ بانٹتا۔ وہ سسکتی رہی۔ چند یوم کا حسین ماضی چشم زدن میں گزر گیا..... اور تلخیاں باقی رہ گئیں تھیں۔ کوئی پرسان حال نہیں تھا..... ایک درپن تھا..... جو اس کے راستوں میں کانٹے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا..... اف بھگوان میں کیا کروں۔ وہ سسک اٹھی..... یہ کیا ہو گیا..... حالات کے گرداب میں ڈوبتے ابھرتے اسے کئی دن گزر گئے..... درپن کے جانے کے دن قریب آ رہے تھے..... بلکہ آ ہی گئے..... وہ اسی یاددہانی کے لئے ڈرائنگ روم میں پہنچا..... وہ سنیل کے ساتھ بیٹھا گپ شپ میں مصروف تھا..... پردا اٹھا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے دستک دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پردا اٹھا ہوا تھا اس لئے یوں ہی آ گیا ہوں۔ وہ اندر جاتے ہوئے بولا۔

کچھ کہنا چاہتے ہو۔ راجکمار نے پہلو بدل کر لاپرواہی سے کہا۔

بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں.....اگر تم سنو تو.....وہ صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

سنبل کے کان کھڑے ہوگئے اور ہمہ تن گوش ہو گئی۔

بہت کچھ..... کہو.....راجکمار نے بڑا فراخ لہجہ اختیار کیا۔

تمہیں معلوم ہے کہ ماما آخری مرتبہ رتی کی نگہبانی میرے سپرد کر گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں جوڑ کر بولا۔ جب تم ہی قریب تھے تو رتی کو تمہاری نگہبانی میں چھوڑنا ان کا فرض بنتا تھا۔ راجکمار نے چھپا ہوا طنزیہ انداز اپنا لیا۔ سنبل نے معنی خیز انداز میں دیکھا۔

لیکن چند مہینے تمہیں رتی کا خیال رکھنا پڑے گا۔ وہ بغور راجکمار کو دیکھ کر بولا۔

کیا مطلب؟.....وہ چونکا اور سبل نے پہلو بدلا۔

میں چھ سات ماہ کے لئے جرمن جا رہا ہوں.....کاروبار کے سلسلے میں۔ وہ بولا۔

اڑتی ہوئی خبر میں نے بھی سنی ہے کہ تم اپنا کاروبار جرمن میں ہی سیٹ کرنا چاہتے ہو.

بلکہ سیٹ کر لیا ہے.....راجکمار نے درپن کے چہرے کی طرف دیکھا۔

تم نے ٹھیک سنا ہے..... میں تمہارے پاس جو کہنے آیا ہوں وہ سنو۔ درپن نے راجکمار کی توجہ اپنی طرف دلائی۔

سناؤ..... کیا کوئی خاص بات..... سنبل کا ماتھا ٹھنکا.....(کہیں رتی سے شادی تو نہیں کرنا چاہتا)

شادی رتی سے.....(ایسا نادان نہیں) راجکمار اور سنبل نے ایک ہی وقت میں ایک ہی جواب سوچ لیا

تم خود ادراک رکھتے ہو..... میرے بعد رتی کو کوئی تکلیف نہ ہو..... پلیز..... بھائی صاحب..... اس معصوم کا خیال رکھئے گا..... اسے اچھوت جان کر پھینک نہ دیجئے گا..... اس کا خیال رکھئے گا.....وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔

وہ میری بہن ہے..... میں تم سے بہتر جانتا ہوں..... تمہیں رتی کے بارے میں ایسا سوچنے کی ضرورت نہیں.....

Thank you.....مجھے تم سے یہی امید تھی۔ وہ باہر نکل گیا.....

راجہ جی..... سنبل بری طرح چونکی..... جیسے کوئی بھولی بسری یاد آگئی ہو۔

کیا؟.....راجکمار نے کہا۔

طبع نازک پر گراں نہ گزرے گا۔ سنبل نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

نہیں..... تم بات کرو.....وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اگر کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو.....وہ خوفزدہ سی رک گئی۔

ہاں ہاں بات کرو..... میں تیار ہوں تمہاری ہر بات سننے کو۔ راجکمار کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

میرا خیال ہے رتی کب تک بیٹھی رہے گی..... کیوں نا اس کی دوسری جگہ شادی کر دی جائے۔ وہ آخر میں بات جلد مکمل کر گئی۔

ہوں..... میں بھی کئی دنوں سے یہی سوچ رہا ہوں.....ماما کے ہوتے ہوئے مجھے کبھی ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ راجکمار افسردہ لگ رہا تھا۔

ایک بھائی ہونے کے ناطے آپ کا فرض بنتا ہے..... لاکھ درپن اس کا خیر خواہ ہے۔ درپن سیوک فیملی کا خیر خواہ تو ہے..... اس کی وفا پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ راجکمار نے کہا۔

اب کیا کرنا چاہئے..... پھر..... سنبل..... خاموش ہو گئی.....وہ خود کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ جو اس کے اندر کھچڑی پک رہی تھی.....وہ اس کا اطلاق راجکمار کی ذات سے لینا چاہتی تھی۔

پہلے میں ماموں سنتوش سے بات کروں گا..... کہ رتی کی دوسری شادی ممکن ہے۔ وہ بولا۔

ممکن کیوں نہیں..... کیا تمام عمر یوں ہی بیٹھی رہے گی..... کون جانے کیسا وقت آئے۔ مجھے اس کا کوئی اچھا گھر دیکھ کر بیاہ دینا چاہئے..... تاکہ میں مطمئن ہو سکوں۔ وہ بولا۔

آپ آفس بھی جاتے ہیں..... دیکھ لیجئے کوئی بر مل جائے تو.....وہ بولی۔

پہلے تو ماموں سنتوش سے بات کروں گا۔

آج رتن کے بارے میں راجکمار پریشان نظر آرہا تھا۔ راجہ جی آپ تو خواہ مخواہ ہی بات کو بڑھا رہے ہیں..... ان لوگوں نے کبھی آپ کے معاملات میں دخل دیا..... رتی کی شادی کے بعد تو وہ بالکل چھوڑ گئے ہیں..... ویسے بھی ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا..... اپنے کاموں میں الجھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ذہن سے بارے خیالات جھٹک کر بولا۔ جو کچھ بھی کرنا ہے درپن کی عدم موجودگی میں کیجئے گا۔ سنبل نے سوچ سے ابھر کر کہا۔ بال کی کھال اتارنے کی اس کو عادت ہے..... جو پٹی وہ رتن کو پڑھا دے گا وہی ہوگا..... رتن آپ کی

بات ہر گز نہیں مانے گی۔ سنبل اپنی چال میں تھوڑی سی کامیاب ہو گئی..... اس کی آخری بات پر راجکمار کی رگ حمیت پھڑک اٹھی۔

کیا کہا تم نے۔ وہ سیدھا ہو گیا

میرا مطلب کہ بات تو درپن کی مانے گی نا..... جو وہ کہے گا۔ وہ راجکمار کے لہجے سے تھوڑا سا کانپ گئی۔

میں اس کا کچھ نہیں لگتا..... بھائی ہوں اس کا..... اس کے بارے میں جو بات ہو گی ..... لوگ مجھ سے پوچھیں گے..... درپن کو کون پوچھتا ہے۔ وہ بھڑک اٹھا۔

بس پھر جو کرنا ہے درپن کی عدم موجودگی میں کیجئے گا..... رتی اپنے گھر کی ہو جائے ..... اور کیا چاہئے۔

ہوں..... وہ جانے کیلئے کھڑا ہو گیا۔

دفتر جا رہے ہیں۔ وہ بولی

ہاں..... وہ بریف کیس لئے باہر نکل گیا..... اور صوفے پر نیم دراز ہو گئی۔

سنبل جانی..... دروازے پر ماں کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

بیٹی سنبل کیسی ہو..... جنداں بائی اندر داخل ہوئی۔ اور تو کوئی نہیں سنبل نے دور، طویل غلام گردش کو دیکھا۔

نہیں..... کوئی نہیں..... جب سے ستار نواز شگن میاں اور جسونت جی کو دھکے دے کر درپن نے نکالا ہے..... کوئی نہیں آتا تمہارے ہاں..... جنداں بائی نے اندر آکر بیٹھ گئی۔

اماں..... تمہیں معلوم ہے سیوک رام کا کتنا نام ہے..... اتنی ہی عزت ہے.....

پھر اماں وہ تو درپن نے نکالا تھا۔ سنبل شاکیانہ بولی۔

درپن نے جسونت سنگھ کو برا بھلا کہا تھا..... شگن میاں کا ستار تو نوکروں سے باہر پھنکوا دیا تھا تمہارے پتی نے..... راجہ جی نے ہاں..... وہ دراصل سنبل کو آگ لگانا چاہتی تھی۔

راجہ جی نے..... مجھے پتہ بھی نہیں..... وہ حیران ہو کر بولی۔

ہاں..... خیر چھوڑ اس قصے کو..... میں تیرے پاس ضروری کام سے آئی ہوں..... جنداں بائی نے سرگوشی کی۔

اماں چھوڑ کھوٹے کو..... عزت کی روٹی کھا لے..... میرے پاس آکر..... راجہ جی

کوئی معمولی بندہ نہیں ہے..... مجھ جیسی ناری کو تو بھگوان نے موتی دے دیا ہے..... سب کچھ ہے..... دولت سے کھیل رہی ہوں۔ وہ سینہ پھلا کر بولی۔

جا چھوڑ..... تجھے تو غلامی شروع سے ہی پسند تھی..... مسلمانوں کی طرح تو غلام ذہن کی پیداوار تھی..... جو راجہ جی سے جی لگا بیٹھی..... جنداں بائی ہاتھ نچا کر سنبل کو گناہ گار تصور کرنے لگی۔

اچھا بتا..... تو کیسے آئی ہے..... خیر کی خبر ہے نا..... سنبل اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی۔

خیر کی ہے اور تمہارے بھلے کی بھی..... پہلے قہوے کا حکم دے کر آنوکر کو..... جنداں بائی نے ایک ہاتھ سے سنبل کو دھکیلا۔

ابھی لائی۔ سنبل نے باہر جا کر قہوے کا آرڈر دیا اور واپس پلٹ آئی۔

ہاں اب بتا..... سنبل قالین پر دوزانو بیٹھتے بولی۔

پہلے تو میری بات سن..... تیرے جانے سے دھندہ ماند پڑتا جا رہا ہے..... باقی لڑکیاں اپنا اپنا کاروبار کھول کر بیٹھ گئی ہیں۔ راجے مہاراجے تو آتے ہی نہیں..... مجھ بوڑھی پھاپھاں کے پاس..... کیا خاک آئیں گے..... نہ جوبن نہ دلربائی..... جنداں پچھتاوے کے انداز میں بولی۔

تو کہنا کیا چاہتی ہے۔ سنبل چونکی۔

راجہ جی سے کہہ کے میرے نام کچھ لگوا دے..... یا میرا روزانہ مقرر کرا دے..... وہ بڑے رعب سے بولی۔

تو چھوڑ سب کچھ..... میرے پاس آجا..... اتنا بڑا محل ہے..... جہاں مرضی رہ لینا ..... عیش ہوں..... روپے پیسے سے کھیلے گی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑے تفاخر سے بولی۔

اچھا..... یہ بعد کی بات ہے..... میں تو ایک کام سے آئی تھی..... جنداں بائی نے سرگوشی کی۔

کیا..... جلدی بول..... سنبل نے دروازے سے ٹرالی گھسیٹ کر ماں کے سامنے کی۔

تمہیں یاد ہے..... کبھی کبھی پٹیالہ کے شیوہ جی آیا کرتے تھے..... بڑے رئیس ہیں ..... جنداں بائی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہاں..... بچپن میں ایک مرتبہ دیکھا تھا..... پھر تو کبھی نہیں آئے تھے..... سنبل

نے ذہن پر زور دیا۔

وہ آنا چھوڑ گئے تھے..... اچھا شریف تھا..... بس گانے کا رسیا تھا..... وہ آئے تھے میرے پاس..... بڑے کام کی بات کرنے..... جنداں نے کہا۔

کام کی..... دولت ان کے گھر کی لونڈی ہے..... بھگوان کا دیا سب کچھ ہے ان کے پاس..... دھن دولت کی ریل پیل ہے..... اب کا نہیں معلوم..... سنبل کے ذہن میں شیوہ جی کی جو تصویر بنتی تھی..... اس کے مطابق اس نے بات کی۔

سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آدمی کو مانگنا پڑتا ہے..... اپنے دل کی بات تو ماننی پڑتی ہے نا..... دنیاداری جو ہوئی..... سنسار سے جی لگ جائے تو کہاں چھوٹتا ہے۔ جنداں بائی نے بڑی لمبی تمہید باندھی۔

بات تو کر..... تیرا مطلب کیا ہے۔ سنبل بوریت محسوس کرنے لگی۔

وہ تمہاری نندیا کا رشتہ مانگ رہے تھے..... رتن کا..... شادی کرنا چاہتے ہیں رتی سے۔ جنداں نے آگے منہ بڑھا کر بڑی رازداری سے کہا۔

اے نوج..... بڈھا کھوسٹ..... نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت..... سنبل ایک دم اچھلی.....

ایسا نہیں ہے..... تمہارے راجہ جی سے جوان نظر آوے..... ساٹھا پاٹھا..... مرد بوڑھا نہیں ہوتا..... اس عمر میں تو جوانی ہے مرد پر..... جنداں بولی۔

اس کی تو جوان اولاد بھی ہوگی۔

اولاد کوئی زیادہ نہیں..... صرف ایک بیٹا ہے..... ولایت گیا ہوا ہے اور گھر میں بہن ہے جو اپنی دو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ رہ رہی ہے..... جنداں نے کہا۔ اور اس کا پتی۔ سنبل نے کہا۔

پتی کو چھوڑ بیٹھی ہے۔ بھائی کے عیش نہ بھولیں..... لاڈوں کی پلی تھی..... پتی کے پاس دولت نہ تھی..... اس لئے شیوہ جی کا گھر سنبھال لیا..... ویسے تو آوے جاوے وہ..... جنداں نے کہا۔

بات تو تمہاری ٹھیک ہے..... رتن کی جوان لڑکے سے شادی بھی نہیں ہو سکتی..... رانڈ کو تو کوئی بیاہ لے گا..... بیوہ کو کوئی نہیں لیتا..... سنبل نے اپنے معاشرے کے مطابق بات کہی۔

بیوہ عورت..... رام رام..... کون شادی کرے گا..... لوگ گھر میں گھسنے نہیں دیتے اپھاگن کو..... کنوارے جوان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... جنداں نے کہا۔

ہوں..... سنبل سوچنے لگی۔

راجہ جی سے کہہ کر شادی کروا دے رتن کی..... ہم پلہ ہے..... دولت کی کمی نہیں ہے..... برہمن ہیں..... بہت اونچا خاندان..... جنداں نے اصرار کیا۔

میں جانتی ہوں..... کروں گی بات راجہ جی سے..... ایسا ہو جائے تو اچھا ہے.....

ضرور کرنا..... ذرا جلدی.....

اماں..... پہلے یہ بتا اس نے ضرور کچھ دیا ہوگا..... لاکھ دو لاکھ تو اس کی نظر میں کچھ نہیں..... اس نے یہی کوٹھا..... میرے نام کرنے کا وعدہ کیا ہے..... اور ماہانہ خرچ بھی..... جنداں مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

اچھا..... پھر اچھی بات ہے..... ویسے یہ دل والا ہو اتا..... سنبل کو حیرت ہوئی۔

ساری عمریا اس کی چاکری کی ہے..... جوانی بھی اس نے میرے پاس گزاری..... جب اس کی شادی ہوئی پھر آنا جانا کم ہو گیا..... جنداں نے بڑی حسرت سے اپنے پرانے دنوں کو خیالات میں دیکھا۔

اب کیا ہوا..... میرا مطلب کہ اس کی بیوی..... سنبل نے کہا۔

عرصہ ہوا مر گئی..... بیٹا باہر چلا گیا..... تنہائی سے گھبرا رہا ہے..... نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ جنداں نے کہا۔

اچھا..... میں راجہ جی سے بات کروں گی..... اگر یہ کام ہو جائے تو اچھا ہے..... ہونا تو درپن کے بعد ہی چاہئے۔ وہ ایک دم بولی..... ویسے بات اس کے دل کو لگ چکی تھی۔

درپن کو کیا تکلیف ہے..... راجہ جی کی بہن ہے وہ..... یہ خواہ مخواہ میں ٹانگ اڑائے..... جنداں کو برا لگا۔

درپن کا سیوک خاندان میں بڑا عمل دخل ہے..... اس سے تو راجہ جی بھی انحراف نہ کر سکتے..... سنبل نے کہا۔

راجہ جی کا سب حصہ مل گیا۔ جنداں کو یاد آیا۔

ہاں..... وہ تو دیوی جی جھگڑنے کے خوف سے خود ہی کروا گئی تھیں..... اب تو کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور وہ کوٹھی جس میں وہ رہ رہا ہے۔ جنداں کا اشارہ درپن کے گھر کی طرف

تھا۔

اماں وہ بھی معمولی آدمی نہیں ہے..... وہ تو اس کی اپنی ہے..... اور یہ محل بھی رتن کا ہے..... اب تو ہمارے سوا اور کوئی ہے نہیں..... سنبل نے کہا۔

ہاں..... وہ محل جو راجہ جی کا ہے کتنا پیارا ہے..... وہاں رہو چل کر..... جنداں نے چمکتی آنکھوں سے سنبل کو کہا۔

ارے نہیں اماں..... اب یہی ٹھیک ہے..... رتی چلی گئی تو سب کچھ ہمارا ہے۔

تو رتی کی شادی کروا دے..... پھر میں شگن میاں اور جسونت سنگھ بالو اور موی کا نرم اٹھالوں گی..... دھندہ کروانے کی مجھے ضرورت نہیں۔ جنداں مطمئن ہو کر بولی۔

اچھا ماں..... کوشش کروں گی۔

ضرور کوشش کرنا..... یہ بات راجہ جی تیرے اور میرے سب کے بھلے کی ہے..... رتی بھی عیش کرے گی۔

جنداں نے پیالی رکھی اور پان کی گلوری تھیلی میں سے نکال کر منہ میں رکھ لی۔

اچھا تم بات کرنا..... میں جا رہی ہوں..... نصف گھنٹے بیٹھنے کے بعد جنداں نے پا چادر اوڑھی اور چل دی.....

رات کو کھانا کھاتے ہی دونوں کمرے میں آ گئے۔ بہت تھک گئے ہیں راجہ جی۔ سنبل نے دیکھا کہ وہ لیٹنے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔

کھانا کھایا ہے..... طبیعت بوجھل ہو رہی ہے..... میرا خیال ہے..... لان میں چلتے ہیں۔ وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

چلئے..... چند ضروری باتیں ہیں..... وہیں کرتے ہیں سنبل نے کہا۔

چلو..... دونوں اپنے کمرے کے مغربی جانب خوبصورت لان میں چلے گئے۔

راجہ جی..... ایک خوش خبری ہے۔ سنبل نے راجکمار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

کونسی..... کیسی خوشخبری..... وہ چلتا ہوا بولا۔

اماں..... رتن کے لئے بڑا ہی امیر کبیر رشتہ لے کر آئی ہے۔

رشتہ..... تمہاری ماں..... جنداں بائی..... وہ رک کر بولا۔

ہاں جی..... وہ رشتہ لائی ہے..... لڑکا بہت دولت مند ہے۔ سنبل نے تجسس پیدا کیا

تمہاری ماں کا لایا ہوا رشتہ کیسا ہو گا..... جنداں بائی کو سیوک رام کے مرتبے کا پتہ نہیں ہے..... کیسا پریوار ہے ہمارا..... راجکمار کو اپنے خاندانی وقار پر فخر تھا۔

رام جی کو کون نہیں جانتا..... ویسے اماں کہتی تھیں وہ بھی خاندان برہمن ہے..... ان میں پنڈت گیانی بھی ہیں۔ سنبل نے ایک ہی سانس میں تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔

میں چاہتا ہوں اگر اچھے لوگ ہوں تو اسی چھ ماہ میں رتی کی شادی کر دی جائے..... راجکمار بہت جلد رتی سے سرخرو ہونا چاہتا تھا۔

آپ رتی سے بات کریں..... وہ کیا کہتی ہے۔ سنبل نے چلتے چلتے کہا۔

رتی سے میں کیسے بات کر سکتا ہوں..... راجکمار کو اچھا نہ لگا۔

تو پھر کون کرے..... میری بات تو وہ کبھی نہ مانے..... سنبل کو علم تھا کہ رتی اس کی بات ہرگز نہیں مانے گی۔

پھر کون کرے گا..... راجکمار نے پلٹ کر کہا۔

میرا خیال..... مایا اس کے قریب رہتی ہے..... پہلے وہ بات کرے بعد میں دیکھ لیں گے..... پھر میں کر لوں گی۔ سنبل نے کہا۔

چنانچہ دوسرے دن مایا کو پوری طرح سمجھانے کے بعد سنبل نے رتی کے پاس بھیجا..... وہ الماری کے پاس کھڑی اپنے زرق برق کپڑوں کو نکال رہی تھی..... جب بھی وہ ہاگن تھی۔

رتی بی بی..... مایا نے پردہ اٹھا کر ڈرتے ڈرتے کہا۔

آؤ مایا..... کیا بات ہے۔

وہ لباس کو پلنگ پر رکھتے پلٹ کر بولی۔

یہ کیا کر رہی ہیں آپ..... مجھے کہا ہوتا..... میں درست کر دوں الماری کو.....

ضرورت نہیں..... دیکھ رہی تھی ان کو تقسیم کر دوں.....

اے..... ہے..... رتی بی بی..... اس قدر قیمتی کشیدہ کاری..... تلے کامدار کا کام..... میں تو خالص سونے کی تار ہے..... کس قدر پیارا ہے وہ ایک ساڑھی کو لپک کر تے بولی۔

تم لے لو..... مایا..... یہ ساڑھی تمہیں خوب سجے گی۔ رتی ویران ویران نظروں سے ھی کو مایا کے شانے پر گراتے بولی۔

بی بی..... میں ایک کام آئی تھی۔مایانے آہستہ سے کہا۔

کون ساکام۔رتی بیٹھ گئی۔

مجھے دلہن بیگم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔مایانے کہا۔

کوئی خاص بات ہے..... جو تمہیں بھیج دیا۔رتی کو حیرت ہوئی۔

ہاں جی خاص ہی ہے۔مایا سہم گئی۔

ہیں..... خاص..... جلدی بول..... کیا کہا میری بھابی جان نے.....رتی نے اُس
کر کہا۔

بھگوان آپ کو ہنستا رکھے..... آپ کو خوش رکھنے کا ہی سوچا جا رہا ہے۔مایا بولی۔

جی..... مایا جی..... کیا مطلب ہے تمہارا..... کونسی بات جس سے میری خوشی
ہے۔رتی نے سب کام چھوڑ کر مایا کی طرف پلٹ کر کہا۔

وہ آپ کی شادی کروانا چاہتی ہیں۔مایانے ایک دم کہہ دیا۔

شادی..... میری..... کیا رشتوں کی ارزانی ہو گئی ہے.....یا درختوں پر لگے ہیں
..... جو مجھ بیواہ کے لئے ایسا سوچا جا رہا ہے۔رتی کے انداز میں حد درجہ مایوسیت اور اداس
پوشیدہ تھی۔

آپ جیسی کامنی کے لئے رشتوں کی کمی نہیں ہے رتی بی بی.....مایانے خوشامدانہ لہج
اپنالیا۔

میں کامنی نہیں ہوں.....ایک ابھاگن ہوں..... بیوا..... جس کے سر کی چادر اُتر
چکی ہے..... اب کون شادی کرے گا مجھ سے.....رتی نے نم آلود نگاہیں مایا کے چہرے
پر ڈالیں۔

بہت کرنے والے ہیں بی بی..... آپ بس اقرار میں گردن ہلا دیں۔مایانے کہا۔

گردن ہلائی تو تھی۔رتی نے کہا۔اور مسکرا دی۔

ہلائی تھی..... کب۔مایا چونکی

جب گوتم کے ساتھ میرا سمبندھ ہوا تھا۔

اوئی رام..... شریر ہو گئی ہیں آپ بھی..... میں تواب کی بات کر رہی ہوں.....ا
ہنس دی۔

اپنی مالکن کو کہہ دو..... اس مصیبت میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔رتی نے دونو

ہاتھوں سے اپنے بکھرے بالوں کو درست کیا۔

یہ زلفیں سنورنے کا وقت ہے بی بی..... ابھی عمر ہی کیا ہے..... جگ والوں کی
طرف مت جائیے..... یہ تو نہ کسی کو ہنستا دیکھے اور نہ روتا.....مایا خود افسردہ ہو گئی۔

یہ بکھری زلفیں اب کون سنوارے گا.....رتی ہندوستانی سماج کے گڑھے میں اتر چکی
ہے..... اب کون ہے جو اس تاریکی سے نکالے..... یہ ممکن نہیں ہے..... وہ مایوس
ہو گئی۔

بتائیے نا بی بی..... میں کیا جواب دوں.....مایانے کہا۔

تم کہہ دو..... میں شادی ہرگز نہیں کروں گی..... اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ رکھتی
..... وہ لیٹ گئی۔

اور مایانے جو سنا من عن گوش گزار کر دیا یہ تو بھائی اس کا منوائے گا..... سارے جیون کا
بوجھ کیا ہمیں بھگتنا پڑے گا..... سنبل کو غصہ آ گیا۔

ٹھک سے دروازہ کھلا.....اور رتی داخل ہوئی۔

رتی..... تم..... سنبل آج پہلی مرتبہ رتی کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور مایا بھی سہم گئی۔

میں بوجھ ہوں آپ پر..... مجھے اٹھا کے لئے پھر رہی ہیں آپ.....رتی کو غصہ آ گیا۔

میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔سنبل نے نرم لہجہ اختیار کیا.....اس کے خیال میں فوراً گرمی
دکھانا اچھا نہیں۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔

دیکھو رتی..... ہم تمہیں تنہائیوں کے ڈسنے والے ناگ جو جگر چاٹ لیتے ہیں انسان کا
..... تمہیں بچانا چاہتے ہیں..... انسان کے اندر کی تنہائی کون دور کرے گا.....رتی نے
ایسے سوال کیا۔

جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے..... تو اندر کی تنہائی خود بخود دور ہو جاتی ہے۔سنبل
نے کہا۔

اندر کی تنہائی دور کرنا انسان کے بس کی بات نہیں.....اور آپ مجھے تنہا ہی رہنے دیں
..... میرے لئے شادی کا سوچنا چھوڑ دیجئے.....وہ پلٹی

ٹھہرو..... مجھے کوئی مثبت جواب چاہئے۔سنبل نے کہا۔

ضروری ہے۔وہ بولی۔

ہاں..... تمہارے بھیا کو آج جواب چاہئے۔ سنبل نے کہا۔

سن لیجئے..... مجھے ہرگز ہرگز شادی نہیں کرنا..... وہ پاؤں پٹختی کمرے سے نکل گئی۔ ساتھ مایا بھی نکل گئی..... اور سنبل ماتھا پکڑ کر بیٹھ گئی۔

یہ شادی نہیں کرے گی..... تمام عمر یا..... ہمارے ذہنوں پر سوار رہے گی..... وہ خود سے بڑبڑائی۔ خود کلامی کی عادت پڑ گئی۔ راجکمار نے اندر آتے کہا۔

آ گئے آپ راجہ جی..... وہ فرمانبردار بیوی کی طرح بڑھی اور اس کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا۔ میں نے رتی سے شادی کی بات کی تھی۔ وہ بریف کیس رکھ کر راجکمار کی پشت کی جانب سے کوٹ اتار کر ہینگر میں لٹکاتے بولی۔

پھر..... وہ عالم تشویش میں ٹائی ڈھیلی کرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔

وہ نہیں مانتی۔ بیٹھتے ہوئے سنبل نے منہ بسورا.....

خیر..... یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے..... میں خود بات کروں گا۔ وہ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

چائے لاؤں..... وہ بولی۔

ضرورت تو ہے۔ وہ بولا۔

اور سنبل باہر ملازمہ کو کہہ کر واپس لوٹ آئی۔

ان حالات میں رتن کی دوسری شادی بہت ضروری ہے..... لیکن اس سے کوئی شادی کرنے کو تیار نہیں..... وہ مایوس و نراش لگ رہا تھا۔

کیسے علم ہوا..... وہ بولا۔

سیوک رام کی بیٹی بیوہ ہو جائے اور کسی کو علم نہ ہو..... یہ بات تو جنگل کی آگ کی طرح ساری دہلی میں پھیل چکی ہے..... وہ سیدھا ہو کر بولا۔

دولت و جائیداد کا کسی کو خیال نہیں۔ سنبل بولی۔

اپنی زندگی کسے عزیز نہیں..... بیوہ سے شادی گویا موت کو آواز دینا ہے۔ دوسرا خود بھی یہی خیال کرتا کہ اس کے لئے بھی چتا تیار ہو رہی ہے۔ راجکمار نے ہندو معاشرے کمزوری ظاہر کر دی۔

یہ بات تو ہے..... سنبل نے کہا۔

ایسی صورت حال میں نوجوان لڑکے کا ملنا ممکن نہیں..... اور رتی کی عمر بھی زیادہ

نہیں..... راجکمار نے سنبل کو بغور دیکھا۔

اب نوجوان ملے گا نہیں..... بڈھے سے ہو نہیں سکتی..... پھر..... سنبل نے راجکمار کو مائل کرنا چاہا۔

ہو تو سکتی ہے..... لیکن ایسا بھی کھوسٹ نہ ہو کہ لاٹھی پکڑ کے چلتا ہو..... راجکمار کا ذہن شیوہ جی کی طرف گھوم گیا

شیوہ جی تو بڑے صحت مند انسان ہیں..... ایک وقت میں دو آدمیوں کو پچھاڑ سکتے ہیں..... سنبل نے راجکمار کو منوانے کے لئے تعریف کی۔

میں اپنے آدمیوں کے ذریعے پوچھ گچھ کر رہا ہوں..... تمہاری ماں پر مجھے یقین نہیں ..... وہ مسکرا دیا

اب تو اماں کوئی بات نہیں کرتی..... دل صاف کر لیں اس کی طرف سے۔ سنبل اے دلربائی سے راجکمار کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر بولی۔

شیوہ جی آدمی تو ٹھیک ہیں..... البتہ عمر کی بات ہے۔ راجکمار نے سنبل کے ہاتھ کو تھام اپنے سامنے بٹھایا۔

عمر..... کیا ہوئی..... یہی ساٹھ سال..... دیکھنے میں تو اتنا نہیں لگتا..... سنبل نے کہا۔

ساری فیملی کو کھانے پر بلا لو..... یہ مسئلہ بعد میں حل کریں گے۔ راجکمار نے دستک پر کان کھڑے کئے۔

اندر لے آؤ مایا۔

بہتر جی..... مایا ٹرالی رکھ کر واپس چل دی۔

مایا..... جی بابو سرکار۔ وہ پلٹی.....

رتی اپنے کمرے میں ہے..... راجکمار نے کہا۔

رتی بی بی بڑی خوش ہیں بابو سرکار..... ان کی سہیلی سریتا آئی ہوئی ہے..... مایا نے مودب کہا۔

سریتا تو ڈوڈا کشمیر میں رہتی ہے نا۔ راجکمار نے یاد کیا۔

ہاں جی..... باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے..... سسرال ان کی یہاں ہے..... مایا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

اوئی رام..... وہ کیسے آ گئی..... اس کی ساس کو علم نہیں ہو گا..... سنبل ایک دم بھڑک اٹھی۔

میں جاؤں جی.....

جاؤ..... راجکمار نے کہا۔

اور مایا... بڑے اہتمام سے معہ لوازمات کے ٹرالی بھر کے رتی کے کمرے میں لے گئی۔

او مایا..... تم کتنی اچھی ہو..... کتنی طلب تھی چائے کی..... مایا کو دیکھ کر رتی ل بھی ہنس دی۔

رتی بی بی..... بھگوان اسی طرح ہنستا رکھے آپ کو..... مایا جاتے جاتے بولی۔

میں آ گئی ہوں نا..... دیکھوں گی کیسے روتی ہے یہ۔ سریتا نے ہنس کر رتن کو ٹہو ماری۔

اب ہنسنے کے دن تو گئے۔ رتی نے ٹرالی اپنی طرف گھسیٹی۔

لاؤ ادھر میں بناتی ہوں۔ سریتا نے ٹرالی گھسیٹ کر اپنے سامنے کر لی۔

رتی ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

کیا ہوا..... صورت کیوں بگڑ سریتا نے چینی ڈالتے ہوئے رتی کی طرف دیکھا۔

وہ بھی کیا دن سے رتی..... درپن بھیا سے کتنی گپ شپ ہوا کرتی تھی۔ انکل رام ا آنٹی..... اف..... وہ زمانہ نہیں بھولتا..... سریتا نے آنکھیں صاف کیں..... ا بہت افسوس ہو رہا تھا۔

ہوں..... رتی نے اس کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔

تم لوگ چھوڑ آئے نا کشمیر..... اسی وجہ سے دوری ہو گئی..... حالانکہ اچھا بھلا کام چل رہا تھا..... رتی..... کشمیر کیوں چھوڑا..... سریتا نے ایک سانس میں سوال کر دیا۔

تمہیں تو معلوم تھا کہ ملٹری درپن کے در پر ہو گئی تھی..... ایک میجر بھون سنگھ ل درپن کی جان کے درپے ہو گیا تھا۔ اسے مارنا چاہتا تھا۔ رتی بڑی پریشان اور دل گرفتہ اندا میں بولی۔

کیوں..... اس نگوڑے بھون سنگھ کو درپن بھیا سے کیا دشمنی تھی۔ سریتا نے ٹھک سے کپ میز پر رکھا۔

تمہیں معلوم ہے سریتا..... درپن کو پاپا نے اس قدر محبت دی..... اور درپن نے بھی پاپا کو اپنا باپو ہی سمجھا..... پھر بھی ملٹری درپن کو بلند خان کا ہی بیٹا سمجھتی تھی..... حالانکہ بلند خان کا کوئی عمل دخل ہی نہ تھا۔ رتن نے کہا۔

ملٹری پاگل ہو گئی ہے..... درپن بھیا پلا بڑھا ہندوستانی ماحول میں..... اس پر ہندو عورت کی آغوش میں پرورش پائی..... پھر بھی..... سریتا کو غصہ آ گیا۔

بس اسی وجہ سے پیا درپن کو بچانے کے لئے یہاں شفٹ ہو گئے..... اور ہم لوگ کشمیر چھوڑ آئے۔ کتنی محبت تھی انکل رام کو درپن بھیا سے۔ وہ غمگین سی لگنے لگی۔

درپن نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے..... آج جو کھلی فضا میں سانس لے رہی ہوں نا..... صرف درپن کی وجہ سے ہے۔ رتن نے خیالات ہی خیالات میں درپن کے تصور کو محبت کی نظر سے دیکھا۔

درپن بھیا تو ہیں ہی محبت کے قابل..... ان کا جتنا بھی احترام کیا جائے کم ہے۔ سریتا نے کہا۔

کیا بتاؤں سریتا..... درپن نے ہمارے راستوں کے تمام کانٹوں کو آنکھوں سے چنے ہا..... رام کو خبر ہے..... ماما کی جس طرح خدمت اور تیمار داری کی ہے..... بھلا اجہ بھیا کیا کرے..... رتن نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔

کتنے دن ہوئے درپن بھیا کو گئے ہوئے۔

ابھی تو چند دن ہوئے ہیں..... کوئی بات کرنے والا ہی نہیں۔ رتن نے کہا۔

میرے ہاں آ جانا کسی دن..... سریتا کو ایک دم خیال آ گیا۔

تمہاری ساس ملنے دے گی مجھ سے..... تمام اداسیاں رتن کے چہرے پر پھیل گئیں۔

او..... ہاں..... رتی..... مجھے افسوس ہے۔ سریتا کو دکھ ہوا۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔

مجھے کسی سے گلہ نہیں ہے سریتا..... میں نفرت کے قابل ہوں..... سوائے درپن رپوجا ماں کے میرا بھائی اور میری بھابی میرے سائے سے دور بھاگتے ہیں..... تمہاری اس بھی ایک ہندوستانی عورت ہے..... رتن کی موٹی موٹی آنکھوں میں دو آنسو لڑھک کر ما کے سفید رخساروں پر بہہ نکلے۔

رتی..... یہاں تو بیوہ ہونا ایک بہت بڑا پاپ ہے۔ سریتا نے کہا۔

اب کیا کروں..... یہ جیون کس طرح گزاروں..... اندر باہر ہر جگہ سے خوف آتا

ہے..... یوں لگتا ہے سنسار کے سارے پاپ میری جھولی میں ڈال دیئے گئے ہیں..... کسی کو منہ دکھانے کے بھی لائق نہیں..... رتی نے آنکھیں صاف کیں۔

اس روز روز کے جلنے مرنے سے اچھا تھا کہ عورت شوہر کے ساتھ ہی ستی ہو تھی۔ سریتا نے کہا۔

اچھا تھا..... ایک مرتبہ پتی کے ساتھ جل کر من کو آشتی تو مل جاتی ہے نا..... نے چہرا صاف کیا۔

تو اب من کو اداس نہ کر..... ہاں..... ایک بات ہے..... سریتا کو کچھ یاد آیا۔

کیا؟..... رتن نے کہا۔

برا نہ مانو..... تمہارے بھلے کی بات ہے۔

سریتا نے رتن کی دلکش آنکھوں میں جھانکا..... حسن میں اب بھی یکتا تھی۔

کہو۔ رتی نے اصرار کیا۔

رتی..... شادی کر لے..... کب تک سماج کی صلیب پر لٹکے گی۔

شادی..... تو پاگل تو نہیں ہو گئی..... مجھ سے کون شادی کرے گا۔ میں اپھاگن ہوں ..... سہاگ کو کھا گئی ہوں..... میں منحوس مندر نہیں جا سکتی..... رتی نے غمزدہ ہو ہوئے کہا۔

ہاں..... اچھا رشتہ بھی محال ہے۔ سریتا نے کہا۔

رتی نے دیکھا۔ چند لمحے دونوں خاموش رہیں..... مایا برتن اٹھا کر لے گئی تھی۔ ماحول اداس ضرور تھا لیکن پرسکون تھا۔

میرا خیال درپن کی طرف جاتا ہے۔ سریتا نے جیسے رتن کا عندیہ لیا۔

اس سے شادی کا..... رتی نے چونک کر کہا۔

سریتا نے رتن کی آنکھوں میں ایسی چمک دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

ایسا ہو نہیں سکتا..... درپن سے شادی کر کے میں اسے موت کے منہ میں دھکیل نہیں سکتی..... اسے تو راجہ گولی مار دے گا..... اور میں اپنا آخری خیر خواہ بھی کھو دوں گی۔

درپن..... رتن گھٹنوں میں سر دیئے تڑپ تڑپ کر رو دی.....

میں تمہارا دکھ سمجھ چکی ہوں..... رتی..... اب صبر سے کام لینا پڑے گا..... ملازمہ داخل ہوئی..... بی بی..... کھانا تیار ہے۔

یہیں لے آؤ..... آنسوؤں کے درمیان رتن نے چہرا اٹھا کر کہا۔

اب جانے دو رتن..... کب سے آئی ہوئی ہوں۔ سریتا نے اجازت چاہی

ہرگز نہیں..... اب کے بعد نہ جانے کب ملو گی..... رتن اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

چند لمحوں میں رتن کی عدم موجودگی سریتا کے خیالات کے دروازے کھول گئی۔ وہ درپن کو کتنا چاہتی ہے لیکن دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ وہ تولئے سے منہ پونچھتی باہر آ گئی۔

سریتا.....

ہوں..... وہ چونکی۔

منہ دھو لو..... تازہ دم ہو جاؤ گی۔ رتن نے بالوں کو درست کیا۔

ٹھیک ہے۔ سریتا نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

بڑے ہی خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا..... شام ڈھلتے ہی سریتا اپنے گھر روانہ ہو گئی .....اور رتن ہمیشہ سے لٹی ہوئی واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی.....

☆ ○ ☆

رام قسم..... اگر رتی سے شادی ہو جائے تا تو بیس کلو دودھ ناگ دیوتا کو پلاؤں..... شیوا جی کی بہن راکھی نے کہا۔

بس..... میں نے تو دھندو پروہتوں کو کہہ دیا ہے کہ کالی دیوی کے مندر میں سیاہ بندر کے دل میں ایک سو گیارہ سوئیاں پیوست کر دیں..... شیوا جی بڑے تفاخر سے قہقہہ لگا کر بولے۔

ضرور یہ کام ہو گا..... دیوداسیوں نے بھی ناگ دیوتا کے سامنے رقص کیا تھا۔ راکھی نے سفید ساڑھی کے پلو کو بل دیا۔

ہو جائے گا..... گھبراتی کیوں ہے..... کاہن کہہ رہے تھے..... وہ لڑکی میرے چرنوں میں پڑے گی..... اور یہ سچ ہے..... شیوا جی نے باچھیں کھلا کر کہا۔

ہائے رام ایسا ہی ہو..... کتنی سندر ہے رتی..... راکھی نے خوشی سے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیا۔

شیوا جی..... ایک بات کہوں..... راکھی چونک گئی۔

لڑکی کی بالی عمریا ہے۔ راکھی نے کہا۔

تو کیا ہوا..... میں کونسا بوڑھا ہوں..... دیکھ میرے بازو..... چٹان کی طرح سخت ہیں۔ شیوا جی نے دونوں بازوؤں کو پہلوان بن کر سیدھا کیا۔

بس ٹھیک ہی ہے۔ باہر سے آتے راکھی کے نکھٹو شوہر پوپ نے کہا۔

کئی مرتبہ کہا ہے..... بھائی بہن کی باتوں میں دخل نہ دیا کر..... بس چپ رہا کر..... راکھی اچک کر غرائی۔

سیر کروا لایا کتوں کو..... شیوا جی نے کہا۔

کب کی شیوا جی..... اب تو وہ غڑ غڑ دودھ ہڑاپ رہے ہیں..... بڑی نایاب نسل ہے..... ان کی خوراک اور صحت کا خیال رکھا کر..... شیوا جی نے ڈانٹ بھرے انداز میں کہا۔

راکھی..... پوپ پلٹ کر بولا۔

کیا ہے..... وہ تنگ آکر بولی۔

کچھ کھانے کو دے..... بھوک بہت لگی ہوئی ہے۔

پوپ نے اپنے بڑھے ہوئے توند نما پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

کبھی بھوک کے بغیر بھی رہا ہے تو..... یہ توند خالی ہی رہتی ہے..... راکھی شانے اچکاتی بھاری بھاری قدم قالین پر مارتی باہر نکل گئی۔

جیجا جی..... پوپ..... نے بیٹھتے شیوا جی کی ٹانگ دبانے کے انداز میں تھام لی۔

پیسے چاہئے۔ شیوا جی کو علم تھا کہ اس طرح کی اداکاری میں وہ اپنی ضرورت کا مطالبہ کرتا ہے۔

ہاں جی..... پوپ شرمندہ سا بولا۔

راکھی سے لے لو..... جتنے درکار ہیں..... شیوا جی کبھی کبھی کھلے دل کا مظاہرہ بھی کرتے تھے۔

وہ نہیں دے گی۔ پوپ کو راکھی کی عادت کا علم تھا۔

راکھی..... بہنا..... شیوا جی نے بلند آواز سے راکھی کو پکارا۔

آرہی ہوں..... اس کی بھوک نے ستایا ہوا ہے۔ راکھی نے ہانپتے ہوئے ساگ اور چاول کی ڈش پوپ کے سامنے رکھی۔ پوپ ایک دم جھپٹا..... اور جلدی جلدی کھانے لگا۔

تو اسے روٹی نہیں دیتی..... دیکھ کتنا بھوکا ہے..... شیوا جی نے پوپ کی حالت سے یہی اندازہ لگایا۔

دیتی کیوں نہیں..... شراب جو پیتا ہے..... اسی لئے زیادہ کھاتا ہے۔ راکھی نے پوپ کی طرف دیکھاہ

شراب تو سب ہی پیتے ہیں..... جیجا جی بھی پیتے ہیں..... پوپ نے آخری لقمہ نگل کر شیوا جی کی طرف دیکھا۔

اچھا..... اچھا..... زیادہ بحث نہ کر..... پیسے لے لے راکھی سے..... شیوا جی نے کہا۔

جلدی دے پیسے..... پوپ نے راکھی کے بھاری بھرکم شانے کو ٹہوکا دیا۔

اوئی رام..... ترسوں پانچ سو روپیہ دیا ہے..... کیا کئے اس نے اتنے پیسے..... راکھی

نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

بک بک نہ کر..... ان پیسوں سے گھر کا سودا نہیں لایا..... تیرے بدن کی طرح تیرا بھیجا بھی موٹا ہو گیا ہے۔ پوپ نے ہنستے ہوئے کہا۔

دیکھا..... دیکھ لیا نا بھیا..... اس کی بکواس نہ سنوں گی میں..... راکھی نے کھڑے ہو کر صاف انکار میں ہاتھ ہلائے۔

نہ سن..... پیسے دے..... میں نے لڑکیوں کو لینے جانا ہے۔ پوپ نے سامنے آویزاں انگلش کلاک کی طرف دیکھا۔

راکھی نے شیوا جی کو دیکھتے ہوئے ڈراز سے کچھ پیسے نکالے اور پوپ کو تھما دیئے۔

پوپ نے بے دلی سے پیسے پکڑے اور باہر چل دیا۔ چند یوم اور بیت گئے۔

سیوک محل سے کوئی اطلاع آئی۔ شیوا جی نے بالوں کو خضاب لگاتے کہا۔

وہاں سے تو کوئی اطلاع نہیں آئی..... البتہ جنداں بائی کا پیغام ملا تھا۔ راکھی نے کہا۔

کیا پیغام؟ شیوا جی نے دونوں ہاتھ روک کر راکھی کی طرف دیکھا۔

ابھی ان لوگوں نے لڑکی سے پوچھا نہیں..... ہو سکتا ہے جلد بات کریں گے۔ راکھی نے جنداں بائی کا پیغام گوش گزار کر دیا۔

کب بات ہو گی..... مجھے بہت جلدی ہے..... میں اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہوں۔ شیوا جی نے چاہا کہ پلک جھپکتے ہی رتی ان کے پاس آ جائے۔

اب آباد ہو جائے گا نا..... حوصلہ کرو نا بھیا..... راکھی نے اطمینان دلایا۔

سنیل کے آنے سے بہتر ہے کہ وہ میرے گھر میں آ جائے..... تاکہ میں امن و آشتی کے ساتھ اس کی شادی کر سکوں۔ شیوا جی نے کہا۔

سنیل کے آنے میں بڑی دیر ہے..... گھبرایئے نہیں..... شیوا جی خاموش اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

شیوا جی کسی بھی قیمت پر رتی کے رشتے کو کھونا نہیں چاہتے تھے..... ان کا خیال تھا کہ راجکمار لالچی آدمی ہے..... اس قدر دولت ہونے کے باوجود بھی رتی کے بدلے ایک آدھ فیکٹری راجکمار کے نام لگانا چاہتے تھے۔ اس بات کی خبر جب راجکمار کو پہنچی تو اس کی باچھیں کھل اٹھیں..... وہ ویسے بھی اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرنا چاہتا تھا..... وہ کسی بھی قیمت پر درپن سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا..... آج تمام تر تکلفات برطرف کرتے

ں نے خود رتی سے بات کرنے کی ٹھان لی..... آفس سے وہ جلد ہی لوٹ آیا۔

آپ..... اتنی جلدی، سنبل لیٹی لیٹی ایک دم اٹھ بیٹھی.....

آفس میں دل پریشان تھا..... خیال آیا کہ کوئی معاملہ تو نبٹ جائے۔ وہ بریف کیس ایک طرف رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

معاملہ..... کونسا معاملہ..... سنبل کو حیرت ہوئی۔

ارے بھئی..... رتی کی شادی کا..... وہ اپنے گھر کی ہو جائے..... وہ آرام اور نرمی سے بولا۔

اچھا..... سنبل کو جیسے سمجھ آ گئی ہو۔ تمہیں کوئی مثبت جواب دیا اس نے راجکمار نے کہا۔

نہیں..... میری تو وہ بات نہیں مانتی..... آپ بات کر کے دیکھ لیں..... سنبل نے بے گناہی کا ثبوت دیا۔

شادی کیلئے وہ رضامند نہیں ہو گی..... لیکن ایسی حالت میں اس کو رکھا بھی نہیں جا سکتا۔ لوگوں کی باتیں نہیں سنی جاتیں..... راجکمار بھی مجبور نظر آیا۔

مانے گی نہیں..... سنبل نے کہا۔

کیسے نہیں مانے گی..... ابھی اس کی عمر کیا ہے..... کب تک اکیلی رہے گی۔ راجکمار نے جیسے خود سے کہا..... اور کھڑا ہو گیا۔

میں چلوں۔ سنبل نے کہا۔

نہیں..... تم یہیں ٹھہرو..... میں خود بات کر لوں گا..... وہ سنبل کو کھڑے چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

کون..... رتی نے حیرت زدہ سا ہو کر جواب دیا۔

راجکمار ہوں..... تمہارا بھائی..... وہ باہر سے بولا۔

بھیا..... آپ..... آیئے نا..... زہے نصیب..... وہ ناول واپس رکھتے بولی اور راجکمار کے لئے پردا سرکایا۔ بیٹھئے..... آج کیسے میری کٹیا کے بھاگ جاگ اٹھے۔ وہ حیرت زدہ سی مسکرا دی۔

کیسی ہو..... راجکمار نے بغور اس کو دیکھا۔

بھگوان کا شکر ہے۔ آپ کے سامنے ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گئی۔

راجکمار نے بغور دیکھا..... وہ خاصی کمزور لگ رہی تھی..... اس کی شوخی اور شرارت جیسے کوئی چھین کر لے گیا تھا..... اس کی زندگی سے زندگی کی رعنائی خزاں رسیدہ پھول کی طرح ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ وہ کسی دشت میں برگ آوارہ نظر آ رہی تھی۔

وہ کسی طرح بات شروع کرنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پا رہا تھا کیونکہ وہ کبھی رتن سے زیادہ د، ہمکلام نہ ہوا تھا..... بلکہ اس نے اپنی مصروفیات میں اپنی ماں کا بھی خیال نہیں رکھا تھا اور اب وہ رتی سے بات کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

وہ نگاہیں جھکائے صرف انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

تم کھانا کھا لو..... میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں..... کھانا کھا لیا ہے..... آپ بات کریں۔ وہ سیدھی ہو گئی..... اس کو اتنا تو احساس ہو چکا تھا کہ بات کیا ہے۔

سنبل کی باتوں سے تمہیں معلوم تو ہو گیا ہو گا کہ میں آج کس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

بھیا..... کیا یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا۔ وہ عاجزی سے بولی۔

نہیں..... یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا..... اس میں تمہاری زندگی..... تمہارے مستقبل کا سوال ہے اور میری عزت کا بھی..... راجکمار نے کہا۔

کیسا مستقبل بھیا..... جو اب تاریک ہو چکا ہے..... وہ دکھ سے بولی۔

ہر تاریکی کے بعد اجالا تو ہوتا ہے نا..... تمہیں بھی ایسے ہی اجالے کی امید رکھنی چاہئے۔ ہر شب کی سویر ہے۔ راجکمار نے کہا۔

اب اجالے راس نہیں آئیں گے بھیا..... آپ کس اجالوں کی بات کر رہے ہیں۔ وہ چونک کر بولی۔

وہ ہی اجالے..... جو میں تمہارے جیون میں واپس لانا چاہتا ہوں..... راجکمار نے اصل موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

کیوں؟..... وہ برجستہ بڑبڑائی۔

اس لئے کہ ابھی تم تنہا رہنے کے قابل نہیں ہو..... وہ بولا۔

میں تنہا کب ہوں..... آپ ہیں اور پھر درپن مجھے تنہا کبھی نہیں چھوڑے گا..... وہ

بڑے اعتماد سے بولی۔

میں مانتا ہوں..... درپن تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا..... لیکن تم اس کے ساتھ محفوظ بھی نہیں ہو۔ راجکمار نے کہا۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔ وہ ایک دم تڑپ اٹھی۔

وہ بلند خان کا بیٹا ہے..... بابا کا نہیں۔ راجکمار نے رتن کو بڑے غور سے دیکھا جو درپن سے کس قدر مانوس تھی۔ درپن نے ہمیشہ اپنے آپ کو بابا کا ہی بیٹا سمجھا ہے۔ رتن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے..... جگ کو کون سمجھائے..... یہ جگ والے تمہیں جینے نہیں دیں گے۔ راجکمار جذباتی ہو گیا۔

اگر بیوگی کا طوق میری گردن میں آن پڑا ہے تو کیا..... اس میں میرا قصور ہے۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

کون کہتا ہے تمہارا قصور ہے..... قصور تمہارے ہاتھ کی ریکھا کا ہے..... راجکمار بولا۔

پھر یہ سلوک..... جو ہو رہا ہے..... لوگ نفرت کرتے ہیں مجھ سے۔ چند ایک ملازمین کے کوئی سیدھے منہ بات نہیں کرتا..... خاندان برادری والے میری وجہ سے چوک محل میں آنا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ طیش میں آ گئی.....

میں مانتا ہوں..... لیکن اب اس کا کوئی سدباب تو ہونا ہے نا..... راجکمار نے کہا۔

سدباب..... کیسا سدباب؟

میں تمہیں نرمل بنانا چاہتا ہوں..... ماضی کی طرح لوگ تم سے محبت کریں۔ خاندان والے تمہیں اچھوت نہ سمجھیں..... راجکمار جیسے اپنی بات منوانا چاہتا ہو۔

میں پاپن نرمل نہیں بن سکتی۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ شاید وہ راجکمار کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک دم سے بولا۔

شادی..... میری شادی..... یہ ممکن نہیں ہے..... کون مجھ ابھاگن سے شادی کرے گا..... زندگی کس کو پیاری نہیں..... وہ طنزاً مسکرائی۔

میں تمہیں پھر آباد دیکھنا چاہتا ہوں..... کسی اچھے گھرانے میں تمہاری شادی ہو جائے۔

بھیا..... بھگوان قسم..... آبادی اب میرا مقدر نہیں ہے..... آپ اس خیالات کو

دل سے محو کر دیں..... میں آباد نہیں ہو سکتی۔ وہ لاپرواہ سی بولی۔

کیسے محو کر دوں..... میں تمہیں اس سنسار کے خونی بھیڑیوں سے کہاں کہاں سے بچاؤں گا..... تم ابھی بہت چھوٹی ہو۔ راجکمار بولا۔

کوئی بھیڑیا میری طرف نہیں بڑھ سکتا..... مجھے اپنی حفاظت کرنا آتا ہے۔ وہ تن کر بولی۔

میں مانتا ہوں..... لیکن رتی..... تمہاری شادی کر کے میں فارغ ہو جانا چاہتا ہوں..... مجھے ماما باپا کی روحوں سے خطرہ لاحق ہے۔ وہ ظاہرداری پر آ گیا۔

اچھا بھگوان کا لاکھ شکر کہ آج آپ کو ماما باپا کی روحوں کا بھی خیال آ گیا۔ وہ نشتر پہ نشتر چبھو رہی تھی۔

طنز مت کرو..... بیٹیاں بوجھ ہوتی ہیں۔ راجکمار نے کہا۔

اور آپ اس بوجھ کو اتارنا چاہتے ہیں۔ رتن نے فوراً راجکمار کی بات کاٹ دی۔

یہی خیال ہے میرا..... وہ بولا۔

میں بوجھ ہوں..... کیسا بوجھ..... کتنا کچھ ہے میرے پاس..... یہ محل دولت اور میرے نام فیکٹریاں، اور کیا گنواؤں..... اس پر تمام کام ہمیشہ کی طرح درپن نے سنبھال لئے ہیں..... کیا پھر بھی بوجھ ہوں..... وہ اداس ہو کر بولی..... اس کے ہر لفظ میں کرب ہی کرب تھا۔

یہ بوجھ نہیں..... والدین دو لقموں کی خاطر بیٹی کو بوجھ نہیں سمجھتے۔ راجکمار بڑے بزرگوں کی طرح بولا۔

اور کس وجہ سے۔ رتن جیسے سسک اٹھی۔

دیکھو رتی..... تمہاری کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے..... تمہارا الٹا ہوا سہاگ لوٹ آئے گا..... اگر تم خوش ہو گی تو میں بھی امن سے رہ سکوں گا..... راجکمار نے فوراً کہا۔

تو گویا آپ اپنے امن کی خاطر مجھے اپنے سر سے اتارنا چاہتے ہیں۔ رتن نے کہا۔ یہی سمجھ لو..... میں بہت جلد تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں..... وہ صاف گوئی پر اتر آیا۔

درپن کو آنے دیجئے..... اس کے بغیر ہی..... وہ دھک سے رہ گئی۔

شادی کا جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا..... بحر حال درپن کی شمولیت لازمی نہیں ہے..... وہ لاپرواہ سا بولا۔

کیوں ضروری نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ سے سیوک خاندان کا بھلا سوچا ہے..... اب وہ اپنی شمولیت برقرار رکھے گا۔ رتن بڑے مستحکم ارادے کے ساتھ بولی۔

سب جانتا ہوں کہ درپن نے سیوک خاندان کا بہت خیال رکھا ہے..... ویسے میرا اس کوئی خاص ناطہ بھی نہیں رہا..... جب جائیداد کا بٹوارہ ہو گیا تو ناطہ کیسا..... وہ بولا۔

اس پر بھی آپ..... میں اس کو برا نہیں جانتا..... وہ بے شک بے ضرر انسان ہے.. پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جلد شادی ہو جائے..... اس کی عدم موجودگی میں.. راجکمار نے جیسے رتن کو ہزاروں فٹ بلندی سے پتھریلی چٹان پر گرا دیا ہو۔

بھیا..... میں درپن کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی..... وہ چلائی..... اور وہ باہر جا تھا.....

وہ لپک کر دریچے کے پٹ کھولے کھڑی ہو گئی..... صحرا کی بوجھل سانس ماحول کا ن درہم برہم کرتی رہی..... سورج کی ٹکیہ تاریکی میں ڈوب چکی تھی..... چاروں ف ملگجی سی شام پھیل چکی تھی..... تمام دن کے تھکے ہارے پنچھی اپنے اپنے آشیانوں انب طاقت پرواز تھے..... اس کا آشیانہ کونسا ہے..... نہ شوہر کا اور نہ پتا کا..... کیا ت کا کوئی گھر نہیں ہوتا..... وہ پٹ کو مضبوطی سے پکڑے سسک سسک کر رو دی..

رتی..... رتی بیٹی..... کہاں ہو بھئی..... کمرے کی تاریکی سے پریشان پوجا نے ازے پر ہی سے آواز دی۔

پوجا ماں..... آ جایئے..... وہ لپکی اور سوئچ آن کر دیا۔

اندھیرا کیوں کیا ہوا تھا..... شام کو روشنی کر لیا کرو..... روحیں لوٹ جاتی ہیں۔ وہ ے رکھ کر رتن کو ساتھ لگاتے بولی۔

کیا فائدہ باہر کی روشنی کا پوجا ماں..... جب من اندھیروں سے بھرا پڑا ہے۔

وہ پوجا ماں سے لپٹ کر خوب روئی..... اور سسکتی رہی.....

میری بچی..... کیا ہو گیا تمہیں..... پوجا نے ساتھ لپٹا لیا۔

نازک جسم کے خفیف جھٹکوں سے پوجا کو احساس تھا کہ وہ بہت رو رہی ہے..... پوجا سہارا دیئے صوفے کے پاس لے آئی۔

چپ میری بچی..... بیٹھو..... آنسو صاف کرو..... لو..... پوجا ماں نے اپنے پاس

محبت سے بٹھا کر اپنی ساڑھی کے پلو سے رتن کے آنسو صاف کئے میری بچی..... ہر ا
علاج آنسو تو نہیں..... ہر زخم کی مرہم کہاں ملتی ہے..... حوصلہ کر..... میری جا
..... پو جانے رتن کے آنسو صاف کئے اور اپنے ساتھ بھینچ لیا۔

جب اتنی محبت ملی تو آسمان کھل کر برسا۔ وہ پو جا کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر
دی ء.....

پو جا اسکو اپنے سینے سے لگائے اس کے پرسکون ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ کچھ لمحو
بعد غبار چھٹا.....

جاؤ..... منہ دھو لو..... دیکھو تمہارے لئے سموسے اور چائے لائی ہوں..... جی
نہیں رہا تھا..... خیال آیا..... رتی کے پاس چلتی ہوں..... وہیں مل کے پی لیں گے
..... درپن نے تو سونا سونا کر دیا گھر کو..... پو جانے رتن کے الجھے بالوں کو سنوارہ.....

جاؤ..... اتنی پیاری آنکھوں کو کیوں آنسوؤں کے حوالے کر دیا تم نے..... پو جا نے
اپنے ہاتھوں میں رتن کا چہرا تھاما اور اس کی دونوں آنکھوں پر شفقت بھرے بوسے دیئے۔

پو جاماں..... وہ محبت کے لازوال جذبے کے تحت دوبارہ پو جا سے لپٹ گئی۔

میری بچی..... رونے دھونے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا..... تمہیں کیا بتاؤں
..... مجھ پر کتنی آفتاد پڑیں..... میں نے ہر ستم کو برداشت کیا..... تم بھی حوصلہ رکھ
..... میری جان..... ساحل قریب ہے..... مت گھبراؤ..... جاؤ..... تازہ دم ہو جا
..... پو جانے محبت سے کہا..... اور اس کا چہرا محبت سے صاف کیا..... پو جا کی باتوں سے
ڈھارس ہوئی تو دھیرے سے معصوم مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر گئی۔

میں چائے بناتی ہوں..... منہ دھو کر جلدی آ جاؤ..... وہ باتھ روم میں چلی گئی.....
چند لمحوں کے بعد لوٹی تو تازہ دم تھی۔

لو..... پہلے چائے پیو..... اور ساتھ ساتھ سموسے بھی کھاؤ..... پو جاماں نے کپ
اس کے سامنے رکھا اور دوسرا خود لے لیا۔

اچھے ہیں۔ پو جانے دیکھا وہ بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔

بہت مزے کے ہیں..... درپن بھی بڑے شوق سے کھایا کرتا تھا۔ وہ اداس ہو گئی۔

بس اب اداس ہونے کی ضرورت نہیں..... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں.....
اور درپن بھی اسی امید پر وہاں گیا ہے کہ تم خوش رہو..... پو جانے کہا۔

خوش تو رہنا چاہتی ہوں..... دنیا والے نہیں چاہتے..... وہ جیسے بے بس ہو گئی۔

تو نے دنیا کا کیا بگاڑا ہے میری بیٹی..... بھاڑ میں جائیں یہ دنیا والے..... پو جانے
نمکین بسکٹ منہ میں رکھتے لاپرواہی اور حقارت بھری نظر سے کہا۔

یہ تم کہہ رہی ہو نا پو جاماں..... یہاں تو ایک اور معاملہ چھڑا ہوا ہے۔ رتن نے سرگوشی
..... شاید کوئی باہر ہے۔

پو جاماں نے قدموں کی چاپ سے اندازہ لگایا۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔

وہ ایک دم اٹھی..... اور غلام گردش میں ایک ہیولے کو دوسری طرف لپکتے دیکھا۔

کون تھا..... پو جانے واپس آتی رتن سے کہا۔

اور تو کوئی میری ٹوہ رکھنے والا نہیں..... البتہ سنبل بھابی پر شک کیا جا سکتا ہے۔ وہ
وفے پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی..... کبھی بے تکلف درپن سے جھگڑتے ہوئے اسی طرح
بیٹھا کرتی تھی۔

وہ عورت تمہاری ٹوہ میں کیوں رہے گی..... کیا کمی ہے اسے..... رانی بن گئی
ہے..... پو جانے کہا۔

جب خود غرضی کے اژدھے انسان کی محبت کو نگل لیتے ہیں تو محبت کی جگہ نفرت
کارے برساتی ہے۔ رتن نے ایک دم کہا۔

بیٹی..... تو نے بہت بڑی بات کہہ دی..... میں مطلب نہیں سمجھی..... پو جا حیرت و
تعجب کے عالم میں بولی۔

بھائی میری شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بولی۔

کیوں؟..... پو جانے چونک کر کہا۔

کوئی مفاد ہو گا..... میں نے تو بغیر مفاد کے بھائی کو آج تک نہیں جانا..... رتن نے
انجکار کے اندر دبی ہوئی فطرت کو آشکار کیا۔

وہ تمہارا بھائی ہے..... اس نے تمہاری ماما کی کوکھ سے جنم لیا ہے..... اس کو تم سے کیا
او..... بولو..... پو جاماں جیسے کسی اذیت سے چیخ اٹھی.....

یہ نہیں معلوم پو جاماں..... ویسے یہ سودا ہوا ہے..... میری شادی کی بات یونہی نہیں
ل رہی۔ رتن افسردہ سی ہو گئی۔

گھبرانا نہیں..... وہ بہتر کریں گے..... رام قسم میں ہمیشہ تیری خیر خواہی کی دعا کرتی

ہوں۔وہ سامنے بھگوان کی مورتی کو بڑی امید سے دیکھ کر بولی۔

پوجاماں یہاں دوچہروں والے لوگ رہتے ہیں۔رتن نے جل کر کہا۔

یہ سنیل بھابی ہے نا..... اس کے دو چہرے ہیں...... کبھی اس کی باتیں مجھے اچھی لگ
ہیں..... کبھی اس کی حرکتوں سے چڑ ہوتی ہے..... رتن نے ہاتھ ایک دوسرے م
پیوست کیے۔

ٹھیک ہو جائے گا..... درپن آ جائے..... میں تمہیں لے جاؤں گی یہاں سے..
پوجاماں نے کہا۔

درپن کا کوئی فون آیا۔رتن نے کہا۔

مجھے کہاں سے فون آئے گا۔چند دن ہوئے خراب پڑا ہے۔وہ مایوس ہو گئی۔

تمہارے کمرے میں فون تھا..... اب کہاں ہے..... میز..... پوجا نے ٹیلی فون
خالی میز کو دیکھ کر کہا۔

درپن کے جاتے ہی بھائی نے اٹھا لیا تھا..... وہ آہستہ سے بولی۔

اس کا مطلب کہ یہ کھچڑی کب سے پک رہی ہے..... اور اس میں دونوں میاں بی
ملوث ہیں۔پوجا نے دانت پیسے۔

لگتا تو یوں ہی ہے۔رتن نے کہا۔

خیر..... ایسی کوئی بات نہیں..... درپن کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ ٹلا ہی رہے
بہتر ہے۔پوجا کے دل کو شک وگمان اور وسوسے پریشان کر رہے تھے۔

درپن آئے گا تو دیکھا جائے گا..... اور میں شادی کرنے والی کہاں..... وہ ہنس د
..... درپن کا خوبصورت پیکر اس کے سامنے گھوم گیا۔پوجا برتن اٹھا کر لے گئی۔

بی بی..... کھانا لے آؤں..... اندر آتے مایا نے کہا۔

نہیں..... پوجاماں اتنا کچھ لے آئیں تھیں کہ اب اور کھانے کی گنجائش ہی نہیں۔ر
نے مسکراتے ہوئے مایا کی طرف دیکھا۔

اب میرے لئے کیا حکم ہے بی بی۔مایا نے مودب کہا۔

تم برتن اٹھا کر پوجاماں کے ساتھ ان کے ہاں چھوڑ آؤ..... اندھیرا ہو چکا ہے..
دھیان سے لے جانا..... پوجا کو دیکھ رتی نے کہا۔

میں چلی جاؤں گی بیٹی..... برتن بھی اٹھا لوں گی..... کوئی بات نہیں پوجاماں..

آپ چلیں..... میں برتن لے کر آتی ہوں۔مایا نے کہا اور پوجاماں کے ساتھ ہی طشتری میں برتن لئے چل دی۔

تمام شب کانٹوں پر بسر کر دی۔سلگتے ساحل پر پلٹ کر دیکھتی ہوں تو چاروں جانب گھپ اندھیروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا..... کڑکتی بجلیوں اور تیز و تند ہواؤں کا شور ہے..... کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی..... اس کا کیا مستقبل ہے..... ایک خونخوار کرب میں ڈوبا ہوا..... حالات کی ستم ظریفی اسے کہاں لے آئی تھی..... وہ کیا تھی اور کیا بن چکی تھی..... یوں لگتا دنیا کے سارے ہنگامے سارے شعور اس کی ہستی کا حصہ بن چکے ہوں۔

آفس میں ایک پارٹی سے بات کرتا وہ ایک دم چونک گیا۔

ٹرن ٹرن..... راجکمار نے ساری کرتے ریسور منہ کو لگا لیا۔

ہیلو..... او..... درپن..... کیسے ہو.....

ٹھیک ہوں..... تم سناؤ..... محل میں سب خیریت ہے نا..... درپن نے کہا۔

سب خیریت ہے۔

رتن ٹھیک ہے..... پریشان تو نہیں رہتی..... وہ ایک ہی سانس میں بولا۔

نہیں..... وہ پریشان نہیں ہے..... بالکل ٹھیک ہے۔راجکمار نے کہا۔

راجکمار..... مجھے دل خراش خبر ملی ہے..... دیکھنا کوئی ایسا فیصلہ ہرگز نہ کرنا جس سے رتن کو تکلیف پہنچے..... وہ کسی سخت فیصلے کی متحمل نہیں ہو سکتی..... درپن نے کہا۔

کچھ نہیں ہو گا..... تمہارے آنے پر سب علم ہو جائے گا تمہیں..... میں مصروف ہوں..... پھر کسی دن بات کرنا..... ٹھک سے راجکمار نے ریسور رکھ دیا۔

یہ سب پوجاماں کا کیا دھرا ہے..... اس نے خبر کی ہے۔آفس سے فارغ ہو کر وہ سیدھا پوجا کے پاس پہنچا.....

راجہ بیٹا..... تم..... خیریت تو ہے..... پوجا آج پہلی مرتبہ اپنے گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔وہ کھڑے کھڑے بولا۔

آ جاؤ..... ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔پوجا بڑی خوش دلی کے ساتھ اسے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔آج درپن کا فون آیا تھا۔وہ بیٹھتے ہی بولا۔

ٹھیک تھا۔پوجا ایک دم بولی۔

ٹھیک تھا..... رتی کے بارے میں بات کر رہا تھا..... غالباً اس کی بات سے اندازہ لگا
مشکل نہیں تھا کہ اسے رتی کی شادی کا علم ہو چکا ہے۔ راجکمار نے پوجا کے باوقار چہرے کو
بغور دیکھا۔

میں نے اسے بتایا تھا..... میرا فون خراب ہے..... پھر بھی اسے اطلاع کرنا بہتر سمجھی
تھی۔ وہ نڈر انداز میں بولی۔

آپ نے کیوں بتایا..... ابھی تو بات چل رہی ہے..... وہ صاف واضح الفاظ میں بولا۔

اس میں چھپانے کی کونسی بات تھی..... سیوک خاندان کی کوئی بات اس سے پوشیدہ
نہیں رکھی جا سکتی..... یہ رتی کا معاملہ تھا۔ پوجا نے صفائی سے کہا۔

آپکو مجھ سے مشورہ کئے بغیر یہ بات درپن تک نہیں پہنچانی چاہئے تھی۔ وہ پھر بولا۔

اس کی وجہ؟..... پوجا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

اس کی وجہ ہے نا..... وہ درپن کی بات کو اہم سمجھتی ہے..... اور دوسرے کسی شخص کا
فیصلہ حتمی خیال نہیں کرتی۔ وہ دیکھتا رہ گیا

نہ جانے راجکمار کیوں درپن سے اب بھی خوفزدہ تھا۔

وہ جانتی ہے..... درپن سیوک خاندان کا ہمدرد ہے..... اس نے آج تک اس خاندان
کا بھلا ہی سوچا ہے۔ پوجا نے کہا.....

میں جانتا ہوں پوجا ماں..... لیکن اب..... وہ رک گیا.....

اب کیا..... کھل کر بات کرو..... پوجا کو حیرت ہوئی۔

میں عنقریب اس کی رخصتی کرنے والا ہوں۔ کہتے ہوئے راجکمار نے بغور پوجا کو دیکھا
.....

ہرگز نہیں..... تم درپن کی عدم موجودگی میں رتی کو رخصت نہیں کر سکتے بلکہ اس کو
شادی کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔ پوجا کا رنگ متغیر ہو گیا۔

کیوں نہیں کر سکتا..... وہ میری ذمہ داری ہے..... بہن ہے میری..... راجکمار نے
تن کر اپنے وجود کا احساس دلایا۔

ہنہ..... بیس سال کے بعد تمہیں اس ذمہ داری کا احساس آ گیا..... وہ تمہاری بہن
ہے..... تمہاری ماما کی کوکھ سے جنم لیا ہے اس نے..... اس لئے..... لیکن اس کے
ساتھ بچپن کس کا گزرا ہے..... اس کو بازوں کے جھولے میں کس نے سلایا ہے..... اس

ہر ضد کس نے پوری کی ہے..... اس کی بیماری..... راتوں کی نیندیں کس نے حرام کی
ں..... جانتے ہو تم..... بولو..... کیا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں..... جس نے.....
حد درجہ جذباتی انداز میں راجکمار کا شانہ ہلا کر بولی۔

میں کب انکار کرتا ہوں..... لیکن یہ سب میری عدم موجودگی میں ہوا ہے..... وہ
پنے آپ کو ہر باپ سے میرا سمجھ رہا تھا۔

تم نے خود اپنے آپ کو ان الجھنوں سے دور رکھا..... لیکن رتی کے بارے میں تمہیں
قدر سفاک نہیں ہونے دوں گی..... وہ بے ساختہ کہہ گئیں۔

میں سفاکی کر رہا ہوں..... آپ میری ذات پر اس قسم کے رکیک حملے نہ کریں۔
جکمار کو ناگوار گزرا.....

دیکھو بیٹا..... درپن تمہارا بھائی ہے..... دیوی جی رتی کو اس کی نگہبانی میں چھوڑ گئی
ں..... تمہیں اس کے بغیر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہئے جو رتی کے لئے اچھا ثابت نہ ہو
.....

پوجا ماں..... میں بحث میں پڑنا نہیں چاہتا..... جو کچھ ہو رہا ہے خاموش تماشائی بن کر
یکھتی رہیں.....

میں خاموش تماشائی نہیں بن سکتی..... تمہیں بتانا ہو گا کہ رتی کی شادی کس سے کر
ہے ہو..... کون ہے وہ..... وہ بلند آواز میں بولیں۔

جس سے بھی ہو بہتر ہو گا..... آپ خاموش رہیں..... اور نہ ہی درپن کا فون آنے پر
ں کو خبر ہو۔ وہ رازداری سے بولا۔

ضرور کوئی گڑبڑ ہے..... اس میں تمہارا مفاد ہے یا تمہاری بیوی کا..... وہ صاف گوئی پر
ر آئی۔

جو کچھ بھی ہے آپ خاموش رہیں..... اتنے دن محل میں مت آئیں۔ وہ واپس لوٹ
یا۔

پوجا ٹوٹے تنے کی طرح ٹوٹ کر گری..... وہ رتی کو کس طرح بچا سکتی تھی۔ وہ ہزاروں
یل دور بیٹھا تھا..... یہ بات اتنی خفیہ رکھی گئی تھی کہ مایا کو بھی علم نہ تھا کہ رتی کی شادی
ں سے ہو گی۔

بہت دن گزر گئے.....

رتی دیکھتی رہی..... مہمانوں کی آمد تھی..... خوب آؤ بھگت ہو رہی تھی۔ خاندان کے خاندان دعوتوں پر آرہے تھے..... لیکن ابھی تک رتی یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کون شخص ہے جس کے پلے اس کو باندھا جا رہا ہے..... رو رو کر وہ ہلکان ہو رہی..... پوجا کا آنا بند ہو چکا تھا..... اس کی حویلی کے باہر مسلح پہرے دار بٹھا دیئے گئے تھے کہ وہ محل کی طرف نہ آ سکے..... اور محل سے کوئی ادھر نہ جائے.....

مایا..... وہ اندر آتے مایا سے بولی۔

جی بی بی۔ مایا اداس سی لگ رہی تھی۔

تمہیں بھی علم نہیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ وہ بڑے دکھ سے بولی۔

رام قسم بی بی..... ہماری جان قربان آپ پر..... ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ مایا لاعلم سی بولی۔

یہ لوگ کون ہیں جو روز دعوتیں اڑاتے ہیں۔ رتی نے کہا۔

یہ ان کے رشتہ دار ہیں بی بی..... اتنا سنا ہے..... وہ خاندان بہت بڑا ہے۔ مایا نے کہا۔

اچھا..... سیوک خاندان سے بھی..... رتی نے کہا۔

سیوک خاندان سے کہاں بی بی..... مایا نے باہر دیکھ کر کہا۔

ماموں سنتوش کو بلایا۔ رتی نے کہا۔

نہیں تو..... کیا معلوم پوچھا ہو..... مایا نے ہاں اور ناں کے اعراف میں الجھتے ہوئے کہا۔

وہ بھی بدل گئے ہیں..... بھول کر بھی خبر نہیں لی..... رتی بڑے کرب سے بولی..... اس کو سنتوش اور راجے، شیتل کے اس طرح بدل جانے پر شدید غم کا احساس ہوا

کڑے وقت میں کون کام آتا ہے بی بی..... رونا تو اکیلے ہی پڑتا ہے۔ مایا نے لاکھ کی بات کہی تھی۔

ہاں تم نے بڑے پتے کی بات کی ہے۔ سب ساتھ ہنستے ہیں لیکن ساتھ کوئی روتا نہیں رتی نے آنکھیں صاف کیں۔

آپ دل کو مضبوط رکھیں..... اس طرح رونے دھونے سے کیا فائدہ۔ مایا نے کہا۔

رونا تو ہمارے مقدر میں لکھا گیا ہے..... کاش ماما زندہ رہتیں..... حسرت و یاس تصویر بنی وہ لکشمی دیوی کی قد آدم تصویر کو دیکھتی رہی۔ پرماتما ان کی آتما کو شانتی دے...

وہ بہت بڑی تھیں..... عزت دار..... مایا نے کہا۔

مایا..... سنبل کے آتے ہی وہ ٹھٹھکی۔

جی دلہن بیگم..... مایا نے ایک دم چونک کر کہا۔

باتیں کر رہی ہو..... مہمانوں کے کمرے درست کر لئے تم نے..... سنبل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

نہیں..... ابھی کرتی ہوں جی..... مایا بھاگ گئی۔

بھابی..... رتن نے آواز دی۔

کیا ہے۔ سنبل نے کہا

کتنے کا سودا کیا ہے۔ رتن نے بھائی اور بھاوج کی سرشت جانتے ہوئے کہا۔

کیا؟..... سنبل نے پلٹ کر منہ کھولا۔

میں کہتی ہوں کتنے کا سودا کیا ہے..... رتن چلائی.....

بکواس بند کرو..... لہجہ دھیما رکھو..... سنبل نے پلٹ کر انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔

وہ..... جسے لوگ میرا بھائی کہتے ہیں..... دولت پر سانپ بن کر بیٹھنے والا..... اس کے ساتھ مل کر بہن کی کیا قیمت لگائی ہے۔ رتن طیش میں پاگل ہو گئی۔

یہ سوال اپنے بھائی سے کرنا..... سنبل نے اونچی آواز میں کہا۔

تمہاری ملی بھگت ہے۔ وہ بھائی نہیں ہے..... سوداگر ہے..... اس نے فروخت کیا ہے مجھے۔ رتن نے بڑے دکھ سے کہا۔

تم جھوٹ بولتی ہو..... تمہارا گھر آباد کیا ہے.....

سنبل کا ماتھا ٹھنکا..... شاید کوئی خبر رتن تک پہنچ چکی ہے۔ اب کسی آباد..... برباد آباد نہیں ہوتے..... نہیں کروں گی میں یہ شادی..... وہ چلا اٹھی.....

کہاں کہاں..... تمہیں سنبھالتے پھریں گے..... ایک بھائی ہے تمہارا..... اس دور میں تمہاری نگہبانی کون کرے..... منہ زور جوانی ہے تیری..... سنبل نے آنکھیں پھاڑیں۔

میری نگہبانی کرنیوالا ہے..... وہی اب تک کرتے آیا ہے میری نگہبانی..... سنبل اشارہ سمجھ چکی تھی۔

درپن کی بات کر رہی ہو نا..... وہ مسلمان ہے..... اور مسلمان بھی کبھی ہندو کا متر ہوا ہے.....

ایسا مت کہو..... اگر درپن یہاں ہوتا تو تم کبھی ایسا نہ کرتے..... وہ صوفے کی پشت پر سر رکھے سسک سسک کر رو دی۔ درپن بری طرح یاد آنے لگا۔ اس کے وجود کا احساس قلب و جان میں نشتر چبھونے لگا۔ لیکن اس تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے بلکہ یوں جاناں سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

بھائی کیوں نہیں میرا سامنا کرتا..... اسی سوچ کے تحت وہ اٹھی.....

شام دھندلا چکی تھی..... خاص خاص مہمان اپنے اپنے کمروں میں پر لطف کھانوں کا مزہ لے رہے تھے..... سنبل سیوک محل کی دلہن بیگم بنی تمام اختیارات کی ضامن ادھر سے ادھر ملازمین پر حکومت کر رہی تھی..... ایسا عروج تو اسے کبھی بھی نہ ملا تھا۔ وہ سیاہ چادر میں لپٹی چھپتی چھپاتی راجکمار کے کمرے تک گئی..... لیکن وہ ڈرائینگ روم میں گپ شپ میں مصروف تھا۔

وہ دبے قدموں واپس لوٹ آئی.....

لئے ہوئے سیاہ بختی کو اپنا مقدر جان کر اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ درپن آج تم ہوتے..... میں ٹکڑے ٹکڑے ہر گز نہ ہوتی..... تم میرے سامنے ڈھال بن جاتے..... کون مجھے فروخت کرتا..... وہ بے بس مجبور ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ اپنے آپ کو آنسوؤں کے سمندر میں ڈبوتی رہی..... نہ جانے کب تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ ایک دم بری طرح تڑپی..... کلاک نے شب کے بارہ بجا دیئے..... بابا کھانا رکھ گئی تھی..... اس کو احساس بھی نہ ہوا..... کھانا پڑے پڑے ٹھنڈا ہو چکا تھا..... وہ آگے جھکی اور ہاتھ سے اس نے کھانا پرے کر دیا..... اور چادر لپیٹے باہر نکل آئی..... محل کی تمام روشنیاں جل اٹھیں تھیں..... رونق بھی عروج پر تھی..... لیکن مہمانوں کی آمد برخاست ختم ہو رہی تھی..... وہ چھپتی چھپاتی سیدھی راجکمار کے کمرے میں داخل ہوئی.....

رتی..... تم..... کیوں آئی ہو..... ہاتھ میں پکڑی بوتل اس نے واپس رکھ دی۔

ہاں..... کیا میں اپنے بھائی کو کسی وقت مل بھی نہیں سکتی..... رتی نے چہرے سے چادر ہٹا کر کہا۔

آؤ..... بیٹھو..... کیا بات ہے..... جلدی بولو۔ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

آپ کو علم تو ہے کہ بات کیا ہے؟..... آپ نے میری شادی..... وہ گنگ سی ہو گئی..... اگلے الفاظ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے..... تمہاری دوسری شادی میری مجبوری ہے..... میں تمام عمر تمہیں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا..... تمہارا گھر آباد کرنا میرے فرض میں شامل ہے۔ وہ فوراً بات مکمل کر گیا۔

یہ دوسری شادی میرا سہارا بن جائے گی۔ رتی نے کہا۔

ضرور بنے گی..... پتی کی رفاقت میں عورت محفوظ ہو جاتی ہے۔ راجکمار نے کہا۔

پتی کی رفاقت ان کا حق ہے جن کو سونے کے لئے بستر اور ایک وقت کی روٹی میسر نہیں ہوتی..... میرے پاس تو سب کچھ ہے۔ وہ سمجھانے کے انداز میں بولی۔

میں جانتا ہوں..... لیکن ایک بیوہ سمجھ کر لوگ نفرت کرتے ہیں تم سے اپھاگن جان کر تمہیں اپنے پاس پھٹکنے نہیں کوئی دیتا۔

مجھے کیا فرق پڑتا ہے..... میں کونسا لوگوں سے ملتی جلتی ہوں..... رتی نے احساس دلایا کہ مجھے شادی کی ضرورت نہیں۔

رتی..... میں تمہارا مطلب اچھی طرح جانتا ہوں..... میں تمہیں دنیا سے اس طرح کٹ نہیں کر سکتا.....

دیکھو بھائی تمہیں بھگوان کا واسطہ..... میری شادی کا خیال ترک کر دے..... یا پھر درپن کو آ لینے دے..... وہ بڑی عاجزی سے راجکمار کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

رتی..... تو خوش رہے گی۔ راجکمار نے اپنے آپ کو ہمدرد ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

میرے لئے یہ خیال کیسے آ گیا آپ کو..... جبکہ ماما اپنی بیماری کے باعث سب سے کٹ گئی تھیں..... آپ نے محبت سے بیٹھ کر کبھی ماما کو تسلی نہ دی تھی..... رتی کی آواز بھرا گئی۔

تم کہنے کیا آئی ہو..... مجھے ماضی میں الجھانے کی کوشش مت کرو۔ راجکمار کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

ماضی حال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے..... اور میں بھی ماضی کے حوالے خیال نہیں آیا۔ اسے بہن کا خیال کیسے آ گیا۔ اس سے بات کرنے آئی ہوں۔ جس بیٹے کو ایڑھیاں رگڑتی ماں بہن کا خیال کیسے آ گیا کہ جس بیٹے کو ایڑیاں رگڑتی ماں کا خیال نہیں آیا..... اسے وہ اب نڈر ہو چکی تھی۔

جو ہو گیا سو ہو گیا..... پرانی بات مت کرو۔ راجکمار کا ماتھا ٹھنکا.....

میں شادی نہیں کروں گی۔ وہ کھڑے ہو کر تیزی سے بولی۔

میں نے اس بات کو سنبل اور دیگر لوگوں سے بار بار سنا ہے کہ تم شادی سے خوش نہیں ہو..... پھر بھی..... وہ بات کاٹ کر چلائی۔

ہاں..... پھر بھی میں نے تمہارے بھلے کی سوچی..... راجکمار نرم لہجے میں بولا۔

اس میں میرا بھلا نہیں ہے..... دوسری شادی میرا بھلا نہیں ہے۔ وہ بھی تیزی سے بولی۔

رتی ضد نہ کرو..... تمہاری بے جا ضد سے میں اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا..... راجکمار مستحکم فیصلے کے ساتھ بولا۔

اس ارادے کے پیچھے ضرور کوئی آپ کا فائدہ شامل ہے۔ وہ راجکمار کی اندر چھپی ہوئی فطرت سے واقف تھی۔

کچھ سمجھ لو..... میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ بولا۔

کس تنہائی کی بات کرتے ہیں آپ..... اندر کی یا باہر کی..... رتی نے سرخ آنکھیں پھیلا کر کہا۔

میں تمہاری باہر کی تنہائی کی بات کر رہا ہوں..... جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے گی تو اندر کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔ وہ پلٹ کر بولا۔

ایک عرصہ گزر گیا مجھے تنہا رہتے ہوئے..... ماما کے بعد کس نے میری تنہائی کا خیال رکھا..... اگر..... وہ رک گئی۔

میں جانتا ہوں..... تم کس کی بات کرنے جا رہی ہو..... اب تو میں چاہتا ہوں کہ تم کب دوسرے کے سہارے زندگی کے دن گزارو گی..... تمہیں اس جان لیوا تنہائی سے نکال دوں۔ وہ بے ساختہ بولا۔

یہ خیال نہیں راجہ بھیا..... آپ وہ دولت نہیں چھوڑنا چاہتے جو میری بدولت آپ کو ملنے والی ہے۔ رتی نے پاؤں پٹخا۔

کیا..... کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا..... (کسی طرح رتی کے کان میں بھنک تو نہیں پڑ گئی) وہ سوچنے لگا۔

مطلب واضح ہے کہ میری دوسری شادی میں آپ دونوں کا مفاد شامل ہے۔ ورنہ.....

ورنہ کیا..... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ کر بولا۔

ورنہ سیوک محل کے کسی کونے میں پڑا رہنے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رتن نے جیسے راجکمار کے قلب و جگر کو طنز کے تیروں سے چھلنی کر دیا ہو۔ وہ اس وقت بیس سالہ لڑکی نہیں پچاس سالہ بڑھیا نظر آنے لگی تھی۔

یہ تم نہیں..... تمہارے اندر درپن بول رہا ہے..... تم تو ایسی زیرک نہ تھی..... وہ حیران رہ گیا۔

اس لئے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ جب خود غرضی کے ناگ انسان کو چاٹ جاتے ہیں تو محبت و الفت ختم ہو جاتی ہے..... صرف مفاد رہ جاتا ہے..... وہ دروازے کی طرف پلٹی.....

رتی..... تم توہین کر رہی ہو..... وہ چلایا۔

نہیں..... بتا رہی ہوں کہ آپ نے ضرور سودا کیا ہے..... مجھے فروخت کیا ہے..... میری قیمت لگائی ہے آپ نے..... وہ سسک اٹھی..... بے شک اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

یہ توہین آمیز گفتگو میں نہ جانے کیوں برداشت کر رہا ہوں۔ وہ سیخ پا ہو گیا۔

آپ نے توہین کی ہے سیوک رام کی نرمل بیٹی کی..... آپ کو دولت چاہئے.....

یہ لیجئے..... مجھے کچھ نہیں چاہئے..... اپنے کاروبار کو وسیع کیجئے۔ وہ دیوانہ وار ضخیم فائل پھینک کر باہر کی طرف بھاگی۔ وہ سکتہ کے عالم میں دیکھتا رہ گیا۔

یہ لیجئے..... سنبل نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا..... اور ایک سفید فائل راجکمار کے سامنے رکھ دی۔

راجہ جی..... وہ ایک ٹھوکا دے کر بولی۔

کیا ہے..... وہ چونک گیا..... اور اس کی نظریں قالین پر بکھرے کاغذات پر مرکوز ہو گئیں۔

شیوا جی نے کاغذات بھجوا دیے ہیں۔

ہوں۔ فیکٹری کے کاغذات ہیں۔ راجکمار نے فائل کو سرسری نظر سے دیکھ کر کہا۔

جی..... سنبل نے بڑے تفاخر سے دیکھا

اور یہ..... سنبل نے جھک کر قالین پر بکھرے کاغذات کو دیکھا..... سب اٹھا لو.....

رتی پھینک کر گئی ہے..... بڑی غصے میں تھی..... راجکمار آہستہ سے ہنس دیا۔

ڈھل جائے گا غصہ بھی جب سکون و آسائش ملے گا۔ سنبل نے کاغذات فائل سمیت راجکمار کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

سکون کی بات کرو..... آسائش اسے ہمیشہ رہی ہے۔ راجکمار نے سنبل سے کاغذات پکڑ کر کہا۔

راجکمار کی آنکھوں کے دیپ روشن ہوگئے

یہ کیا ہے۔ بھگوان بہت مہربان ہیں ہم پر..... راجکمار نے کہا۔

شیواجی نے تو کروڑوں کی فیکٹری میرے نام لگا ہی دی تھی..... اور رتی نے اپنی ساری جائیداد میرے نام کر دی ہے۔ وہ مسرت وانبساط کے جھولے میں جھول گیا۔

کیا..... سنبل کی باچھیں کھل اٹھیں۔

یہ دیکھو..... تمام جائیداد جو اس کے حصے کی تھی میرے نام کر دی ہے۔ وہ سنبل کو دکھاتے بولا۔

یہ کیا کیا اس نے..... سنبل کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی.....

معلوم نہیں..... یہ اس نے کیوں کیا..... خیر..... پھر بات کرلیں.....

میں چاہتا ہوں دہلی میں دھاک بیٹھ جائے میری..... لوگ پہچان جائیں مجھے..... وہ سنبل کو دیکھ کر بولا۔

سیوک رام جی کے حوالے سے تو لوگ جانتے ہیں آپ کو۔ سنبل نے کہا۔

نہیں..... بابا کے حوالے سے درپن کو جانتے ہیں..... مجھے نہیں..... وہ دکھ سے بولا۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ اپنے کاروبار کو چمکائیں..... لوگ راجہ جی کے نام سے یاد کریں گے۔ سنبل نے تسلی تشفی سے کام لیا اور اپنے پتی کی خوشامد پر اتر آئی۔ اس بارے میں ہم جنداں بائی کے احسان مند ہیں۔

راجہ جی..... ہم تو آپ کے احسان مند ہیں..... باعزت زندگی کے لئے اور دنیاوی آسائش کے لئے۔ سنبل نے نہایت محبت سے راجکمار کے شانے پر چہرا رکھا

لیکن ایک بات مسلسل دکھ دیئے جارہی ہے۔ راجکمار نے سنبل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

وہ کیا راجہ جی۔ وہ ایک دم اٹھ کر بولی۔

ہم رتی کو خوش نہیں رکھ سکے۔ وہ مایوسی سے بولا۔

ہم اسے کسی طور بھی خوش نہیں رکھ سکتے تھے۔ سنبل کی نظروں میں درپن کا دلکش سراپا گھوم گیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ راجکمار نے سوالیہ نگاہیں سنبل کے چہرے پر ڈالیں۔

وہ درپن سے خوش رہ سکتی ہے..... سنبل نے جیسے راجکمار کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

لیکن درپن اور رتن کی شادی نہیں ہو سکتی..... ناممکن..... ہندو مسلم کبھی ایک ہوں..... راجکمار نے اداس لہجے میں کہا۔

کیا سیوک خاندان کے لئے یہ بات تشویشناک نہیں ہے۔ سنبل نے کہا۔

نہیں..... وہ بولا۔

کیوں..... لوگ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ درپن سیوک خاندان میں بااختیار ہے۔ سنبل بولی۔

سب درست ہے لیکن اس کا کوئی اقدام سیوک خاندان کے لئے دھچکا ثابت نہیں ہوا..... وہ سچ بات کہنے سے کبھی گریز نہ کرتا۔ سیوک خاندان میں ہمیشہ اسی کو اہمیت ملی ہے۔

اس نے جو بھی کیا اچھا ہی کیا۔ راجکمار بولا۔

سنبل شاید درپن کے لئے کوئی بہتر خیالات نہ رکھتی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے..... وہ تیس سال سے سیوک خاندان سے منسلک ہے..... بابا اس کی بات مانتے تھے..... اس میں میری ہی لاتعلقی کا اثر تھا۔ وہ جیسے اپنا قصور مانتا ہوا اور سنبل کو یقین دلانا چاہتا تھا۔

سنبل خاموش تھی..... درپن کی اخلاقی عظمت کو بھی اچھی طرح جانتی تھی اس کی ملاقات کو آج تک اس نے افشاں نہیں کیا تھا..... شاید بھول ہی گیا ہو..... وہ ایک دم اٹھی.....

راجہ جی..... سب کچھ چھوڑیئے..... رات بیت رہی ہے..... آرام کیجئے..... وہ پلنگ پر لیٹتے ہوئے بولی۔

وہ بھی آہستہ سے لیٹنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

رتی کے لئے پریشان نہ ہوں..... شیواجی کے گھر میں وہ کچھ ہے جس سے وہ بہت خوش ہوگی..... وہاں بھی اس کے ناز نخرے اٹھانے والے بہت ہیں۔ کروٹ لے کر سنبل نے

لحاف اوڑھ لیا۔ وہ کروٹ لیتے ہی نیند کی وادیوں میں اتر گئی.....

اور وہ ماضی حال اور مستقبل کے اندھیروں اجالوں میں بھٹکتا رہا۔ کبھی کبھی جب اس بات کا احساس ہوتا کہ شیوا جی کی عمر رتی سے دگنی ہے تو یہ احساس اس کو اور پریشان کر دیتا..... اور جب اس کی بیوی کا احساس ہوتا تو پرسکون ہو جاتا.....

☆ O ☆

شیوا جی کی وسیع و عریض حویلی بقعہ نور بنی ہوئی تھی وہ شیوا جی کی حویلی میں اپنے حسن کا جادو جگانے بڑی خاموشی کے ساتھ منتقل ہو گئی اور ساتھ خوشیوں کی برات لے آئی..... سیوک محل میں سراسیمگی اور سناٹا چھوڑ آئی تھی ایسا حسن کبھی دیکھا نہ سنا..... شیوا جی تو اس قدر حسین دلکش خدوخال رکھنے والی پتنی دیکھ کر حیرت کے مارے بونچکے سے رہ گئے۔ ان کا دل بلیوں اچھلنے لگا..... ابھی انہوں نے ایک جھلک ہی دیکھی تھی..... ایک ایک جھلک نے ان کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ ابھی تو عجیب عجیب باتیں عورتیں کر رہی تھیں..... کہاں شیوا جی ستر سالہ بڈھا اور کہاں یہ لڑکی رتی کی عمر بائیس سال۔

ہائے رام..... کامنی ہے کامنی..... ایک بھاری بھرکم عورت نے اپنی کامدار ساڑھی کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

سیوک رام کی بیٹی ہے۔ دوسری عورت نے کہا۔

ہاں..... رتی..... حسن و جمال میں کوئی ثانی نہیں اس کا۔ تیسری عورت قریب آ کر بولی۔

میں تو حیران ہوں کہ حسن کا انمول خزانہ شیوا جی کو دینے کی کیا ضرورت تھی..... سیوک رام کو اچھا بر کیوں نہ ملا۔

پہلی عورت نے کہا..... اس کے انداز میں افسوس جھلک رہا تھا۔

ریکھا ہی ایسی تھی تو کیا کرتی بیچاری۔ وہ عورت بولی۔

کیا؟..... تمہیں نہیں معلوم۔ ایک لڑکی پاس آئی۔

نہیں..... کوئی خاص بات ہے۔ اس نے عورت نے چیخ نکال کر کہا۔

اپھاگن ہے..... جوانی میں پتی مر گیا..... اب اچھا بر کہاں سے ملتا۔ لڑکی نے کہا۔

بس پھر ایسا ہوتا ہی تھا..... اپھاگن کو ایسا ہی بر ملنا تھا۔ عورت نے نفرت کا اظہار کیا۔

لیکن پھر بھی رتن کے حسن کے قصیدے لوگ پڑھتے رہے..... کھانا ختم ہوا.....

لوگ رخصت ہو گئے۔

ماتا جی..... راکھی کی بڑی بیٹی کومل نے ماں سے کہا۔

کیا بات ہے۔ راکھی جاتے جاتے بولی۔

ممانی کو لے جائیں۔ وہ بولی۔

کہاں؟..... راکھی پلٹی......

کمرے میں..... شام ہو چکی ہے۔ کومل ہنس دی.....

لے جاؤ..... راکھی چل دی۔ کومل سیدھی رتی کے پاس پہنچ گئی۔

آیئے ممانی..... آپ کو آپ کے کمرے میں لے جائیں۔ کومل نے دلچسپی سے دیکھ کر کہا۔

رتی نے مخمور نگاہیں اٹھائیں اور کومل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

آیئے۔ کومل اور رمل کے ساتھ وہ اپنے کشادہ حجلہ عروسی میں آ گئی۔ کمرہ کیا تھا کسی شاہی خاندان کی خاص نشست گاہ کا احساس دلا رہا تھا۔ پھولوں پتیوں اور عروسی رنگ برنگی جھنڈیوں سے آراستہ مسہری کا پردہ اٹھا کر رتن کو بٹھا دیا گیا۔

پانی..... وہ گھبرا کر بولی۔

رمل..... پانی لاؤ..... کومل کی آواز پر رمل بھاگ کر پانی لے آئی..... دو گھونٹ پینے کے بعد اس نے اپنا سر ریشمی سنہری گاؤ تکیے سے ٹکا دیا۔

دیدی..... لوگوں کو باہر نکال دو..... دیکھو ممانی گھبرا رہی ہیں۔ رمل نے کومل سے کہا۔

ٹھیک ہے۔ پلیز کمرہ خالی کر دیں..... دلہن کا دل گھبرا رہا ہے۔

کومل نے ہاتھ جوڑ کر لوگوں کو باہر جانے کا راستہ دکھایا لیکن رتی کے حسن میں کشش ہی اس قدر تھی کہ عورتیں آتی گئیں اور اندر والی جاتی گئیں۔ لیکن ہجوم کم نہ ہوا..... رات ڈھلے لوگوں کی آمد و رفت کم ہوئی تو کچھ سکون ہوا.....

رمل مسہری کے پردے اٹھا دو ..... فضا ٹھیک ہو جائے گی۔ کومل نے رتن کو پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے رمل سے کہا۔

رمل نے چاروں جانب سے مسہری کے مہین نرم و گداز پردے اٹھا دیئے۔ چاروں جانب کے دریچے بھی کھول دیئے......

گھونگھٹ اٹھا دو..... کومل نے زیورات اور ریشمی پوٹ بنی رتن کے بھاری کامداری گھونگھٹ کو سرکا دیا..... وہ دیکھتی رہ گئی..... حسن کا جادو پھیل چکا تھا..... اس کے ساحرانہ پیکر سے سارے ماحول میں جلترنگ سے بجنے لگے تھے۔ ٹن سے آویزاں کلاک نے شب کے گیارہ بجنے کا اعلان کر دیا.....

اوئی رام..... دیدی میں تو چلی..... نیند آ رہی ہے..... ممانی کو اکیلا چھوڑ دیں گے..... کومل نے بڑی چاہت سے رتن کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا..... صبح جلدی اٹھنا ہے..... سارے شہر کی دعوت ہے.....

رمل نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

تم جاؤ..... میں آتی ہوں۔

ارے لڑکیوں..... تم سوئی نہیں۔ کھانستے ہوئے شیوا جی داخل ہوئے۔ چلو اچھا ہوا ماموں آ گئے۔ دونوں ہنستی ہوئی کھڑی ہو گئیں.....

تمہیں نیند نہیں آتی..... بھئی شب کے بارہ بج گئے..... شیوا جی نے اپنی قیمتی شیروانی کو دیکھ کر کومل کی طرف دیکھا.....

نیند آ رہی ہے ماموں..... ہم جا رہے ہیں۔ وہ ہنس دیں۔

جاؤ..... وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کو بھگانے کے انداز میں مسکرا دیا..... اور تھیلی سے پان کی گلوری منہ میں رکھی۔ گھونگھٹ کی اوٹ سے رتن نے دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یہی حرکت اس کے اعصاب کو شکستہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ شیوا جی مسہری پر نیم دراز سے ہو گئے..... چندیا پر سے سیاہ ٹوپی اتار دی درمیان میں تھوڑا سا گنج تھا لیکن ارد گرد کے بال خاصے سیاہ رنگے ہوئے تھے۔ ورزش جوگنگ ان کا معمول تھا..... اپنے آپ کو فٹ رکھنے میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ اسی طرح بوڑھا کہلوانا بھی نہیں چاہتے تھے۔ گو دانتوں کی گڑی باری سے دہن خالی تھا لیکن مکمل بتیسی چمکتے دانتوں سے مزین تھی۔ وہ نیم دراز سے لیٹے رہے..... رتن بے سدھ سی بیٹھی رہی..... بالکل ساکن..... منجمد..... برف کے تودے کی طرح..... رتی بڑی چاہت سے شیوا جی نے رتی کے شانے پر ہاتھ رکھا.....

اور وہ اوندھی آگے کو گری۔

ارے..... رتی..... بے ہوش ہو گئی..... شیوا جی ہڑبڑا کر بری طرح بوکھلا گئے..... اور باہر کی طرف بھاگے۔ راکھی..... راکھی..... دیکھو تو..... وہ برآمدے میں

زور سے چلائے۔

ہائے رام..... کیا مصیبت آن پڑی..... راکھی ہانپتی ہوئی زینہ اترتے ہوئے بولی.....

وہ.....وہ..... بے ہوش ہو گئی..... دیکھو اسے کیا ہو گیا..... وہ تیز رفتاری راکھی کے ساتھ کمرے میں آئے۔

رتی..... رتی..... ہوش کرو..... دیکھو..... راکھی نے عرق گلاب کے چند قطرے چہرے پر ٹپکائے..... پوتر جل پلایا..... ہائے رام..... میں..... رتی نے آہستہ آنکھوں کو زبردستی کھولا۔

تم اپنے گھر میں ہو..... یہ اب تمہارا گھر ہے..... اٹھو..... راکھی نے اپنے سہارے سے رتن کو بٹھایا۔

یہ میرا گھر..... یہ میرا گھر نہیں ہے..... رتن سسک سسک کر گھٹنوں میں سر دیئے رودی۔ شیواجی نے گھبرا کر راکھی کی طرف دیکھا۔

راکھی کا پورا منہ کھل گیا وہ شیواجی کی مضحکہ خیز صورت دیکھ کر ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ تمہیں کس نے کہا تھا ٹوپی اتارنے کو..... راکھی نے ایک دوہتھڑ شیواجی کے شانے پر مارا۔

یہ جرم ہے کیا..... آخر ٹوپی اتار کر ہی بیٹھوں گا..... گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ شیواجی نے معذوری ظاہر کی۔

ٹھیک ہے..... درمیان میں ٹنڈ اور چاروں جانب سیاہ بالوں کا کھیت..... اس سے مضحکہ خیز نظر آتے ہو بھیا..... وہ ہنستے ہوئے بولی۔

چل چل..... بڑی آئی دیوی روپ متی..... شکل دیکھی ہے آئینے میں..... شیواجی نے برجستہ جواب دیا..... بہن بھائی کی مخصوص لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ ابھی تک رو رہی تھی۔

میں جاؤں..... راکھی نے کہا۔

اسے چپ تو کروا جاؤ..... کیا دیکھ لیا..... ایسا بھی برا نہیں ہوں..... شیواجی۔ منت بھرے لہجے میں کہا اور رتن کی طرف دیکھا۔

یہ تمہارا کام ہے..... اور ہاں یہ پہن لو..... راکھی نے ٹوپی ٹھپ سے شیواجی کے سر پر رکھ دی.....

سنو..... راکھی..... وہ جاتی راکھی کو پکارتے رہے اور وہ ہنستے ہنستے جا چکی تھی.....

دیکھو رتن..... اگر ہم تمہیں ٹوپی کے ساتھ اچھے لگتے ہیں تو جیون بھر ٹوپی نہیں اتاریں گے..... یہ دیکھو..... پہن لی..... وہ حسب عادت رتن کے قریب نیم دراز سے ہو گئے.....

وہ آنسو صاف کرتے سمٹ سی گئی (بھیا تو نے کیا ستم کیا) اس خیال کے آتے ہی دل خون ہو گیا.....

تمہیں حاصل کرنے کے لئے ہم نے جان کی بازی لگا دی..... ہم تو ساری دولت ہارنے کو تیار تھے..... لیکن سودا صرف ایک فیکٹری پر ختم ہو گیا۔ وہ بھی کروڑوں کی ہے..... مجھے کوئی فرق نہیں پڑا..... شیواجی اپنی دھن میں کہتے رہے۔

(اس کا مطلب کہ بھیا نے مجھے فروخت کر دیا) اس کا ذہن گھوم گیا..... آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے..... بڑی مشکل سے رتن نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا۔

راجکمار کی گھٹی میں دفن دولت کی ہوس نے اس کی روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ تم اس کا کوئی مطلب نہ لینا..... اچھی چیز حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو دینا پڑتا ہے نا..... ہم نے تمہیں حاصل کرنے کے لئے ایسا سودا کیا ہے..... وہ خاموش سنتی رہی۔

یہ سب کچھ جنداں بائی نے کروایا ہے..... ویسے بھی ایک میلے میں میں نے تمہیں دیکھا تھا..... شاید ہولی کا تہوار تھا..... سبز اور سرخ میں تمہارا حسن چمک رہا تھا..... اس بات کو تو بہت عرصہ ہو گیا ہے..... ہم جنداں بائی کے احسان مند ہیں۔

وہ ایک دم سے ٹھٹھکی..... نفرت و حقارت کا ایک طوفانی ریلا اس کی دنیا تباہ کر گیا۔ اس بات کو تو تین چار برس گزر گئے ہیں..... گوتم سے بھی پہلے کی بات ہے جب وہ درپن کے ساتھ ہولی کے میلے میں گئی تھی..... درپن نے پچکاری کے ساتھ اس کو سرخ اور پیلے سبز رنگ میں رنگ دیا تھا..... کتنی خوش تھی..... درپن..... درپن..... اس خیال کے تحت رتن نے ایک آہ بھری اور طویل ٹھنڈا سانس لیا۔

تم بولو نہ کچھ..... کسی بات کا جواب دو..... میں ہی بولے جا رہا ہوں..... تمہیں یہ گھر پسند آیا..... شیواجی نے رتن کے سرخ آنچل کو سرکایا..... وہ آنکھیں جھکائے بیٹھی رہی

آنکھیں خشک تھیں..... دل کے آنسو کون دیکھتا تھا.....

تمہیں نیند آ رہی ہے..... سو جاؤ..... میں بھی تھک چکا ہوں.....وہ ایک طویل جمائی لے کر اٹھے اور پلنگ کے دوسری جانب کمبل گھسیٹ کر لیٹ گئے.....

رتن نے چند لمحے اس بڈھے کھوسٹ کو دیکھا..... جس کی صورت سے اسے گھن سی آ رہی تھی..... آج سیوک رام کی بیٹی نہ ہوتی تو گھر سے بھاگ کھڑی ہوتی یا درپن کی غلامی اختیار کر لیتی..... سنبل اور بھیا نے اچھا نہیں کیا..... کیا میری ساری دولت لینے کے بعد بھی پیٹ نہیں بھرا بھیا کا..... رات کا پچھلا پہر شروع ہو چکا تھا..... شیوا جی کے خوفناک خراٹوں سے اس کو ڈر سا لگنے لگا تھا..... سر گھوم گیا..... وہ خاموش ہراساں اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی..... وہ ایسی جگہ جانا چاہتی تھی..... جہاں خراٹوں کی آواز اس کی سماعت سے نہ ٹکرائے..... چنانچہ ڈرائنگ روم میں آواز کا آنا بند ہو گیا.....اور وہ نیم دراز سی ایک صوفے پر لیٹ گئی..... ایسے لوگوں کو نیند کہاں، جن کے شب و روز ویرانیوں اور سناٹوں کی نذر ہو جائیں..... زندگی مسلسل ایک جبر کی طرح کٹ رہی ہو۔ وہی چار روز سکون آشتی سے کٹ گئے جو بچپن درپن کے ساتھ گزرا جوان ہوتے ہی زندگی کی کڑی سزا پائی تھی۔ اگر اتنی میں خوش بخت ہوتی تو بابا اس قدر جلدی ملک عدم نہ جاتے..... پھر ماما جن کو ایسی بیماری نے آلیا..... اور وہ بھی بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئیں..... ایک بھائی..... جو اپنی عیاش بیوی کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہے..... وہ اپنی پارسائی کا بھرم رکھنے کے لئے بھیا سے وہ سب کچھ کروا رہی ہے..... جو نہیں ہونا چاہئے۔ ماما ایسی بدنام زمانہ عورت کو محل میں آنے کی اجازت کب دیتی تھیں..... ان کے جاتے ہی بھیا کو من مانی کرنے کا موقع مل گیا..... بھیا تم اتنے سفاک بے رحم کیوں ہو گئے..... میرے لئے درپن کا ناطقہ بند کر دیا اس کا فون اور میرا رابطہ پوجا ماں سے منقطع کر دیا..... اتنے ظالم تھے۔ اپنے مطلب اور غرض کی وجہ سے انسانی رشتوں کو پامال کر دیا اگر تم قریب نہ تھے اور بھیا تمہارا کم رہا ہے..... کیا تم سیوک رام کے سپوت نہیں تھے..... کیا درپن سے کم تھے تم..... اس نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا ہے..... تم نے ایسا کیوں نہ کیا..... وہ ان ہی پراگندہ خیالات کے ساتھ بری طرح رو دی..... اس شخص کو..... جس کی صورت دیکھنے کو دل نہیں چاہتا..... میرا پتی بنا دیا..... ایک بیوہ کو اتنی بڑی سزا..... وہ بری طرح رو دی..... روتے روتے اس کی ہچکی بند گئی..... وہ بے چین گنگا جمنا کی لہروں کی طرح تڑپتی رہی۔ سحر پھوٹ کر پھیل چکی تھی..... دریچے کے پردے اٹھے ہوئے تھے.....

...نک کر اٹھی..... تمام شب یوں ہی روتے تڑپتے گزر گئی..... ایک دم دروازہ کھلا۔ راکھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ داخل ہوئی۔

تم یہاں..... مندر نہیں گئی تم..... رتن..... اٹھو..... راکھی نے کومل اور رمل کی ...رف دیکھا۔ رتن نے نگاہیں جھکا لیں۔

کیسے جاتیں ممانی..... میرا خیال ہے ان کو نیند ہی نہیں آئی..... کومل نے کہا۔

ماموں کے ساتھ چلی جاتیں۔ رمل نے کہا۔

... ماموں لے جاتے نا..... لیکن ممانی وہاں سے یہاں..... یہ بات سمجھ نہیں آئی..... ...ل نے پوری طرح سوچ کر ذہن پر دباؤ ڈالا۔

ہمیں خراٹوں کے شور میں نیند نہیں آتی..... مجبوراً رتن نے مجبوری ظاہر کر دی۔

او ہو..... اس کے ساتھ ہی راکھی کے ساتھ کومل رمل بھی ہنس دیں۔

ہاں..... خراٹوں کی یلغار سے نیند کہاں..... راکھی ہنس دی۔

ہم منع کر دیں گے..... کومل رتن کے لباس کا انتخاب کر کے مندر لے جاؤ..... ...اکھی نے محبت سے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ کومل اور رمل رتن کو اس کے کمرے میں لے گئیں.....

بڑے ہی خوشگوار ماحول میں ناشتہ ختم ہوا لیکن رتن کی خاموشی میں فرق نہیں آیا..... ...ی طرح کئی دن اور گزر گئے..... راکھی نے محسوس کیا کہ شاید رتن اداس نہ ہو گئی ہو..... سیوک محل سے بھی کسی نے نہ فون کیا اور نہ کوئی آیا.....

بھیا..... میری بات سنو۔ راکھی نے شیوا جی کے آگے سے کاغذات کا پلندہ اٹھا کر ...وسری طرف رکھ دیا

ارے ارے کیا کر رہی ہو..... بھئی کام کرنے دو..... تمہیں معلوم ہے نا کئی روز ...یوں ہی گزر گئے۔ شیوا جی جھنجھلا گئے۔

پہلے تم میری بات غور سے سنو۔ راکھی نے سرگوشی کی۔

کوئی خاص بات ہے..... شیوا جی نے ادھر ادھر دیکھا۔

خاص نہیں..... ویسے ہے بھی خاص..... راکھی نے پراسرار سا چہرا بنایا۔

کہو تو سہی..... شیوا جی نے کہا۔

آج کئی روز ہو گئے..... سیوک محل سے کسی نے نہیں پوچھا..... راکھی نے کہا۔

نہیں پوچھا تو اچھا ہوا..... راجکمار تو ویسے بھی پسند نہیں کرتا۔ شیواجی کو سنبل او راجکمار کی خود غرضی یاد آ گئی۔

کیا پسند نہیں کرتا..... بھلا یوں بھی کوئی کرتا ہے کہ بیٹی دے اور اس کو یاد نہ کیا جائے۔ راکھی کو رحم سا آنے لگا۔

تو چاہتی کیا ہے..... میکے والے ڈیرا ڈالے رہیں..... اور سب مل کر مجھ میں کیڑے نکالتے رہیں..... ہیں نا یہی چاہتی ہے تو..... شیواجی اچھل کر جیسے راکھی کے گلے پڑ گئے۔

بس بس..... تو دلہن کو لے جا..... اداس ہو رہی ہے..... راکھی جاتے جاتے بولی۔

تو پوچھ لے..... جانا بھی ہے کہ نہیں۔ وہ ہانک لگا کر بولی۔

رتی..... راکھی پلٹی.....

جی..... دیدی..... رتن دریچے سے پلٹ کر بولی۔

میں نے شیواجی سے پوچھ لیا ہے..... میکے جانا چاہو تو چلی جاؤ..... راکھی رتن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

میکے..... وہاں کون ہے میرا..... وہ چونکی.....

ہاں ہاں..... میکے چلی جاؤ چند دن رہ آؤ..... جی بہل جائے گا۔ راکھی نے کہا۔

کون ہے میرا..... کس کے پاس جاؤں..... رتن کے الفاظ میں سارے جہاں کا درد سمٹ آیا۔ بھائی ہے تمہارا..... راکھی نے جیسے رتن کو یاد کروایا.....

بھائی..... نہیں..... وہ سوتو داگر ہے..... بھائی تو کب کا..... وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر راکھی کو دیکھنے لگی۔

بس بس افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں..... میں سمجھتی ہوں..... تیرے من میں کیا بات ہے..... سب کچھ ماتا پتا کے ساتھ ہے..... دل میلا نہ کرو..... راکھی نے کہا اور محبت سے رتن کے چہرے کو صاف کیا۔

رتن نے ویران کھنڈر زدہ اداس نگاہیں راکھی کے چہرے پر ڈالیں..... میں تیرا دکھ جانتی ہوں..... لیکن تمہیں خوش رہنا پڑے گا..... راکھی نے عاجزی سے رتن کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔

میں خوش تو ہوں..... وہ صرف مسکرا دی۔

تو خوش نہیں ہے..... شیواجی کی عمر سے خائف ہے نا تو..... تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے میں بیوہ کو کتنی اذیتوں سے گزرنا پڑتا ہے..... لوگ سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں..... اچھوت سمجھتے ہیں لوگ..... تو سب سہہ لے..... خوش رہ..... راکھی نے ہندو معاشرے کی کمزوری بیان کر دی۔

ہاں..... میرے جیسی نہ جانے کتنی بیوائیں ان رواجوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہوں گی..... دیدی..... ستی ہونا اچھا تھا..... وہ آہ بھر کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔

میں تو آئی تھی کہ محل جانا چاہو تو چلی جاؤ..... راکھی نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

نہیں..... مجھے کہیں نہیں جانا..... وہ بے سدھ سی پلنگ پر نیم دراز ہو گئی..... راکھی مسکراتی ہوئی مطمئن باہر نکل گئی۔

☆ O ☆

صحن میں بریف کیس رکھے وہ بری طرح ٹھٹھکا..... اس کے اندر کی طرح باہر والا موسم بھی اداس تھا..... ویرانی ہی ویرانی..... پوجا اماں..... درپن نے ادھر ادھر دیکھا۔

اماں..... چند لمحوں کے بعد نحیف و کمزور پوجا اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

میرا بچہ..... آ گئے تم..... وہ والہانہ انداز میں تقریباً تیزی کے ساتھ درپن سے لپٹ گئی..... اور اس کے ساتھ جیسے بند ٹوٹ گیا ہو..... وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی.....

اماں..... کچھ ہو گیا کیا..... ضرور کوئی طوفان اٹھا ہے..... اور مجھے پتہ بھی نہیں وہ دل گرفتہ پوجا کا چہرہ تھام کر بولا۔ اس کا اندر پھٹنے لگا۔

اندر آؤ..... سکون سے بیٹھو..... پوجا اسے اندر لے جاتے بولی۔

اماں خیریت تو ہے نا..... رتی کیسی ہے..... وہ پوجا کے پاس بیٹھتے ہی بولا۔ اس کے ذہن میں آگ سی بھری تھی۔ لیکن پوجا کو رونے سے ہی فرصت کہاں تھی..... وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔

اماں..... آخر بات کیا ہے..... میرا خیال ہے کوئی بڑی بات ہو گئی ہے۔ وہ قیاس کرتے بولا۔

تمہیں کچھ علم نہیں..... پوجا نے آنکھیں صاف کیں۔

مجھے کچھ علم نہیں..... چند ماہ سے رتی کا فون ہی بند کر دیا گیا تھا..... نہ اس کا رابطہ میرے ساتھ تھا اور نہ میرا اس کے ساتھ۔ وہ افسردگی سے بولا۔

ظالموں نے میرا بھی رابطہ تم سے بند کر دیا تھا..... اور سختی سے منع کر دیا تھا مجھے تمہیں فون کرنے اور کچھ بتانے کی پابندی تھی۔

رتی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی..... جلدی بتائیں..... وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

راجکمار نے فیکٹری کے عوض رتی کو بوڑھے شیواجی کے ہاتھوں فروخت کر دیا.....
پوجا نے فوراً کہا۔

رتی کی شادی کر دی..... او مائی گاڈ..... رتی..... وہ بری طرح صوفے پر گرا..... جیسے آسماں ٹوٹ کر اوپر آن گرا ہو..... اس کا بدن ریزہ ریزہ ہو چکا تھا..... اس کے جسم کے پرخچے دور دور تک پکار پکار کر کہہ رہے ہوں کہ تم رتی کو چھوڑ کر گئے..... اور اس کے ساتھ ستم ہوا..... وہ لٹ گئی..... اس کی قیمت چکائی گئی۔

اماں..... وہ ہاتھوں پر چہرہ رکھے بری طرح رو دیا..... وہ پوری کائنات کو بہا دینا چاہتا تھا۔

میرے بیٹا..... میں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے..... لیکن میں رتی کو نہیں بچا سکی..... اس کا رونا بلکنا..... اس کی آوازیں اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں۔ اس کا مجھ سے لپٹ لپٹ کر رونا..... مجھے نہیں بھولتا..... وہ تڑپتی رہی۔ اور اس کی زخم خوردہ لاش شیواجی کی پالکی میں ڈال کر رخصت کر دی گئی..... پلٹ کر دیوانہ وار درپن نے کلاک کو دیکھا۔

ابھی کہیں جانے کی کوشش نہ کرنا..... پوجا جانتی تھی کہ وہ ضرور رتن سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

میں راجکمار سے ملوں گا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

حوصلہ کرو..... بیٹا..... آج کے دن کو سوچ سمجھ کر گزار لو..... جلدی میں کئے گئے فیصلے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ بے سدھ سا بیٹھ گیا۔

نہ جانے یہ لمحے بھی میں نے کس طرح گزارے ہیں..... اگر مجھے علم ہو جاتا کہ راجکمار میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ایسا کرے گا تو میں ہرگز یہاں سے نہ جاتا.....

اف خدا..... ماما کو کیا جواب دوں گا..... اس کا سر جھک گیا۔ وہ بلک بلک کر رو دیا۔

دوسرے دن وہ سیدھا راجکمار کے آفس پہنچا۔ آ گئے تم..... اطلاع بھی نہ دی..... راجکمار دیکھتے ہی خفت سے مسکرایا..... ندامت راجکمار کے چہرے سے عیاں تھی۔ تمہیں اطلاع دیتا..... جبکہ تمہارے رابطے تم نے خود بند کئے۔ درپن طنزاً مسکرایا۔

کسی مصلحت کے تحت یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ وہ انتہائی ڈھٹائی سے بولا۔

اگر ایسا نہ کرتے تو میں تمہارے راستے کی دیوار ثابت ہوتا۔ درپن وہیں کھڑے کھڑے بولا۔

ہاں..... معاملہ گڑبڑ میں پڑ سکتا تھا..... بیٹھو کہتے ہوئے راجکمار نے سامنے بیٹھنے کو

اشارہ کیا۔

نہیں..... میں بیٹھنے نہیں آیا..... صرف پوچھنے آیا ہوں کہ تم نے رتی کے ساتھ یہ ستم کیوں کیا..... وہ تمہیں کیا تکلیف دیتی تھی..... درپن کی آواز لرز گئی۔

اس کی بیوگی ایک بہت بڑی تکلیف تھی... میں کب تک اس اذیت کو برداشت کرتا..... سنسار میں بہت رسوائی ہو چکی تھی..... راجکمار خود کو بے گناہ ثابت کرنے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں پڑی رہتی تھی..... اس کا ملنا جلنا بند ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اس کو بڈھے سے بیاہنا ضرور تھا۔ درپن جوش سے بولا۔

ایک ہندوستانی ناری کو جو بیوہ ہو چکی ہو اس کو دوسری شادی کے لئے بڈھا ہی مل سکتا ہے۔ راجکمار ڈھٹائی سے بولا۔

تمہیں اس کی شادی کی دلچسپی سے زیادہ کسی بڑے فائدے کی امید ہو گی۔ درپن نے طنزاً کہا۔

جب پوجاں نے بتادیا ہے تو کھل کر بات کرو..... وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

تمہیں ایک فیکٹری کے عوض رتی کا سودا کرتے اتنا تو خیال ہونا چاہئے تھا کہ رتی ایک انمول ہیرا ہے..... جس کی قیمت یہ نہیں ہے..... تم نے دوجہاں فروخت کر دیئے..... رتی کا سودا کر دیا تم نے..... آخر میں درپن کی آواز حلق میں اٹک گئی..... ایک پھانس سی چبھنے لگی..... وہ بے سدھ سا بیٹھ گیا..... اس کا جی چاہا ساری دنیا کو آگ لگا دے۔ تم میرا تو انتظار کرتے.....

آہستہ بات کرو..... راجکمار نے دروازے کی طرف دیکھا..... کوئی ملازم اندر آتے آتے واپس لوٹ گیا۔

کیا کرتا..... میں اس کی بیوگی کا بوجھ کب تک برداشت کرتا..... اچھے انسان پر نظر پڑی اور بیاہ دیا۔ وہ لاپرواہی سے بولا۔ جیسے کوئی بات نہ ہوئی ہو۔

شیواجی..... اچھا انسان ہے..... میں اس کا ماضی نہیں اچھالوں گا..... صرف یہ یاد رکھو..... وہ انتہائی شرابی..... اور عیاش انسان ہے..... جتنا جھوٹ بول لیا جائے اس سے پہلے وہ دو بیویوں کو طلاق دے چکا ہے اور شاید ایک سے اولاد بھی ہے..... وہ چلا کر بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بول۔ راجکمار نے زچ ہو کر کہا۔

وہ رتی کی عمر سے دوگنا بڑا ہے..... بوڑھا ہے..... رتی اس کی بیٹی کی طرح ہے.....

پن پھر بلند آواز میں بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بولو..... میں اس موضوع کی تشہیر آفس کے لوگوں میں نہیں کرنا ہتا۔

تمہیں اپنی رسوائی کا احساس ہے..... لوگ تھو تھو نہ کریں تم پر۔ افسوس..... میں اں نہیں تھا اور اس بے زبان کو جہنم میں دھکیل دیا۔ درپن کف دست ملتا رہ گیا پچھتاوہ اس سکون تباہ کرنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ تم رخنہ پیدا کرو گے..... اسی لئے جو کچھ ہوا تمہاری عدم موجودگی میں ۔ راجکمار نے بے غیرتی کی حد کر دی۔

لیکن اب میں رتی کو وہاں نہیں رہنے دوں گا..... وہ ایک طوفانی جذبے کے تحت بولا۔

درپن..... خبردار ..... معاملہ طے ہے..... میرے اور شیواجی کے درمیان مخل نے کی کوشش مت کرنا..... ورنہ..... راجکمار طیش میں کھڑا ہو گیا۔

میں تمہاری گیدڑ بھبھکیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں..... درپن تن گیا۔

بیٹھ جاؤ..... رتی کی زندگی میں زہر گھولنے کی بجائے چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ .... تمہیں معلوم ہے تمہاری وجہ سے ایک اور رسوائی پیدا ہو جائے گی۔ راجکمار نے اس کو بردار کیا۔

ہرگز نہیں..... رتی کی زندگی میں زہر تم نے گھولا ہے..... حالانکہ اپنی تمام ترجائیداد وجانے سے پہلے تمہارے نام لگا چکی تھی..... درپن نے بغور راجکمار کو دیکھا۔

تمہیں کیسے خبر ہوئی۔ رتی کا ہر کیا ہوا فیصلہ مجھ سے ہی گزرتا ہے..... وہ کئی مرتبہ کہہ کی تھی۔ درپن انداز تفاخر سے بولا۔

تم نے روکا کیوں نہیں..... اتنی دولت وجائیداد تو وہ تمہیں بھی دے سکتی تھی۔ راجکمار حیرت ہوئی۔

مجھے ہوس اقتدار نہیں ہے..... بھگوان کا دیا بہت کچھ ہے میرے پاس..... رتن نے راخ دلی سے کہا۔

کیا کرتی اس قدر جائیداد کا..... تمہیں تو ضرورت ہے نا..... یہ مشورہ تمہارا تھا..... اجکمار نے کہا۔

ہاں..... تمہیں ضرورت تھی نا..... باپا کی جائیداد سے تمہارا پیٹ نہیں بھرا.....

تمہیں ضرورت تھی نا..... پھر..... ویسے بھی میری تمام تر اندرون بیرون ملک جائیداد تمام رتی کی تو ہے..... میں سب کاروبار اس کے حوالے کر رہا ہوں..... درپن ہنس دیا۔

میرا اپنا تو کچھ نہیں..... دونوں ہاتھوں پھیلا کر بولا۔

اچھا..... ماما سے کیا ہوا وعدہ نبھا رہے ہو..... راجکمار کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔

یہی سمجھ لو..... افسوس مجھ سے کوتاہی ہو گئی..... وہ جانے کے لئے پلٹا..... پچھتاوہ اس کے ذہن کو پارہ پارہ کر گیا۔

سنو..... راجکمار ٹھٹکا۔

کہو..... رتی سے رابطہ رکھنے کی کوشش مت کرنا..... وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔ راجکمار نے کہا۔

ہنہ..... یہ تم ہی کہہ رہے ہو..... جو جذبات کے پرکھنے کا شعور نہیں رکھتا..... وہ خوش نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے..... میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کی بجائے صرف یہی کہوں گا جبکہ اب مزید اور کسی مسئلے میں الجھانے کی کوشش مت کرنا..... میں سیدھی سادھی بغیر کسی رکاوٹ کے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں..... راجکمار نے نرم لہجہ اختیار کر لیا۔

تمہارے راستے کی رکاوٹ ایک رتی ہی تو تھی..... جسے تم دور کر چکے ہو..... وہ باہر نکل گیا.....

درپن..... وہ پکارتا رہا..... لیکن وہ جا چکا تھا۔ راجکمار کے لئے یہ بات بڑی فکر انگیز تھی کہ درپن کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔ وہ اسی سوچ کے ساتھ اٹھا اور محل لوٹ گیا۔

سنبل..... کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پکارا.....

کیا بات ہے..... وہ آنچل سنبھالتی بڑی مصروف اندر داخل ہوئی۔ کوئی مہمان آ گئے ہیں کیا۔

بمبئی سے میری خالہ زاد آئی ہوئی ہیں..... وہ پرمسرت انداز میں بولی۔

تم نے فون کر کے بلایا ہو گا۔ راجکمار کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

وہ ایسی ویسی نہیں ہیں..... میری طرح باعزت زندگی گزار رہی ہیں۔ سنبل بڑے وثوق سے بولی۔

وہ ہنس دیا۔

تم اب کافی سمجھ دار ہو گئی ہو..... خوب خاطر مدارت کرو۔ وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

آپ نہیں ملیں گے۔ سنبل نے کہا۔

ذرا تازہ دم ہو لوں..... درپن نے خاصا پریشان کر دیا ہے۔ وہ پلٹ کر بالوں کو پیچھے کی طرف کر کے بولا۔

درپن باہر سے آ گیا۔ سنبل چونک گئی۔

آ گیا ہے..... میرا خیال ہے سیدھا میرے آفس ہی آیا ہے۔ راجکمار نے سنبل کو آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

کچھ کہا ہو گا اس نے۔ ٹل نہیں سکتا۔ سنبل جان چکی تھی کہ وہ رتی کی دوسری شادی کے مخالف تھا۔

کافی سیخ پا ہو رہا تھا..... میں ہی نرم رہا..... ورنہ بات بڑھ جاتی..... راجکمار نے کہا۔

کیوں؟..... سنبل بولی۔

میری گرمی کچھ بھی رد عمل کا اظہار کر سکتی تھی..... تمہیں معلوم ہے کہ رتی پر اس کا بہت اختیار ہے..... رتی ہمیشہ اسی کی بات مانے گی۔ راجکمار جیسے یہاں بے بس سا ہو چکا ہو۔

ہم نے رتی کی شادی کر دی..... سارے جگ کی گندی نظروں سے بچایا..... کوئی برا نہیں کیا..... اسے خواہ مخواہ میں تکلیف ہو رہی ہے۔ سنبل نے شوہر کو تسلی دلائی۔

اسے سب کچھ علم ہے..... کہ کن حالات میں رتی کی شادی ہوئی ہے۔ راجکمار کا لہجہ تشویش ناک تھا۔

وہ ضرور رتی کے پاس جائے گا۔ سنبل نے کہا۔

فون لاؤ..... میں رتی سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

رتی ایسی کٹھور نکلی..... ایک دن بھی اس نے ہمیں فون نہیں کیا۔ سنبل راجکمار کو ریسور پکڑاتے بولی۔

رتی کیسے فون کرتی..... شدید غصے میں ہے وہ اب تک..... راجکمار ڈائل گھماتے ہوئے بولا۔

شام جانے کا عمل ہے..... موسم قدرے ابر آلود ہے۔ دور کہیں سیاہ گھٹا جھوم کر اٹھی ہے

..... کیا معلوم ابھی برسے کہ نہ برسے..... وہ پھولوں کے کنج کے پاس موسم کے ہم رنگ لباس میں بیٹھی اپنے پتی کو حیرت سے تک رہی تھی..... جو شراب کا پیانہ ہاتھ میں پکڑے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

آپ کا فون ہے جی۔ ملازمہ نے آتے ہی کہا۔

پوچھو..... کہاں سے آیا ہے۔ شیوا جی گرج دار آواز سے بولے۔

بی بی کے بھائی راجکمار۔ ملازمہ سہم سی گئی۔

ریسور لے آؤ۔ شیوا جی نے ایک گھونٹ حلق سے اتارا۔

رتی خاموش بیٹھی تکتی رہی۔ وہ ایسے بھائی کا فون سننا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ جسے رشتوں کے تقدس کا ہی احساس تک نہ تھا..... ملازمہ نے ریسور رتی کو پکڑانا چاہا۔

سنو گی نہیں..... تمہارے بھائی کا فون ہے۔ شیوا جی نے رتی کو انجان بن کر دیکھتے ہوئے کہا۔

ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ رتی نے ملازمہ کا ہاتھ پرے کر دیا۔

ہیلو..... ہیلو..... سنو..... رتی کو فون دو..... کہو بھائی ہے اس کا۔ دوسری طرف سے راجکمار نے پھر اپنا حوالہ دیا۔

وہ فون سننا نہیں چاہتی سرکار جی..... کہتی ہیں ان کا کوئی بھائی نہیں..... ملازمہ نے بعین کہہ دیا۔

کوئی بھائی نہیں..... فوراً راجکمار نے ریسور پٹخ دیا۔

اٹھایا نہیں رتن نے۔ سنبل نے کہا۔

نہیں..... وہ فون سننا پسند ہی نہیں کرتی۔

راجکمار اداس سا ہو گیا..... چہرے پر ناگواری اور خفگی کے تاثرات نقش ہو گئے۔

ابھی تک ناراض ہے..... سنبل نے مسکرا کر کہا۔

وہ ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

سنبل نے چند لمحے سوچا اور باہر کی طرف چل دی۔

لمحے لمحے اکٹھے کئے تو چند دن اور گزر گئے.....

رتی..... شیوا جی نے بڑی محبت سے پکارا..... رتی نے صرف نگاہیں اٹھائیں۔

ہماری شادی کو کتنے ماہ ہو گئے۔ وہ بڑے چاؤ سے اپنی بتیسی نکال کر بولے۔

معلوم نہیں..... اسے گھن سی آ رہی تھی۔

تمہیں کیوں نہیں معلوم..... شادی کی تاریخ یاد رکھنا اچھی بات ہے۔ شیوا جی نے کہا۔

آپ یاد رکھ لیں..... مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ وہ لاپرواہی سے بولی۔

مجھے تو یاد ہے..... تین ماہ ہو چکے ہیں..... لیکن ایک دن بھی میکے جانے کی فرمائش ں کی۔ وہ چاہت سے بولے۔

جب میکہ ہی نہیں تو فرمائش کیسی۔ اس کا موڈ آف سا ہو گیا۔

ماتا پتا نہ سہی..... بھائی تو ہے۔ وہ بولے

وہ بھائی..... جس نے آپ کے ہاتھوں مجھے فروخت کر دیا..... رام لگائے میرے ..اس کے پاس جاؤں..... وہ طیش، غصہ اور بے بسی کے عالم میں رو دی۔

یہ کیا بات ہوئی..... شانتی..... شانتی..... رتی..... اچھا..... یہ لو..... سکون ،..... وہ شراب کا بلوریں پیانہ اس کی طرف بڑھا کر بولے

لعنت ہے اس پر۔ رتن نے بھرپور ہاتھ مارا..... اور پیانہ بلوریں کئی کرچوں میں تقسیم لیا۔ گھاس کے مخملی فرش پر دور دور تک بکھر گیا۔

رتی..... جوش میں وہ چلائے۔

لیکن وہ پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

تم ہوش میں تو ہو..... راکھی نے آ کر ان سے کہا۔

وہ گستاخ ہو چکی ہے..... پیانہ گرا دیا اس نے۔ وہ جھنجھلا کر بولا۔

کچھ نہیں ہوتا..... اور بھر لو..... جام جم نہیں ہے مل نہیں سکتا..... بازار سے اور ائے گا اگر ٹوٹ گیا ہے تو..... راکھی نے بوتل کی طرف اشارہ کیا۔

آج اس نے پیانہ توڑا ہے..... کل کو نہ جانے..... وہ خاموش سے ہو گئے.....

کل کچھ نہیں ہو گا..... تمہارا دل نہیں ٹوٹتا..... وہ خود شکستہ ہے۔ راکھی ایک عورت ..... وہ رتی کے جذبات کو اچھی طرح جانتی تھی۔

اب اس کو متحد ہو جانا چاہئے..... میرے پاس آ چکی ہے وہ شیوا جی نے بوتل اپنے یب سرکائی۔

وہ بکھری ہوئی ہے..... اس کو متحد ہونے میں عرصہ لگے گا..... راکھی پاس بیٹھ گئی۔

عرصہ..... کیوں..... اس طرح تو میرا جیون عذاب سے گزر جائے گا۔ شیوا جی نے

تیوریاں چڑھالیں۔

یہی دن اس کے عیش و عشرت اور کھیلنے کودنے کے تھے۔ اور اسی عمر میں اس کا سہاگ لوٹا گیا..... اب تمہارے دامن سے بندھی ہے..... ٹھیک ہو جائے گی..... کچھ وقت تو لگے گا..... ذرا دھیرج سے۔ راکھی کھڑی ہو گئی..... وہ رتن کی سچی ہمدرد تھی۔ اور وہ خاموش ہو گئے۔

اسے دیکھو..... شاید رو رہی ہے۔ شیوا جی نے کہا۔

دیکھتی ہوں..... راکھی آہستہ آہستہ چلتی رتی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ تکیے پر سر رکھے زار و قطار رو رہی تھی۔

رتی..... میری بٹیا..... راکھی نے بڑے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

وہ سسکتی رہی۔ راکھی جانتی تھی کہ رتی نے بڑی کاری ضرب کھائی ہے..... زخم مندمل ہونے میں بھی عرصہ لگے گا..... اس بالی عمر میں وہ اپنے ہم عمر گوتم کی دلہن تھی۔ شومئی تقدیر آسمان کو اس کی خوشیاں راس نہیں آئیں اور گوتم کو بھگوان نے اٹھا لیا..... اور وہ ایک دوگنی عمر کے شوہر سے وابستہ ہو گئی..... راکھی یہ بھی جانتی تھی کہ یہ شادی بھی سودے بازی پر طے پائی تھی اور اس کا بھیا کسی طور بھی رتی کے ہم پلہ نہیں ہے۔ رتی حسن کی دیوی..... کامنی..... اور شیوا جی بوڑھا کھوسٹ..... آٹھ دن کے بعد اگر بال سیاہ نہ کرے تو صورت اور بھی بگڑی ہوئی نظر آتی ہے..... چھوٹی چھوٹی ارزتی آنکھیں جو اکثر عینک کے پیچھے دوسروں کے اعمال تلاش کرنے میں لگی رہتی ہیں..... شراب کا رسیا..... کیا رتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوا۔ وہ تڑپ اٹھی اور بڑی محبت سے چمکارتے ہوئے اپنی ساڑھی کے پلو سے آنکھیں صاف کیں۔

دیکھو رتی..... ہم تمہیں اس طرح اداس نہیں دیکھ سکتے۔ راکھی نے دیکھا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ رتی خاموش رہی۔

دیکھ میری بچی..... چاہے یہ تقدیر کا فیصلہ سمجھ لے..... یا کچھ اور..... تیرا دامن شیوا جی سے بندھا تھا..... اب گزارہ تو کرنا پڑے گا نا راکھی نے رتی کے شانے پر تھپکی دے کر کہا۔

گزارہ تو ہوگا..... رتی نے رخساروں پر انگلیاں پھیر کر آنسو صاف کئے۔

شاباش..... راکھی نے تھپکی دی۔ اور باہر نکل گئی۔

کئی دن یونہی گزر گئے..... وہ درپن کے لئے افسردہ تھی..... اسے تو یہ بھی علم نہ تھا درپن ہندوستان آ چکا ہے یا کہ نہیں..... اداس اداس سی اپنے کمرے میں لیٹی تھی... سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہولی کا تہوار قریب تھا۔ راکھی لڑکیوں کو اتھ لئے خرید و فروخت کے لئے گئی ہوئی تھی..... شیوا جی ابھی اپنے کام سے نہیں نے تھے..... وہ کسی رسالے کی ورق گردانی کرتی ایک دم ہڑبڑا سی گئی۔

بی بی..... آپ کا فون..... ملازمہ نے کہا۔

کون ہے۔ وہ بولی۔

معلوم نہیں جی..... ملازمہ نے کہا۔

نام پوچھو..... وہ پھر لیٹ گئی۔

میں نے پوچھا تھا جی..... بولے پہلے بلاؤ..... میں خود رتی بی بی کو بتا دوں گا... ملازمہ کہتی ہوئی باہر چل دی۔

درپن..... دل میں جلترنگ سی بجنے لگی..... وہی ہوگا..... آ گیا ہوگا باہر سے وہ لمبے ڈگ بھرتی فون کے پاس پہنچی..... اور جلدی سے ریسور ہونٹوں کو لگا لیا

درپن..... تم کیسے ہو..... کب آئے..... خوشی و مسرت کے جھولے میں جھولتے چہکی۔

چند دن ہو گئے ہیں آئے ہوئے..... تم سے رابطہ نہیں ہو سکا..... دوسری طرف سے پن نے کہا۔

میرے سب رابطے بند ہو چکے ہیں..... میں کیا کروں..... وہ جیسے سسک اٹھی..... گھبرانا نہیں..... جو ہو گیا سو ہو گیا..... خود کو..... رتی..... رتی..... لیکن پشت جانب سے شیوا جی نے ریسور اس کے ہاتھ سے چھین کر واپس رکھ دیا۔

کون ہے یہ۔ شیوا جی اسے بازو سے پکڑ کر کمرے میں لے گئے۔

درپن تھا..... آپ کو نہیں معلوم..... وہ حیرت سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

جانتا ہوں..... درپن کا سیوک محل کے مکینوں پر بڑا اختیار ہے۔ شیوا جی تلخ لہجے میں لے۔

اختیار کیوں نہ ہو..... ہمارے تمام بگڑے کام وہی تو سنوارتا ہے۔ وہ بڑے بیباک لہجے بولی۔

لیکن یہاں اس کا اختیار نہیں ہے..... خبردار وہ تمہیں آئندہ فون ہرگز نہ کرے ا بگڑا کام سنوارنے کی کوشش کرے۔ شیوا جی کی ارزقی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

کیوں؟..... وہ برجستہ بولی۔

بس جو کہہ دیا..... اس پر عمل ہونا چاہئے..... شیوا جی نے آنکھیں دکھائیں۔

یہ گھر ہے یا قید خانہ..... یہاں میں اپنے کسی کا فون بھی نہیں سن سکتی..... اس کی آ حلق میں ہی اٹک گئی۔

راجکمار کا فون سننے سے کیوں انکار کیا۔ شیوا جی چلائے۔

وہ میرا کچھ نہیں لگتا..... وہ بھی اسی لہجے میں بولی۔

اور یہ جسے درپن کہتی ہو..... کیا ہے تمہارا..... شیوا جی طنز سے بولے۔

وہ سب ہی کچھ ہے..... خلوص' محبت چاہت کا رشتہ ہے اس سے..... سیو خاندان کے راستوں کے تمام کانٹے آنکھوں سے چنے ہیں اس نے..... وہ ہمارا جان نثار ..... ہمارے دکھ دور کرنے والا ہے..... آہ..... آپ لوگ..... وہ ہاتھوں پر چہرہ ر بری طرح رو دی..... شیوا جی پاؤں پٹختے باہر نکل گئے۔

وہ بہت دیر سسکتی رہی..... رہ رہ کر درپن کی محبت پر خلوص چاہت اور بے لو ہمدردی اس کا قلب و جگر پارہ پارہ کرنے لگی..... اس بھری دنیا میں ایک وہ ہی تو تھا جو کے اندر بھڑکنے والی آگ کو ٹھنڈا کرتا تھا۔ درپن..... اس کے جگر سے ایک ہوک سی ا .....

کیا جانو..... میں قفس میں ہوں..... درپن یہ سونے کا پنجرہ ہے..... میرے کاٹ کر میرے اپنے بھائی نے ڈال دیا ہے..... میرا صیاد ظالم ہے..... کیسے تم تک پہنچ ..... کاش تم نہ جاتے۔ درپن..... آ جاؤ..... مجھے باندی بنا لو..... دنیا سے فرار حا کر لوں گی..... درپن مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو..... درپن اپنے چرنوں میں جگہ د ..... میں تیری داسی ہوں..... بری طرح سٹپٹاتے رتن نے اپنا ماتھا پلنگ کی پشت پ دیا..... اور بلک بلک کر رو دی..... مجبور و بے کس.....

ممانی..... کیا ہوا..... ہراساں سی کومل داخل ہوئی..... کومل..... ہم بہت ہیں..... مرنا چاہتے ہیں۔ رتن نے آنچل سے چہرہ صاف کیا۔

پانی پیجئے..... میں چائے لاتی ہوں..... کومل نے بڑی محبت سے صراحی نما جگ

بلوریں گلاس میں پانی انڈیلا۔ جسے رتن غٹاغٹ پی گئی۔

میں چائے لاؤں آپ کیلئے..... وہ اٹھی.....

نہیں تم بیٹھو..... رتن نے بازو پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا۔ ابھی آئی۔

کومل تیز رفتاری سے باہر کی طرف بھاگی..... اور چند منٹوں میں ٹرالی میں چائے لے آئی۔

اتنی جلدی بنالی۔ رتن نے کہا۔

میں بنا کے آئی تھی آپ کے پاس..... کومل نے دو کپ بنا کر ایک خود اور دوسرا رتن کو دیتے ہوئے کہا۔

لیجئے..... نمکین بسکٹ ہیں..... میرا خیال ہے آپ نے ناشتہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا۔

کومل نے بسکٹ کی پلیٹ رتن کے پاس رکھی۔

رتن کومل کی محبت کو رد نہ کر سکی..... اس لئے ایک بسکٹ اٹھایا۔

ممانی..... ہم آپ کی پریشانی کا مداوا تو نہیں کر سکتے..... کومل نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتار کر کہا۔

میرے دکھوں کا مداوا ہو ہی نہیں سکتا کومل..... کیونکہ میرے جیون کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔

وہ بڑی نراش نظر آ رہی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... ماموں سب سے بڑی پریشانی ہے آپ کی۔ کومل نے اصل بات کو چھیڑا۔ لیکن رتن نے اس بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....

ٹھیک ہے نا..... کہاں آپ..... اور کہاں ماموں شیوا..... یقین کیجئے..... آپ کے بھائی کو اس بات کا خیال ہونا چاہئے تھا۔

کومل بھی راجکمار کی خود غرضی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔

رتن نے خالی خولی نگاہ اس زبردست اور اکڑ رکھنے والی لڑکی پر ڈالی۔

کیا..... سیوک محل میں کسی کو خیال نہ آیا..... وہ پھر بولی۔

کس کو خیال آتا..... جو راستے کی رکاوٹ بن سکتا تھا..... یہ سب اس کی عدم موجودگی میں ہوا..... تبھی تو بھائی نے ایسا کیا۔ رتن بے دھڑک کہہ گئی۔

کون تھا وہ..... کومل ایک دم بولی۔

جس کا فون آنے پر تمہارے ماموں نے میرے ہاتھ سے ریسور چھینا..... بس وہ ہی ایک ہمدرد رہ گیا ہے میرا..... رتن نے بھیگی پلکیں اپنی انگلیوں سے پونچھ کر کہا۔

اچھا اچھا..... اسی پر ماموں خفا ہو رہے تھے۔ کومل کو ایک دم یاد آ گیا۔

یہ گھر نہیں..... قید خانہ ہے..... باہر آنا جانا تو در کنار..... میں اپنی مرضی سے فون بھی نہیں کر سکتی..... ہر حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے..... بتاؤ مجھے..... یہ پہرے کس لئے۔ رتن نے روتے روتے کومل کے شانے کو جھنجھوڑ دیا۔

میرے خیال میں ہر بوڑھا عمر رسیدہ آدمی نوجوان پتنی حاصل کر کے شکی ہو جاتا ہے۔ ماموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے۔ کومل نے کہا۔

تمہارے ماموں نے ایسا کیوں کیا..... چلو..... میری تو زبان بندی تھی..... بھائی اور سماج کی قید تھی..... شیوا جی تو کسی کے پابند نہیں تھے۔ رتی نے دل کے پھپھولے پھوڑ دیئے۔

آپ بھی کمال کرتی ہیں..... یہ جو موہنی صورت ہے..... اس پر شیوا جی کیا..... دیوتا بھی قربان ہو سکتے ہیں..... کومل نے رتن کے رخساروں کو ہاتھ لگا کر قہقہہ لگایا۔

اور رتن نے صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا!

☆ O ☆

ملازم نے بے شمار پیکٹ رتن کے سامنے صوفے پر ڈھیر کر دیئے..... یہ کیا ہے بھئی۔ رتن نے اپنے دراز بالوں کو چوٹی کی صورت میں باندھ کر ایک طرف کیا۔

شیوا جی لائے ہیں بی بی سرکار۔ ملازم نے واپس جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

پردا سرکا..... اور شیوا جی داخل ہوئے۔

ان کو دیکھ کر ملازم ایک دم خاموشی سے باہر نکل گیا۔

رتی..... وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔

جی..... یہ سب تمہارے لئے ہیں..... دیکھے نہیں..... شیوا جی نے بڑی اپنائیت سے ایک پیکٹ رتن کی گود میں رکھ کر کہا۔

نہیں..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔

سب کھولو..... اس میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے..... ساڑھیاں' زیور اور دوسری کئی چیزیں۔ وہ ہاتھوں کو پھیلا کر بولے۔

سب کچھ تو تھا..... کیا ضرورت تھی سب کی..... وہ بے دلی سے بولی۔

مجھے معلوم ہے..... تمہارے پاس سب کچھ ہے..... لیکن یہ ان سے بھی اچھی چیزیں ہیں..... تم دیکھو گی تو تمہیں پسند آئیں گی۔ شیوا جی نے ایک پیکٹ جو اس کی گود میں تھا..... کھولا۔ دیکھو..... اچھی ہے نا۔ شیوا جی نے ساڑھی اس پر پھیلا دی..... یوں جیسے کالی گھٹا میں آفتاب ابھر آیا ہو..... رتن نے آہستہ سے مسکرا کر ساڑھی کو ہٹا دیا۔ تمہارے اس لازوال حسن نے اس قدر مجبور کیا کہ میں اس عمر میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکا..... رتی میں چاہتا ہوں تمہیں میں ہی دیکھوں..... وہ اپنی کمزوری بیان کرنے لگے۔ وہ خاموش سنتی رہی۔

راجکمار دولت کا بھوکا تھا..... میں نے داؤ پر لگاتے ہی تمہیں حاصل کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا..... مجھے معلوم تھا کہ وہ فیکٹری کے عوض تمہیں دے دے گا۔ وہ

مدہوش ہو کر سچائی پر آمادہ ہو گئے۔

میں نے تمہیں یوں ہی حاصل نہیں کیا..... بڑی جدوجہد کی ہے۔ وہ رتن کی آنکھوں میں ڈوب کر ابھرے.....

آخر بیوپاری جو تھے۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دو کروڑ کی فیکٹری راجکمار کے نام کی ہے..... لیکن تمہاری وجہ سے یہ سودا مہنگا نہیں لگ رہا۔ تم جو مل گئیں..... تمہاری تو ایک ایک ادا دو دو کروڑ کی ہے..... اور یہ آنکھیں..... کائنات نظر آوے..... وہ نہال سے ہو گئے۔

رتن نے شیوا جی کے چہرے کو بغور دیکھا..... وہ اب کلین شیو کر چکے تھے۔ گو چندیا سے بال غائب تھے..... لیکن رنگے ہوئے تھے..... اس وقت خاصے تنومند نظر آ رہے تھے۔

بڈھا عاشق مزاج ہے۔ اس نے سوچا.....

رتی..... وہ پکارے۔

جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

تم یہاں خوش نہیں ہو۔

خوش کیوں نہیں..... کس نے کہا آپ کو..... میں تو بہت خوش ہوں وہ صرف دل کڑا کر کے بولی۔ اور قریب پڑے ڈبوں کو چھوا.....

بھئی ناراض جو تھی..... وہ پچھلی بات یاد آتے بولے۔

نہیں..... میں کیوں ناراض ہونے لگی..... میری اوقات کیا..... وہ دکھے دل سے بولی۔

یہ نہ کہو..... دراصل..... میں تمہارا واسطہ کسی سے رکھنا نہیں چاہتا..... تمہیں کوئی دیکھے..... مجھے پسند نہیں..... شیوا جی نے اپنے دل کا چور ظاہر کر دیا۔

کون دیکھے گا مجھے..... وہ افسردہ سی ہو گئی۔

تمہارا حسن اب بھی قاتل ہے..... تمہاری آنکھوں میں وہ ساحری ہے کہ بڑے بڑوں کے پیمانے لرز جاتے ہیں..... تم ہو ہی اس قدر حسین..... بڑی بے کلی کے ساتھ شیوا جی نے اپنے ہاتھوں میں رتن کے مرمریں گداز ہاتھوں کو تھام لیا۔

وہ بری طرح کسمسا گئی..... اپنے ہاتھوں کو شیوا جی کے جھریوں بھرے بدنما ہاتھوں میں دیکھ کر وہ سراپا لرز گئی (کیا میں اس شخص کے قابل تھی)..... میرے نصیب کا ستارا

اتنا تاریک ہے..... میں کس قدر بدنصیب ہوں..... گوتم اس قدر جلد دنیا سے چلا گیا..... اور مجھے سماج کے گھناؤنے اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ گیا..... اگر گوتم نہ تھا تو درپن ہی میرا بن سکتا..... جو میرے دکھ درد کا ساتھی ہے۔ روحوں کا ساتھ ہے اس سے میرا۔ جنم جنم کا میرا درپن سے ناطہ ہے..... اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا۔

کیا سوچ رہی ہو.....

کچھ بھی نہیں..... وہ اتنا ہی بولی۔

کچھ تو ہے..... سوچ رہی تھی..... گھر یاد آ رہا ہے۔ وہ محبت سے بولے۔

نہیں..... آپ گھر کی بات نہ کیا کریں۔ وہ بیزار سی لگنے لگی تھی۔

کیوں..... کوئی بھی انسان گھر کو نہیں بھولتا۔ وہ حیرت سے مسکرائے۔

جب گھر ہی نہیں تو یاد کیسی..... وہ پلٹ کر بولی۔

سیوک محل تمہارا ہی تو ہے..... تمہاری جائیداد میں شامل ہے۔ شیوا جی کی کسی خیال سے آنکھیں روشن ہو گئیں۔

وہ اب میرا نہیں ہے۔ وہ بے ساختہ شیوا جی کو یقین دلاتے بولی۔

کیا مطلب؟..... وہ ایک دم چونکے۔

وہ محل اب بھیا کا ہے..... اس کی خالی خولی دیواروں سے مجھے وحشت ہوتی تھی۔ رتن نے بیزاری سے کہا۔

تم نے راجکمار کے نام کر دیا۔ وہ اچھلے..... شیوا جی کو جیسے کسی زہریلے کیڑے نے ڈنگ مار دیا ہو.....

اپنے حصے کی تمام جائیداد میں بھیا کے نام کر چکی ہوں۔ وہ بغور شیوا جی کا چہرا دیکھ کر حیران رہ گئی.....

یہ وہ شخص ہے جس کی اپنی کروڑوں کی جائیداد ہے..... دولت اس کے گھر کی لونڈی ہے..... سانپ بنا بیٹھا ہے سونے چاندی پر..... سیوک محل کے جانے پر اس قدر تاسف..... اور پچھتاوہ۔ وہ دیکھتی رہ گئی۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا..... کم از کم کسی سے مشورہ ہی کر لیتی۔ شیوا جی نے اس قدر جائیداد کے کھو جانے پر شدید صدمہ پہنچا۔

شیوا جی..... کیا کرتی میں اس دولت کا..... مجھے نہیں ضرورت..... وہ جھلا کر بولی۔

تم پاگل ہو..... دولت کی کسے ضرورت نہیں ہوتی..... افسوس! مجھے اگر معلوم ہو جاتا کہ تمہاری ساری جائیداد راجکمار کے پاس ہے تو میں دو کروڑ کی فیکٹری اس کے نام کبھی نہ کرتا۔ وہ کفِ دست ملنے لگا۔

آپ کو افسوس ہو رہا ہے۔ رتن کو شیوا جی کی حریصانہ طبیعت پر حیرت ہوئی۔

افسوس تو ہوگا..... میں نے اسی وجہ سے ایسا کیا تھا کہ تمہاری وجہ سے میری کی پوری ہو جائے گی۔ وہ اچانک بغیر سوچے اصل بات کہہ گئے۔

اچھا..... وہ ورطہ حیرت میں اتر گئی۔

لیکن..... میں اپنی اس غلطی پر پچھتانے کی بجائے غور کروں گا..... شاید کوئی مثبت حل نکل آئے۔

شیوا جی نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر کہا۔ جب وہ کسی سنجیدہ مسئلے پر غور و حوض کرتے تو یہی انداز اپناتے تھے۔

اب کیا ہو سکتا ہے۔ رتن مسکرا دی.....

بہت کچھ ہو سکتا ہے..... اپنے وکیل سے مشورہ کروں گا۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے.....

رتی دیکھتی رہی..... اور وہ باہر کی طرف چل دیئے۔

رتن بی بی..... شیوا جی کہاں ہیں..... ملازمہ نے ہانپتے ہوئے اندر آتے کہا۔

ڈرائنگ روم میں ہوں گے..... وہ قیاس سے بولی۔

بہتر سرکار..... ملازمہ بے ساختہ پلٹی۔

پارتھ..... ایک دم رتن نے روکا۔

جی..... پارتھ جاتے ہی رکی۔

کیا بات ہے..... بڑی عجلت میں ہو۔ رتن نے کہا۔

بی بی سرکار آپ کو نہیں معلوم۔ وہ بولی۔

نہیں تو..... کوئی خاص بات ہے۔ رتن حیرت سے بولی۔

سنیل بابو کا فون ہے..... وہ امریکہ سے آ رہے ہیں..... پارتھ نے کہا۔

رتن کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

وہ..... وہ شیوا جی کے بیٹے ہیں..... ایک ہی تو بیٹے ہیں..... میں بتا آؤں جی..... وہ

باہر کی طرف بھاگی.....

اور رتن نے جو خیال کیا تھا..... وہی سچ نکلا..... آج تک ان لوگوں نے اس بات کو چھپائے رکھا کہ اتنے نوجوان بیٹے کا باپ ہے شیوا جی.....

سنیل کا فون کیا آیا..... سارے گھر میں جیسے چراغاں ہو گیا..... کومل کھلی کھلی سی لگنے لگی..... بچپن کا منگیتر جو تھا.....

وہ تھکی تھکی سی صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی..... کہیں دل نہ لگتا تھا..... زندگی پر ایک جمود طاری ہو چکا تھا۔ آج کتنے ماہ ہو گئے تھے پوجا ماں اور درپن سے ملے ہوئے..... وہ درپن کو فون بھی نہیں کر سکتی..... درپن..... درپن..... درپن کا نام زبان پر آتے ہی وہ سسک اٹھی..... رتن نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے لئے کس قدر افسردہ تھا.....

آفس سے واپسی پر وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا جاتا..... آج تو پوجا نے ٹھان لی کہ درپن سے کوئی فیصلہ کر کے رہے گی..... وہ کب سے اپنے کمرے میں بند تھا۔

بیٹا..... وہ داخل ہوئی۔

جی اماں..... درپن نے پوجا کی جانب کروٹ لی۔

بیٹا..... کھانا لے آؤں۔ وہ بولی۔

نہیں..... بھوک نہیں ہے۔ وہ حسب عادت بولا۔

بیٹا..... سارے دن میں صرف ایک چپاتی..... کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پوجا بہت فکرمند نظر آنے لگی تھی۔

اماں..... میرا کچھ کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا..... تنگ آ گیا ہوں..... وہ بڑی بیزاری اور ناگواری سے بالوں کو ایک ہاتھ سے پیچھے کی طرف کرتے بولا۔

مجھے احساس ہے..... تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں..... لیکن بیٹا..... اب اس الجھن کا سلجھنا مشکل ہے۔ پوجا نے کہا۔

پھر کیا کروں..... سمجھ نہیں آ رہا..... جب یہ خیال آتا ہے کہ رتی کے ساتھ ظلم ہوا ہے تو خود کو مجرم خیال کرتا ہوں۔ وہ حد درجہ ملول و پریشان لگ رہا تھا۔

تم خود کو سنبھال لو بیٹا..... میں تمہیں پر سکون دیکھنا چاہتی ہوں۔ پوجا نے کہا۔

میرے پاس سکون نہیں ہے..... رتی کی غم و اضطراب میں ڈوبی آواز نے میرے اندر کی دنیا تہہ و بالا کر دی ہے۔ وہ نہ جانے کتنی دکھی ہے..... وہ خود مضطرب لگ رہا تھا۔

تم خود اپنی دنیا کی طرف لوٹ آؤ..... پوجا مجبور سی لگ رہی تھی۔

میری دنیا..... میرے پاس ہے کیا..... سب کچھ رتن کے ساتھ چلا گیا۔ وہ مایوس سا بولا۔

تو..... دیوانہ ہو گیا ہے..... کون کسی کی ارتھی چڑھا ہے..... پرائی چتا میں کسی کو جلتے دیکھا تو نے آج تک..... وہ ایک دم بولی۔

اماں..... کیا کہنا چاہتی ہیں آپ..... کھل کر کہیں۔ اسے پوجا کی باتوں میں خود غرضی کی بو آ رہی تھی۔

بیٹا..... میں تمہیں سکھی دیکھنا چاہتی ہوں..... تم شادی کر لو..... میرا آنگن بھی پھولوں سے بھر جائے۔ پوجا نے اپنے جذبات کا واضح طور پر اظہار کر دیا۔

اماں..... کیا کہہ رہی ہیں آپ..... کہیں دل بکتے ہیں..... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا.....

پوجا کی بات پر اسے زبردست حیرت ہوئی۔

مجھے معلوم ہے..... دل نہیں بکتے..... لیکن تمہیں اب رتن کا خیال دل سے محو کرنا ہو گا۔ وہ اپنے گھر جا چکی ہے۔ پوجا بولی

ایسا نہیں ہو سکتا..... رتن کا خیال میری روح میں سرایت ہو چکا ہے..... وہ ہمیشہ سے میری تھی اور ہے..... وہ بولا۔

اب کیا فائدہ..... اس کی شادی ہو چکی ہے..... وہ بوڑھا اس کو باہر کی ہوا نہیں لگنے دیتا..... اس لئے بھول جاؤ..... پوجا نے جوش سے کہا۔

نہیں بھول سکتا..... تمام عمر اسی کی یاد میں بتا دوں گا..... وہ افسردہ سا بولا۔

تو شادی نہیں کرو گے۔ پوجا ڈانٹ بھرے لہجے میں بولی

نہیں..... وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

ٹھیک ہے۔ نہ کرو..... پوجا غصے سے اٹھی اور دروازے کی طرف چل دی۔

پوجا ماں..... بڑے پیار سے درپن نے پکارا.....

وہ خفا خفا سا پلٹ کر بولی۔

حوصلہ ہار دیا نا آپ نے..... درپن اٹھ کر پوجا کے پاس چلا گیا۔

میں ماں ہوں تمہاری..... میری بھی کوئی آشائیں ہیں..... میرا دل نہیں چاہتا کہ تمہارا گھر آباد دیکھوں..... تمہارے بچے کھلاؤں..... وہ ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

اماں..... میں مانتا ہوں..... ہر ماں ایسا ہی سوچتی ہے..... وہ خاموش ہو گیا۔

پھر تمہیں انکار کس بات کا ہے..... پوجا بڑی ملتجی نظروں سے دیکھنے لگی۔

میں اس بات سے انکار نہیں کرتا..... آپ کے جذبات درست ہیں پر..... میں اس دل کا کیا کروں..... جو کہیں بہلتا ہی نہیں..... وہ بھرائی ہوئی آنکھوں سے رتن کی بہت ہی خوبصورت تصویر پورٹریٹ نما جو حال ہی میں بنوا کر لایا تھا..... دیکھنے لگا.....

میں اس تصویر کو اتار دوں گی..... پوجا ماں کو غصہ آ گیا۔

پوجا ماں..... ہرگز ایسا نہ کیجئے گا..... آپ کو معلوم ہے نایہ رتی کی تصویر ہے۔ وہ بے چین سا ہو گیا۔

رتی کی تصویر ہے..... رتی نہیں بیٹا..... وہ تمہاری نہیں ہے۔ پوجا نے کہا۔ آواز میں بغاوت تھی۔

اماں..... پلیز..... آپ مجھے چند دنوں کے لئے آزاد چھوڑ دیجئے میں کوئی مثبت جواب دوں گا آپ کو..... ہاں ماں..... وہ پوجا کا شانہ ہلا کر بولا۔

اچھا..... جیسے تمہاری مرضی..... پوجا باہر کی طرف چل دی۔

اماں..... ناراض ہو گئیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔

نہیں بیٹا..... تم سے ناراض ہو کر کون سا ٹھکانہ ہے..... میرے جیون کا مرکز تو تم ہی ہو..... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں..... رہا رتی کا سوال..... ہم اور رتی..... دو الگ الگ قومیں ہیں..... ہماری معاشرت رہن سہن اور طور طریقے ان لوگوں سے مختلف ہیں..... بلکہ ہمارا تو مذہب بھی مختلف ہے..... ہم ایک خدا اور ایک رسول کو مانتے ہیں..... ان نگوڑوں کے تو گھر گھر خدا ہیں..... میل کیسے ہو سکتا ہے..... پوجا کے الفاظ میں نفرت کا شائبہ شامل تھا۔

اس کے باوجود زندگی سیوک محل میں گزار دی..... اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ درپن مسکرا کر بولا۔

میں بظاہر مندر بھی جاتی تھی..... لیکن اپنے خدا رسولؐ اور قرآن کو فراموش نہیں کیا میں نے۔ پوجا بڑے تفاخر سے بولی۔

پوجا ماں..... میں نے رتن کی بیوگی کے بعد بہت کامیاب ترکیب بنائی تھی لیکن میری عدم موجودگی میں راجکمار نے جو حرکت کی ہے..... اس سے سب کچھ تہہ و بالا ہو گیا.....

وہ بری طرح پچھتا رہا تھا۔

اوپر والے کو یہی منظور تھا..... اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ بولی۔

اب کیا ہونا ہے..... وہ بڈھا ایک جابر ہندو ہے..... وہ رتی کو ٹیلی فون نہیں سننے دیتا..... باہر نکلنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ درپن کے لہجے میں ناامیدی کے سائے لہرانے لگے۔

اسی وجہ سے تو میں کہتی ہوں..... تم بھول جاؤ سب کچھ..... اگر کہو تو میں رتن سے کسی طرح اجازت لے لوں..... پوجا نے مستحکم ارادے سے کہا۔

نہیں پوجاماں..... میں اب اور اس کے دل کو زخمی نہیں کرنا چاہتا..... نہ جانے اس کے ننھے سے دل پر کتنے زخم ہوں گے..... حالات کی سنگینی کے کتنے نشتر اس نے کھائے ہیں..... نہیں..... میں اس کو اور زخم نہیں دینا چاہتا..... وہ چٹان کی طرح اٹل نظر آرہا تھا۔

تمہارا فیصلہ ہے..... پوجا نے کہا۔

ہاں اماں..... یہی سمجھئے..... آپ مجھے دیکھ کر ہی اپنے خوابوں کی تعبیر مکمل کر لیجئے..... رتی میرے آسمان کا وہ ستارہ ہے..... اگر یہ غروب ہو گیا تو میں تہی دست ہو جاؤں گا..... میری کائنات ہمیشہ کے لئے تاریک ہو جائے گی..... وہ ہی ایک چراغ ہے..... میری روشنی ہے۔ وہ رکا.....

رتی کی تو شادی ہو چکی ہے۔ جیسے پوجا نے اسے احساس دلایا کہ رتی کی شادی ہو چکی ہے..... شاید وہ بھول چکا تھا۔ اماں..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں..... یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے محبت ہو..... اس سے شادی ضرور ہو..... محبت تو خدا ہے..... اندر سے اٹھنے والے سچے جذبے کو محبت کہتے ہیں..... اس میں کسی نفسانی خواہش کا عمل دخل نہیں ہے اماں..... درپن نے اپنے مضبوط دلائل سے پوجا کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

اچھا بیٹا..... جیسے تمہاری مرضی..... میں تمہارے ساتھ ہوں..... پوجا نے درپن کے گھنے بالوں پر ماتا بھرا بوسہ دیا..... اور مسکرا دی۔

اماں..... Thank you..... درپن کو ایسی ماں کی ہی ضرورت تھی۔ پوجاماں زندہ باد..... درپن نے محبت کے شدید جذبے کے تحت پوجا کو لپٹا لیا۔

☆ O ☆

ٹھنڈی سرشار ہوائیں چل رہی تھیں..... آسمان پر سرمئی بادل ایک دوسرے کے تعاقب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بھاگ رہے تھے..... موسم بہار کی آمد آمد تھی..... شام پانچ کا عمل ہو گا..... ملازم نے چائے کے ساتھ فروٹ کی ڈشیں سنگ مرمر کی بڑی سی میز پر رکھ دی تھیں..... آکاش کے ہم رنگ ساڑھی میں ملبوس سیاہ جڑاؤ زیورات سے لدھی رتن اپنے دلکش حسن کے ساتھ دراز بالوں کو کولہوں پر بکھرائے خاموش حسب عادت بیٹھی تھی۔

شیوا جی..... ایک ہیجڑا آپ سے ملنا چاہتا ہے..... ہے بڑا خوبصورت..... سندر۔ ہندو ملازم نے اپنی ٹنڈ کے اوپر والی بودی کو [illegible] کر حیرت کا اظہار کیا۔

ہیجڑا..... رتن نے چونک کر کہا۔

اور شیوا جی حیرت سے بولے۔

ہاں جی..... سرکار..... ہیجڑا ہی ہے..... کہہ رہا ہے کہ نہ ملوں گا تو چوکھٹ پر جان دے دوں گا..... ملازم نے کہا۔

لے آؤ۔ دیکھتے ہیں کیا کہتا ہے..... شیوا جی نے مسکرا کر ملازم کو دیکھا.....

یہاں سرکار..... ملازم نے حیرت سے شیوا جی پھر رتن کی طرف دیکھا..... یہ تو رتن بی بی کی سورج کی لُو سے بھی بچائے..... وہ سوچنے لگی۔

لے آؤ..... فرق نہیں پڑتا..... ہیجڑا ہے..... کوئی بات نہیں دشواش نہ کر۔ شیوا جی مطمئن ہو گئے۔

بہتر جی اور ملازم تیز رفتاری سے لوٹ گیا۔

ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ گلابی چوبداری ساڑھی میں ملبوس لمبی لمبی چوٹیاں سینے پر لٹکائے..... ماتھے پر گھنگریالے بال ڈالے میک آپ سے اٹا چہرا..... غرض کے وہ خاصا فیشن ایبل ہیجڑا تھا۔

نمستے ..... نمستے ..... سرکار ..... ہیجڑے نے آتے ہی شیوا جی اور رتن کو بڑے ادب سے جھک کر نمستے کیا۔

بیٹھو ..... شیوا جی نے سامنے کرسی کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا ..... اور ہونٹوں میں مسکرا دیئے۔

جے ہو سرکار آپ کی ..... رتن اپنے خوبصورت ہونٹوں کو دبا کر ہنسی دبا رہی تھی .....

کیسے آئے ہو ..... مطلب کہ کیسے آئی ہو ..... شیوا جی نے رتن کو دلچسپی سے دیکھا ..... وہ مسکراتی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ہم نے ناچ گانا چھوڑ دیا ہے سرکار ..... محنت روزی کمائیں گے۔ وہ اٹھلا کر ہاتھ نچا کر بولا۔

نام کیا ہے تمہارا۔ شیوا جی نے کہا۔

ہمارا نام گلابو ہے سرکار ..... آپ کی بہت تعریف سنی ..... تو نوکری کے لئے حاضر ہو گئے۔

کیا نوکری کر سکتی ہو ..... گلابو ..... شیوا جی نے رتن کی طرف دیکھا۔

ہم کھانا پکانا بھی جانتے ہیں ..... گاڑی چلا لیتے ہیں ..... برے آدمی کی آنکھ پہچان لیتے ہیں ..... چوکیدار بن سکتے ہیں ..... لڑانا بھی جانتے ہیں۔ گلابو نے ایک ہی سانس میں ساری نوکریاں انگلی پر گنوا دیں۔

ہوں ..... ہے تو کام کی چیز ..... کل کلاں کو سنیل آ رہا ہے ..... وہ نوجوان ہے ..... گلابو اگر رتن کے پاس رہے گی تو کسی خرابی کا امکان نہیں ..... رتن کو وہ جانتے تھے ..... البتہ سنیل نوجوان ہے ..... گلابو رتن کا خیال رکھے گی ..... ان کی عدم موجودگی میں سنیل گلابو کی موجودگی میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا ..... میں اپنے بیٹے کی حالت اور عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔

رتن نے بغور شیوا جی کو دیکھا۔

کیا سوچنے لگے شیوا سرکار ..... ہمیں کام سونپ دیجئے ..... ہم دکھی لوگوں کو خوش بھی کرتے ہیں سرکار ..... نَین خود دکھوں کے مارے ہیں ..... گلابو نے رتن کو دیکھا۔ شیوا جی ہنس دیئے۔

ہمیں سوچنے کا وقت چاہیئے ..... تم ہماری منشی کو اپنا نام اور ایڈریس لکھوا دو ..... شیوا

جی نے کہا۔

ہمارا نام تو گلابو ہے شیوا سرکار ..... لیکن ایڈریس کوئی نہیں ہے سرکار ..... جب گھر ہی نہ ہو تو ایڈریس کیسا۔

وہ اپنی دونوں چٹیا انگلیوں پر لپیٹتے بولی۔

کہیں تو رہتے ہو گے۔ رتن کو حیرت ہوئی .....

کسی کے دل میں رہتے تھے۔ اینٹ پتھر کا گھروندا تو ہے نہیں ..... گلابو کی بات سے شیوا جی کھل کھلا کر ہنس دیئے۔ رتن بھی مسکرا دی۔

باتیں اچھی کرتی ہو ..... باتیں نہ کریں تو کھائیں کہاں سے ..... گانا تو چھوڑ دیا ہم نے ..... گلابو افسردہ سی ہو گئی۔

ممانی ..... جلدی آیئے ..... ماتا جی بلا رہی ہیں ..... برآمدے میں کھڑے رمل نے پکارا ..... رتن نے پلٹ کر دیکھا۔

جاؤ ..... شاید راکھی آ گئی ہے۔ شیوا جی نے رتن کو جانے کے لئے کہا۔

رتن اٹھی ..... گھیرادار غرارہ سنبھالتے آہستہ آہستہ رمل کی طرف جانے والی راہ داری پر چل دی۔

ہمارا کیا بنے گا جی ..... بے سہارا ہیں جناب۔ گلابو کو یوں محسوس ہوا جیسے رتن اپنے قدموں میں اس کا دل مسل کر چل دی ہے۔

تمہارا اچھا ہی بنے گا ..... تمہاری باتیں اچھی ہیں ..... تم کام کے آدمی بھی ہو ..... یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔

شیوا جی سوچنے لگے ..... ان کو رتی کی نگرانی کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔

بولئے نا شیوا سرکار ..... ہم مرے جا رہے ہیں ..... گلابو نے ناک پر انگلی رکھی۔

دیکھو ..... جو کچھ کہوں راز ہی رکھنا ..... کوئی بات زد عام نہ ہو۔ شیوا جی نے اپنا منہ آگے کو کیا۔

اور رام ..... آپ کی بات راز نہ رہے تو ہم جان سے جائیں۔ وہ اٹھلائی۔

سنو ..... تم دیکھ رہے ہو نا ..... ہماری پتنی کس قدر حسین ہے۔ رام قسم کامنی ہے امنی۔

گلابو نے تعریفانہ انداز میں انگلی اور انگوٹھے کو جوڑ کر زبردست تعریف کا اظہار کیا۔

تمہیں نگرانی کرنا ہوگی..... شیوا جی نے آہستہ سے کہا۔

جی..... نگرانی..... گلابو نے حیرت سے ناک سکیڑی۔

ہاں نگرانی..... یعنی کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی رہنا ہے..... کوئی باہر سے فون نہ کرے..... یا گھر میں کوئی بات نہ کرے..... یہ تو بیچاری ایسی نہیں ہے شیوا جی کھل کر بولے۔

ہاں میں سمجھ گئی شیوا جی..... اس عمر میں جوان پتنی بھی عذاب ہے جی..... اور پھر آپ کی پتنی..... رام..... رام قسم..... گلابو نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... میں زیادہ عمر رسیدہ ہوں..... شیو جی کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔

عمر رسیدہ تو نہیں آپ..... ٹھیک ہی ہیں..... گلابو نے بغور دیکھ کر شیوا جی کو تسلی دلائی۔

شیوا جی نے تھیلی کی سنہری ڈوری کھولی..... اور ورق میں لپٹی پان کی گلوری منہ میں بائیں داڑھ میں دبالی۔

شیوا سرکار..... ہم آپ کے معیار پر پورے اتریں گے..... گلابو نے شیوا جی کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا..... وہ اپنی نوجوان بیوی اور اس کے کافر حسن سے خائف تھا کہ کوئی اس پر چاہت کی نظر ڈال کر اس کی پتنی کو اس سے جدا نہ کردے۔ دراصل وہ سنیل سے بھی پریشان تھا۔

ٹھیک ہے..... تمہیں رہنے کو گھر دیں گے..... شیوا جی نے کہا۔

ہمیں ایک کمرہ چاہئے..... گھر کیا کریں گے ہم..... گلابو نے دور سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

چند لمحے شیوا جی خاموش رہے..... اچانک وہ چونکے.....

گلابو..... جی شیوا سرکار..... بندی حاضر ہے..... گلابو نے جھک کر ادب سے کہا۔

کچھ دنوں بعد..... میرا نوجوان بیٹا سنیل امریکہ سے آرہا ہے۔ شیوا جی خاصے پریشان لگ رہے تھے۔

اوئی رام..... شیوا سرکار..... بڑی مشکل ہوجائے گی۔

اسی وجہ سے میں پریشان ہوں..... رتی کی طرف سے مجھے کوئی پریشانی نہیں..... شیو

جی نے کہا۔

سنیل بیٹے کی طرف سے پریشانی ہے..... وہ حسن پرست ہے..... ہوگا..... گلابو نے قیاس لگایا۔

ہاں..... وہ حسین چیزوں کا دلدادہ ہے..... اور رتی کے حسن کو دیکھ کر کہیں پٹڑی سے نہ اتر جائے..... شیوا جی خاصے اڑے اڑے سے لگنے لگے تھے۔

واہ شیوا جی..... آپ بھی بھولے راجے ہیں..... بھلا میرے ہوتے ہوئے..... کچھ ہوسکتا ہے..... اور پھر پتا کی پتنی تو ماتا ہوتی ہے..... نہ..... نہ..... سنیل بابو ایسے نہیں ہوسکتے..... ماتا پر بری نجریا کون ڈالے گا..... رام..... رام..... گلابو نے کمال اداکاری سے دونوں ہاتھوں کو کانوں سے لگایا۔

پھر بھی تم خیال رکھنا..... میرا زیادہ وقت باہر گزرتا ہے..... کاروبار بہت پھیل چکا ہے..... وقت نہیں ہوتا کہ گھر پر رہوں.....

من ہولا رکھئے شیوا سرکار..... کچھ نہیں ہوگا..... ہم آپ کی پتنی کو گرم ہوا نہ چھونے دیں گے..... اگر ایسا ہوا تو آنچل میں چھپالیں گے۔ گلابو نے اپنی ساڑھی کے بڑے سے آنچل کو پھیلا کر اپنی وفاداری کا احساس دلایا۔

کل سے تمہاری نوکری پکی..... شیوا جی نے کہا۔

ابھی سے کیوں نہیں سرکار..... گلابو ہنستے ہوئے حویلی کے دوسری سمت بڑھ گئی۔

گلابو کو رتی کی نگرانی کے لئے شیوا جی نے مامور کیا کہ رتی کے لئے مصیبت کھڑی ہوگئی۔

وہ رتی کو سوائے راکھی، کومل اور رمل کے علاوہ فون تک نہ کرنے دیتی۔ اس وقت شام چھ کا عمل ہوگا..... گلابو کو کئی دن ہوچکے تھے..... رتی کمرے میں ہوتی تو گلابو کمرے کے باہر کرسی بچھا کر بیٹھ جاتی..... وہ پوری طرح رتی کو اپنی نگرانی میں رکھتی تھی.....

گلابو..... رمل نے آتے آتے کہا۔

کیا ہے رمل بی بی..... گلابو نے بال سنوارے۔

ممانی اندر ہے۔ رمل بولی۔

سو رہی ہیں..... مت جگائیے گا..... گلابو نے اچھل کر کہا۔

تو جھوٹ بول رہی ہے..... اس وقت کیا سونا..... وقت ہی نہیں ہے سونے کا۔ رمل کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔

اور گلابو فوراً لپک کر اندر داخل ہوئی۔

رمل بی بی..... آپ رتی بی بی سے میری اجازت کے بغیر نہیں مل سکتی ہاں..... گلابو روٹھنے کے انداز میں بولی۔

چل چل بڑی آئی..... چوکیدار..... ہمیں ملنے کے لئے تیری اجازت لینا پڑے گی ۔رمل غصیلے انداز میں رتی کے پاس بیٹھ گئی۔

کیا کروں..... یہ ایک نئی مصیبت میرے لئے پیدا کر دی ہے..... میں تو اب آزادی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... رتن نے خشمگین نگاہیں گلابو پر ڈالیں..... جو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی آج ماموں سے میں بات کروں گی..... رمل نے دونوں ہاتھوں کو پلنگ پر زور سے مارا۔

کہہ دیجئے گا..... یہ سب کچھ میری نوکری میں شامل ہے۔گلابو نے اپنی دراز چوٹیاں ہلاتے زور سے سر کو جھٹکا۔

آج..... شام کو مہندی کی رسم ہے..... پتا جی کی بھانجی ہے نا..... وہ رک گئی۔

کون..... ارے وہی..... چند دن ہوئے سیتا آئی تھی نا..... اس کی شادی ہے نا چلو ..... ماتا جی نے کہا ہے..... رتن بھی چلے..... بڑا مزہ آئے گا۔رمل نے کہا۔

نہ..... نہ..... رمل بی بی..... شیوا جی کی اجازت کے بغیر رتی بی بی نہیں جا سکتیں ..... آپ خود چلی جائیں۔

رمل..... تم چلی جاؤ..... اور دیدی سے معذرت کر لینا..... کہ یہ گلابو نہیں جانے دے گی..... ویسے بھی شیوا جی برا مناتے ہیں۔رتن دکھے دل کے ساتھ لیٹ گئی۔

رمل سست روی سے باہر نکل گئی۔

رتی بی بی..... آپ آرام کیجئے..... گلابو نے کھڑے ہو کر کہا۔

تو یہاں سے چلی جا..... ورنہ تیرا سر پھاڑ دوں گی میں۔قریب کے چھوٹے سے میز سے گلدان اٹھا کر رتن نے مارنے کے لئے اٹھایا۔

غصہ نہ کرو رتی بی بی..... خون میں انتشار بڑھ جاتا ہے۔گلابو نے قریب جا کر رتن کے ہاتھ سے گلدان پکڑ کر میز پر رکھ دیا۔

وہ ہی انداز..... وہ ہی الفاظ.....

گلابو..... وہ سوچتے ہوئے گلابو کی طرف دیکھنے لگی..... لیکن وہاں صرف میک اپ

کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی.....

چائے لاؤں آپ کے لئے..... گلابو کو جیسے ترس آ گیا۔

شا کرو..... میں نے کچھ نہیں کھانا اور نہ پینا..... تو دفع ہو جا..... وہ پلٹ کر لیٹ گئی۔گلابو مسکرا کر باہر نکل گئی۔

کئی دن اسی طرح گزر گئے..... گلابو تو رتی کی جان کو آ گئی..... شیوا جی بڑے خوش تھے کہ گلابو ان کی عدم موجودگی میں بڑی اچھی ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے..... اس وقت ڈرائینگ روم میں سب ہی براجمان تھے..... ڈرائینگ روم کے ایک کونے میں گلابو بھی ٹانگ پر ٹانگ رکھے گلابی ساڑھی زیب تن کئے بیٹھی تھی..... دوسری طرف شیوا جی..... راکھی اور ان کی بڑی کومل بیٹھی تھیں..... کومل کے ساتھ رتن بھی بیٹھی تھی۔

گلابو..... راکھی نے آواز دی۔

فرمایئے..... بیگم صاحبہ..... گلابو کھڑی ہو گئی۔

خانساماں سے چائے کہو..... اور تم ذرا باہر ہی رہنا..... بہتر دیدی بیگم۔گلابو لٹک لٹک کر چلتی باہر نکل گئی۔

بالکل صحیح نام ہے اس کا گلابو..... کومل نے قہقہہ لگایا۔

ساڑھی جو گلابی پہنتی ہے۔رمل نے ہنس کر کہا..... لیکن رتن خاموش رہی۔

شیوا جی..... یہ کیا روگ لگا دیا ہم سب کو۔راکھی اونچی آواز میں بولی۔

کونسا روگ..... شیوا جی چونک گئے۔

یہ گلابو کا..... کہ اب وہ رتن کو ہم سے بھی نہیں ملنے دیتی۔راکھی نے کہا۔

کیا..... جھوٹ ہے..... تمہیں ملنے سے کون روکتا ہے۔شیوا جی بولے۔

جھوٹ ہے تو..... پوچھ لیجئے بلا کر..... باتوں میں پوری اتر جائیگی۔راکھی بولی۔

پرسوں سیتا کی مہندی پر ممانی کو اس نے نہیں جانے دیا۔رمل نے شکایتاً کہا۔

اچھا کیا..... میری اجازت نہیں تھی..... شیوا جی نے رتن کو خاموش دیکھ کر کہا۔

کس چیز کی اجازت ہے..... یہ آج بتا دیجئے..... رتی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

کھانے پینے کی..... جو مرضی لباس زیب تن کرو..... صبح سیر کرو..... ہنسو کھیلو ..... شیوا جی کے اندر ظالمیت ٹیک رہی تھی۔

تم..... پاگل کر دو گے رتی کو..... اتنی پابندی میں تو وہ حواس کھو دے گی..... راکھی

کھڑے ہو کر غصے سے بولی۔

نہیں..... یہ وہم ہے تمہارا..... اس گھر میں ہر چیز کی سہولت ہے۔ میں صرف کسی ایسے شخص سے ملوانا نہیں چاہتا..... جو اس کو مجھ سے چھین لے..... رتن کو میں اپنے لئے رکھنا چاہتا ہوں..... یہ میری ہی رہے..... وہ تیزی سے بولے

کوئی چھین کے نہیں لے جارہا اسے..... تمہاری ہی ہے..... راکھی بالکل ان کے ہم وزن انداز میں بولی۔

کومل اور رل محفل کو بوجھل دیکھ کر باہر نکل گئیں۔

کچھ دنوں کے بعد سنیل آجائے گا..... پھر کیا کرو گے۔ راکھی نے کہا۔

آتے ہی کومل اور سنیل کی شادی کر دوں گا..... زیادہ انتظار نہیں ہونے دوں گا.....

مجھے ویسے بھی بے تکلفی پسند نہیں ہے۔ کچھ دن تو لگیں گے۔

گلابو ہے نا..... اچھی نگرانی کرتی ہے.....

ہنہ..... زہر لگتی ہے گلابو..... رتن کے تن بدن میں جیسے چنگاری پھوٹنے لگی.....

وہ اٹھ کر باہر چل دی۔

دوسرے دن راکھی اور لڑکیاں شادی میں شرکت کے لئے گئی ہوئی تھیں..... شیواجی مجبوراً بمبئی گئے ہوئے تھے..... گلابو [illegible]ری طرح رتن کی نگرانی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ جب حویلی کو خالی پایا تو رتن نے درپن کو فون کرنا چاہا..... لیکن گلابو کی موجودگی میں ایسا ہونا ناممکن تھا۔

گلابو..... رتن آہستہ سے بولی۔

گلابو قربان رتی بی بی..... کیا بات ہے۔ گلابو محبت سے بولی۔

ایک فون کر لینے دو..... تمہیں بھگوان کا واسطہ..... رتن سرگوشی کے عالم میں بولی..... لیکن انداز میں التجا تھی۔

کس کو فون کرنا ہے رتی بی بی..... ضروری ہے بہت۔ گلابو پاس آگئی۔

میں نے کسی اپنے کو فون کرنا ہے..... اس کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ رتن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

گلابو کے دل پر گھونسہ لگا..... رتن کی آنکھوں میں آنسو..... وہ بے چین سی ہوگئی۔

دیکھو رتی بی بی..... آپ کی آنکھوں میں آنسو..... اچھے نہیں لگتے۔ گلابو نے کہا۔

تمہیں اچھے نہیں لگتے..... کبھی وہ بھی یہی کہتا تھا..... جس نے پوچھا نہیں مجھے۔ وہ خیالی میں کہہ گئی۔

کون؟..... کون تھا جلمی..... بتائیے مجھ کو..... گلابو..... آنکھیں پھیلا کر بولی۔

وہ ہی، جس کو ہر دور میں ہم سے محبت رہی ہے..... وہ بولی۔

اور اب..... گلابو نے چہرا اپنے آنچل سے صاف کیا۔

اب بھی وہ محبت کرتا ہے..... زمانے سے شاید مجبور ہو گیا ہے..... رتن نے گلابو کے سنجیدہ چہرے کو بغور دیکھا۔

محبت کرنے والے زمانے سے مجبور نہیں ہوتے..... گلابو نے کہا..... وہ خاموش رہی

رتی..... رتی..... یہ کس نے پکارا..... وہ ہی آواز..... وہ ہی انداز..... رتن نے تڑپ کر کمرے کے چاروں جانب بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر تلاش کرنے کی کوشش کی..... اس کی متلاشی نگاہوں کی پیاس بڑھتی جارہی تھی۔ اس آواز..... اس پکار نے اس کی روح کو جھنجھا کر رکھ دیا تھا۔ پریشان ہو گئی ہو..... گلابو نے رتن کو اپنے ساتھ لپٹا لینا چاہا۔

کیا کرتی ہو..... اپنے حواسوں میں رہو۔ رتن نے گلابو کو پرے ہٹاتے ہوئے حیرت سے دیکھا۔

پھر اداس کس لئے ہیں..... گلابو نے تجسس بڑھایا۔

یہ آواز..... یہ پکار..... میری روح میں اتر گئی ہے..... اب کون مجھے اس قدر محبت و پیار سے پکارے..... رتن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

ہم جو ہیں..... آؤ لگ جاؤ ہمارے سینے سے..... بڑے رومانی انداز میں گلابو بولی۔

بکواس مت کرو..... وہ ہی ہے..... جو میری ساری کائنات کا.....

کون ہے وہ..... گلابو بڑے دلچسپ انداز میں سامنے قالین پر بیٹھ گئی۔

تمہیں کیا بتاؤں..... تم تو میری سانسیں گن گن کر شیواجی کو بتا دیتی ہو۔ رتن کو افسوس ہوا۔

وعدہ کیا ہوا ہے رتی بی بی..... نوکری ہے..... گلابو نے اٹھلا کر بال سنوارے۔

تو جاؤ چلی جاؤ..... میرا دکھ سننے کیوں بیٹھ گئی ہو، جاؤ..... چلی جاؤ..... رتن نے ہاتھ کے اشارے سے گلابو کو جانے کے لئے کہا اور خود اس کی جانب سے رخ پھیر لیا۔

ہائے رام میں مری..... صدقے جاؤں..... یہ بے رخی..... گلابو بے چین سی ہو گئی..... رتن کی بڑھتی ہوئی اضطرابیت اس کے قلب وجگر کو پارہ پارہ کرنے لگی۔

رتی..... میری جان..... دیکھو ادھر..... گلابو نے سر سے وگ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی..... بے اختیار رتن نے پلٹ کر دیکھا۔

درپن..... تم..... یہ روپ..... کیا بھیس بدل لیا..... میری خاطر..... رتن کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔

عشق میں سب جائز ہے..... پھر اس ماحول میں تمہیں تنہا چھوڑنا میرے اختیار میں تھا۔ میں مجبور ہو کر اس بھیس میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

درپن..... رتی کی جان..... درپن..... ایک ہوک سی اٹھی..... سارے بندھن توڑ کر وہ درپن سے لپٹ گئی..... محبت کے لازوال جذبے کے تحت اس کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا..... وہ سسک اٹھی..... رونا نہیں ہے..... تمہیں معلوم ہے نا..... تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔ کسی آہٹ کا گمان ہوتے درپن نے دوبارہ وگ پہن لی۔ روتے روتے رتن کی ہنسی نکل گئی۔

ہنسو..... ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو..... تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بال سنوار کر قالین پر بیٹھ گیا۔

درپن..... تم بالکل ہیجڑے لگ رہے ہو..... وہ ہونٹوں میں پھوٹنے والی ہنسی کو دبا کر بولی۔

میری بے بسی پر ہنسو..... ہنس لو..... درپن نے دوسرے لمحے انگلی ہونٹوں پر رکھتے رتن کو خبردار کیا..... رتن سنجیدہ ہو گئی۔

قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ راکھی اندر داخل ہوئی.....

دیدی..... رتن کھڑی ہو گئی۔

ڈرائنگ روم میں کچھ عورتیں تمہیں ملنا چاہتی ہیں۔ راکھی اس کے قریب آ گئی۔

گلابو ایک دم کھڑی ہو گئی..... کونسی عورتیں..... کہاں سے آئی ہیں..... راکھی نے قہر آلود نگاہوں سے گلابو کی طرف دیکھا.....

تمہیں جنم پتری دینے سے تو رہی میں، جو بھی ہوں..... تمہیں کیا..... راکھی نے خشمگین نگاہوں سے سر تا پا گلابو کو دیکھا۔

میری ڈیوٹی میں شامل ہے بیگم صاحب۔ گلابو ڈھٹائی سے بولی۔

عورتیں بھی رتن کو نہیں مل سکتیں۔ راکھی چیخ کر بولی۔

ضرور ملیں..... اس کی اجازت تو ہے شیوا جی سے۔ گلابو نے ساڑھی کا آنچل انگلیوں پر لپیٹا.....

میں دیکھ لوں گی شیوا کو بھی..... تمہیں بہت سر پر چڑھا لیا ہے اس نے..... رام قسم..... جی چاہتا ہے..... ایک منٹ میں تمہیں چلتا کروں..... پر اختیار نہیں ہے..... راکھی نے طیش میں آ کر گلابو کو باہر جانے کا راستہ دکھایا۔

رتن ہونٹوں کے اندر مسکرا دی لیکن بظاہر سنجیدہ رہی۔ ہم اپنی نوکری میں ڈنڈی ہر گز نہ ماریں بڑی بیگم صاحب..... جو ڈیوٹی ہمارے سپرد کی..... وہی کرتے ہیں۔ گلابو شریر نگاہوں سے دیکھ کر دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔

اب دفعان بھی ہو جا..... کہ ایک ایک سانس کا حساب دے گی شیوا کو.....

راکھی کو نہ جانے گلابو سے اس قدر چڑ کیوں تھی..... اس وقت راکھی سخت غصے میں تھی

دیدی..... غصہ نہ کریں..... اب میں برا نہیں مناتی..... رتن نے محبت سے راکھی کے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ پھر یہ جاتی کیوں نہیں..... زہر لگتی ہے اس کی ڈیوٹی..... راکھی منہ بگاڑ کر بولی۔

جا رہی ہوں..... جا رہی ہوں..... ناراض کاہے کو ہوتی ہو بیگم جی..... وہ دروازے کی طرف لپکی پھر پلٹی..... اور ہاں..... ڈرائنگ روم میں عورتیں ہیں نا..... تمہیں شرم نہیں آتی..... عورتوں کے بھیس میں مرد ہوں گے..... راکھی اس کی طرف بڑھی۔ اور گلابو چھلانگ لگا کر باہر نکل گئی۔ رتن کھل کھلا کر ہنس دی۔

آ جائے آج شیوا..... تمہاری چھٹی نہ کروائی تو نام نہیں..... راکھی نے منہ پر انتقام ہاتھ پھیرا۔ نہ..... نہ دیدی..... ایسا مت کرنا..... شیوا جی ناراض ہوں گے۔ رتن کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا..... درپن کی جدائی تو کسی حال میں منظور نہ تھی۔ وہ اداس سی ہو گئی۔ غم نہ کرو..... یہ نہ سہی اور سہی..... بڑے ہیجڑے ہیں دہلی میں..... راکھی نے ہنستے ہوئے رتن کا بازو تھاما اور باہر نکل گئی۔

☆ O ☆

گاڑیاں پورچ میں رکیں حویلی کا بغلی لان جو کشادگی میں سب سے بڑا تھا۔ مہمانوں کے لئے آراستہ کیا گیا تھا.... شہر کے بڑے بڑے رئیس راجکمار ٹھاکر مدعو کئے گئے تھے۔ اس عظیم الشان دعوت میں سنیل اور راجکمار کو بھی مدعو کیا تھا۔ راجکمار اور سنیل کو تو آنا ہی تھا لیکن سنتوش، اُشا اور اجے شیتل نے معذوری ظاہر کر دی..... وہ تو عرصہ ہوگی رتن کو اچھوت جان کر چھوڑ چکے تھے..... اس کو رتن نے محسوس بھی نہ کیا تھا۔ اب سہاگن بن کر رتن نے کوشش ہی نہ کی کہ ان لوگوں سے میل ملاقات بڑھائی جائے۔ وہ لکشمی دیوی کی بیٹی تھی جس نے اپنی انا اور غیرت کے راستے میں بڑی سے بڑی دیوار کو ریت بنا دیا تھا۔ وہ دوستوں میں کھڑا گپ شپ لڑا رہا تھا..... چونک کر نظر جو اٹھی تو ادھر ہی آ گیا۔

سنیل بیٹے..... یہ رتن ہے..... تمہاری..... شیواجی ایک دم رک گئے۔

رتن..... دیوی ہے..... روپ متی..... کامنی..... کامنی ہے کامنی..... کس قدر سندر ہے پاپا، معلوم ہے پتنی ہے آپ کی..... سنیل نے شیواجی کی بات کاٹ کر بڑی دلچسپی سے رتن کو دیکھا..... وہ اس وقت سیاہ ساڑھی میں ملبوس موسم کی مناسبت سے گجرے پہنیں..... اور اپنی دراز چوٹی کو سینے پر پھیلائے شیواجی کے پاس کھڑی تھی.....

کاش..... یہ عورت میرے ساتھ..... یہ شیواجی کی پتنی رتن ہے سنیل..... ایک ادھیڑ عمر شخص نے تعارفی جملہ ادا کیا۔

جانتا ہوں..... اس کی اطلاع مجھے لندن میں ہی مل چکی تھی..... لیکن..... very sad..... چچ چچ آواز نکال کر بولا۔

اردگرد کے کھڑے لوگ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں متبسم ہو گئے۔

شیواجی نے بوجھل نگاہ سنیل کے چہرے پر ڈالی۔

میرا خیال تھا کہ پاپا اوراک رکھتے ہیں..... اپنی ہم عمر عورت سے شادی کریں گے وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

بس جو کچھ بھی ہے رتن تمہاری ماتا ہے..... کیوں جی..... وہ اپنے ساتھ کھڑے ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔

کیوں نہیں..... کیوں نہیں، ماتا تو ہے..... وہ شخص طنزاً ہنس دیا۔

ماتا جی..... جو عمر میں مجھ سے بھی چھوٹی ہے..... ہا..... ہا..... اس نے پھر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا..... واہ پاپا..... ہمیشہ آپ نے اپنے لئے اچھی بڑھیا شے کا انتخاب کیا ہے..... انتخاب بڑا اعلیٰ ہے آپ کا..... وہ رتن کو گھورتا ہوا شیواجی کے شانے پر تھپکی مار کر دوستوں کی محفل میں چل دیا۔ رتن کی موہنی صورت اس کا سکون تباہ کر چکی تھی۔

اس کا یہ رویہ شیواجی کو مسلسل ذہنی اذیت میں گرفتار کر چکا تھا..... اس کے بعد جتنا بھی وقت گزرا شیواجی نے تلوار کی دھار پر گزارا۔

رات گئے تک حویلی بارونق رہی..... کھانے پینے اور مے نوشی کا سلسلہ چلتا رہا..... آہستہ آہستہ مہمان جانے لگے۔ وہ بھی بہت تھک چکا تھا..... کلاک کی چڑیا اڑ کر شب کے دو بجنے کا اعلان کر چکی تھی۔ لیکن اس قدر تھکاوٹ کے باوجود نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ ہر کروٹ رتن کا سراپا اس کے تعاقب میں تھا..... رتن کی پرچھائیں اس کو پوری طرح اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی.....

اتنی سندر ہے رتن..... اس عورت سے شادی..... جس کو دیکھ کر دل سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آ جاتا ہے..... دھڑکن کی آواز کے سوا اور آواز نہیں سنائی دیتی۔ وہ ایک دم بے کلی اضطرابیت میں اٹھ کر بیٹھ گیا..... میں نے بہت ملک گھومیں ہیں..... پیرس، ڈنمارک..... اور دیگر حسین ممالک..... ایسا حسن کہیں نہیں ملا..... ہندوستانی عورت بہت حسین ہے..... ایسا مسحور کن حسن..... ایسی ساحری..... کہیں دیکھنے میں نہیں آیا..... وہ تڑپ اٹھا..... ٹن ٹن..... مندر کا گھنٹہ بج چکا تھا۔ ایک جمائی لیتے وہ گہری نیند میں اتر گیا۔ تمام شب بیدار رہنے کے بعد نیند نے آیا۔ کروٹ لی اور کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

حکم چھوٹی سرکار

ملازم مراٹھی داخل ہوا۔

چائے..... سنیل نے لحاف اتارا۔ چائے..... اس وقت سرکار..... مراٹھی نے کلاک کو دیکھا۔

اس وقت کیا ہے..... بیڈ ٹی کا رواج ختم ہو گیا ہے۔ سنیل نے مراٹھی کو تاڑا۔

اجی سرکار..... دھوپ حویلی کی دیواروں سے اتر رہی ہے..... لوگ کام کاج پر جاچکے ہیں..... اور آپ بیڈٹی کی بات..... مراٹھی حسب عادت کھی کھی کر کے ہنس دیا۔

چائے لاؤ..... وہ چلایا.....

بہتر سرکار..... مراٹھی فوراً پلٹا..... اور باہر نکل گیا۔

سنیل نے ایک زوردار جمائی لی..... کلاک کی طرف دیکھا..... ایک کا گھنٹہ بج چکا تھا اور مراٹھی چائے لے کر حاضر ہو گیا۔

تم کتنے بجے اٹھتے ہو۔ سنیل نے ایک گھونٹ حلق سے اتارتے مراٹھی سے کہا۔

فجر دم سرکار..... دیر سے اٹھنے کی تو اپن کو عادت ہی نہ ہی..... مراٹھی نے کہا۔

بس بس..... خاموش رہ..... سنیل کو مراٹھی کی تقریر سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

جاؤں سرکار..... وہ پلٹا۔

ٹھہرو..... سنیل نے کہا۔

جی..... مراٹھی نے کہا۔

گھر میں کون کون ہے۔ سنیل کا دل زور سے دھڑکا۔

گھر میں تو اس وقت کوئی نہیں سرکار.....

کہاں ہیں سب..... سودا سلف لینے..... وہ بولا۔

سودا سلف..... کیا بکتا ہے..... سنیل سیدھا ہو گیا۔

اجی سرکار..... دیوالی کا میلہ جو ہے..... چاندی کے چراغ جلیں گے۔ مراٹھی نے ہاتھوں کو گول کیا۔

مٹی کے اچھے نہیں لگتے۔ سنیل بولا۔

اچھے لگتے ہیں سرکار..... یہ تو رتن بی بی کی آمد پر شیوا سرکار نے بولا ہے۔ مراٹھی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

اچھا..... پاپا کو اس قدر خوشی ہے اپنی شادی کی۔

سنیل کے من میں آگ سی لگ گئی..... جیسے شعلہ سا بھڑکا ہو۔

خوشی کیوں نہ ہو سرکار..... اتنی عمر میں ایسی بالی عمریا ناری سے شادی..... ایسی سندر سندر دلہن تو نصیبوں والوں کو ملتی ہے..... شیوا جی نصیبوں والے ہیں..... مراٹھی کو جیسے رشک آنے لگا۔

تم ٹھیک کہتے ہو..... سنیل نے چائے کا آخری گھونٹ یوں حلق سے اتارا جیسے زہر کا پیالہ ہونٹوں سے لگالیا ہو۔ مجھے اجازت سرکار۔ مراٹھی نے کہا۔

جاؤ..... ناشتہ لگاؤ..... ہم آ رہے ہیں۔

مراٹھی نے اقرار میں گردن ہلائی اور لوٹ گیا۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے سنیل ایک دم ٹھٹھکا شہر کے بہت بڑے رئیس، پنڈت بیلا رام شیوا جی سے جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔

نمستے..... سنیل نے اندر جاتے ہی خالص ہندوستانی رواج کے مطابق کہا۔

نمستے..... بیٹے..... کیسے ہو..... پنڈت بیلہ رام نے بڑی محبت سے جواب دیا۔

یہ سنیل ہے..... حال ہی میں امریکہ سے لوٹا ہے..... میرا بیٹا ہے۔ شیوا جی نے تعارف کروایا۔

yes / yes..... معلوم ہے..... معلوم ہے..... پنڈت بیلہ رام نے سنیل کو ساتھ لگالیا.....

بہت اچھا..... بہت اچھا..... اس کی بھی شادی کر دو..... وہ اپنے مخصوص انداز سے وہ کھل کر ہنس دیئے..... اور دروازے کی طرف بڑھے۔

بیٹھیے انکل.....

Thank you پھر۔ سہی۔ وہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئے۔

پہلے اپنی خوشی سے فارغ ہو لیں..... سنیل نے سوچا۔

آج کل آپ آفس نہیں جا رہے۔ وہ بولا۔

چلا جاتا ہوں..... ویسے مسٹر پورنیا سنبھال لیتے ہیں سب کچھ۔ شیوا جی مطمئن نظر آ رہے تھے۔

آپ کا تو ویسے بھی من بیزار ہو گا باہر کے کام سے..... گھر میں سامان آسائش جو ہے۔ سنیل نے جل کر کہا۔

تم سناؤ..... کیسے ہو..... دیر سے اٹھنے لگے ہو۔ شیوا جی کو سنیل کی باتوں سے وحشت ہونے لگتی تھی..... وہ جواب دینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ بات کو ٹال گئے۔

سنیل نے جواب میں ایک طویل ٹھنڈا سانس لیا اور دونوں بازو پھیلا کر صوفے پر رکھے۔

جلدی اٹھنا اور جلد سونا صحت کے لئے اچھا ہے۔ شیوا جی نے سگار سلگا لیا۔

نظر آرہا ہے..... آپ کی صحت میں اچھا خاصا فرق پڑا ہے۔ سنیل نے طنز کیا۔

میں.....میں تو ہمیشہ سے اسی عادت کو اپنائے ہوئے ہوں..... دیر سے اٹھنا پسند نہیں کرتا..... اسی لئے..... میرا خیال ہے فٹ ہوں..... شیوا جی نے بغور بیٹے کو دیکھا..... جس کے چہرے پر ناگواری کے انگنت نقوش ابھر رہے تھے (وہ جانتے تھے کہ رتن سے شادی سنیل کو شاق گزر رہی ہے)

اب تو آپ فٹ رہیں گے..... بالکل آپ کو فٹ رہنا بھی چاہئے..... ایک سندر چھوٹی عمر کی چھوکری سے شادی جو رچا.....

سنیل..... اپنے لہجے کو درست کرو..... میں ایسی لچر گفتگو سننے کا عادی نہیں ہوں..... شیوا جی ایک دم چلا کر کھڑے ہوگئے۔

ریلیکس پاپا..... ریلیکس..... بیٹھیں..... وہ ہاتھ کے اشارے سے شیوا جی کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے بولا۔

Thank you..... شیوا کو بیٹھتے دیکھ کر سنیل نے کہا۔

ناگوار انداز میں شیوا جی کی پیشانی شکن آلود تھی۔

ایک بات پوچھوں۔ وہ بولا۔

کہو۔ شیوا جی ایک دم بولے

کیا ضرورت تھی اس عمر میں شادی کرنے کی..... میری ماتا..... یا اس کے بعد والی یاد نہیں آتی۔ شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں ہوتی..... جس عمر میں جی چاہے کرلو..... شیوا جی بیباک ہو چکے تھے اور دوسری بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....

لوگ مذاق اڑاتے ہیں.....جوق ہے جوق..... سنیل نے کہا۔

لوگوں کا کیا ہے..... وہ تو اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب ارتھی پر گھی کی جگہ مٹی کا تیل ڈالا جاتا ہے..... لوگ تو اس وقت بھی جوق کرتے ہیں..... جب آبنوس کی بجائے کیکر کی لکڑی رکھ دی جائے..... لوگوں کو چھوڑو..... کوئی اور بات کرو..... شیوا جی نے بڑی لاپرواہی سے سگار کا لمبا کش لیا..... اور صوفے سے ٹیک لگالی۔

میں کچھ کہنے آیا تھا۔ بات کو ختم ہوتے دیکھ کر سنیل نے پھر بات شروع کی۔

تو کہو نا..... میں تمہاری ہر بات سننے کو تیار ہوں..... شیوا جی بولے

آپ کو بیٹے کی شادی کی فکر کرنی چاہئے تھی..... نہ کہ اپنی..... سنیل نے تمہید

باندھی.....

تم بھی شادی کرلو..... کون روکتا ہے..... کومل سے تمہاری نسبت ٹھہر چکی ہے۔ شیوا جی سنیل کی ہر بات کا جواب دینے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

اجی واہ..... کومل میرے من کو نہ بھائے..... مجھے شانتی اس وقت ملے گی جب رتن جیسی سندر کامنی عورت مجھے ملے گی..... تب ہوگی میری شادی..... وہ رتن کے تصور میں کھو گیا۔ شیوا جی کا ماتھا ٹھنکا.....

کومل سندر نہیں..... اور سندر کامنی رتن جیسی کہاں ملے گی۔ شیوا جی کھو سے گئے۔

سندر ہے..... لیکن کامنی نہیں..... روپ متی نہیں..... وہ رام کی سیتا نہیں ہے۔ وہ بلند آواز میں ایک سانس میں کہہ گیا..... اس کا انداز باغیانہ تھا۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو..... شیوا جی نے انگلی سے ڈھلکی عینک کے فریم کو اوپر کیا۔

میں ایک قبول صورت کومل جیسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔ اپنے ساتھ سنیل کو ٹکرانے سے بچاتے ہوئے راکھی نے خود کو بچایا لیکن وہ جا چکا تھا۔

دیکھا تم نے..... اس کی سرکشی دیکھ لی..... میں اسی وقت کے لئے تمہیں منع کرتی تھی۔ راکھی نے اندر سے کسی وسوسے اندیشے سے خوفزدہ نظر آرہی تھی۔

تم..... شیوا جی حراساں سے لگنے لگے۔

میں نے سب کچھ سن لیا ہے..... رتن کے انوکھے حسن نے اسے پاگل بنادیا ہے..... اسے دیکھ کر اس کا من للچارہا ہے۔ وہ زور لگا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

من للچارہا ہے..... اپنی ماتا کو دیکھ کر..... رتن اس کی ماتا ہے۔ شیوا نے اپنے آپ کو اطمینان دلایا۔

یہ تمہاری اپنی باتیں ہیں..... وہ اس سنجوگ کو نہیں مانتا..... رتن کہتا ہے راکھی نے شیوا جی کو خبردار کیا۔ شیوا جی نے بڑی اضطرابیت سے صوفے پر پہلو بدلا۔

اندیشے دونوں بہن بھائیوں کو ڈسنے لگے..... کافی دیر خاموشی رہی..... ماحول افسردہ سا ہو گیا تھا۔ شادی سے جتنی مسرت ہوئی تھی..... اتنی پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔

تمہیں تو رتن کی جوانی اور کم عمری کا نشہ چڑھا ہوا ہے..... تمہیں کتنا منع کیا تھا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کرو..... جو تمہارے ساتھ بیٹھی اٹھتی سجے..... تم نے ایک نوعمر

چھوکری سے بیاہ کر کے سب کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ راکھی اپنی کومل کے لئے پریشان تھی۔

وہ اب کیا چاہتا ہے۔ وہ آہستہ لہجے میں بولے

وہ چاہتا ہے تم رتن کو چھوڑ اور وہ اس سے شادی کرے..... راکھی نے ایک دم کہا۔

کیا..... نابکار..... خبیث..... ایسی نیچ سوچ ہے اس کی..... شیواجی شدید طیش میں چلا کر بولے

اچھا اب آگے کی سوچو..... راکھی نے ٹیپ لگائی..... جیسے تھک چکی ہو..... رتن تمہارے ساتھ گئی تھی۔ شیوا کو یاد آگیا۔

ہاں..... میں تو آگئی ہوں..... کومل رل رتن کو اپنی سہیلی کے ہاں لے گئی ہیں۔ فکر نہ کرو..... آجائیں گی۔

راکھی نے بھائی کی پریشانی بھانپ لی۔

گلابو ساتھ ہے نا..... وہ ایک دم یاد کرتے ہوئے بولے۔

وہ ساتھ ہی ہے..... پوری ڈیوٹی نبھا رہی ہے نگوڑی..... لڑکیوں کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی..... ہر بات میں دخل..... بلکہ دخل در معقولات۔ راکھی نے جھلا کر کہا۔

اچھی بات ہے..... اس سے خطرہ کوئی نہیں..... گارڈ کا کام دیتی ہے۔ شیواجی مسکرائے۔

ٹھیک ہے..... مجھے زہر لگتی ہے..... جب گلابی ساڑھی لہرا کر رتن کو کسی سے ملنے نہیں دیتی..... راکھی ہنس دی۔

اب گلابو کی اور بھی ضرورت ہے..... میں سنیل کے بارے میں بہت محتاط ہو گیا ہوں۔ شیواجی کے جھریوں زدہ چہرے پر وسوسے کھنڈ آئے تھے۔

او..... اب زیادہ بھی دل نہ چھوڑ..... رتن تمہاری ہے..... راکھی کو اپنے بھائی پر رحم آنے لگا..... جو اپنی دولت سے اسے عیش و عشرت کی زندگی سے ہمکنار کر رہا تھا۔ اس کا سارا خاندان شیواجی کی دولت پر چل رہا تھا۔

راکھی..... میں سوچتا ہوں..... سنیل رتن کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ وہ راکھی کو گہری نظر سے دیکھ کر بولے۔

باپ کی بیوی ہے..... اغواء کرنے سے تو رہا..... اور کیا نقصان پہنچائے گا۔ راکھی

لاپرواہ سی بولی۔

اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میں اسے گولی مار دوں گا..... وہ قمیض اٹھا کر کمر پر بندھی بارہ بور کی پستول پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

بس بس..... عورت کی وجہ سے خون خرابہ مت کرنا..... آدم کے دونوں بیٹوں نے ایک عورت کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کیا، اور آج تک تم سب بھگت رہے ہو...... راکھی نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

وہ بھائی تھے..... لیکن میں تو باپ ہوں سنیل کا..... چھوڑوں گا نہیں..... شیواجی نے راکھی کو اپنی مستحکم مزاجی کا یقین دلایا۔

چل بس کرو..... بھگوان بھلی کرے..... رام رام..... بری گھڑی سے بھگوان بچائیں۔

اب یہی حل ہے کہ رتن کی نگرانی سخت کردی جائے۔ شیواجی نے کہا۔

گھر تو نہ ہوا..... جیل ہوئی جہاں اس کی نگرانی سخت کردو گے تم۔ راکھی نے سٹپٹا کر کہا۔

تو پھر کیا کروں..... اس سے اچھا نہیں کہ وہ میری عزت پر ہاتھ صاف کرے..... شیواجی نہایت پریشان اور کچھ کھچے لگ رہے تھے۔

اے ہے..... بھگوان سے بھلی مانگو..... وہ تمہاری گلابو ہمہ وقت رتن کے پاس ہوتی ہے لڑکیاں ہوتی ہیں..... تم بھی الٹی سوچیں سوچنے لگے..... راکھی کو شیوا کی نادانی پر ہنسی آگئی۔

وہ میرا بیٹا ہے..... میں اس کی سرشت سے واقف ہوں۔ سنیل نے مسلسل ان کو اندیشے اور وسوسوں کے سپرد کر دیا تھا۔

میرا خیال ہے رتن کو کچھ دنوں کے لئے اس کے بھائی کے ہاں بھیج دو..... راکھی نے کہا۔

نہیں..... وہ عیاش عورت سنبل..... وہاں تو ممکن ہی نہیں..... شیواجی.....

راکھی بیگم..... ہم لوگ آگئے..... گلابو نے اندر آتے ہوئے کہا۔

گلابو..... خانساماں سے کہہ کے گرم گرم چائے لاؤ..... بڑی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ شیواجی نے دریچے سے باہر دیکھا۔

سب آگئی ہیں..... رتن بی بی..... کومل بی بی کے پاس گئی ہیں۔

ہوں..... شیوا جی کو اطمینان ہو گیا۔

اچھا جاؤ تم۔ راکھی گلابو کو رکتی دیکھ کر بولی۔

شیوا جی خاموش کچھ سوچ رہے تھے..... وہ اس وقت کئی سو سال پرانے بڈھے نظر آ رہے تھے۔ یا جیسے کسی پرانے کھنڈر سے لائی ہوئی لاش یا آثار قدیمہ۔

میں کہتی ہوں..... اپنے آپ کو اس قدر بڑی پریشانی میں مت الجھاؤ..... اس طرح تو جلد ملک عدم پہنچ جاؤ گے۔ راکھی کو اپنے بوڑھے بھائی پر ترس آنے لگا۔

گلابو کے ساتھ ساتھ تم بھی خیال رکھو کہ سنیل رتن کے کمرے میں ہرگز نہ جائے۔

ایسی بھی کچی کچی باتیں مت کرو..... آخر وہ گھر کا اہم فرد ہے..... اس کو رتن یا کسی اور کمرے میں جانے سے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ راکھی نے کہا۔

اور کی بات میں نہیں کرتا..... میں نے گلابو کو سختی سے منع کر دیا ہے کہ اگر اپنے کمرے میں یا کہیں اور اکیلی ہو..... کسی قیمت پر بھی سنیل کو نہ جانے دو۔ شیوا جی نے کھڑے ہو کر پاؤں قالین پر مارا۔

ٹھیک ہے..... کام بھی بڑھ گیا ہے..... دفتر بھی جانا ہے..... اگر یہی پریشانی رہی تو کاروباری امور کس طرح سنبھالوں گا۔ شیوا جی فکر مند ہو گئے۔

خانساماں چائے کے ساتھ داخل ہوا۔ بعد میں رتن گلابو اور کومل رمل بھی ہنستی ہوئی داخل ہوئیں۔

اودئی رام..... ہم سیوک محل بھی گئے تھے۔ کومل نے کہا۔

سیوک رام..... کون تھا وہاں..... سنیل یا راجکمار۔ شیوا جی ایک دم بولے

کوئی بھی نہیں..... بس محل دیکھ کر لوٹ آئے..... اودئی رام ممانی کا کمرہ..... جیسے عجائب خانہ..... اتنا خوبصورت..... آرائشی..... کومل کو تعریف کے لئے الفاظ نہ مل رہے تھے۔

کومل دیدی..... وہ پوجا ماں..... کمال کی عورت ہیں..... گریس فل..... اتنی پر وقار رمل نے بہت جچے تلے الفاظ میں تعریف کی۔

وہاں اس کا ایک بیٹا..... درپن بھی ہو گا۔ شیوا جی ایک دم بولے

وہ کہاں جی..... اس وقت تو وہ آفس جاتا ہے..... اسے فرصت کہاں گھر میں بیٹھنے کی..... گھر تو اسے جیسے اچھا ہی نہیں لگتا..... گلابو نے ناگواری سے ناک سکیڑی..... رتن

نے گلابو کے چہرے کی طرف دیکھا..... کتنی چالاکی دکھا رہی تھی۔ بڑے ہی پر سکون ماحول میں چائے کا دور ختم ہوا.....

چند دن سکون اطمینان سے گزر گئے۔ سنیل کئی روز سے دوستوں کے ساتھ شملہ گیا ہوا تھا۔ حویلی میں قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹھکا..... کلاک نے دن کے گیارہ بجا دیئے تھے..... بیگ کو رکھتے ہی وہ باہر نکل آیا..... غلام گردش سے ہوتا ہوا رتن کے کمرے کی طرف بڑھ گیا لیکن جونہی کمرے کے باہر گلابو کو آرام کرسی پر جھولتے دیکھا تو جل کر راکھ ہو گیا۔ جھنجھلا کر ایک ہاتھ دیوار پر مارا..... اور آگے بڑھ گیا۔

سنیل بابو آیئے آیئے..... آ گئے شملہ سے..... میرا خیال ہے ابھی ابھی لوٹے ہیں..... گلابو اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔

رتن اندر ہے..... وہ بے تکلف بولا۔

اندر ہی ہے بابو جی..... وہ پردا سرکا کر داخل ہو گیا۔ گلابو اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئی۔

تم باہر ٹھہرو..... کس لئے آ گئی ہو۔ سنیل کو اچھا نہ لگا۔

میں ڈیوٹی پر ہوں سنیل بابو..... اگر آپ مجھ سے اجازت لیتے تو اندر داخل بھی نہ ہوتے..... گلابو سنیل کے ساتھ داخل ہوتے بے باکی سے بولی۔

انہیں دیکھ کر رتن ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا۔ سکون سے رتن بی بی..... گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے..... گلابو نے سنیل کی پشت سے آنکھ کا اشارہ کیا۔

اچھا..... ان سے ملاقات کے لئے وقت لینا پڑے گا..... سنیل نے طنز کیا۔

رتن خاموش تکتی رہی۔ آپ سے ملنے کے لئے منع کیا گیا۔ گلابو بے تکلف بولی۔

ہم کاٹ کھائیں گے..... اپنے پتا کی اس سندر سی دلہن کو وہ بڑی پسندیدگی سے رتن کے سراپا کو دیکھ کر بولا..... جو اس وقت ارغوانی رنگ میں ملبوس ساڑھی میں تھی۔

کاٹنے کون دے گا بابو جی..... ہم محافظ جو بیٹھے ہیں..... گلابو نڈر ہوتی جا رہی تھی۔

رتن نے پر سکون انداز میں گلابو کو دیکھا..... جو خود ہی سنیل کی ہر بات کا جواب دے رہی تھی۔

آپ بھی بولتی ہیں کہ سارے اختیار آپ کے پتی نے گلابو کو دے دیئے ہیں۔ سنیل

سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور رتن نے گلابو کی طرف دیکھا۔

۔یہ جواب نہیں دیں گی ..... آپ ہم سے ہی ہمکلام ہوں۔ گلابو ساڑھی سنبھال کر بڑی ادائے دلبربائی سے دوسری طرف صوفے پر بیٹھ گئی۔

تم جاؤ یہاں سے ..... میں رتن بی بی سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سنیل نے جھڑک کر گلابو کو کہا۔

اندر باہر چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے سنیل بابو ..... ڈنڈی نہیں مارتے خالص ڈیوٹی پر رہتے ہیں وہ جیسے جم گئی۔ میں کہتا ہوں ..... تم چلی جاؤ ..... مجھے چند ضروری باتیں کرنی دو۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

ہرگز نہیں سرکار ..... میرے سامنے بات کیجئے کیا بات ہے۔ گلابو نے کہا۔

رتن نے مسکراتی آنکھوں سے گلابو کی طرف دیکھا ..... جو اچھا خاصا مقابلہ کر رہی تھی .....

تم ایک ملازمہ ہو ..... تمہارے سامنے کیا بات کروں ..... تم باہر نکلو ..... Get out وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے بولا۔

میں یہیں رہوں گی۔ وہ ساڑھی کے پلو کو انگلی پر مروڑتے مسکرا کر بولی۔

ٹھیک ہے ..... وہ پیچ و تاب کھاتا ..... پردا اچھالتا ہوا باہر نکل گیا۔

اب کیا ہوگا ..... رتن نے ہنستی گلابو کو دیکھا۔

کچھ بھی نہیں ..... گلابو پھر ہنس دی۔

اب یہاں سے جانا نہیں ..... اس شخص سے مجھے خوف آنے لگا ہے۔ رتن نے نگاہیں گلابو کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

جو حکم سرکار ..... کس کی مجال ہے جو یہاں سے ہلے ..... گلابو نے بغور رتن کو دیکھا۔

گلابو ..... رتن نے کہا۔

اکیلے میں تو گلابو نہ کہا کرو ..... درپن مسکرا کر بولا۔

تمہارا الباس تمہارا میک اپ مجھے مجبور کرتا ہے گلابو کہنے کے لئے ..... دوسری بات کوئی سن نہ لے۔ رتن آہستہ سے بولی۔

ہاں ..... یہ بات تو ہے ..... پرواہی اچھا ہے۔ وہ قالین پر دوزانو بیٹھ گیا۔

ہاں ..... کہو ..... کیا کہنا چاہتی تھی۔ درپن کو رتن افسردہ نظر آئی۔

میں یہاں سے تنگ آ گئی ہوں ..... مجھے تم کہیں لے جاؤ ..... رتن نے گلابو سے کہا۔

شیش ..... گلابو نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کسی کے آنے کا احساس دلایا

میں دیکھتی ہوں ..... گلابو بالوں کو سنوارتی ہوئی باہر نکل گئی ..... ایک دو منٹ کے بعد واپس لوٹی ..... کوئی نہیں ..... ویسے گاڑی آئی ہے ..... ہو سکتا ہے شیوا جی ہوں ..... گلابو نے مکمل ڈیوٹی پر کھڑے ہو کر دریچے سے دیکھا۔ شیوا کے ہوتے آزادی ممکن نہیں ہے۔ رتن آہستہ سے بولی۔

حوصلہ رکھو رتی ..... میری جان ..... بھگوان کوئی امید پیدا کر دیں گے ..... امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی ..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی ..... میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ..... وہ سسک سسک کر رو دی۔

جی چاہتا ہے تیرے وجود کو اپنے سینے میں بھر لوں ..... لیکن میں باہر کی خبر بھی رکھنا چاہتا ہوں .....

تو کیا کروں ..... میں شیوا کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ..... بس تیرے ساتھ ..... وہ جیسے مستقل فیصلہ کرتے بولی ..... درپن مجھے کسی رسوائی کا خوف نہیں ..... بابا تمہیں کتنا چاہتے تھے ..... اگر تم اپنی باندی بنا لو گے تو وہ خوش ہوں گے ان کی روح کو شانتی ملے گی۔

میں نے کہا نا ..... گھبراؤ نہیں ..... میں بہت جلد تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا .....

بہت وکیلوں کے ساتھ میں نے مشورے کئے ہیں ..... تم گھبراؤ مت ..... اور شیوا .....

رتن نے چونک کر کہا۔

شیوا سے چھڑوا لوں گا ..... قانون ہے ..... شیوا تمہیں چھوڑ دے گا۔ درپن کے الفاظ میں بڑی مستقل مزاجی اور مضبوطی تھی۔

ہائے رام ..... کاش ایسا ہو جائے ..... درپن میں تیری باندی بن جاؤں گی ..... تیری داسی ..... تیری پوجا کروں ..... تمہیں دیوتا مان کر ..... وہ میرے من کا راجا ..... جوشِ محبت میں وہ جھکی اور درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا۔

تو دیوی ہے ..... دیوی کی پرستش کرنا میرا کام ہے ..... اور میں بچپن سے اب تک کر رہا ہوں ..... تیری پوجا نے تو مجبور کیا اس بھیس میں ..... وہ اپنایت خلوص اور چاہت سے رتن کو دیکھ کر بولا ..... اس وقت درپن کی آنکھوں میں سارے جہان کی محبت بھر آئی تھی۔

تیرے جیسا چاہنے والا کہاں ملے گا ..... وہ ساری جان سے نثار ہو گئی۔

گاڑی کی آواز آئی..... شاید شیوا جی آ گئے..... درپن نے اچک کر دریچے سے دیکھا۔

مجھے گھن آتی ہے اس شخص سے..... نفرت ہے..... وہ برا سا منہ بنا کر دو قدم باہر آ گئی اور گلا بو کرے سے باہر آ کر کرسی پر دراز ہو گئی۔

ادھر شدید غصے کے عالم میں سنیل گاڑی میں سوار اپنے دوست دلیپ کے پاس پہنچا..... وہ اچھا مشورہ دینے میں خاصا تیز تھا۔

گاڑی پورچ میں روک کر وہ سیدھا دلیپ کے ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

زہے نصیب..... کیسے یاد آ گئی ہماری۔ دلیپ نے اٹھ کر سنیل کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

تمہیں کیا..... کس مصیبت میں پھنس چکا ہوں۔ سنیل نے بے اطمینانی سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

خیرت ہے..... دولت مند پتا کے سپوت اور مصیبت میں گرفتار۔ دلیپ کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

خیریت ہی نہیں ہے..... اس عورت نے میرا سکون برباد کر دیا ہے۔ سنیل نے ٹیک لگائی۔

رتن نے..... یار نام ہی رسیا ہے کہ جب پکارو تو منہ میں شرینی بھر جاتی ہے۔ دلیپ دلچسپی سے ہنس دیا۔

اچھا..... تو تم بھی..... سنیل نے قہقہہ لگایا۔

ارے نہیں..... پر ہیوار ہے ہمارا..... میرا ایسا عندیہ نہیں ہے۔ میں نے تو یوں ہی کہہ دیا ہے۔ سب تعریف کرتے ہیں میں نے بھی کہہ دیا۔ دلیپ صاف گو سا لگنے لگا۔

اب کیا کروں..... رتن کے بنا جیون ادھورا نظر آوے۔ وہ تشنہ تشنہ سا لگ رہا تھا۔

وہ دل کہیں اور لگالو۔ دلیپ نے سنیل کے دائیں جانب تھپکی ماری۔

یہ بکتا نہیں..... ورنہ کچھ کرتا..... کومل بھی اب اچھی نہیں لگتی۔ سنیل بھی ہنس دیا۔

دیکھو یار..... وہ لڑکی تمہارے پتا کی بیوی ہے..... تمہیں اس بارے میں سوچنا چاہیے اور کومل سے شادی کر لو.....

کچھ نہیں سوچنا مجھے..... اور نہ کومل سے شادی۔ سنیل لاپرواہ سا بولا۔

تو پھر کیا کرو گے۔ دلیپ چونکا۔

تم کرو..... بلکہ پتا جی کو مجبور کرو کہ اسے چھوڑ دیں۔ سنیل کمال ڈھٹائی سے بولا۔

کیا..... حیرت کے مارے دلیپ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

سب جائز ہے..... ویسے بھی وہ نوخیز لڑکی..... اس قدر بڈھے کو پسند بھی نہیں کر سکتی۔ سنیل نے کہا۔

نہیں یار..... میں اس پھڈے میں نہیں پڑنا چاہتا..... دلیپ نے صاف انکار کر دیا۔

پھڈا..... کیسا پھڈا..... سنیل نے کہا۔

یہی..... تمہارے عشق کا..... دلیپ ہنس دیا۔

تم پاپا کو کہو کہ رتن کو چھوڑ دے۔ سنیل اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھا۔

پہلے اس لڑکی سے بات کرو..... کہ تمہیں پسند بھی کرتی ہے کہ نہیں۔ دلیپ بولا۔

مجھے اس کی پسند یا ناپسند سے کوئی سروکار نہیں..... میں رتن کے بغیر نہیں رہ سکتا..... اور پھر اسے پسند کا شعور ہوتا تو بڈھے کے لئے ہاں نہ کرتی..... سنیل نے اپنا بھاری ہاتھ درمیانی میز پر مارا۔

یہ تو ہے..... Ok..... میں کروں گا شیوا جی سے بات..... کہ وہ کہاں تک بیٹے کی بات مانتے ہیں..... دلیپ نے سنجیدگی سے کہا۔

تم ان کو مجبور کرو..... کہ اب اس کی جان چھوڑ دیں..... وہ دوبارہ اپاگن بننا پسند نہیں کرے گی..... نہ جانے پتا جی اور کتنے دن جئیں سنیل کھل کھلا کر ہنس دیا۔

سنیل..... ایک بات تو بتاؤ دلیپ کو یاد آیا۔

پوچھو..... سنیل ہمہ تن گوش ہو گیا۔

بوارا کھی کے ہاں کومل نامی لڑکی کے ساتھ تمہاری نسبت طے ہوئی ہے نا۔ دلیپ نے پوری طرح بیان کیا۔

ہاں..... ہوئی ہے..... بلکہ بچپن سے ہے..... سنیل نے کوئی خاص تاثرات ظاہر نہ کئے۔

اس کے دل پر کیا بیتے گی۔ دلیپ نے بغور سنیل کو دیکھا۔

جو مرضی بیت جائے..... تم اس بات کا خیال نہ کرو..... میرا مسئلہ حل کرو..... وہ پوری طرح شیوا جی کو شکست دینے پر تلا ہوا تھا۔

☆ ○ ☆

اماں..... سفید ساڑھی دے دیں..... گلابی بھر کم ساڑھی سے تو تنگ آ گیا ہوں۔

درپن نے ساڑھی کو پلنگ پر پٹخا.....

کب نکلو گے تم ان مصیبتوں سے..... اب باقی ماندہ زندگی تیجرہ بن کر گزار دو گے۔

پوجا نے سفید ساڑھی اس کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

پوجا اماں..... سمجھنے کی کوشش کیجئے..... میں وہاں رتن کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، وہ کانٹوں کے درمیان رہ رہی ہے۔ وہ مجبور نظر آنے لگا۔

رتن کیوں تنہا ہے..... اس کے شوہر کا گھر ہے..... اپنے پتی کے گھر میں عورت محفوظ ہوتی ہے۔

رتن وہاں محفوظ نہیں ہے..... سنیل بھیڑیا بن کر رتن کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... درپن نے بتادیا۔

اوئی رام..... اتنے بے غیرت لوگ..... اپنی عزتوں کو اس طرح پامال کرتے ہیں پوجا نے کان چھو لئے۔

اچھا..... یاد آیا... انتھونی کا فون آیا تھا۔ پوجا نے ایک دم سوچ کر کہا۔

کیا کہا اس نے..... درپن چونک گیا۔

وہ کہہ رہا تھا کہ تمام کام مکمل ہو چکے ہیں..... اب آپ فیملی کے ساتھ بے تکلف جرمن آ سکتے ہیں۔ پوجا نے بعین بتادیا۔

Good..... وہ مسرت بھرے انداز میں بولا۔

اب رتی کو کس کے پاس چھوڑ کر آئے ہو۔

کومل اور رمل کے پاس چھوڑ کے آیا ہوں۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

جا رہے ہو..... ہاں اماں..... اب جلد ہی جاؤں گا تو اچھا ہے..... ورنہ بڑی دیر ہو جائے گی۔ وہ بیگ میں ضرورت کی چیزیں ڈالے رکشے میں سوار حویلی کی طرف چل دیا۔

ادھر وقت دیکھ دیکھ کر رتن کی آنکھیں پتھرا گئیں..... وہ بار بار دیوار پر آویزاں کلاک کو متلاشی نگاہوں سے دیکھتی..... لیکن درپن نہ نظر آیا..... اور نہ اپنے کمرے میں جاتی۔

ممانی..... گلابو کا انتظار ہے۔ رمل نے وی سی آر پر دوسری فلم لگاتے ہوئے کہا۔

اسی کا انتظار ہے..... اس کی موجودگی میں مجھے خوف نہیں آتا۔ ورنہ سنیل نے اس دن کے بعد مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ وہ سچ بولنے پر مجبور ہو گئی۔

کومل ایک دم چونکی۔

میں سنیل کی وجہ سے پریشان ہوں..... اس کی آنکھوں میں دہشت سے تو میرے ہوش اڑے رہتے ہیں۔ رتن نے کہا۔

واہ ممانی اتنی بزدل ہیں آپ۔ رمل ہنستے ہوئے بولی۔

ممانی ٹھیک کہتی ہیں رمل..... سنیل کی آنکھوں میں عریانی اور برہنگی میں نے بھی دیکھی ہے..... یوں لگتا ہے جیسے..... کھا جائے گا کومل سنجیدگی سے بولی۔

ہمارا تو جیجا جی ہے۔ رمل ہنس دی۔

اب نہیں ہے..... کومل اطمینان سے بولی۔

کیا؟..... رمل ایک دم اچھلی۔

اس نے انکار کر دیا ہے..... لیکن سنیل کے کرتوت دیکھ کر پہلے میں نے انکار کیا تھا۔ کومل بولی۔

اچھا..... بھئی بڑی بہادر نکلی تم تو..... رمل نے کہا۔

اچھا کیا..... ایسے مرد کو گولی مارو جو گلی گلی بھابی بناتا پھرے..... رتن نے کہا۔

او رتن صاحبہ..... آج باڈی گارڈ کے بنا ہی براجمان ہیں۔ سنیل کے آنے پر تینوں خاموش ہو گئیں۔

گلابو کہیں کام سے گئی ہے۔ رتن سنیل کو پاس بیٹھتے دیکھ کر رمل کے پاس بیٹھ گئی۔

کومل خاموش رہی..... تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے۔ سنیل نے کومل سے کہا۔

کیا سننا چاہتے ہیں آپ..... کومل برجستہ بولی۔

میرا مطلب کہ کوئی بات کرو..... میں جب سے آیا ہوں..... کوئی ہمکلام ہونا پسند نہیں کرتا..... سب دور دور بھاگتے ہیں۔ سنیل نے کومل کو دیکھ کر کہا۔

آپ اپنے دل سے پوچھئے اس کی وجہ کیا ہے۔ کومل نے کہا۔

آپ ٹھہرے ہر طرح سے فارغ..... ہمیں تو سو کام ہیں..... گپیں ہانکنے کی کس کو فرصت ہے۔ رمل نے آنکھ سے اشارہ کیا اور تینوں ہنستی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف بھاگ گئیں اور سنیل دانت پیستا رہ گیا۔

کیا بات ہے..... ہنستی ہوئی آرہی ہو..... گلابو نے کچھ کہا۔

راکھی اور شیوا جی باتیں کرتے ایک دم چونکے..... شاید کسی خاص موضوع پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا۔

گلابو تو ابھی نہیں آئی۔ کومل نے کہا۔

گلابو نہیں آئی۔ نہ جانے کہاں رہ گئی ہے۔ شیوا جی چونکے.....

نہیں ماموں..... آج تو بڑی دیر لگا دی اس نے..... رمل بولی۔

تمہیں کچھ بتا کر نہیں گئی رتن۔ شیوا جی نے کہا۔

اس نے کسی شادی میں جانا تھا۔ رتن نے کہا۔

پھر جلدی نہ آئی..... تم لوگوں نے اسے جانے کیوں دیا۔ شیوا جی غصے میں آگئے۔ رتن اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

کہاں ممانی۔ کمرے میں جا رہی ہوں..... سر درد ہے..... لیٹوں گی ذرا..... رتن نے نرم لہجے میں کہا۔

آپ چلیں..... میں چائے وہیں لے کر آتی ہوں۔

Thank you رمل۔

شیوا جی بڑی رغبت سے جاتی رتن کو دیکھتے رہے۔

اندر آتے رتن نے پردا درست کیا اور اپنے بستر کی طرف بڑھی..... اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتی..... اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی..... سنیل دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔

کھولو دروازہ..... وہ شدید غصے میں بولی۔

ہرگز نہیں..... ایک مدت ہو گئی ہے تمہاری قربت کو ترستے..... کہیں یہ تشنگی میری جان نہ لے لے..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔

سنیل..... وہ چلا اٹھی اس کی رگیں ابھر کر پھٹنے کو تیار تھیں..... آہستہ بولو.....

ڈرائنگ روم اور تمہارے کمرے کا فاصلہ بہت زیادہ ہے..... کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا..... وہ بڑے مطمئن انداز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانیت ناچ رہی تھی۔

میں تمہارا خون کر دوں گی :..... نکل جاؤ کمرے سے..... رتن نے کہا۔

میں سیراب ہونا چاہتا ہوں..... تمہاری جوانی نے میرے اندر آگ لگا دی ہے..... میرا سکون چھین لیا ہے تم نے..... وہ دیوانہ وار اس کو دبوچنے کے لئے بڑھا.....: لیکن کسی مضبوط ہاتھ نے اس کو پشت کی جانب جکڑ لیا..... کتے..... اپنے باپ کی پتنی پر گندی نظر ڈالتا ہے.....

اوئی رام..... گلابو تم..... کہاں سے آئی ہو..... حیرت سے رتن سن سی ہو گئی.....

لیکن گلابو پے در پے کے رسید کر رہی تھی..... بھاگ کر رتن نے باہر والا دروازہ کھول دیا.....

شیوا جی..... دیدی..... وہ ایک چیخ کے ساتھ راکھی سے لپٹ گئی.....

رتن..... رتن..... راکھی نے رتن کو جھنجھوڑا..... لیکن وہ فرش پر دھڑام سے گر چکی تھی۔

اسی دن کے لئے میں پریشان تھا..... تم لوگوں سے یہ کمزور لڑکی نہیں سنبھالی گئی.....

آج گلابو کو بھی سمجھ لوں گا..... شیوا جی جھکے۔

ٹھہریئے..... راکھی کومل اور رمل نے رتن کو اٹھا کر اس کے بستر پر لٹایا۔

دیکھ لوں گا..... سنیل منہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی دانست میں سب کو کچلتا ہوا باہر کی طرف بھاگا۔

سنیل..... خونخوار آواز میں شیوا جی نے آواز دی..... لیکن وہ بربریت اور چنگیز خانی انداز میں منہ اٹھا کر گاڑی پر سوار گیٹ سے نکل گیا۔

تم کہاں دفع ہو چکے تھے..... تمہیں نہیں معلوم تھا کہ..... شیوا جی نے رتن کی طرف دیکھا۔

گلابو نے اپنی ساڑھی درست کی۔

شیوا جی..... میری ماں بیمار تھی..... خبر لینے گئی تھی..... گلابو نے ہاتھ جوڑ کر معذرت خواہی انداز اپنا لیا۔

اگر کچھ ہو جاتا تو..... شیوا جی راکھی کے پاس بیٹھ گئے.....

رتن بی بی کو میں کومل بی بی کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ وہ تو بھگوان نے بھلا کیا..... میں باتھ روم میں میک اپ درست کرنے گئی تو یہ ہنگامہ ہو گیا۔ کومل اور رمل گلابو کا میک اپ

دیکھ کر ہونٹوں کو دبا کر ہنس دیں۔

اب درست کرو میک اپ..... کیا صورت بنی ہوئی ہے۔ راکھی نے گلابو کی توجہ اس کے چہرے کی طرف دلائی۔

اوئی رام..... گلابو باتھ روم میں لوٹ گئی۔

رتن..... شیواجی جھک کر بولے

ٹھیک ہوں..... وہ آنکھیں کھول کر بولی۔

لو..... ممانی دودھ پی لو..... رمل دودھ کا گلاس رتن کے ہونٹوں کو لگاتے بولی۔

نہیں رمل..... جی نہیں چاہتا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

یہ..... اچانک نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے تمہارا..... شیواجی نے کہا۔

شیواجی کے کہنے پر رتن نے گلاس ہونٹوں کو لگایا..... اور تھوڑا سا پی کر واپس کر دیا۔

اب کیا کیا جائے۔ شیواجی راکھی سے بولے

دیدی..... آج گلابو فرشتہ بن کر نہ آتی تو نہ جانے کیا ہو جاتا..... رتن وحشت زدہ سی نظر آ رہی تھی۔

رام قسم..... آج نہ جانے کیا ہو جاتا..... سنیل میاں بچ گئے میرے ہاتھ سے۔

گلابو اپنی ساڑھی کے پلو سے چہرے پر سے پانی پونچھتے ہوئے بولی۔

یہ کیسا بیٹا ہے..... جس کو اپنے باپ کی عزت کا خیال نہیں۔ شیواجی انتہائی کرب سے پہلو بدل کر بولے۔

آپ فکر مند نہ ہوں شیواجی..... یہ دور ہی ایسا ہے..... ہر چیز کا سودا ہو رہا ہے..... دل بکتے ہیں یہاں..... یہ سنسار دکھوں کا گھر ہے۔ گلابو ایک طرف صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

میں ایسے بیٹے پر لعنت بھیجتا ہوں..... میں اسے تمام جائیداد سے عاری کر دوں گا..... نہیں ہے یہ میرا بیٹا..... میں اسے بیٹا نہیں مانتا۔ وہ شدید غصے میں لرز رہے تھے.....

شیوا..... تم تو ریلیکس رہو..... اس طرح تو خود بیمار پڑ جاؤ گے۔ راکھی کو شیواجی کی حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔

میں ریلیکس نہیں رہ سکتا..... حساسیت میری طبیعت کا حصہ ہے..... چھوٹی سی بات بھی مجھ پر بڑی اثر انداز ہو جاتی ہے..... اور یہ..... یہ تو بہت بڑی بات ہے..... ایک بیٹا

..... باپ کے مقابل کھڑا ہو رہا ہے..... اس کی بیوی پر گرسنہ نظر رکھ رہا ہے..... وہ جوش سے بول رہے تھے۔

سب خاموش کھڑے تھے..... گلابو..... جی سرکار..... گلابو راکھی کی آواز پر چونکی۔

تم اور رمل کومل رتن کے پاس ٹھہرو..... شیواجی نے راکھی کو دیکھا۔

آیئے شیواجی..... میرے کمرے میں..... ابھی کوئی منظم فیصلہ کرتے ہیں.....

راکھی شیواجی کو اپنے کمرے میں لے گئی۔

تم لوگوں نے کیوں آنے دیا..... شیواجی نے کومل کو غصیلی نظروں سے دیکھا۔

ماموں..... ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلا..... وہ چاہتا کیا ہے..... شیواجی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

آپ کو نہیں معلوم..... راکھی نے گہری نظر شیواجی پر ڈالی۔

ہو سکتا ہے..... مجھے نہ معلوم ہو۔ شیواجی نے جیسے اپنی غفلت کا اقرار کر لیا ہو۔

وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ راکھی نے کہا۔

کیا؟..... شیواجی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا.....

جی ہاں..... یہ درست ہے!..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... راکھی.....

شیواجی ایک دم بولے.....

جی..... راکھی نے کہا۔

اور رتن..... شیواجی بولے۔

کیا مطلب..... راکھی نے کہا۔

میرا مطلب کہ رتن بھی چاہتی ہے۔ شیواجی کے دل میں ہلکا سا بال آ گیا۔

او ہو..... کیوں اس معصوم پوتر پر الزام لگا رہے ہو..... اگر وہ ایسی ہوتی تو آج یہ ہنگامہ نہ ہوتا..... راکھی نے رتن کی پاک دامنی کا یقین دلایا۔

ہوں..... وہ واقعی پوتر ہے..... شیواجی نے کہا۔

اب سوچنا پڑے گا..... کوئی مثبت حل بھی تو نظر نہیں آ رہا۔ راکھی گہری سوچ سے ابھر کر بولی۔

اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا..... میں خود سر ضدی سرکش بیٹے کو گھر سے نہیں نکال سکتا..... اور نہ ہی رتن کو جدا کر سکتا ہوں۔ شیواجی بولے..... شدید کرب و جبر نے ان

کے چہرے کو سیاہ کر دیا تھا..... پیشانی کی سلوٹیں زیادہ نمایاں ہونے لگی تھیں..... آج وہ اپنے آپ کو صدیوں پرانا بوڑھا تصور کر رہے تھے..... سنیل نے ان کو بڑے وسوسے اور اندیشے میں ڈال دیا تھا..... بیٹا آستین کا سانپ نکل آیا تھا..... جب تک وہ ملک سے باہر تھا ..... وہی دن شیوا جی نے راحت سے گزارے ہوں گے۔ کاش پیدا ہوتے ہی وہ اس کا گلا گھونٹ دیتا..... آج ذہنی انتشار نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے..... وہ اپنے گھر میں بھی پرسکون نہیں ہیں.....

شیوا..... راکھی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

ہوں..... کیا..... وہ بری طرح اچھلے.....

تم رتن کو لے کر ملک سے باہر چلے جاؤ..... راکھی نے کہا۔

باہر..... لیکن یہاں سارا کاروبار..... ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ شیوا جی نے قلب حیراں پر ہاتھ رکھا۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... کون سنبھالے گا یہ سب کچھ..... وہ خاموش ہو گئی.....

تم جانتی ہو..... کتنی محنت شاقہ سے میں نے کاروبار کو بڑھایا ہے۔ شیوا جی نے کہا۔

مجھے سب علم ہے..... میں تمہیں پرسکون دیکھنا چاہتی ہوں..... اگر رتن کی وجہ سے تمہارے جیون میں خوشی آئی ہے تو یہ مسائل کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ باتوں باتوں میں اتنا احساس ہی نہ رہا کہ شام کے دھندلکے چھانے لگے ہیں..... حویلی کی روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں..... ملازم نے کھانے کی اطلاع دے دی تھی..... آہستہ آہستہ تمام ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے.....

سنیل نہیں آیا..... راکھی نے قریب کھڑے ملازم مراٹھی سے پوچھا۔

نہیں سرکار..... مراٹھی نے کہا۔

شیوا جی نے سفید نظروں سے راکھی کی طرف دیکھا۔ آج بجھے بجھے سے لگ رہے تھے۔

کھانا کھائیں..... آ جائے گا..... راکھی نے تسلی دی۔

دو چار لقمے زہر مار کئے اور شیوا جی اپنے کمرے میں آ گئے..... کمرے کی بتی روشن کی ..... لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے..... سنیل اپنا کام کر چکا تھا..... اس کے پستول سے نکلنے والی گولی شیوا جی کا جگر چیر کر نکل چکی تھی..... اور وہیں ڈھیر ہو گئے..... قالین خون سے لت پت ہو گیا..... سنیل..... گلابو نے بھاگ کر پکڑا..... دونوں گتھم گتھا ہوئے

سنیل نے پھر گولی چلائی..... گلابو کا ہاتھ زخمی ہو گیا..... تمام لوگ اکٹھے ہو چکے تھے ..... سنیل پر وحشت طاری تھی..... وہ سب کو قتل کر دینا چاہتا تھا..... خبردار کوئی آگے بڑھا..... میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا..... سنیل نے گلابو کی طرف گولی چلائی لیکن نشانہ خطا ہو گیا..... چند لمحے نہ گزرے تھے کہ پولیس نے ساری حویلی کو گھیرے میں لے لیا۔

ہینڈز اپ۔ سنیل نے ہاتھ اوپر کر لئے۔

گلابو اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے میں پکڑے تکلیف سے کراہ رہی تھی۔

ہتھ کڑی لگاؤ اس کو..... پولیس افسر نے سپاہی کی طرف اشارہ کیا۔

سپاہی نے سنیل کو ہتھ کڑی لگا کر باہر کی طرف دھکیلا۔

لاش کو گاڑی میں رکھو..... پوسٹ مارٹم ہو گا..... اور شیوا جی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا۔

ایک سناٹا..... ویرانی اور تباہی حویلی کا مقدر تھا..... چشم زدن میں بات ساری دہلی میں پہنچ گئی..... راجکمار اور سنیل بھی آ گئے تھے..... ادھر سنتوش اُشا کے ساتھ آ گیا تھا .....

کیسے نصیب ہیں تیرے بیٹی..... تو پھر بیوہ ہو گئی..... کیا سہاگ کی خوشی تیرے مقدر میں نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے کا یہ المیہ ہے..... ایک بوڑھی عورت نے رتن کو سینے کے ساتھ لگایا۔

یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... اس میں رتن کا کوئی دوش نہیں ہے.....

راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔

اسی بے چینی اضطراب اور کرب میں کئی روز گزر گئے..... شیوا جی کی ارتھی بڑے کروفر سے اٹھائی گئی..... اور ایک ماہ کا ظلم انگیز اور دردناک وقت سسک سسک کر گزر گیا..... حالات سنبھلے تو رتن نے محسوس کیا کہ گلابو نہیں ہے

دیدی..... گلابو چلی گئی۔ رتن بولی۔

ہاں..... رتن..... وہ چلی گئی..... اس کا بھائی شدید علیل تھا..... ویسے بھی اسے رہنے کی کیا ضرورت تھی..... شیوا نے تمہاری نگرانی کے لئے تو رکھی تھی۔ راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔ رو دی.....

ایک دم تینوں چونک گئیں..... ملازم داخل ہوا۔

بیگم صاحبہ..... بی بی کے بھائی اور بھاوج آئے ہیں۔ ملازم نے کہا۔

میرا خیال ہے راجکمار اور سنبل بھابی ہوگی۔ رتن چونک گئی۔

ملنا چاہوگی

ہاں..... کیا حرج ہے..... آپ بھی آجائیں..... تنہا نہیں ملوں گی..... رتن نے کہا۔

رمل..... جی ماتا جی

اچھی سی چائے لے آؤ ڈرائنگ روم میں اور ساتھ کچھ..... اچھا۔ رمل کچن کی طرف چل دی۔

رتن، راکھی دونوں ڈرائنگ روم کی طرف چل دیں۔

نمسکار.....

نمستے رتن اور راکھی نے ایک ساتھ کہا اور سامنے بیٹھ گئیں۔

نمستے..... سنبل اور راجکمار نے بڑی محبت کا اظہار کرتے رتن کو ساتھ لگالیا۔

کیسی ہو سنبل نے کہا۔

آپ کے سامنے ہوں۔ وہ راکھی کے پاس بیٹھ گئی۔

کچھ لمحے ماحول پرسکون رہا..... کسی نے بھی بولنے کی کوشش نہ کی..... سنبل نے راجکمار کو آنکھ سے اشارہ کیا۔

راجکمار نے ماحول کو مناسب جان کر قوت گویائی کی تقویت دے کر زبان کھولی۔

دیدی..... گزارش ہے آپ سے۔ راجکمار نے کہا۔

گزارش..... آپ کھل کر بات کریں..... راکھی نے رتن کو دیکھا..... رتن کی چھٹی حس بیدار ہوچکی تھی..... اس کا دل دھڑک کر پیغام دے چکا تھا کہ ضرور لے جانے کا چکر ہے۔ یوں بھائی نہیں آسکتا۔

بات یہ ہے کہ اب رتن کا یہاں رہنا درست نہیں۔ سنبل بولی۔

کیوں نہیں..... یہ اس کا اپنا گھر ہے..... رہنا درست کیوں نہیں۔ راکھی کو اچھا نہیں لگا۔

ہمارا مطلب کہ جس کی وجہ سے رہنا تھا..... وہ ہی نہ رہا تو اب کیا فائدہ۔ راجکمار بولا۔

رتن آپ کے سامنے بیٹھی ہے..... اگر جانا چاہے تو ہم نہیں روکیں گے..... ہمارے ساتھ رہنا چاہے تو سب کچھ اسی کا ہے۔ راکھی نے بڑے دکھ سے رتن کو دیکھ کر کہا۔ چاہت کی ایک لہر اٹھی.....

کیوں رتن..... ہم تمہیں لینے آئے ہیں..... راجکمار نے کہا۔

میں دکھیاری مورکھ ناری..... جس کے نصیب میں ہی ذلت و رسوائی رقم ہے..... وہ اپنی پلکوں کو انگلیاں پھیر کر صاف کرتے بولی۔

رتن..... سیوک محل تمہارا منتظر ہے..... تم وہاں چلو..... سنبل نے کہا۔

پھر کسی اور سودے کی بات چل رہی ہے..... رتن نے طنز کا بھرپور نشتر سنبل کے جگر کو پار کردیا۔

تم ایسامت سوچو..... جو کچھ ہوا..... اس میں تمہارا بھلا تھا۔ راجکمار نے نرم لہجے میں کہا۔

میں بیتی باتوں کو دہرانا نہیں چاہتی..... گئے سمے کی تلخیاں گو میں فراموش نہیں کرسکتی..... پھر بھی..... اب یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں..... وہ بولی.....

آؤ ہمارے ساتھ..... یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے بہنا..... راجکمار نے کہا۔

اتنی ٹھوکریں کھاچکی ہوں..... اب بھی نہ سمجھوں تو میں نادان کہلواؤں گی..... رتن نے بڑے ادراک سے جواب دیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی..... وہ دوٹوک فیصلہ کرتے بولی۔

اور کس کے ساتھ۔ راجکمار چونکا۔

درپن مجھے لینے آئے گا..... جس نے ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیا ہے۔ رتن نے بیباک لہجے میں کہا۔

درپن..... اس کا تمہارے ساتھ کیا واسطہ..... راجکمار کی پیشانی پر بل پڑگئے۔

اسی کا واسطہ تو ہمیشہ رہا ہے..... اسی کی گود میں پلی بڑھی ہوں..... میرے ہر دشوار گزار راستے کے کانٹے اس نے اپنی آنکھوں سے چنے ہیں اسے کیا خبر کہ تم کس حال میں ہو۔ سنبل نے پلٹ کر جوابدیا۔

اسے میرے ہر حال کی خبر ہو جاتی ہے۔ معلوم ہے نا آپ کو..... رتن کا جملہ اختتام

پذیر ہوا تو اس کے ساتھ ہی پوجا اور درپن داخل ہوئے۔ دونوں کو دیکھ کر سب بے ساختہ کھڑے ہوگئے۔

میری بچی..... اندر آتے ہی پوجا نے رتن کو لپٹا لیا۔

سنبل اور راجکمار نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ محبت کا کوہ گراں سامنے آیا تو رتن اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکی۔ وہ بری طرح رو دی۔ وہ پوجا کی گود میں سسکیاں لیتی رہی..... درپن نے عالم پریشانی میں رتن کی طرف دیکھا.....

بس بیٹی..... رونا نہیں..... میری بیٹی تو تو بڑی بہادر ہے..... پوجا نے اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا۔ وہ اپنے بیٹے کے جذبات سمجھتی تھی کہ وہ رتن کے آنسوؤں سے اداس ہو جاتا ہے۔ کومل اور رمل بھی اندر آچکی تھیں۔

درپن..... یہ کومل ہے..... اور یہ رمل..... رتن نے دونوں کا تعارف کروایا۔

رمل نے بڑی گہری نظروں سے درپن کو دیکھا..... لیکن اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس آدمی کو کہاں دیکھا ہے..... چہرا جانا پہچانا سا تھا۔

میرا خیال ہے..... میں نے کہیں آپ کو دیکھا..... کومل بولی۔

ایسا ہی ہے..... میں نے بھی کہیں دیکھا ہے آپ کو..... شاید ہولی پر..... درپن سب کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا..... سنبل اور راجکمار پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔ دونوں نظروں نظروں میں جان چکے تھے کہ اب رتن کا ان کے ساتھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی رتن اب درپن کو چھوڑ سکتی ہے۔

دیدی اجازت دیجئے..... راجکمار اور سنبل نے ایک ساتھ کہا۔

بھیا..... بیٹھیں نا..... چائے آرہی ہے۔ رتن نے کہا۔

نہیں..... اب ہمیں جانا چاہئے۔ راجکمار اور سنبل جانے کے لئے تیار کھڑے ہوگئے۔

نہیں یار..... تم اس طرح نہیں جا سکتے..... ایک ساتھ چلیں گے۔ درپن نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ درپن نے اس طرح خلوص سے روکا کہ سنبل اور راجکمار انکار نہ کر سکے۔

ملازم معہ لوازمات کے چائے لے آیا۔

کومل اور رمل نے مل کر چائے بنائی..... رتن نے سب کو پیش کی۔

راجکمار..... درپن بولا۔

راجکمار نے آنکھیں اٹھائیں..... دیدی راکھی اور پوجا ماں ہم سب سے بڑی ہیں.....

ہمیں ان کی بات ماننی پڑے گی۔ کیوں دیدی۔ درپن نے مسکرا کر راکھی سے پوچھا

یہ تو بیٹا تم سب کی فرمانبرداری ہے..... اگر ہمیں بڑا جان کر ہماری باتوں کا احترام کرو..... راکھی نے کہا۔

کیوں نہیں مانیں گے..... آپ ہماری بڑی ہیں۔ راجکمار نے کہا۔

راج بیٹا..... اپنے دل سے تمام شکوے نکال دو..... یہ جیون تو ڈھلتی چھاؤں ہے..... اپنے من کو صاف کرلو..... درپن تمہارا بھائی ہے..... اپنے گلے لگالو..... درپن نے کبھی تمہارا برا نہیں چاہا..... پوجا کی آنکھیں بھر آئیں۔

میں مانتا ہوں ماں..... درپن..... میرے بھائی..... راجکمار نے بازو پھیلا دیئے۔ اور درپن نے مسکرا کر راجکمار کو ساتھ لگالیا.....

یار جو کچھ بھی ہوا..... میری نادانی تھی..... راجکمار نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

کچھ نہیں ہوا..... سب ٹھیک ہے..... راکھی نے رتن کو محبت سے پیار کیا..... رتن کو ساتھ لگانے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں..... جو پریشانی ان کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی..... اس کو کون ٹال سکتا تھا۔ کومل اور رمل بھی چھپ چھپ کر آنسو بہا رہی تھیں۔

سنبل اور راجکمار اجازت لے کر محل روانہ ہو چکے تھے۔

کومل، رمل..... درپن نے پکارا۔

جی..... دونوں احتراماً پاس آگئیں۔

تم سب کا ہم سے رابطہ ٹوٹنا نہیں چاہئے..... ویسے بھی تم میری بہنوں کی طرح ہو..... بلکہ میری بہنیں ہو..... میں راکھی کے تہوار پر آؤں گا۔ درپن نے کومل اور رمل دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔

آنسوؤں کی ایک لڑی نہ ٹوٹنے اور نہ رکنے کا نام لے رہی تھی..... تینوں ماں بیٹی بری طرح رو رہی تھیں۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں سنیل کے کیس کی پیروی کروں..... درپن نے راکھی کی افسردہ صورت دیکھ کر کہا۔

تمہارے سوا کون کرے گا بیٹا..... اگر کسی طرح سنیل پھانسی سے بچ جائے۔ راکھی نے درپن پر بھروسہ کیا۔ شاید امید کی واحد کرن درپن ہی تھا۔ اچھا چل کریں گے..... آگے بھگوان بھلی کریں..... درپن نے چلتے چلتے کہا۔

پھر شام ڈھلتے ہی وہ اپنی کائنات سمیٹ کر پوجا کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آیا۔ چند دنوں کے بعد دہلی کی بڑی مسجد میں وہ رتن کے ساتھ عالم دین حافظ سلطان باسط کے سامنے حاضر ہوا..... جہاں رتن نے اپنی مرضی منشا کے ساتھ حافظ صاحب کے سامنے کلمہ طیب پڑھ کر قبول اسلام کر لیا۔وہ مسلمان ہو گئی..... اور پھر چند گواہوں کی موجودگی میں دونوں کا نکاح شرعی قوانین کے مطابق طے پایا..... رتن ہمیشہ کے لئے ایک خدا، ایک نبیؐ ایک قرآن ..... اور ایک ہی چاہنے والے کی ہو گئی۔

یہ بات چشم زدن میں پھیل چکی تھی کہ رتن نے اسلام قبول کر لیا ہے..... بہت لوگوں نے ان کو مسجد سے باہر نکلتے دیکھا..... لیکن کوئی ان کی گرد تک نہ پہنچ سکا..... درپن رتن اور پوجا کو لے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جرمن روانہ ہو چکا تھا..... جہاں ازل سے چاہنے والوں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔

(ختم شد)